بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اور اپنے نفس کی آخرت کے لیے بھی کچھ آگے روانہ کرو البقرہ 223:2

قرآن کی دنیا



قرآن کے بنیادی الفاظ
اصطلاحات کی وضاحت
علم اور سائنس کی باتیں
تجربات اور مشاہدات

مصنف: فدا حسین شاہ۔ ایم اے

پبلشرز: سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن،
لاہور ، پاکستان

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اور اپنے نفس کی آخرت کے لئے بھی کچھ آگے روانہ کرو۔

البقرہ223:2

قرآن کی دنیا

قرآن کے بنیادی الفاظ اور اصطلاحات کی وضاحت
علم اور سائنس کی باتیں
تجربات اور مشاہدات

مصنف: فدا حسین شاہ۔ ایم اے

پبلشرز: سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن، لاہور، پاکستان۔

جملہ حقوق بحقِ انسان محفوظ ہیں

لہٰذا ہر شخص کو کاپی اور اشاعت کرانے کا حق ہے

نام کتاب : قرآن کی دنیا

مصنف : فدا حسین شاہ۔ایم اے۔1971 پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور
صدر سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن، لاہور، پاکستان
وائس پریذیڈنٹ نیشنل پیس اینڈ جسٹس کونسل، لاہور گورنمنٹ آف پاکستان

قانونی مشیر : پروفیسر سید نیاز علی شاہ سابق ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب
سٹینڈنگ کونسل/ فیڈرل کونسل گورنمنٹ آف پاکستان

ناشر : سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن، لاہور، پاکستان

قرآنی مشاورت : پروفیسر محمد رفیق چوہدری۔ایم اے عربی، اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی

معاونت و مشاورت : الحاج پروفیسر ڈاکٹر جمیل حیدر مہروی، کمشنر تعلقاتِ عامہ پنجاب BSA
''میڈل آف میرٹ'' صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

مینیجر انٹرنیشنل میڈیا : محمد یاسر قریشی، آئی ٹی انجینئر (یو ای ٹی) q1@hotmail.com

اشاعت اوّل : 2014 اشاعت دوم : اگست 2019ء

مقامِ اشاعت : لاہور لندن نیویارک

لاگت (قیمت) : 2000 روپے بیرون ملک : US:$40 UK:£30

ISBN : 978-969-8302-11-5

نوٹ: : اس کتاب کو دنیا کی بڑی بڑی لائبریریوں سے لے کر پڑھا جاسکتا ہے۔لیکن اگر کسی لائبریری میں یہ کتاب دستیاب نہ ہو تو پھر اس کتاب کے لیے آپ اپنا نام لائبریری میں رجسٹرڈ کروائیں۔

برائے رابطہ

1۔ محمد یاسر قریشی، E-155/A-5 غزنی لین مین بلیورڈ، ڈی ایچ اے، لاہور کینٹ، پاکستان+923004455771

2۔ انٹرنیشنل کنسلٹینٹ ڈاکٹر انجینئر پی۔ایچ۔ڈی (لندن) جاوید یونس اوپل+923004107717
1-A ایبک بلاک گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ +92-423-5838142

3۔ پروفیسر سید نیاز علی شاہ، 45-B بلاک جے گلبرگ III لاہور، پاکستان+ 923004775452

4۔ معاون: حاجی شیخ محمد اشرف QuranKiDunya

5۔ کمپیوٹرائزڈ: نیاز محمد، زوہیب, افتخار الدین

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (سورۃ مائدۃ 2:5)
''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو۔''
قرآن سے انسانیت کی خدمت!

محترم جناب.....

مندرجہ بالا مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس کتاب کو دنیا بھر میں فی سبیل اللہ مفت تقسیم کر رہے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے علم کو لوگوں میں زیادہ سے زیادہ پھیلایا جا سکے۔ اس طرح ہم دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہو سکیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس کے بارے میں اپنی قیمتی رائے کا اظہار کریں جس سے عام لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو اور ان کے دلوں میں علم کا شوق پیدا ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ قرآن کی عظمت، حقیقت اور اہمیت سے واقف نہیں

یہ کتاب ''ام الکتاب'' یعنی تمام کتابوں کی ماں ہے (Mothers of All Books) کیونکہ اس کتاب میں انسانوں کے تمام علوم اور فنون کی آیات یعنی بنیادی نکات موجود ہیں۔ لیکن اس کام کے لیے بڑی تحقیق کی ضرورت ہے۔

نوٹ: صفحہ کی پشت پر آپ اپنی رائے تحریر کر کے ہمیں روانہ کریں تا کہ ہم آپ کی رائے کو نئے ایڈیشن میں شائع کر سکیں۔

شکریہ!

نام ..... تعلیم .....

پیشہ اور مصروفیات ..... رابطہ نمبر:

.....

محمد یاسر قریشی +92-300-4455771

E-155/A-5 غزنی لین مین بلیورڈ

ڈی ایچ اے، لاہور کینٹ، پاکستان

آپ کی رائے اور تجاویز

انتساب

میں اس کتاب کو

سرسیّد احمد خان، علامہ اقبال،

اپنے والدین اور

دنیا کے اُن انسانوں کے نام منسوب کرتا ہوں

جو آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہوئے انسانیت کی

خدمت کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں۔

مصنف

فدا حسین شاہ

علامہ اقبالؒ کا نظریہ

اُن کی ساری عمر کے تجربات اور مشاہدات کا خلاصہ

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے عظیم شاعر، مفکر اور فلاسفر علامہ اقبالؒ کی قرآن پر ایک گہری نظر تھی۔ یہی وہ نظر تھی جس کو انہوں نے اپنی اُردو اور فارسی کی شاعری کے ذریعے اپنی مختلف کتابوں میں بیان کیا ہے۔ وہ اپنے خیالات کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل رباعی میں اس عظیم ترین حقیقت کو بیان کرتے ہیں:

زمن بر صُوفی و مُلّا سلامے
کہ پیغامِ خُدا گفتند مارا
ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت
خُدا و جبرئیلؑ و مُصطفیٰؐ را

(اقبالؒ در ارمغانِ حجاز)

☆ میری طرف سے صوفی اور مُلّاں کو سلام پہنچے جنہوں نے ہم کو اللہ کا پیغام یعنی قرآن کے بارے میں بتایا لیکن اُنہوں نے قرآن کی ایسی تاویل یعنی تفسیر کر دی ہے اور ایسے عجیب معنی بیان کر دیے ہیں کہ جس سے خود اللہ تعالیٰ، اس کا فرشتہ جبرائیل اور حضرت محمد ﷺ حیران اور پریشان ہیں۔

علامہ اقبال کا ایک قول

☆ ''حقیقی اور اصل اسلام کے اوپر علمائے کرام کی سینکڑوں کتابوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے کیونکہ ہر عالم قرآن کو اتنا ہی بیان کرتا ہے جتنا اُس کے پاس علم ہوتا ہے

ابتدائی معلومات

''توجہ فرمائیں''

چونکہ پاکستان میں !!

1: ڈھائی کروڑ پاکستان کے بچے مجبوریوں کی وجہ سے سکول نہیں جاسکتے۔
2: 15 کروڑ انسان غربت کی لائن سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔
3: بے شمار 18 سال سے کم عمر بچے مزدوری کرتے ہیں۔
4: اکثر لوگ بنیادی حقوق کو خریدنے کی وجہ سے علمی کتابیں نہیں خرید سکتے۔

اعلان

ہم اپنی سابقہ 9 کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی پاکستان میں مفت تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

تا کہ

قرآن مجید کے علم وحکمت یعنی Science and Technology کے ذریعے پوری دنیا کے انسانوں کو جسمانی اور روحانی فائدہ پہنچایا جا سکے۔

کیونکہ

کوئی بھی قوم یعنی انسان یا ملک اُس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اس عظیم کتاب کے آئین اور احکامات پر عمل نہیں کرتا (خواہ وہ اپنی زبان اور تہذیب اور تمدن کے مطابق کرے)
ہر انسان غور وفکر اور ریسرچ کرنے کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرسکتا ہے۔

''کتاب کے بارے میں''

فوجی اور سول افسروں، پروفیسروں
ڈاکٹروں اور دانش وروں کی آزادانہ رائے

@ صفحہ نمبر: 44		ڈاکٹر ایس ایم۔ظفر، جنرل خالد محمود عارف (کے ایم عارف)، پروفیسر محمد یحییٰ ہاشمی، ڈاکٹر سرفراز احمد اعوان، ڈاکٹر راحیل اکبر، ڈاکٹر حنیف شاہد، بریگیڈیئر محمد اسلم گھمن، مشہود ضیاء، بلال مرتضیٰ ملک، ، شیخ محمد اشرف ،کرنل مسعود احمد، پروفیسر جمیل احمد خان ،خالد ایم میاں، ڈاکٹر محمد سعد صدیقی، لطافت بیگ، راجا محفوظ
@ صفحہ نمبر: 344		حسین احمد شیرازی ،رضا حسن B.CC.I،، میاں عبدالوحید، نسیم ارشد وڑائچ، خواجہ نذیر احمد، ڈاکٹر محمد فاروق اکرم ،ڈاکٹر محمد اشرف غنی، ڈاکٹر سعید احمد ملک، ملک معراج، ہادی اقبال حسین ، محمد طارق قریشی ،صاحبزادہ مسعود چشتی، میاں مرید حسین، منیر احمد فاروقی ، کرنل سرور، کرنل سحر حجاز، حافظ وصی محمد خان، محمد خلیق عامر
@ صفحہ نمبر: 471		پروفیسر، ملک احسان الحق ، پروفیسر شبیر، محمد طاہر عزیز، شعیب ہاشمی، ڈاکٹر جاوید یونس اوپل، ڈاکٹر اقبال چاولہ، چوہدری شہباز حسین ، رانا سعید احمد، جمیل بھٹی، فاروق علوی، ثوبیہ فرحان، ڈاکٹر فراز انجم، کرنل مقصود مظہر راٹھور، سید نیاز علی شاہ، افضل شیخ، سلمان محسن

دنیا میں جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قانون اور حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔
وہی لوگ ظالم کافر اور فاسق یعنی نافرمان ہوتے ہیں۔ (سورۃ مائدہ آیت نمبر 44، 45 اور 47)

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

قتیل شفائی

”حکمرانوں سے اپیل“

ہمارے حکمرانو، سیاستدانو، جرنیلو، افسرو اور دنیا سے تجارت کرنے والو!

آؤ! ذرا اللہ سے تجارت کر کے دیکھیں

جیسا کہ سرسید احمد خان، علامہ اقبال اور قائداعظم نے کی

جو اُن کے زمانے کے امیر ترین لوگ بھی نہ کر سکے

کیونکہ

تجارۃ لن تبورا یہ ایک ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز خسارہ یعنی نقصان نہیں ہوسکتا

کیونکہ

قرآن پاک سمیت تمام الہامی کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان سے بے شمار وعدے کیے ہیں جن کو خالقِ کائنات نے مندرجہ ذیل آیات میں تفصیل اور گارنٹی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آل عمران 194,9:3 ، النساء 122:4 ، المائدہ 9:5 ، الانعام 134:6 ، الاعراف 44:7 ، التوبہ 111,72:9 ، یونس 04,55:10 ، الرعد 31:13 ، ابراہیم 47:14 ، النحل 38:16 ، بنی اسرائیل 5:17 ، الکہف 21,98:18 ، مریم 61,75:19 ، طٰہٰ 87-86:20 ، الانبیاء :09 ، الحج 47:22 ، المومنون :36 ، الفرقان 16-15:25 ، القصص :6128 ، لقمان 9-33:31 ، السبا 29,30 ، الفاطر 5 ، یٰسین 52,63 ، ص 52,53:38 ، الزمر 20,74:39 ، المومن 8:40 ، 28 ، 55 ، 77 ، حم السجدہ 30:41 ، الزخرف 83:43 ، الاحقاف 16,17,35:46 ، محمد 15:47 الفتح 20,29:48 ، الذاریات 22:51,5 ۔

عہد اور میعاد کے معنی بھی وعدے کے ہوتے ہیں

لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے ان آیات کے نمبر نہیں دیے گئے

آخری گزارش

میری اس کتاب کی اگر کوئی بات قرآن پاک کے خلاف ہو

تو اس بات کو دیوار پر دے ماریں۔

کیونکہ

دنیا کے عظیم مصنّفین اور محققین کا یہی خیال ہے کہ جو بھی تحریر قرآن پاک کے خلاف ہو اُس کو دیوار پر دے مارنا چاہیے یعنی کہ اُس کو اپنے دل و دماغ میں کوئی جگہ نہیں دینی چاہیے۔

لیکن

اس کتاب کو پڑھتے وقت آپ یہ ہرگز نہ سوچیں کہ کس نے لکھا ہے

بلکہ ہمیشہ یہ سوچیں کہ کیا لکھا گیا ہے؟

جس حقیقت کی تصدیق قرآن پاک کی آیات اور الفاظ کریں نیز آپ کا دل و دماغ اور آپ کا ضمیر بھی تسلیم کرے اُس پر عمل کریں لیکن بہرے، گونگے اور اندھے ہرگز نہ بنیں کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بار بار منع کیا ہے۔

مصنف

فدا حسین شاہ

فہرست مضامین

''ایک انٹرنیشنل کتاب''

''قرآن کی دنیا''

مصنف نے اپنی سابقہ کتابوں کی طرح یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنی اس کتاب کو بھی دنیا کی بڑی بڑی مسجدوں اور لوگوں میں مفت تقسیم کرے گا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ توحید اور رسالت کے علم سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ دنیا کا علم جہاں پر ختم ہوتا ہے وہاں سے وحی کا علم شروع ہوتا ہے۔ یہ وہی علم ہے جو محنت اور کوشش کرنے والے انسان کے دل و دماغ میں ایسا نور یعنی طاقت پیدا کرتا ہے جس کو تقریر یا تحریر میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس کا بنیادی اور براہِ راست تعلق انسان کے جذبات اور احساسات کے نرم و نازک ریشوں یعنی (Tissues) سے ہوتا ہے۔

اس کتاب کی جو بھی بات آپ کو کوشش کے باوجود سمجھ نہ آسکتی ہو یا قرآن مجید کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیں کیونکہ عقل کل نہ تو میں ہوں اور نہ ہی آپ کیونکہ!! {وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عَلْمٍ عَلِيْمٌ} (یوسف : 76)

نمبر شمار	مضامین		صفحہ نمبر
	ابتدائی معلومات		7 تا 10
	حصہ اوّل		26
-1	حمد باری تعالیٰ	؟ انسان کی ایک کوشش	28
-2	سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن	؟ انسانیت کی خدمت	29
-3	مصنف کی سوچ اور تعارف	؟ اللہ کا قانون	30
-4	قارئین سے گزارش	؟ دل کی آواز	31

-5	معاونین کا شکریہ ؟	انسانیت کا تقاضا	32
-6	رشتہ داروں اور پاکستانی نظام کا شکریہ ؟	تجربات اور مشاہدات	33
-7	افسوس صد افسوس ؟	ایک سچ	34
-8	کتاب کا مقصد ؟	وقت کی ضرورت	35
-9	الحمد للہ ؟	سوچ کا مقام	36
-10	آخرت کی زندگی ؟	ہمیشہ کی زندگی	37
-11	کتاب سے فائدہ اٹھانا ؟	چند طریقے	38
-12	قرآن کے ترجمے ؟	ایک تحقیق	39
-13	حمد باری تعالیٰ ؟	انسان کی ضرورت	41
	قرآن کی اصطلاحات حصہ دوئم	**اور بنیادی معلومات**	42
-14	مفید معلومات ۔۔قرآن کے مخاطب لوگ؟	سوچنے کا مقام	43
-15	دانشوروں کی رائے ؟	کتاب کی اہمیت	44
-16	قرآن کی اصطلاحات ؟ اور اُن کو سمجھنے کا آسان طریقہ	جدید زمانے کی ضرورت	53
-17	توحید کی عظمت اور وُسعت ؟	کائنات کی عظیم ترین حقیقت	55
-18	اسلام اور مسلم ؟	اللہ تعالیٰ کا قانون	60
-19	اللہ اور قرآن ؟	انسان اور ہدایت	63
-20	قرآن مجید کے صفاتی نام ؟	وُسعت اور بلاغت	65
-21	قرآن اور آیات ؟	اللہ کی نشانیاں	73
-22	قرآن کے قابل غور حقائق ؟	سوچ کا مقام	75
-23	اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین کلمات، سوالات اور قوانین ؟	زندگی کے لیے ضروری	76
-24	کیا ہمارے لئے اللہ کافی نہیں ؟	قرآن کے دلائل	76
-25	قرآن اور قوم ؟	ایک رشتہ	77

-26	تیس پاروں کے نام	؟	78
-27	سورتوں کی ترتیب	؟	80
-28	غور وفکر کا مقام	؟	53
-29	قرآن کے الفاظ	؟	83
-30	قرآن سمجھنے کی شرائط	؟	85
-31	حمد باری تعالیٰ	؟	86
-32	قرآن کے وضاحت طلب الفاظ	؟	88
-33	متشابہ الفاظ اور خاص الفاظ	؟	90
-34	وحی اور الہام	؟	92
-35	اللہ تعالیٰ کے کلمات	؟	94
-36	خانہ کعبہ کی تاریخ	؟	96
-37	27 حج بمقابلہ 2 حج	؟	97
-38	اللہ تعالیٰ سے ملاقات	؟	98
-39	اللہ تعالیٰ کے وعدے	؟	100
-40	اسلام کے بارے میں دنیا مفکرین کی رائے ؟		102
-41	اللہ اور سردار جی	؟	104
-42	کتاب اور اہل کتاب	؟	106
	اہل کتاب	؟	109
	اہل کتاب کے مشترکہ احکامات	؟	112
-44	بائبل کے بنیادی احکامات	؟	113
-45	دنیا کے عظیم نبی اور رسولؑ	؟	114
-46	توحید اور رسالت کے کلمات	؟	115
-47	وحی اور روح	؟	117
-48	قرآن کا علم	؟	121

ایک شناخت	
انسان کی فطری ضرورت	
انسان کی کوشش	
حیران کُن فصاحت و بلاغت	
ضروری ہیں	
اللہ ایک ہے	
غور وفکر کا مقام	
بحث مباحثہ سے پرہیز	
غور کا مقام	
کائنات کے قوانین	
انسان کی تاریخ	
نیت اپنی اپنی	
ایک پوشیدہ حقیقت	
مضبوط ترین وعدے	
سوچ اپنی اپنی	
اسلام کی عظمت کا ثبوت	
رسالت کا سلسلہ	
انسان کی رہنمائی	
عمل کی ضرورت	
توحید اور رسالت	
اسلام کی عظمت	
قرآن مجید	
ناقابلِ ترامیم قوانین	

	عنوان	سوال	جواب	
49-	ملائکہ یعنی فرشتے	؟	اللہ تعالیٰ کی مخلوق	122
50-	خیرات کی اہمیت	؟	انسان کا فائدہ	124
51-	معافی کا اجر یعنی معاوضہ	؟	عظیم انسانوں کا طریقہ	126
52-	قرآن اور حدیث	؟	حقائق کی تفسیر	129
53-	حدیث	؟	رسول ﷺ کی باتیں	130
54-	عظیم حدیث	؟	اللہ تعالیٰ کی باتیں	132
55-	سنت	؟	اعمال اور کام	133
56-	آسان اعمال اور مشکل اعمال	؟	انسان کی سوچ	135
57-	دین	؟	زندگی گزارنے کا طریقہ	137
58-	صلوٰۃ یعنی نماز	؟	زندگی کا بنیادی قانون	138
59-	ثواب	؟	اجر، معاوضہ، فائدہ	141
60-	ایک محقق کا تجزیہ	؟	روشن دل و دماغ	144
61-	رب اور صلوٰۃ	؟	عظیم ترین حقیقت	145
62-	تقدیر اور مقدر	؟	اٹل اور تبدیل ہونے والی	147
63-	کفر	؟	چھپانا، انکار کرنا	151
64-	قرآن اور آئین	؟	ایک حتمی حقیقت	154
65-	شرک	؟	عظیم ظلم	155
66-	غیب سے مدد	؟	اللہ تعالیٰ کی قدرت	157
67-	بخل یعنی کنجوسی	؟	ایک انسانی کمزوری	158
68-	تلاوت	؟	پڑھنا، سمجھنا، عمل کرنا	159
69-	ہدایت اور رہنمائی	؟	اللہ تعالیٰ کی وحی	161

	عنوان	سوال	جواب	
-70	رحمن اور رحیم	؟	اللہ تعالیٰ کی صفات	164
-71	جہاد کی حقیقت	؟	جدو جہد، کوشش، محنت	165
-72	ہجرت اور جہاد	؟	لازم وملزوم	171
-73	مسلمانوں کی اولین ہجرتیں	؟	حبشہ اور مدینہ	175
-74	غور وفکر کا مقام	؟	آخرت کی فکر	177
-75	جن اور جنات	؟	کمزور ایمان کی نشانی	179
-76	شیطان اور ابلیس	؟	تباہی اور مایوسی	182
-77	اللہ اور سورج	؟	زمین وآسمان کا فرق	185
-78	فسق اور بین	؟	فطرت کے قوانین	186
-79	توبہ کا فائدہ	؟	اصلاح کا طریقہ	188
-80	قرض کی اہمیت	؟	انسان کی ضرورت	191
-81	حلال، طیب اور حرام	؟	قوانینِ فطرت	194
-82	طیب اور خبیث	؟	معیار اپنا اپنا	198
-83	نعمت اور نعمتیں	؟	علم کی بنیاد پر	202
-84	علم کی دولت اور سر سید احمد خان	؟	نفس کی پرورش	207
-85	علم اور حکمت	؟	ہر زمانے کی ضرورت	210
-86	کونسی تفسیر	؟	دل ودماغ اپنا اپنا	211
-87	علم اور کتابیں	؟	انسان کی ضرورت	213
-88	عمل کے فائدے	؟	مثبت اور منفی	214
-89	عقل کے درجے	؟	بے شمار	217

	عنوان	سوال	جواب	
-90	عقل اور بصیرت کا سوالنامہ	؟	خود احتسابی	220
-91	بصیرت کی دولت	؟	باطن کا نور	221
-92	عفو کی عظمت	؟	اللہ کے وعدے	223
-93	ذکر کے فائدے	؟	محنت کی بنیاد پر	226
-94	فکر کی اہمیت	؟	ترقی کا راز	230
-95	شکر کی دولت	؟	انسان کا فرض	233
-96	مال اور اولاد	؟	دنیا کا کھیل تماشہ	236
-98	علم اور خواہش	؟	لازم وملزوم	238
-99	ادویات کی دنیا	؟	خالص اور ملاوٹ	239
-100	فرقہ اور فرقہ بندی	؟	جہالت کی نشانی	241
-101	نفس اور نفسیات	؟	سوچ کی دنیا	244
-102	اسلامی نفسیات	؟	انسان کی طاقت	247
-103	نفسیاتی علاج	؟	قرآن پر غور وفکر	249
-104	ایک سوال کا جواب	؟	علم کا اضافہ	250
-105	خیالات اور پودے	؟	پرورش ضروری ہے	253
-106	جنت کی حقیقت	؟	علم وعقل سے بالاتر	255
-107	نکاح کا سکون	؟	انسان کی ضرورت	258
-108	شادی کی حقیقت	؟	قرآن سے رہنمائی	260
-109	مُتعہ کی حقیقت	؟	وقت کا تقاضا	261
-110	طلاق کی غلط فہمیاں	؟	مجبوری کی نشانیاں	264
-111	قرآن اور حلالہ	؟	انسان کی غلط فہمی	266
-112	غور وفکر، فقہ کی باتیں	؟	اللہ تعالیٰ کی اجازت	267
-113	امام کی حقیقت	؟	انسان کی ضرورت	268

115-	عملو الصلحت ؟	کامیابی کی نشانی	271
116-	تقویٰ کا قانون ؟	ایک عظیم قانون	275
117-	قرآن اور ظلم ؟	انصاف کی ضرورت	280
118-	ہلاکو خان کا بغداد پر حملہ ؟	سبق آموز واقعہ	282
119-	ظالم مسلمان یا عادل کافر؟ ؟	قانون کی عظمت	283
120-	اللہ تعالیٰ کا سوال و جواب ؟	ہدایت و رہنمائی	284
121-	ظلمات اور نور ؟	اندھیرا اور اُجالا	285
122-	غفار اور غفور ؟	اللہ تعالیٰ کی صفات	289
123-	مشورے کے فائدے ؟	کامیابی کے طریقے	292
124-	عبادت کے فائدے ؟	باطن کی صفائی	296
125-	شآء کی حقیقت ؟	عظیم قانون	299
126-	شفا اور صحت ؟	اللہ کے قوانین سے	302
127-	علاج کے طریقے ؟	خالص اور ملاوٹ	307
128-	فلاح کی اہمیت ؟	محنت کی بنیاد پر	308
129-	علم اور شکل ؟	مختلف صفات	309
126-	دعا اور دعائیں ؟	علم اور عمل کے ساتھ	310
127-	وفات کی حقیقت ؟	زندگی کا قانون	316
128-	رسولوں علیہم السلام کی دعائیں ؟	توحید کی نشانیاں	319
129-	قرآن کی فریاد ؟	غور و فکر کا مقام	322
130-	قبر کا عذاب ؟	تحقیق طلب بات	323
131-	قرآن کے انبیاء، رسول اور مومنین ؟	ایک عظیم حقیقت	324
132-	تمام نبی اور رسول مسلمان ؟	ایک ہی اسلام	326
133-	شہید اور شہادت ؟	مومن کی شان	327

	عنوان	سوال	جواب	
134-	موت کا قانون	؟	زندگی کا انجام	330
135-	اللہ کا ایک قانون	؟	غور وفکر کی بات	334
136-	شرافت کی حقیقت	؟	حقیقی اور مجبوری	335
137-	آخرت کی زندگی	؟	ہمیشہ کی زندگی	338
	علم اور سائنس	**حصہ سوم**	**کی باتیں**	343
138-	دانشوروں کی رائے ؟	؟	کتاب کی اہمیت	344
139-	علم اور سائنس کی باتیں	؟	ایک ہی چیز	355
140-	انسان اور اللہ کا علم	؟	لامحدود فرق	357
141-	کیا اللہ موجود نہیں؟	؟	بصیرت کی ضرورت	358
142-	انسان کی پیدائش	؟	فطرت کے قوانین	363
143-	اللہ کی زمین	؟	کائنات کا ایک معمولی سیارہ	364
144-	قرآن اور انسان	؟	ایک مضبوط رشتہ	365
145-	سورج کی بنیادی معلومات	؟	تھوڑا سا علم	368
146-	حیوان اور انسان	؟	بے شمار فرق	369
147-	ایک حقیقت	؟	عقل کا استعمال	370
148-	گفتگو یعنی بات چیت کرنے کے طریقے	؟	ابتدائی ضرورت	371
149-	اللہ تعالیٰ کے انسان سے سوالات	؟	سوچ کا مقام	373
150-	غور وفکر کی بات	؟	ترقی کا قانون	374
151-	دل و دماغ کی طاقت	؟	غور وفکر کی ورزش	375
152-	حمد باری تعالیٰ	؟	توحید کی نشانیاں	376
153	اللہ کا آئین	؟	کائنات کی ضرورت	377
154	دھوکہ اور کھیل تماشا	؟	دنیا کی عظیم حقیقت	379

	عنوان	سوال	جواب	
155	بار بار آنکھیں کھولنے والی آیات	؟	غور وفکر کی ضرورت	380
156	دنیا کی ایک عظیم حقیقت	؟	سوچیں اور فیصلہ کریں	381
157	انٹرنیشنل انصاف اور ظلم	؟	حیران کرنے والے اختلافات	384
158	امریکہ سے پیغام	؟	علامہ اقبال کی سوچ	385
159	امریکہ سے ٹکراؤ	؟	علم وحکمت کی ضرورت	386
160	غریب کی آواز	؟	کمزور آواز	387
161	اسلام کی کشش	؟	فطرت کا قانون	388
162	ظلم کی نشانیاں	؟	اصلاح کی ضرورت	389
163	کتاب جرم ہے	؟	بیمار معاشرے کی نشانی	390
164	دنیا کی مصیبتیں اور علاج	؟	نفسیات کی طاقت	391
165	شاعری کی طاقت	؟	انسان کی سوچ	393
166	اسلام کی حقیقت	؟	کائنات کی ضرورت	394
167	مسلم بنو	؟	انسان کی ضرورت	395
168	الہامی کتابیں	؟	اللہ تعالیٰ کے احکامات	397
169	الہام کے فیصلے	؟	اللہ تعالیٰ کا حکم	398
170	والدین کا مقام	؟	انسانیت کا تقاضا	399
171	حمد باری تعالیٰ	؟	توحید کی طاقت	400
172	اللہ کے فیصلے اور ہمارے فیصلے	؟	زمین وآسمان کا فرق	402
173	علماء حضرات کو مشورہ	؟	وقت کی ضرورت	404
174	محبت اور بغاوت	؟	ضرورت کے مطابق	405
175	ایمان اور کردار	؟	زندگی کا سرمایہ	407
176	صادق اور امین	؟	اللہ کے قوانین	409

	عنوان	سوال	جواب	
177	کامیابی کے چند راز	؟	غور وفکر کی ضرورت	410
178	انسان کا درجہ یعنی مقام	؟	اعمال کی بنیاد پر	412
179	آخری فیصلے کے اختیارات	؟	اللہ تعالیٰ کے پاس	414
180	خوف وحزن	؟	ایک نفسیاتی بیماری	417
181	سکون و سرور	؟	صحت کی ایک نشانی	418
182	خوشی کے آنسو	؟	آنسوؤں کی ایک قسم	419
183	تعصب کی بیماری	؟	معاشرے کے اثرات	420
184	کینسر کی بیماری	؟	قانونِ فطرت سے وابستہ	422
185	معاشرے کی اندھی تقلید	؟	جہالت کی نشانی	423
186	جسم اور خیالات کی تبدیلی	؟	فطرت کا تقاضا	424
187	دعا اور اس کے اجزا	؟	علم اور عمل	425
188	قرآن اور عقل	؟	اللہ تعالیٰ کی تاکید	427
189	حقیقی مسلمان کی پہچان	؟	غور وفکر کا مقام	429
190	ہمارا علاج	؟	قرآن پر عمل	430
191	ظلم اور نیکی کے معیار	؟	علم اپنا اپنا	432
192	جسم اور روح کے زخم	؟	زندگی کے حصے	433
193	قرآن اور شفا	؟	لازم وملزوم	434
194	صحت اور قوانینِ فطرت	؟	لازم وملزوم	436
195	سچ اور جھوٹ	؟	اچھائی اور برائی	437
196	علم اور عمل	؟	ترقی کا ایک راز	439
197	علم اور جہالت	؟	پرانی کشمکش	440
198	قبر پرستی اور شخصیت پرستی	؟	جہالت کی نشانیاں	441

199	علم اور عشق	؟	دونوں ضروری ہیں	442
200	تکلیف اور مصیبت کا فائدہ	؟	اللہ تعالیٰ کی آزمائش	444
201	غربت کے فائدے	؟	مضبوط کردار	446
202	غربت کے نقصانات	؟	جسمانی اور روحانی بیماریاں	447
203	دوسروں پر تنقید	؟	آسان طریقہ	448
204	ترقی یافتہ ممالک کے گداگر	؟	مصنف کا مشاہدہ	450
205	گرم اور سرد جنگ	؟	جنگ کے جدید طریقے	451
206	گدھے پر کتابیں	؟	غریب ممالک	453
207	گلیڈسٹون کی پالیسی	؟	عظیم سازش	454
208	مسلمانوں کا دعویٰ	؟	بے شمار غلط فہمیاں	455
209	حقیقی عزت والا کون	؟	قرآن کا فیصلہ	460
210	اللہ کے ولی اور راز	؟	غور وفکر کی عادت	461
211	ایسا بھی ہوسکتا ہے	؟	غیبی طاقت	465
212	اختلافات کی آزادی و اختیارات	؟	اللہ تعالیٰ کا فیصلہ	466
213	اللہ کی عظمت	؟	غور وفکر کے ذریعے	467
214	زندگی اور موت	؟	خالقِ کائنات کا قانون	468
	تجربات اور مشاہدات	**حصہ چہارم**	**کے حقائق اور باتیں**	470
215	دانشوروں کی رائے	؟	کتاب کی اہمیت	471
216	تجربات اور مشاہدات	؟	علم کا حصہ	482
217	ایک تجربہ اور مشاہدہ	؟	علم کے اجزا	485
218	حمد باری تعالیٰ	؟	اللہ کی شان	486
219	جاہل اور بے وقوف	؟	ایک دوسرے کے رشتہ دار	488
220	اسلام کا سورج	؟	کائنات کی ضرورت	489

	عنوان	سوال	جواب	
221	جمہوریت اور ضلالت	؟	جمہوریت کی اقسام	490
222	آزادی کی اقسام	؟	غور وفکر کا مقام	492
223	سویڈن میں حادثہ	؟	انسانیت کا تقاضا	493
224	کشمیر کی آزادی	؟	سوچ کا ایک انداز	494
225	مسکراہٹ کی خیرات	؟	آسان خیرات	495
226	خیرات کی فہرست	؟	سوچ اپنی اپنی	496
227	اللہ کے درویش	؟	ایمان کی طاقت	497
228	اللہ کا معجزہ	؟	سوچ کی بنیاد پر	498
229	اقبال کی جنت	؟	انسان کی سوچ	499
230	ناروے کا عالم	؟	محنت کی بنیاد پر	500
231	بیٹے کا سوال	؟	فطری حق	502
232	حیران کُن انکشاف	؟	سوچنے کا مقام	505
233	فروعی مسائل اور بدعت	؟	جہالت کی بیماریاں	506
234	انسان اور انسانیت	؟	معاشرے کی ضرورت	509
235	داڑھی اور عالم	؟	سوچ اپنی اپنی	510
236	کافر مسلمان ہوگیا	؟	غور وفکر کا مقام	512
237	فرشتہ اور شیطان	؟	عقل سے بالاتر	513
238	یہودی عورت	؟	انسانیت کا اظہار	514
239	موسیقی اور گناہ	؟	علم کی کمی	515
240	نورانی سوال	؟	انسان کی ضرورت	517
241	اسلام کے رنگ	؟	علم اور عمل کی بنیاد پر	519
242	جنت اپنی اپنی	؟	سوچ اپنی اپنی	520
243	نماز کے کرشمے	؟	سوچ کی بنیاد پر	521

	عنوان	سوال	جواب	
244	مسجد، نماز اور انسان	؟	اندازِ فکر	522
245	پیدائشی اور نسلی مسلمان	؟	ایک حقیقت	523
246	عظیم ترین تجارت	؟	اللہ تعالیٰ سے تجارت	525
247	اللہ تعالیٰ کی مدد	؟	ایمان کی بنیاد پر	526
248	ہاتھ کی قیمت	؟	غربت کا انجام	527
249	غربت کی اقسام	؟	جسمانی اور روحانی	528
250	عقل اور شکل	؟	دونوں الگ الگ	529
251	کافر کانسٹیبل اور مسلمان وزیر اعلیٰ	؟	ایک مشاہدہ اور تجربہ	530
252	حیران کُن جرم	؟	بیمار معاشرے کی نشانی	532
253	پولیس کی اقسام	؟	انسانیت اور جہالت	533
254	کرنل اور پولیس	؟	بنیادی حقوق سے محرومی	534
255	گاڑی اور انسان	؟	کامیابی کی مثال	535
256	بیماری، ہسپتال اور عبدالستار ایدھی	؟	انسانیت کی ضرورت	537
257	چور مچائے شور	؟	جہالت ہی جہالت	538
258	سویڈن میں بیماری	؟	انسانیت کا مظاہرہ	539
259	پاکستان کے بیوروکریٹس	؟	اصل اور پوشیدہ حقائق	540
260	قرآن اور قانون	؟	ایک عظیم حقیقت	543
261	قانون کی حکمرانی	؟	انصاف کے لیے ضروری	544
262	غلامی میں سچائی	؟	بہادری کا مظاہرہ	545
263	شیر اور گدھا	؟	اللہ کی نشانیاں	547
264	دنیا کی سپر پاور	؟	اللہ یا امریکہ	548
265	پاگل کون	؟	سوچ اپنی اپنی	550

	عنوان	سوال	جواب	
266	حیران کرنے والا انصاف	؟	ذرا سوچیں اور فیصلہ کریں؟	552
267	انسان کی حوصلہ افزائی	؟	ترقی کا راز	553
268	اللہ کی حوصلہ افزائی	؟	اللہ کی طرف سے رحمت	555
269	غیبی ایوارڈ	؟	اللہ کی مدد	556
270	قیدی اور جیل	؟	فطرت کی بنیاد پر	557
271	دنیا میں پاگل کون	؟	سوچ کا فرق	558
272	ترقی کا راز	؟	علم کی بنیاد پر	559
273	ڈاکٹر طفیل رامے کا خیال	؟	ذاتی تجربہ اور مشاہدہ	560
274	پیروں کی حقیقت	؟	علم کی بنیاد پر	561
275	وزیر اعظم سے سوال	؟	موت کی سزا	562
276	گوشت اور مزدور	؟	مصنف کا مشاہدہ	563
277	تعمیری اور تخریبی کام	؟	فطرت کا قانون	564
278	عالم کے گھر پیر	؟	ذاتی تجربہ	565
279	پاکستان کے افسران	؟	تکبر کے پہاڑ	566
280	قرآن کا نورانی علم	؟	ایک زبردست طاقت	567
281	پاکستان میں قانون	؟	صرف غریبوں کے لئے	569
282	کڑوا سچ	؟	ناپسندیدہ رویہ	570
283	VIP کباڑ خانہ	؟	اندرونی حقائق	572
284	پاکستان میں قرض	؟	صرف امیروں کے لئے	573
285	پاکستان کا ٹھیکہ	؟	تحقیق کا فیصلہ	575
286	قرض اتارو ملک سنوارو	؟	حکمرانوں کی مفاد پرستی	576
287	اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں	؟	سیاستدانوں کے کرتوت	577

288	اللہ تعالیٰ سے تجارت	؟	عظیم انسانوں کی سوچ	578
289	پاکستان میں پراپرٹی	؟	صرف غریب خریدتے ہیں	579
290	تنخواہ اور ظلم	؟	ظلم کی انتہا	580
291	تقویٰ اور گوشت	؟	باطن اور ظاہر	581
292	بے گناہ چور	؟	انصاف کے مختلف معیار	582
293	قرآن اور مولوی	؟	کم علمی	584
294	لاشوں کا کاروبار	؟	انسانیت کی توہین	587
295	امریکہ سے سوال	؟	سوچ کا منفی انداز	588
296	پاکستان سے جواب	؟	سوچ کا ایک مثبت انداز	590
297	جمہوریت کی اقسام	؟	زمین و آسمان کا فرق	593
298	سوچنے کا مقام	؟	ترقی کا راز	595
299	کوٹھی اور کتاب	؟	انسان کی پراپرٹی	596
300	دادا کی کتاب	؟	انسان کی جائیداد	597
301	احتجاج کا اعلان	؟	ضمیر کی آواز	598
302	قرآن کا معجزہ	؟	علم کی ضرورت	600
303	چلو کافر ہو جائیں	؟	تحقیق کی ضرورت	604
304	گزارش اور شکریہ	؟	سوچنے کا مقام	606
305	شخصیات کا اشاریہ	؟	انسان کی پہچان	607
	یاداشت	؟	علم کی ضرورت	611
306	کتابیات	؟	علم کے ذرائع	612
307	قرآن کی دنیا کا انٹرنیشنل سروے	؟	مصنف کی خواہش	613
308	آپ کی رائے اور تبصرہ	؟	علم میں اضافہ	615-16

حصہ اوّل

ابتدائی ضروری معلومات

تمہید، پیش لفظ، ابتداء

دنیا کے عظیم انسانوں کا مقصد
انسانیت کی خدمت ہی ہوتا ہے۔

''علامہ اقبالؒ کا نظریہ ؟ ایک عظیم حقیقت''

اُن کی ساری عمر کے تجربات اور مشاہدات کا خلاصہ

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے عظیم شاعر، مفکر اور فلاسفر علامہ اقبالؒ کی قرآن پر ایک گہری نظر تھی۔ یہی وہ نظر تھی جس کو انہوں نے اپنی اُردو اور فارسی کی شاعری کے ذریعے اپنی مختلف کتابوں میں بیان کیا ہے۔ وہ اپنے خیالات کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل رباعی میں اس عظیم ترین حقیقت کو بیان کرتے ہیں:

زمن بر صُوفی و مُلّا سلامے
کہ پیغامِ خُدا گفتند مارا
ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت
خُدا و جبرئیلؑ و مُصطفیٰؐ را

(اقبالؒ در ارمغانِ حجاز)

☆ میری طرف سے صوفی اور مُلّاں کو سلام پہنچے جنہوں نے ہم کو اللہ کا پیغام یعنی قرآن کے بارے میں بتایا لیکن اُنہوں نے قرآن کی ایسی تاویل یعنی تفسیر کردی ہے اور ایسے عجیب معنی بیان کردیے ہیں کہ جس سے خود اللہ تعالیٰ، اس کا فرشتہ جبرائیل اور حضرت محمد ﷺ حیران اور پریشان ہیں۔

علامہ اقبال کا ایک قول

☆ ''حقیقی اور اصل اسلام کے اوپر علمائے کرام کی سینکڑوں کتابوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے کیونکہ ہر عالم قرآن کو اتنا ہی بیان کرتا ہے جتنا اُس کے پاس علم ہوتا ہے۔'' لہٰذا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے تحقیق کی سخت ضرورت ہے۔

حمد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی ذات اور صفات کو مختلف انداز سے بے شمار مرتبہ بیان کیا ہے تا کہ یہ انسان اپنی اور کائنات کے عظیم حقائق کو سمجھ سکے۔ زندگی کی ایک عظیم حقیقت کو قرآن پاک کی آیات میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور اسی حقیقت کو عظیم مفکر اور فلاسفر علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جس کو عربی زبان نہ جاننے والا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے:

خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ
یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ
کیا ہے تُونے متاعِ غرور کا سودا
فریب سود و زیاں لا الہ الا اللہ
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

خودی	:	اپنی ذات کی پہچان	سرِ نہاں	:	پوشیدہ راز
صنم کدہ	:	عیش وعشرت کا سامان	رشتہ و پیوند	:	اولاد اور دیگر رشتہ دار
بتانِ وہم وگماں	:	شکوک وشبہات کا سامان	متاعِ غرور	:	فراڈ اور دھوکہ

''سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن کا تعارف ؟ انسانیت کی خدمت''

☆ مصنف یعنی فدا حسین شاہ نے 20 سال کے یورپ اور پاکستان کے تجربات اور مشاہدات حاصل کرنے کے بعد 1990 میں حکومتِ پاکستان سے سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن کو رجسٹرڈ کروایا تا کہ لوگوں کو تحقیق شدہ وہ علم مفت فراہم کیا جائے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں اور خاص طور پر قرآن مجید میں کیا ہے کیونکہ اس کتاب میں اللہ کا علم اُس کے اپنے اصل الفاظ میں موجود ہے۔ یہی وہ علم ہے جس کی بنیاد پر تمام ترقی یافتہ اقوام نے ترقی کی ہے اور مسلسل کرتے جا رہے ہیں۔

☆ سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن پاکستان کا ایک ایسا ادارہ ہے جو اپنی کتابیں فروخت نہیں کرتا بلکہ 1990ء سے مفت لوگوں میں تقسیم کرتا آ رہا ہے کیونکہ نیک کام کرنے والوں سے اللہ نے کئی ایک وعدے کیے ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس ایسوسی ایشن کا واحد مقصد یہ ہے کہ وحی کا علم زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے تا کہ وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی سے سرفراز ہو سکیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیک کام کرنے والے اور اُن سے تعاون کرنے والے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ایک ایسی عظیم تجارت کر رہے ہیں جس میں انسان کو نقصان ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ اپنے الفاظ ہیں جن کو سورہ المائدہ کی آیت نمبر 2 میں بیان کیا گیا ہے

{وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى}

''اور ایک دوسرے کے ساتھ نیک کاموں میں تعاون کرو اور تقویٰ اختیار کرو''۔

نوٹ:..... اگر آپ اس مشن میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق علمی، مالی اور اخلاقی تعاون کرنا چاہتے ہیں یا مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بلا تکلف ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے اس تعاون سے لوگ گھروں اور لائبریریوں میں صدیوں تک فائدہ اٹھاتے رہیں گے کیونکہ دنیا کی بڑی بڑی لائبریریوں میں ڈھائی ہزار سال قدیم پرانی کتابیں بھی موجود ہیں۔

Writer: FIDA HUSSAIN SHAH +92-323-4664486
Bank A/C: IBAN: PK33SCBL 00000567 0358 2301
Standard Charter Bank LAHORE PAKISTAN.

مصنف کی سوچ ؟ اللہ کا قانون

یہ مصنف کی سوچ ہے جس پر وہ کئی سال کی محنت اور مختلف تجربات کرنے کے بعد وہ پہنچا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین نے کائنات اور دنیا کے تمام نظام کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے یہ وہی قوانین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں 25 رسولوں کے زریعے بیان کیا ہے قرآن پاک میں انہی قوانین کو آیات اور بائبل میں Verses کے ذریعے بیان کیا گیا ہے تا کہ انسان کی وہ راہنمائی ہو سکے جس کی وجہ سے وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔

خیال رہے کہ اللہ کے قوانین اور فطرت کے قوانین ایک ہی چیز ہے صرف الفاظ اور سوچ کا فرق ہے۔ یہ قوانین لامحدود تعداد میں موجود ہیں انہی قوانین کے تحت ہماری دنیا اور ہمارے نظامِ شمسی سمیت پوری کائنات کا نظام چل رہا ہے۔

ہماری زندگی کے وجود اور عروج و زوال کا تعلق بھی انہی قوانین سے وابسطہ ہے لہذا ہمیں اپنی پوری کوشش کرنی چاہے کہ جہاں تک ہو سکے ان قوانین کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل بھی کریں موجودہ زمانے میں انسان نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ انہی قوانین کا علم حاصل کر کے اور پھر ان پر عمل کر کے حاصل کی ہے جس کی وجہ سے یہ انسان آسمان کی فضاؤں اور سمندر کی گہرائیوں تک جا پہنچا ہے۔

یاد رکھیں کہ انسان بشمول تمام مخلوقات کی زندگی اور موت کا تعلق بھی انہی قوانین سے وابسطہ ہے انہی قوانین کو تلاش کرنے کے لیے ترقی یافتہ ممالک نے اربوں ڈالر کی لیبارٹریاں بنا رکھی ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا کے انسانوں کو بے شمار سہولیات میسر آتی ہیں اور مسلسل آ رہی ہے۔

قارئین سے گزارش

☆ اس نے اس کتاب میں اللہ کے الفاظ یعنی اصطلاحات کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کو مزید بیان کرنے کے لئے مختلف علما کی عقل اور اپنی عقل کا سہارا بھی لیا ہے تا کہ ان الفاظ کو زیادہ سے زیادہ سمجھا جا سکے۔

☆ **لیکن** ایک بات کا خیال رکھیں کہ اللہ کے الفاظ اللہ کے الفاظ ہیں ۔ اُن کا مکمل اور حتمی ترجمہ تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قرآن کی عربی ایک فصیح و بلیغ زبان ہے۔ جو بہت ہی قدیم ہے جب کہ اردو ایک جدید زبان ہے۔

☆ **اپنی** صلاحیتوں کے مطابق میں نے جو کوشش کی ہے ۔ اس میں سے اگر آپ کو کوئی بات پسند آئے اور آپ کی سمجھ میں آئے تو اُس کو قبول کریں اور جو سمجھ نہ آئے اُس کو جھوٹ سمجھنے کی بجائے چھوڑ دیں کیونکہ ہر انسان کا سچ اور جھوٹ ہمیشہ علم کی بنیاد پر ہوتا ہے اور علم کائنات کی طرح لامحدود ہے۔

☆ اگر کسی لفظ کے مادہ، لغوی معنی، اصطلاحی معنی، ضد اور مشتقات کو تحریر کرنے میں غلطی ہوگئی ہو تو بھی ضرور آگاہ کریں۔ لیکن ''اپنے اندازِ فکر یعنی Vision کو میری غلطی نہ سمجھیں۔''

☆ **خیال** رہے کہ ہر آیت اور ہر لفظ کے کئی پہلو Shades اور Vision ہوتے ہیں جس کو ہر انسان اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق قبول کرتا ہے اور سمجھتا ہے اور جو کہ اُس کا حق ہے۔ جبکہ قرآن کے الفاظ لامحدود وسعت کے حامل ہیں۔

آپ کا خیر اندیش
فدا حسین شاہ

معاونین کا شکریہ

اپریل 1988 میں میری یہ ضرورت، خواہش اور دعا تھی کہ میں زیادہ سے زیادہ قرآن کو سمجھوں اس مقصد کے لیے مجھے کچھ ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو میری مدد اور راہنمائی کرتے۔

☆ 1989 میں میری پہلی ملاقات پروفیسر محمد رفیق چودھری صاحب سے ہوئی جو اُس دن سے لے کر آج تک میری بے لوث اور ماہرانہ راہنمائی کر رہے ہیں اُن کی عربی الفاظ کی تشریح اور بصیرت نے مجھے اتنا فائدہ پہنچایا جس کو میں بیان نہیں کرسکتا۔

☆ 1998 میں میری ملاقات خواجہ محمد اسلم صاحب سے ہوئی جو اُس وقت P-153 گلبرگ میں قرآن پر ریسرچ کرتے تھے میں اُن سے بھی بہت متاثر ہوا۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ وہ پاکستان کے ایک عظیم مفکر اور دانشور ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، وائس چانسلر بہاولپور یونیورسٹی بہاولپور کے شاگردِ رشید ہیں، جو 1980 سے اپنی صلاحیتوں اور مالی امداد کے ذریعے قرآن کی بے لوث خدمت کر رہے ہیں۔

☆ قرآن کے ایک طالب علم احمد محمود تبسم صاحب نے بھی میرے ساتھ پروف ریڈنگ میں بڑی بے لوث اور مخلصانہ مدد کی۔ جس سے میرے کام میں آسانی پیدا ہوگئی۔ انہوں نے مزید اپنے تعاون کا بھی اظہار کیا جو کہ کسی عظیم انسان کی فطرت ہوتی ہے۔

میں ان تینوں افراد کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے قرآن کا علم حاصل کرنے میں میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے۔ آمین!

مصنف
فدا حسین شاہ

رشتہ داروں اور پاکستان کے اسلامی نظام کا شکریہ

☆ دنیا میں کئی قسم کے رشتہ دار اور کئی قسم کے اسلام پائے جاتے ہیں ہر معاشرے اور ملک کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اسلام بمعنی سلامتی اور امن پر ہے لیکن قرآن اور حالات پر تحقیق کرنے سے تمام حقائق تبدیل ہوجاتے ہیں۔

☆ میں اپنے دو بہت ہی قابلِ احترام رشتہ داروں اور اپنے ملک کے رائج شدہ اسلامی جمہوری نظام کا بہت ہی مشکور ہوں جنہوں نے اپنے اپنے مفادات کے لیے مجھے ایسے ایسے تجربات اور مشاہدات کرائے کہ جس سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جب میں نے اس حیرانی اور پریشانی میں قرآن مجید سے ہدایت لینے کی کوشش کی تو اس پاک ذات نے مجھے زندگی کے نئے نئے راستے دکھادیے۔

جس زخم میں شامل ہوں اپنوں کی عنایت بھی
اس زخم کو بھرنے میں کچھ دیر تو لگتی ہے

☆ اگر مجھے یہ تجربات اور مشاہدات نہ ہوتے تو میں بھی عام لوگوں کی طرح اپنی پوری زندگی کاروں اور کوٹھیوں کے چکر میں گزار دیتا اور اسی بھاگ دوڑ میں قبر میں چلا جاتا جیسا کہ قرآن پاک نے ہمیں بتایا ہے۔

☆ سورۃ التکاثر کی آیت نمبر 1 اور 2 میں اللہ نے انسان کو یہ عظیم حقیقت بتادی ہے کہ

{ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ O حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ O}

''ایک دوسرے سے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ دنیا کے لالچ نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔''

☆ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ٹھوکریں کھائے بغیر دنیا کو صرف اپنی ضرورت اور آخرت کو اپنا مقصد سمجھتے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ کیونکہ یہی دنیا کے عظیم انسانوں کا ضابطہ حیات ہوتا ہے۔

مصنف
فدا حسین شاہ

افسوس صد افسوس

زخمِ دل زخمِ بدن کب ہے، جو بھر جائے گا

افتخار احمد ملک ایڈووکیٹ

☆ مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے ابتدائی 38 سال تک قرآن کو بغیر سوچے سمجھے پڑھا اور صرف ثواب ہی ثواب کے لیے پڑھا لیکن پھر بھی میں نے بہت فائدہ اٹھایا جب کہ اس عظیم کتاب کو سمجھ کر میں مزید فائدے اٹھا سکتا تھا کیونکہ قرآن میں بے شمار علم کی باتیں ہیں۔ اس حقیقت کو آج سے 600 سال پہلے زرکشی نے اپنی کتاب البرھان میں لکھ دیا تھا کہ قرآن میں اس قدر علوم ہیں کہ اُن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

☆ علمائے کرام جانتے ہیں کہ قرآن کا علم جس قدر بھی کسی انسان کے ضمیر اور شعور میں اترتا ہے اسی قدر وہ انسان زندگی کی حقیقت اور کیف و سرور سے واقف ہوتا جاتا ہے لیکن اس کا انحصار ہر انسان کی اس محنت اور کوشش پر ہوتا ہے جو وہ کرتا رہتا ہے۔

☆ میری تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھیں تا کہ میری طرح اُن کو بھی 38 سال کے بعد افسوس نہ کرنا پڑے کیونکہ اس عظیم کتاب سے اُن کی مادی اور روحانی زندگی کو زیادہ سے زیادہ تقویت مل سکتی ہے جیسا کہ دنیا کی عظیم شخصیات نے قرآن سے طاقت حاصل کی۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے علم میں تو بے پناہ وسعت ہے لیکن ہر انسان اپنی اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق قرآن کو سمجھ کر اور اُس پر عمل کر کے اُس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن کوئی شخص یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ میں نے پورا قرآن مجید سمجھ لیا ہے!!! کیونکہ یہ عظیم ترین کتاب تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لیے ہے۔

لوگ کانٹوں سے بچ نکلتے ہیں
ہم نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں

فدا حسین شاہ،

''کتاب کا مقصد ؟ انسان کی خدمت''

یورپ اور پاکستان کے 45 سال کے تجربات اور مشاہدات کا مجموعہ

اس کتاب کو تحریر کرنے کا بنیادی اور اولین مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اردو زبان بولنے والے لوگ قرآن پاک کو زیادہ سے زیادہ سمجھیں اور پھر اس پر عمل کریں تا کہ وہ دنیا میں اس طرح مقروض اور ذلیل وخوار نہ ہوں جس طرح ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے کلمات، ہدایات اور قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اکثر لوگ اور ممالک دن بدن زوال کی طرف جا رہے ہیں۔

ایک تحقیق شدہ حقیقت یہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ ممالک نے قرآن مجید کے دستور پر اپنے قوانین کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔جس کی وجہ سے وہ روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتے جا رہے ہیں۔ان حالات میں ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس قرآن کے ذریعے جہاد کریں یعنی جدوجہد، کوشش اور محنت کریں تا کہ ترقی یافتہ اقوام کے ساتھ شانہ بہ شانہ چل سکیں۔

ہماری کوشش ہے کہ قرآن حکیم اور اس کی عظمت کو اس طرح سمجھا جائے جس طرح بوعلی سینا، سرسید احمد خاں، علامہ اقبال، قائداعظم، پکتھال (Marmaduk Pickthal)، ڈاکٹر محمد اسد، ڈاکٹر حمید اللہ (فرانس) اور برناڈ شاہ نے سمجھا تھا یعنی کہ فرقہ بندی سے بالاتر اور پاک ہوکر اس کتاب کا وہ علم حاصل کریں جو کئی صدیوں سے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔حالانکہ قرآن کے علم سے ہم دل و دماغ یعنی نفسیات کی خوراک اور جسم کی خوراک دونوں کو حاصل کر سکتے ہیں بس ذرا تحقیق اور ریسرچ کی ضرورت ہے۔

میری خواہش ہے کہ میں قرآن کے علم کی اُسی طرح سخاوت کروں جس طرح دنیا کے امیر لوگ اپنی دولت کے ذریعے اربوں ڈالر کی سخاوت کرتے ہیں۔ میرا کام تو صرف اس مقصد کے لیے جہاد یعنی کوشش اور محنت کرنا ہے۔کامیابی اور ناکامی کا آخری انحصار تو خالق کائنات کے ہاتھ میں ہی ہوتا ہے۔

فدا حسین شاہ، مصنف اینڈ پبلشرز

الحمد للہ

یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف

زمانے میں تیرے نشاں پاتے پاتے
مکاں سے تجھے لا مکاں پا گیا ہوں

تلاشِ حقیقت میں جاتے ہی جاتے
خدائی تیری بے کراں پا گیا ہوں

میں سُورج کی کرنوں کو چُھوتے ہی چُھوتے
خلاؤں میں تیرا جہاں پا گیا ہوں

کتابِ الٰہی کو پڑھتے ہی پڑھتے
دو عالم میں تیرے نشاں پا گیا ہوں

بصیرت کی دنیا میں اُڑتے ہی اُڑتے
میں سدِ رہ پہ اک آشیاں پا گیا ہوں

میں تاریک راہوں پہ چلتے ہی چلتے
اُجالے سے تیرے جہاں پا گیا ہوں

زمانے میں تیرے نشاں پاتے پاتے
مکاں سے تجھے لا مکاں پا گیا ہوں

فدا حسین شاہ، ایم اے

''آخرت کی زندگی ؟ ہمیشہ کی زندگی''

☆ عام طور پر دو قسم کی پراپرٹی ہوتی ہے ایک پراپرٹی تو دنیا کی ہوتی ہے اور دوسری آخرت کی۔ دنیا کی پراپرٹی تو اولاد، کوٹھی، کار اور فیکٹری پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ آخرت کی پراپرٹی میں انسان کے وہ اعمال اور نیک کام شامل ہوتے ہیں جن کے ذکر سے پورا قرآن پاک بھرا پڑا ہے۔ انسان جب فوت ہوتا ہے تو آخرت کی پراپرٹی کو اپنے ساتھ لے کر دوسری دنیا میں چلا جاتا ہے اور دنیا کی پراپرٹی کو اپنے لواحقین کے لیے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل چند ایک ایسی آیات کا ذکر کیا جارہا ہے جن میں دنیا اور آخرت کی پراپرٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ انسان کو ہدایت دیتے ہوئے نصیحت کر رہا ہے۔

1: سورہ یٰس کی آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''یقینا ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ انہوں نے کیا آگے روانہ کیا ہے اور اپنے پیچھے کیا چھوڑا ہے۔''

2: اسی مضمون کو سوہ القیامہ کی آیت نمبر 12-13 میں دوسرے الفاظ اور دوسرے طریقے سے بیان کیا گیا ہے تا کہ سمجھنے والوں کے لیے آسانی رہے۔

''اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اُس نے کیا آگے روانہ کیا ہے اور کیا اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔''

3: {عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْO}(الانفطار 5:82)

''اس وقت ہر انسان کو معلوم ہوجائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔''

4: سورہ المطفّفین کی آیت نمبر 5 میں بھی اللہ تعالیٰ انسان کو پھر بتا رہا ہے کہ

''اُس وقت ہر نفس یعنی انسان جان لے گا کہ اُس نے کیا آگے روانہ کیا ہے اور کیا اپنے پیچھے چھوڑا ہے''

5: ''اور تم اپنے لیے جو بھی اچھے کام بھیجو گے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور پاؤ گے۔'' (البقرہ 110:2)

6: ''اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کیا اعمال لے کر اللہ کے پیش ہوا ہے'' (التکویر:1481)

7: اور جو کچھ بھی تم اپنے نفس کے لیے آگے بھیجو گے اُس کو اللہ کے ہاں اُسی طرح پاؤ گے۔ (المزمل 20:73)

8: اسی مضمون کو سورہ الفجر کی آیت نمبر 23 اور 24 میں بھی بیان کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی انسان ہدایت حاصل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی بدقسمتی اور بدنصیبی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ قرآن پاک میں ایک خوبی ایسی ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ہے کہ اپنی باتوں کو تصریف کے ذریعے بیان کرتا ہے یعنی بار بار دہراتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح یہ انسان سمجھ جائے اور اپنی اصلاح کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی گزار سکے۔

''جس دن جہنم سب کے سامنے لائی جائے گی اُس وقت انسان کو سمجھ آئے گی مگر اُس وقت سمجھنے کا کیا فائدہ!
وہ کہے گا: کاش میں آخرت کی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیج دیتا''۔ (الفجر 24-23:89)

یہ میری اور میری قوم کی بدنصیبی اور بدبختی ہے کہ جاہل ہونے کی وجہ سے ہم صرف ثواب کے لیے اور آخرت کے لیے قرآن کو پڑھتے ہیں حالانکہ قرآن میں یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب زندہ انسانوں اور دونوں جہانوں یعنی دنیا اور آخرت کے لیے ہے اس لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم دونوں کے لیے اس کتاب کو پڑھیں کیونکہ سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 20 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاف صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ ''اللہ کے پاس دنیا کی کھیتی اور آخرت کی کھیتی دونوں ہیں اس لیے ہمیں دونوں کے لیے کوشش، محنت اور دعا کرنی چاہیے۔''

ایک حقیقت
حضرت ابراہیمؑ کو ابو الانبیاء کہتے ہیں
کیونکہ
یہودی، عیسائی، مسلمان اور صابی
یہ سب اُن کے پیروکار ہیں
لیکن
ان میں اختلافات علم وفہم اور مفاد پرستی
کی وجہ سے ہوتے ہیں۔
㉔㉔㉔㉔

کتاب سے فائدہ اُٹھانا

اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے مندرجہ ذیل باتوں پر اس قدر عمل کریں کہ یہ باتیں آپ کے شعور کا حصہ بن جائیں پھر آپ اپنی کوشش اور صلاحیتوں کے مطابق اس کتاب سے کافی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

1: آپ اُس اللہ تعالیٰ کی آیات اور الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ ہمیں اُس کا صرف ایک سورج ہی نظر آ رہا ہے اور بے شمار ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جو سورج نظر آ بھی رہا ہے ہم تو اُس کی حقیقت اور اہمیت کو سمجھنے سے بھی عاجز ہیں۔

2: توحید کی عظمت اور کائنات کی وُسعت کو ہمیشہ نظروں کے سامنے رکھیں تا کہ آپ کو یہ احساس رہے کہ آپ قرآن کے کس قدر عظیم مصنف یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

3: یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ قرآن پاک میں پوری دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں اس لیے کسی ملک، قوم، فرقے اور خاندان کے تعصّبانہ خیالات کو اپنے دل و دماغ میں نہ رکھیں تا کہ آپ کو مکمل اور خالص ہدایت یعنی رہنمائی مل سکے۔

''قرآن کے ترجمے ؟ انسان کی کوشش''

☆ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو دنیا کے تمام مفکر اور ترجمہ کرنے والے حضرات تسلیم کرتے ہیں کہ کسی بھی زبان کا دوسری زبان میں مکمل ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا اور خاص کر قرآن پاک کا تو بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اس عظیم الشان کتاب میں عربی کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں اس قدر فصاحت و بلاغت یعنی وسعت و گہرائی ہے جو دنیا کی اور کسی زبان میں نہیں ہے۔

☆ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر زبان کا ایک اپنا مزاج، احساس، تصور اور اظہارِ بیان ہوتا ہے جس کا بنیادی تعلق انسان کے جذبات اور احساسات سے ہوتا ہے اور ان جذبات اور احساسات کو دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا جاسکتا اس لیے ترجمہ پڑھنے والا انسان مکمل طور پر فائدہ تو نہیں اُٹھا سکتا لیکن کچھ نہ کچھ تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

☆ آج تک قرآن کے جتنے بھی ترجمے اور تفاسیر ہوئی ہیں اُن میں نمایاں فرق ہے کیونکہ ہر ترجمہ کرنے والے نے اپنی اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق ترجمہ اور تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ سب حق بجانب اور سچے ہیں کیونکہ فطری طور پر تمام انسانوں اور علماء کی صلاحیتوں اور کوشش میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ قرآن پاک کی سورہ لیل کی پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں اٹھانے کے بعد چوتھی آیت میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ

ان سعیکم لشتی ترجمہ ''اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں یعنی یقیناً تم سب کی سعی یعنی کوششیں مختلف ہیں''۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہر انسان کی صلاحیتوں اور کوشش میں فرق ہے تو پھر اُن کے ترجمے، تفاسیر اور عملی تحریروں میں فرق ہوجانا کوئی خامی یا معیوب بات نہیں ہے لہٰذا ہمیں ایک دوسرے کی صلاحیتوں، کوششوں اور علم کو خوش دلی سے تسلیم کر لینا چاہیے اور اختلاف کو بڑھاتے بڑھاتے دشمنی اور فرقہ بندی کی شکل ہرگز نہیں دینی چاہیے بلکہ اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ قرآن پاک میں بے شمار آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرقہ بندی سے منع کیا ہے۔

☆ لیکن افسوس صد افسوس ..... کہ میں اور مجھ جیسے لاکھوں تعلیم یافتہ لوگ ایک عالم کے ترجمے کو تو درست اور ٹھیک قرار دیتے ہیں اور دوسرے کو غلط ..... حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابھی وہ انسان دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ ہی ہوگا جو کہ قرآن پاک کا مکمل اور حتمی ترجمہ کر سکے اور نہ ہی یہ کسی کے بس کی بات ہے کیونکہ اس کتاب نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کرنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ، مفہوم اور خیالات میں اس قدر وُسعت رکھی ہے کہ ہر قدیم اور جدید زمانے کے انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں لکھ دیا ہے کہ جیسے جیسے کوئی ہماری راہ میں جہاد یعنی کوشش اور محنت کرتا ہے ویسے ویسے راستے ہم اس کو دکھا دیتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

ایمان کی طاقت

ایمان ہمارے خیال کی اصلاح کرتا ہے ۔شکوک و شبہات کی نفی کرتا ہے وسوسوں کو دل سے نکالتا ہے ۔ایمان ہمیں غم اور خوشی دونوں میں اللہ کے قریب رکھتا ہے ۔ہم ہر آزمائش میں پورے اترتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ خوشیاں دینے والا ہمیں غم کی دولت سے بھی نواز سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دولتِ یقین سے محروم نہیں ہوتے دیتا۔

دین کی تبلیغ

اب کسی نبی نے دنیا میں
نہیں آنا لہذا دین کی تبلیغ
کی عظیم ذمہ داری ہم
سب پر ہے اپنی اصلاح
کے بعد یہی امت دنیا
کی اصلاح کرے

واصف علی واصفؒ

حمد باری تعالیٰ

دو عالم میں پھیلی ہے تیری ہی عظمت
خلاؤں میں شمع جلا کر تو دیکھو

اگر دیکھنے ہیں خدا کے کرشمے
کسی ایک ذرے میں کھو کر تو دیکھ

درختوں میں بھی اُس کی قدرت ہے پنہاں
کوئی ایک پتہ پکڑ کر تو دیکھو

عجائب کا تم کو جہاں اک ملے گا
زمیں کے جگر میں اُتر کر تو دیکھو

ہزاروں برس سے چمکتا ہے سورج
کبھی اس کی کرنیں پکڑ کر تو دیکھو

ملی ہے بہت تم کو جسمانی طاقت
کبھی روح کی طاقت کو پا کر تو دیکھو

علم کا سمندر تو پھیلا ہوا ہے
کبھی اُس کے اندر اُتر کر تو دیکھو

مزا آئے گا جان دینے میں تم کو
شہادت کے جذبے کو پا کر تو دیکھو

دو عالم میں پھیلی ہے تیری عظمت
خلاؤں میں شمع جلا کر تو دیکھو

فدا حسین شاہ ایم اے

حصہ دوم

قرآن پاک کے بنیادی الفاظ

اور

اصطلاحات

کتاب کو پڑھنے سے پہلے ان الفاظ کو

سمجھنا ضروری ہے

نوٹ:

قرآن مجید نے کائنات کے ایسے ایسے حقائق کو بیان کیا ہے جو صدیوں سے سچ ثابت ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے

''قرآن کے مخاطب لوگ ؟ دُنیا کے انسان''

☆ یہ حقیقت ہے کہ تمام الہامی کتابوں اور قرآن کا مصنف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس اللہ نے انسان کے جسم کی نشو ونما کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں اُس نے ہی انسان کی روح اور ہدایت کے لیے بھی اپنی کتابیں نازل کی ہیں تا کہ یہ انسان اپنے صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہ پائے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے لہٰذا اس مقصد کے لیے قرآن نے مسلمانوں کو ہدایات دینے کی بجائے مندرجہ ذیل لوگوں کو مخاطب ہو کر ہدایات دی ہیں:

1: 861 مرتبہ اللہ نے من یعنی جو کوئی بھی، کون ہے یعنی من کہہ کر دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔
2: **الذین** اور **والذین** کہہ کر تمام دنیا کے لوگوں کو بے شمار مرتبہ مخاطب کیا گیا ہے۔
3: 79 مرتبہ اللہ نے مومنین، 40 مرتبہ اہلِ کتاب، 19 مرتبہ **یاایھا الناس**، 4 دفعہ بنی اسرائیل اور صرف ایک مرتبہ **یاایھاالکافرون** کہہ کر انکار کرنے والوں مخاطب کیا گیا ہے۔

''مفید معلومات''

1: توحید اور رسالت کے علم کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے اپنے یقین اور ایمان کی طاقت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔
2: اس کتاب میں تین مختلف رنگوں کے ربن لگائے گئے ہیں تا کہ تین مختلف افراد ایک ہی وقت کتاب کا مطالعہ کر سکیں۔
3: اس کتاب کو پرنٹ کروانے سے پہلے 15 مسودے تیار کیے گئے۔ تا کہ مختلف اہل علم حضرات کے ذریعے کتاب کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ ایک سال کی محنت کے بعد 50 لوگوں نے جو رائے دی ہے وہ بھی اس کتاب کا حصہ ہے۔
4: اس کتاب کا بنیادی تعلق قرآن مجید سے ہے۔ لہٰذا اس کو پوری توجہ اور شوق کے ساتھ پڑھا جائے۔ نہ کہ کسی ناول یا افسانے کی طرح۔
5: اگر کسی کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس کو تین مختلف علماء سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد آخری فیصلہ اپنے ضمیر کی آواز پر کرنا چاہیے۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 17 میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ {**وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ**}' اور کسی بھی ایسی بات کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔''
6: اگر کسی بات کو آپ قرآن مجید۔ یا اپنے ضمیر اور دل و دماغ کے خلاف سمجھیں تو اس کو چھوڑ دیں کیونکہ عقل کل نہ تو میں ہوں اور نہ ہی آپ ہیں۔

دانشوروں کی رائے

سینیٹر ڈاکٹر ایس ایم ظفر

’قرآن کی دنیا‘ فدا حسین کی تحقیقاتی تصنیف ہر فکر کرنے والوں کے لیے اور قرآن حکیم کے مقصد کو سمجھنے والوں کے لیے ایک اہم اور مفید انسائیکلو پیڈیا سے کم نہیں ہے۔ موضوعات کا تنوع مصنف کے مطالعہ اور جستجو کی نشاندہی کرتا ہے۔ علم اور سائنس کے موضوع پر انہوں نے بڑے لطیف پیرائے میں بتایا ہے کہ علم کو ہی سائنس کہتے ہیں اور اگرچہ قرآن سائنس کی کتاب تو نہیں ہے لیکن سائنسی تحقیق کی طرف ماننے والوں کو توجہ دلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان سائنسی تحقیق کی جانب خصوصی طور پر متوجہ تھے اور مدینۃ الحکمت دنیا میں ویسے ہی مشہور تھی جیسے اب امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی ہے اور دنیا بھر کی قومیں علم حاصل کرنے کے لیے وہاں آیا کرتی تھیں۔ علم اور سائنس میں مسلمانوں کو اُس وقت کی سپر پاور بنا دیا تھا۔ کیونکہ وہ قرآن کے علم پر عمل کرتے تھے جس کو آج ہم نے چھوڑا ہوا ہے۔ بدقسمتی سے اور ہماری غفلت کی وجہ سے اب ہم دوسروں کی سائنسی ایجادات پر انحصار کر رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر ایس ایم ظفر
(سابقہ صدر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن)
سابق وفاقی وزیر قانون مغربی پاکستان 69-1965ء

جنرل خالد محمود عارف (کے۔ایم۔عارف)

میں نادان شُکر گزار ہوں کہ آپ کا ارسال کردہ ’’قرآن کی دنیا‘‘ کا نسخہ مجھے ملا۔ کتاب دیکھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا۔ لکھا تھا جملہ حقوق بحقِ انسان محفوظ ہیں۔ ورق گردانی شروع کی تو پڑھا کہ اگر آپ کسی بات کو اپنی عقل اور قرآن کے خلاف سمجھیں اس کو چھوڑ دیں۔ دل نے لبیک کہا جس کتاب کا نام قرآن کی دنیا ہے اسے ضرور پڑھنا چاہیے۔ مطالعہ شروع کیا تو 685 صفحات تین دنوں میں پڑھ ڈالے۔ تحریر کا اندازِ بیاں مجھ پر حاوی ہو گیا۔

مجھے محسوس ہوا کہ درحقیقت یہ کتاب خزینہ حیات ہے جو انسانی روح کو گرماتی ہے اور قاری کو بتاتی ہے کہ قرآن نے انسان کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اجالوں کی جانب گامزن کر دیا ہے۔ قرآن کی تحقیق پر اگر محنت شافہ اور بھرپور لگن سے کام کیا جائے تو جو راز ہائے ہستی عقلِ انساں سے ابھی تک پوشیدہ ہیں وہ عیاں ہوتے جائیں گے۔ یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوتا کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے اور وہ محدود عقل کا مالک ہے۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر جہاد کیا ہے۔ اسے پڑھنے سے کئی انسانوں کا بھلا ہوگا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محبت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔

میری دعا ہے کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

خاکسار
عارف

پروفیسر محمد یحییٰ ہاشمی

M.Sc. (Physics) Punjab University LHR

M.S (Education) Okohama State University U.S.A

Principal (R) Govt. College of Technology Raiwind Road LHR.

Ex. Asstt. Prof. (Physics) Govt. College LHR.

کتاب کا مقصد جیسا کہ مصنف نے خود بیان کیا ہے یعنی قرآن کے علم سے انسانیت کی خدمت قابل ستائش ہے۔ اس سے ایک عام آدمی بآسانی گراں قدر استفادہ کرسکتا ہے۔ یہ بات ہم سب کے مشاہدے میں آئی ہے کہ عوام الناس اپنے آباؤ اجداد سے متاثر ہوکر قرآن سے روحانی لگاؤ رکھتے ہیں اور احتراماً اسے دیدہ زیب غلافوں میں لپیٹ کر الماری کے بالائی خانے میں رکھ دیتے ہیں اور اسکا مطالعہ نہیں کرتے جسکی وجہ اصل میں عربی زبان سے ناواقفیت ہے اور زبان کو سیکھنے اور سمجھنے کا کسی کے پاس وقت نہیں۔ اس مشکل کا حل آپ نے اپنی اس کتاب میں بطریق احسن کر دیا ہے۔

مجھے امید واثق ہے کہ جس بھی شخص کو یہ کتاب دستیاب ہوگی وہ اس کی مدد سے قرآن کو سمجھ سکے گا اور صحیح مضمون میں جب اسکی آنکھیں کھلیں گی تو اس میں غور وفکر کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ یہ سلسلہ اسکی ذات تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اسکی اولاد اور آئندہ نسلیں بھی کما حقہ مستفید ہونگی اور یہ صدقہ جاریہ ہوگا۔

راقم المعروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کی تکمیل میں آپکی مدد فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

محمد یحییٰ ہاشمی

ڈاکٹر سرفراز احمد اعوان

Ph.D., Islamic Studies, M.A, Islamic Studies (Gold Medalist),

M.A. Arabic, MOL, M.Ed. Punjab University

ہمارے بہت محترم جناب فدا حسین شاہ صاحب صدر سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن لاہور کی کاوشیں قابل قدر اور لائق صد تحسین ہیں کہ وہ اپنے مختلف مضامین کے ذریعے بڑی دل سوزی اور دردمندی کے ساتھ اہل ایمان کو خصوصاً اور دنیا بھر کے لوگوں کو عموماً، قرآنی تعلیمات کی طرف توجہ دلانے کے لیے کوشاں ہیں۔ اللہ کریم انہیں اس محنت پر اجر عطا فرمائے آمین میں نے موصوف کی تالیف ''قرآن کی دنیا'' میں آپ کے متنوع مضامین کا جستہ جستہ طائرانہ مطالعہ کیا ہے۔ بڑی عمدہ کاوش ہے۔

یہ تمام مضامین قرآنی حقائق کو جدید اسلوب میں سمجھنے کے لیے معین، مقصدیت سے معمور، قرآنی تعلیمات سے شناسا کرنے کا عمدہ ذریعہ بنیں گے اور تعمیر معاشرہ اور فہم دین میں مددگار ثابت ہوں گے ان شاء اللہ مجھے یہ جان کر بھی

خوشی ہوئی ہے کہ مؤلف موصوف ایسا دینی لٹریچر ذاتی خرچ پر طبع کراتے ہیں اور بلا امتیاز لوگوں میں فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

اللہ کریم ان کے جذبہ صادقہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور جن احباب تک ان کا مرتبہ تحریری مواد پہنچتا ہے انہیں اس سے استفادے کی بھی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر سرفراز احمد اعوان
خطیب جامع مسجد توحید
DHA Main Boulevard, Lahore

ڈاکٹر راحیل اکبر

M.B.B.S

M.M Alam Road Lahore.

فدا حسین صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن پاک تمام کتابوں کی ماں ہے اور انسانوں کے تمام علوم وفنون کے بنیادی نکات اس عظیم کتاب میں موجود ہیں 100% صحیح ہے وہ لوگوں کے دلوں میں علم کا شوق اور قرآن حکیم کے علم سے انسانیت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے بلند خیالات نہایت قابل قدر ہیں۔

فدا حسین شاہ کی کتاب 4 حصوں میں ایک بہت اچھی کوشش ہے۔ بہت سی سبق آموز نئی باتیں سیکھنے کو ملیں۔ اصل بات آپ کا Community کے لیے Contribution ہے۔ علم (Knowledge) اور مسکراہٹ (Smile) کی Charity وہ ساری دنیا کے لیے مفت کتاب کی صورت میں بانٹ رہے ہیں جو کہ بڑی بات ہے۔

فدا حسین شاہ صاحب کی کتاب قرآن مجید کا عظیم فلاسفر علامہ محمد اقبال، علم کے مجاہد سرسید احمد خان اور انسانیت کے دوست عبدالستار ایدھی جیسے ہیروز کی مختصر تعارف سے ہی سجی ہوئی ہے۔

والسلام
ڈاکٹر راحیل اکبر

ڈاکٹر حنیف شاہد

سابق پروفیسر ریاض یونیورسٹی سعودیہ

ڈائریکٹر جنرل نظریہ پاکستان ٹرسٹ لاہور

قرآن پاک کا لفظی معنوی اور دینی انداز میں جو ترجمہ ہم کرتے ہیں دراصل وہ آیات کا مفہوم ہوتا ہے حقیقی طور پر من وعن قرآن کا ترجمہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ خاص طور پر دنیاوی مصروفیات میں اسکی ترجمانی کرنے کے لیے بڑے عزم اور حوصلے کی ضرورت ہے یہ بات میں اس لیے کر رہا ہوں کہ ریاض یونیورسٹی سعودیہ میں تعلیمی خدمات میں

پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے مجھے یہ نعمت کبریٰ حرم کعبہ اور مدینہ منورہ میں حاضری کی بنا پر ملی۔ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن پاک پر ترجمہ کی سعادت حاصل کرنا اللہ کریم کی عطا کردہ خاص عنایت ہوتی ہے جو ہر بندے کو نہیں ملتی۔

لہٰذا قبلہ فدا شاہ صاحب کی یہ قرآن کی ترجمانی ایک نئی جہت پر مسلمانوں کے لیے ایک بے مثال کوشش ہے جو انکو صراط مستقیم پر چلاتے ہوئے جنت کے راستے میں لائے گی۔

برگیڈیئر (ریٹائر) محمد اسلم گھمن

Ex. D.G Anti-Corruption, Ex. Director N.A.B, Ex. Commandant ISI

کتاب ''ہاں یہ سچ ہے'' کے مصنف

کتاب اللہ یعنی قرآن فرقان حمید ہمارے پیارے نبی حضرت محمدؐ آخری نبوی الزماں خاتم المرسلین پر اللہ تبارک تعالیٰ نے نازل کیا اور ساتھ ہی ختم نبوت کی مہر تصدیق کر دی۔ انسانی کتاب کی توصیح کے لیے ہم دوسرے لوگوں کی مدد حاصل کرتے ہیں تا کہ غلطی کا امکان کم سے کم ہو۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی انسان غلطی نکال لیتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم نسخہ کیمیائی حیات کی توصیح و تصدیق اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی لَا رَیْبَ فِیْہِ کہہ کر غلطی کے امکان کو ناممکن بنا دیا۔ مسلمان صرف اور صرف قرآن حکیم پر عمل پیرا ہو کر ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

میں ''قرآن کی دنیا'' کے مصنف سید فدا حسین شاہ کو ان کی کاوش پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے واقعی دن رات محنت سے یہ کتاب تیار کی ہے جو کہ چند آیات کا مجموعہ ہے وہ اپنے دینی تعلیم کی اشاعت کے پھیلاؤ میں اپنا حصہ ڈال کر ثواب دارین کے مستحق بنے ہیں۔ میں ان کی اس کاوش پر مبارکباد دیتا ہوں۔

مشہود ضیاء انجینئر

ڈی۔ایچ۔اے لاہور کینٹ

انگریزی میں کہاوت ہے کہ:

جیسی	سوچ	-	ویسا	عمل
جیسا	عمل	-	ویسی	عادت
جیسی	عادت	-	ویسا	کردار
جیسا	کردار	-	ویسی	منزل

موجودہ دور کے مسلمان عام طور پر اپنے موجودہ حالات سے غیر مطمین ہیں اور تقریباً غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اس کی اصل وجہ مسلمانوں کی موجودہ اجتماعی سوچ ہے۔ اگر ہم اپنے حالات کو بدلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی سوچ کا جائزہ لینا چاہئے اور یہ حقیت ہے کہ ہماری سوچ میں وقت کے ساتھ تبدیلی آئی ہے جو کہ اسلام کے ابتدائی دور کے

مسلمانوں کی سوچ سے مختلف ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مسلمان محکوم اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

آج کی ضرورت عام مسلمانوں میں قرآن اور دین کی درست سمجھ ہے جو کہ سوچ کو درست سمت میں کرنے کے لیے ضروری ہے لہٰذا میں مصنف کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہم اپنی زندگی میں قرآن اور دین کو سمجھنے کی کوشش کریں جو کہ بعد میں ہمیں اپنی درست منزل تک پہنچنے میں مددگار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کو سمجھنے اور اس پر درست طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خادمِ قرآن امام بلال مرتضیٰ ملک

Resident Scholar, Islamic Center, Jackson Ville

Florida, USA

قرآن کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں نے سرسری طور پر کتاب ''قرآن کی دنیا'' کا مطالعہ کیا ہے ۔مصنف نے عمدہ طریقے سے اور زیادہ تر اپنی زندگی کے تجربات، مشاہدات اور لوگوں کے اچھے اور برے خیالات کو قرآنی تعلیمات سے سمویا ہے جس بات سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے کہ محترم مصنف نے قرآن کو عملی طور پر پڑھا اور سمجھا ہے۔مزید برآں مصنف کے انداز میں جدت پسندی نمایاں ہے جو کہ بہت خوش آئیند ہے۔

مجموعی طور پر مجھے یہ تصنیف بے حد مفید لگی ہے۔(غلطی اور خطا سے تو کوئی بالا نہیں ہے)

جونہی مجھے موقع ملا انشاء اللہ میں اس مفید کتاب کا مکمل اور بھرپور مطالعہ کروں گا اللہ تعالیٰ مصنف اور تصنیف دونوں کو قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو صحیح طور پر قرآن والا بنا دے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن۔قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

شیخ محمد اشرف

سیاسی وسماجی کارکن اور بزنس مین

D.H.A، 4 فیز 121-S

میں نے کافی وقت واصف علی واصف کی محفلوں میں گزارا ہوا ہے جس کی وجہ سے میں نے ان کی بیشمار باتوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور کچھ باتیں مجھے زبانی یاد بھی ہیں ان کے کئی ایک مشوروں پر عمل کر کے میں ایک کامیاب زندگی گزار رہا ہوں اور انشاء اللہ گزاروں گا۔ جب میں نے شاہ جی کی کتاب ''قرآن کی دُنیا'' کا ہلکا سے جائزہ لیا تو مجھ سمجھنے میں زرا بھی مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ انھوں نے قرآن پاک کی روشنی میں وہی باتیں کی ہیں جو واصف علی واصف، اشفاق احمد، علامہ عنایت اللہ مشرقی، قائداعظم، علامہ اقبال، ابوکلام آزاد، الطاف حُسین حالی، شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد اور سر سید احمد خان اپنے اپنے زمانے میں کیا کرتے تھے لیکن انداز سب کا اپنا اپنا اور الگ الگ تھا جو کہ جائز ہے کیونکہ اس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے سورہ والیل کی پہلی تین آیات میں قسم اٹھانے کے بعد چوتھی آیت میں دی ہے۔

بہرحال یہ مجموعی طور پر یہ ایک اچھی کتاب ہے لیکن اس کتاب سے زیادہ فائدہ وہی لوگ اٹھائے گے جو معاشرے کی سنی سنائی باتوں اور تعصب سے بے نیاز ہوکر اس پر غور فکر کریں گے میرے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک مقصد میں زیادہ سے زیادہ کامیابی نصیب فرمائے۔

دیکھ کردار کی جانب واصف
رُتبہ و جاہ و نصب یاد نہ کر

کرنل (ر) مسعود احمد (ایم کام)

جناب فدا حسین شاہ صاحب نے اپنی کتاب قرآن کی دینا میں قرآنی الفاظ، اصطاحات اور موضوعات کو سادہ الفاظ اور منفرد انداز میں تحریر کر کے قابلِ ستائش کوشش کی ہے۔ اشعار کے برمحل استعمال نے قاری کے لئے غور فکر اور عمل کو تحریک دی ہے۔

مشاہدات و تجربات، نصیحت آموز اور بعض امور میں سرزنش کا احساس دلاتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کاوش مصنف کی دلی وابستگی کا ثبوت ہے بعض مقامات پر (تشریح کو قاری پر چھوڑ دینا) تشنگی کا تاثر ابھرتا ہے۔ یہ شاہد طوالت سے گریز کی وجہ سے ہے۔

''قرآن کی دُنیا'' ''صاحبِ قرآن'' کی مستند احادیث سے الگ ہوکر غور وفکر کرنا وقت کا ضیاع ہے جناب شاہ صاحب اور معاونین مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور قارئین کے لیے اسے غور وفکر اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

پروفیسر (ر) محمد جمیل خان ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

1739 میں شاہ ولی اللہ نے اور پھر انکے بیٹوں نے قرآن مجید کے ترجمے کر کے انسانیت کی بہت بڑی خدمت کی ہے کیونکہ ان کے ترجموں سے بے شمار لوگ آج تک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کے بعد بھی کافی لوگوں نے اس عظیم کتاب کے لغوی، اصطلاحی معنوں اور پہلوؤں کو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق بیان کیا ہے لیکن قرآن کی مکمل عظمت اور وسعت کو کوئی بھی حتمی طور پر بیان نہیں کر سکا کیونکہ یہ کتاب سائنس کے لامحدود علم کا ایک ایسا خزانہ ہے جو صدیوں سے انسان کی رہنمائی کرتا آ رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔

فدا حسین نے بھی اپنے علم بشمول تجربات اور مشاہدات کے مطابق اس عظیم کتاب کے کچھ حقائق کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کتاب سے تمام انسان اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق فائدہ اٹھائیں گے جیسا جیسا کوئی غور وفکر اور کوشش کرے گا ویسا ویسا وہ فائدہ اٹھائے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ اپنی استطاعت اور صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ (سورۃ التغابن آیت نمبر 14)

''قرآن کی دنیا'' کا شمار ان چند بھاری بھر کم کتابوں میں ہوتا ہے جو پاکستان میں قرآن مجید کے متعلق تحریر کی گئی ہیں۔ مزید برآں اس میں جدت کے ساتھ عام لوگوں کو غور وفکر کرنے کی دعوت بھی دی گئی ہے۔

خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے اپنی خواہش اور شوق کی خاطر اپنی سابقہ کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی مفت تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہے تا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔

خاص بات یہ ہے کہ مصنف کا شمار پاکستان اور دنیا کے ان چند مصنّفین میں ہوتا ہے جو اپنے شوق اور خواہش کے لیے اپنی 750 صفحات کی کتاب کو لوگوں میں مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خواہش کو زیادہ سے زیادہ کامیابی عطا فرمائے۔

خالد، ایم، میاں

سینئر وائس پریزیڈنٹ ریٹائرڈ حبیب بینک لاہور

''قرآن کی دنیا'' کے پہلے ایڈیشن کو بھی میں نے کافی غور سے پڑھا تھا جو 2014 میں شائع ہوا تھا جبکہ یہ اس کے مقابلے میں کافی بڑا ہے اس ایڈیشن کے آخری حصے میں ایک ایک صفحہ میں چھوٹے چھوٹے واقعات کو بیان کیا گیا ہے جن میں اسلام کا کوئی نہ کوئی سبق یا حقیقت پوشیدہ ہے جس سے ہر کوئی انسان اپنے اپنے ظرف کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

جب میں 2015 میں امریکہ گیا تو اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اپنے ساتھ لے گیا تھا کیونکہ میرے بچے بھی اسلام اور قرآن کے مضامین کو پڑھنے اور سمجھنے کا شوق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے میرا ایک بیٹا شعیب خالد تو Islamic Center of Irving Texas USA کا صدر بھی رہ چکا ہے اور اکثر اسلامی سرگرمیوں میں حصہ لیتا رہتا ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کتاب کو فرقہ بندی اور فرقہ بازی سے بالا تر ہو کر تحریر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت اور عظمت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے کیونکہ قرآن مجید پر اکثر لکھنے والے 95 فیصد لوگ کسی نہ کسی فرقے سے منسلک ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا کرنے سے بار بار منع کیا ہے۔ لیکن جہالت کی وجہ سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بہر حال امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والوں کی دنیا اور آخرت میں مدد کرے گا جیسا کہ بے شمار آیات میں خالق کائنات نے وعدے کیے ہوئے ہیں۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل ِراہ
کسے خبر کے جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن حکیم اللہ کریم کی آخری کتاب ہے لہٰذا اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کا بہت بڑا اور گہرا سمندر

بنایا ہے کیونکہ اس میں زندگی کے مختلف گوشوں کے ایسے بنیادی اصول اور قوانین بیان فرمائے ہیں کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اپنے مسائل کو حل کر سکتی ہیں وہ تمدنی مسائل ہوں ، معاشی ہوں، سائنسی ہوں، معاشرتی ہوں، جغرافیائی یا اخلاقی مسائل ہوں ۔ان تمام مسائل کو قرآن پاک کے اصولوں اور قوانین کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔

''قرآن کی دنیا'' کے نام سے یہ لکھی جانے والی کتاب اگرچہ قرآنی علوم پر تو حاوی ہے جو قرآنی علوم کا بہت اچھا اور خصوصرتی سے احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ کتاب ربط سے خالی ہے جبکہ قرآن کریم جیسی مربوط کتاب اور اس کے علوم کے متعلق کتاب لکھنا اور اس میں نظم وضبط کا خیال نہ رکھنا یقینا میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے بارے میں لکھنے والے کے لیے ایک منفی تاثر پیدا کرنے والی بات ہے۔ جو اس کتاب میں مجھے محسوس ہوا ہے میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے یقینا قرآنی علوم کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے ۔لیکن مربوط انداز اختیار نہیں کیا گیا۔ اگر اسی کو مربوط انداز میں پیش کیا جاتا تو یقینا یہ بہت بڑی اور مفید کتاب ہوتی۔

میری تجویز یہ ہے کہ اس کے مضامین کے درمیان میں باہم ربط پیدا کیا جائے۔ اور ایک ہی موضوع سے متعلق مضامین کو یکجا کر کے اور ایک مربوط انداز میں اس کتاب کو مرتب کیا جائے تو یہ کتاب امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑی رہنمائی اور بہت بڑی ادبی ذخیرہ ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں قرآن کریم صحیح معنوں میں خدمت کرنے کی ہمت اور توفیق نصیب فرمائے۔آمین

لطافت بیگ سینئر اسسٹنٹ رجسٹرار

لاہور یونیورسٹی آف منیجمنٹ سائنس LUMS

ڈی ایچ اے لاہور

''قرآن کی دنیا'' جیسا کہ اس کے سرورق پر درج ہے اس کے مطالعے سے ایسے کئی پہلو آشکار ہوتے ہیں جن پر ایک مسلمان نے پہلے کبھی غور وفکر نہیں کیا ہوتا یا اس کے علم میں نہیں ہوتے۔ شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے تجربات قرآن پاک کی تعلیمات کے تناظر اور اللہ پاک کے احکام کی روشنی میں ایک ربط کے ساتھ تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اللہ کے کلام کا مکمل فہم اور احاطہ کرنا کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں۔

''قرآن کی دنیا'' شاہ صاحب کی ایک قابل ستائش کاوش ہے ۔موضوعات کی ترتیب ، واقعات میں ربط اور کلام اللہ کے تناظر میں تحریر مطالعہ میں زوق وشوق کو برقرار رکھے ہوئے ہیں سب سے بڑی اور اہم بات کہ اللہ پاک کے احکامات کی روشنی میں کئی احکام بیان کیے گئے ہیں جو کہ بہت اہم ہیں جس بات پر بار بار زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو سوچ سمجھ کر پڑھا جائے جس کے لیے عربی زبان پر عبور ہونا ضروری ہے۔

اس کتاب سے اللہ پاک کا یہ پیغام کہ ہم نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اور یہ کہ قرآن پاک کو ہم نے غور اور فکر کے لیے نازل کیا ہے کہ ''ہے کوئی جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔'' پر کافی زور دیا گیا ہے۔

میری ناچیز رائے میں ان کی یہ کاوش انکی کلام اللہ سے محبت کی غماز ہے اس کے مطالعہ سے ایک مسلمان اپنے لیے

حقیقی زندگی کا راستہ متعین کرتا ہے مزید براں اس سے اللہ پاک کے احکام اور رسول کریم ﷺ کی حیات سنت طیبہ کے کئی پہلو اجاگر ہوتے ہیں اور ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ تاکہ ہم اپنی اصلاح کرلیں اور اپنے اردگرد کے معاشرے کی بھی اصطلاح کریں۔

اللہ پاک شاہ صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

راجہ محفوظ

لندن کا ایک سینئر بزنس مین

میں اور میرا خاندان گزشتہ 60 سال سے لندن میں مقیم ہے۔ ہمارا بنیادی تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے جس کی وجہ سے ہم اکثر مختلف قسم کے علماء سے علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ میں اپنے علاقے کی مسجد کی انتظامیہ کا رکن بھی رہا ہوں اور دیگر مذہبی لوگوں سے بھی میرے بڑے تعلقات ہیں۔

آج تک میں نے لندن میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے قرآن پاک کے متعلق ایسی کتاب تحریر کی ہو جس کا وہ خود ہی مصنف ہو اور خود ہی پبلشر ہو اور پھر اپنی کتابوں کو مفت بھی تقسیم کرتا ہو کیونکہ یہ کافی مشکل اور پیچیدہ کام ہے۔ لیکن ٹھوکریں کھانے والے اور قرآن مجید کا سہارا پکڑنے والے کمزور انسان بھی بڑے بڑے کام کرجاتے ہیں۔

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ فدا شاہ کے لیے یہ ایک اعزاز کی بات ہے کہ وہ ایک منفرد طریقے سے اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنی اور انسانیت کی خدمت کررہے ہیں۔

راجہ محفوظ
لندن کا ایک سینئر بزنس مین

☆.....☆.....☆

{وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ O} (العنکبوت 69:29)

''یقیناً جو لوگ ہمارے لیے، یعنی ہمارے نظامِ حیاتِ کُلّی کے لیے سعی و جُہد کرتے ہیں، ہم انہیں فلاح و فوز کی راہیں دکھائیں گے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ حُسنِ عمل کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

.....

توحید کی شراب پلانے والے سے مخاطب ہو کر
ایشیا کا ایک عظیم مفکر علامہ اقبال کہہ رہا ہے کہ

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

قرآن کی اصطلاحات یعنی بنیادی الفاظ اور اُن کو سمجھنے کا آسان طریقہ

☆ 1739 میں شاہ ولی اللہ اور اُن کے بیٹوں نے جو قرآن پاک کا ترجمہ کیا وہ موجودہ زمانے میں ناقص اور کمزور ہے جیسا کہ اللہ کا ترجمہ خدا، رب کا ترجمہ پروردگار، رسول کا ترجمہ پیغمبر اور اقیم الصلوٰۃ کا ترجمہ نماز پڑھنا کیا جاتا ہے شاید جس کی وجہ سے ہم نمازیں بھی پڑھ رہے ہیں اور دنیا میں ذلیل وخوار بھی ہو رہے ہیں۔

قرآن کو سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی اصطلاحات یعنی بنیادی الفاظ کو سمجھا جائے لہٰذا ان بنیادی الفاظ کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

1۔ مادہ Root

عربی کے ہر لفظ کا مادہ ہوتا ہے جو تین حروف پر مشتمل ہوتا ہے اس مادے کے ذریعے ہی سے قرآن حکیم کے تمام الفاظ کو سمجھا جاسکتا ہے جس طرح کہ حمد کا مادہ ح م د ہے۔

2۔ لغوی معنی یعنی لفظی معنی: Literal meaning

عربی کے ہر لفظ کے لغوی معنی یعنی لفظی معنی ہوتے ہیں جس کے تحت اس لفظ کو سمجھا جاتا ہے جس طرح کے حمد کے لغوی معنی تعریف کرنے کے ہوتے ہیں۔

3۔ اصطلاحی معنی Term

اصطلاحی معنی سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کسی کتاب کے مصنف نے اس لفظ سے کیا معنی لیے ہیں اور وہ اس لفظ سے کیا چیز بیان کرنا چاہتا ہے جس طرح کہ قرآن میں حمد کا لفظ بہت استعمال ہوا ہے اور اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا۔

4۔ مشتقات

مشتقات ان الفاظ کو کہتے ہیں جو ایک ہی مادہ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ حمد کا مادہ ح م د ہے اور اسی مادہ سے محمد، حامد، محمود، حمید، حماد اور حمیدہ کے الفاظ بنے ہوئے ہیں۔

5۔ ضد اور اضداد Opposites

☆ دنیا کی ہر زبان کے کسی لفظ کے معنی کو مکمل اور ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اس لفظ کی ضد کو سمجھا جائے اور سامنے رکھا جائے تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔ جیسے کہ رات اور روشنی کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ رات کی ضد دن اور روشنی کی ضد تاریکی کو سمجھا جائے۔

6۔ تصریف الفاظ اور تصریف آیات Repeatation of words and verses

قرآن حکیم کے مصنف اللہ تعالیٰ نے ایک ہی لفظ اور ایک ہی بات کو کئی مرتبہ اپنی کتاب میں استعمال کیا ہے یعنی کہ بار بار بیان کیا ہے تا کہ اگر ایک جگہ پر کوئی لفظ کسی کو سمجھ نہیں آ رہا تو دوسری جگہ اس کو سمجھا جا سکے۔ اس طرح دنیا کا ہر انسان یعنی ایک مزدور سے لے کر ایک سائنسدان تک اپنی اپنی محنت، صلاحیت، ذہن اور ظرف کے مطابق قرآن حکیم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

7۔ مرکزی اور بنیادی آیت Basic verse

اللہ تعالیٰ نے ایک ہی مضمون کو کئی کئی آیات میں بیان کیا ہے تا کہ معمولی سے معمولی اور اعلیٰ سے اعلیٰ دل و دماغ رکھنے والا انسان قرآنِ حکیم کا مقصد سمجھ سکے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی حاصل کر سکے۔ اس کتاب کے مصنف نے جس آیت کو ماسٹر آیت یعنی سب سے اعلیٰ اور عام فہم آیت سمجھا ہے اُس کو ماسٹر آیت کے طور پر بیان کر دیا ہے اور ہر باب کے آخر میں تصریفِ آیات کے تحت دیگر آیات کے نمبر بھی دے دیے ہیں تا کہ تمام حضرات استفادہ کریں۔

خیال رکھیں کہ اس کتاب میں مصنف نے ہر مشکل الفاظ کے بعد یعنی لکھ کر اُسی لفظ کو مزید بیان کیا ہے تا کہ قاری کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

قرآن کے بنیادی الفاظ یعنی اصطلاحات کو سمجھے بغیر پڑھنا ایک

بہت بڑی جہالت اور بے وقوفی ہے

جبکہ

دیگر تمام کتابوں کو سمجھ کر پڑھا جاتا ہے

"توحید"

کسی انسان کے پاس کائنات کا جس قدر علم ہوتا

ہے اسی قدر وہ اللہ اور اس کی عظمت کو سمجھ سکتا ہے

لیکن مکمل کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا

''توحید کی عظمت اور وسعت ؟ کائنات کی عظیم ترین حقیقت''

☆ توحید کائنات کی ایک عظیم قدرت اور کرشمے کا نام ہے یہ وہی قدرت و طاقت ہے جس کے احکامات وقوانین یعنی قوانینِ فطرت کے تحت تمام کائنات اور کہکشاؤں کا نظام چل رہا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا صرف زمین پر خلیفہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم اور عقل کی وہ طاقت دی ہے جس سے یہ کائنات کو سمجھنے اور تسخیر کرنے یعنی کنٹرول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر یہ صلاحیت انہی انسانوں کو نصیب ہوتی ہے جو اس کی الہامی کتابوں کے مطابق علم اور تحقیق کا کام کرتے ہیں لیکن چونکہ انسان کی عقل محدود ہے اس لیے کائنات کو پوری طرح سمجھنا اور عقل کی حدود میں لانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

☆ اس وقت دنیا میں الہامی کتابوں سے فائدہ اٹھانے والے تین قسم کے لوگ ہیں یہودی، عیسائی اور مسلمان۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی ہے یہ سب لوگ اہلِ کتاب اور توحید پرست کہلاتے ہیں کیونکہ ان تینوں کی ہدایت کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ تینوں کی عبادات اور مکتبہ فکر میں نمایاں فرق ہے کیونکہ یہ سب تہذیب وتمدن، علم اور فراست میں فرق، تاریخ کے ایک ارتقائی عمل اور انسان کی جہالت کی وجہ سے ہے۔

☆ دنیا میں ایسے مفکرین اور لوگ بھی موجود ہیں جو توحید اور رسالت پر یقین نہیں رکھتے ان میں سے اکثر مفکرین اور سائنسدان اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی قدرت اور طاقت ہے جو اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے اس قدرت کو انہوں نے اپنے اپنے اندازِ فکر اور اندازِ نظر سے سمجھا اور اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے جیسا کہ ایک عالمی شہرت یافتہ مفکر ہیگل (Hegal) کی مثال ہمارے سامنے ہے یہ ایک جرمن مفکر اور فلاسفر تھا جو کہ پیدائشی طور پر عیسائی تھا لیکن اپنے علم اور ریسرچ کی بنیاد پر وہ بے دین اور دہریہ ہوگیا تھا .....لیکن علم اور ریسرچ کرتے کرتے اپنی زندگی کے آخری حصے میں اس نے کائنات کی اس عظیم قدرت اور طاقت کو حاصل کرلیا جو پوری کائنات کی خالق ہے اور جو اس کائنات کو اپنے قوانین کے تحت کنٹرول بھی کرتی ہے اور مسلسل اس کو بڑھا بھی رہی ہے۔ ہیگل نے کئی سال کی ریسرچ کے بعد جس قدرت کو دریافت کیا اس نے اس کو Absolute Idea یعنی مکمل اور صحیح خیال کا نام دیا۔ یہی وہی Absolute آئیڈیا ہے جس کو مغرب والے The God کہتے ہیں اور مشرق والے Allah (اللہ) کہتے ہیں۔

توحید کا مادہ: و ح د

وَحَدَ: یہ مصدر ہے

لغوی معنی: ایک ہونا۔ ایک ماننا۔ اکیلا۔ ایک پر ایمان رکھنا۔ ایک کو تسلیم کرنا

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اس کی ذات اور صفات میں کسی کو بھی شریک نہ کرنا

توحید کی ضد: شرک ہے یعنی کہ اس کی ذات اور صفات میں کسی انسان یا کسی کو شریک کرنا اور شامل کرنا شرک کہلاتا ہے۔

نوٹ: خیال رہے کہ قرآن کا تیسرا حصہ توحید پر مشتمل ہے توحید کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔

☆ توحید ہی کی بنیاد پر اسلام اور اہل کتاب کے دین کی عظیم الشان بلڈنگ کھڑی ہے لیکن انسان کی سوچ نے اس بلڈنگ میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔

مشتقات: یعنی توحید سے بننے والے دیگر الفاظ، واحد، احد، وحدت، وحدانیت، موحد۔

☆ **توحید پرست** ہونا ایک ایسی خوبی ہے جو دنیا میں کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگوں میں بے پناہ پوشیدہ اور ظاہری صلاحیتیں ہوتی ہیں۔قرآن کے علم پر عمل کر کے ہر انسان 5% سے لے کر 90% تک توحید پرست بن سکتا ہے۔

توحید کی ماسٹر آیات

{قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O لَمْ يَلِدْ ط وَلَمْ يُولَدْ O وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ O}

(اخلاص 112)

''کہہ دو یعنی اعلان کر دو کہ اللہ صرف اور صرف ایک ہی ہے O اللہ صمد ہے یعنی زوج، اولاد معاون، شریک اور خواہشات سے بے نیاز ہے O اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ ہی کسی نے اس کو جنا ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا بیٹی نہیں O اس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی مثل ہے O''

☆ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 213 میں اس عظیم حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ پہلے سب لوگوں کی ایک ہی امت تھی اور ایک ہی مذہب تھا لیکن بعد میں آپس کی ضد اور جہالت کی وجہ سے اُن کے اختلافات بڑھتے گئے جو آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔

☆ تورات کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی ہمیں ایک ہی اللہ کی عبادت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ توریت۔استثنا 26۔10 ص 191 میں ذکر ہے:

''جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے جھکے وہ بالکل نابود کر دیا جائے۔''

توحید پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو تاکید کی ہے:

{مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ O}

(آل عمران 79:3)

''کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہ کہے گا کہ اے لوگو اللہ والے بنو اسی واسطے کہ تم دوسروں کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہو اور خود بھی اس کو پڑھتے ہو''

{وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ط اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O}

(آل عمران 80:3)

''اللہ کا نبی لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ تم فرشتوں اور رسولوں کو رب بناؤ کیا وہ ان لوگوں کو کفر سکھانے آیا ہے۔'' 1

☆ سورہ جاثیہ کی 01-06 میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ سائنس پر جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں وہ میرے مومن بندے ہیں۔

☆ **علامہ اقبال** کے نزدیک ایک سائنسدان کی جستجو اور تحقیق کسی عبادت سے کم نہیں ہے کیونکہ یہی تحقیق قلب کی ایسی تربیت کرتی ہے کہ انسان کے اندر اللہ کی معرفت پیدا ہوتی ہے لیکن یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اللہ کا تصور سائنسدان کے دل میں موجود ہو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے تصور کے بغیر سائنس نہ تو مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی انسانیت کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں۔

☆ **اس** لیے ضروری ہے کہ ہمارے تمام معاشرتی اور سائنسی علوم کا محور و مرکز توحید ہو۔ توحید کی طاقت سے ہی ایک عام انسان بھی عظیم طاقت بن کر دنیا میں بڑے بڑے کام کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ہم گزشتہ پانچ ہزار سال کی انسانی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں بڑی بڑی وہی شخصیات نظر آئیں گی جن کی زندگی کا مرکز اور سرچشمہ توحید کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

توحید کے بارے میں علامہ اقبالؒ کی رائے

سروری زیبا فقط ایک ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتان آذری!

☆ **توحید** کا تعلق مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے ہوتا ہے۔ توحید کی کائنات اس قدر وسیع ہے جس قدر کہ یہ کائنات وسیع ہے۔ جس طرح یہ کائنات لامحدود ہے یعنی کہ اس کی کوئی حد نہیں اسی طرح توحید بھی لامحدود ہے اور اس کی بھی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کی عقل سے اس قدر بلند و بالا تر ہے کہ جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا کیونکہ انسان کا علم اور عقل محدود ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہر انسان اپنی اپنی کوشش، ہمت اور صلاحیتوں کے مطابق اس پاک ذات کا علم و عرفان حاصل کرسکتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔

☆ **ہماری** کائنات میں بے شمار سورج ہیں ان میں سے ایک ہمارے شمسی نظام کا سورج بھی ہے جس کو ہم روز دیکھتے ہیں لیکن اس کی مکمل حقیقت کو سمجھنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں کیونکہ سورج کا قطر 8 لاکھ 84 ہزار میل ہے جب کہ ہماری زمین کا قطر صرف 8 ہزار میل ہے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ یہ سورج ٹھوس نہیں ہے بلکہ بے شمار گیسوں کا مجموعہ ہے۔ سورج کے درمیان میں درجہ حرارت 2 کروڑ سنٹی گریڈ ہوتا ہے اور باہر کا درجہ حرارت ایک کروڑ سنٹی گریڈ رہتا ہے۔

☆ **حرارت** اور گیسوں کی وجہ سے سورج میں اس قدر شدید مقناطیسی طاقت ہے کہ جس کی وجہ سے 9 سیارے اربوں میل دور ہونے کے باوجود اس کے اردگرد گردش کر رہے ہیں۔ ان نو سیاروں میں سے ایک ہماری زمین بھی ہے۔

☆ **جس** اللہ کو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک 26 رسول سمیت اربوں انسان سجدہ کرتے آرہے ہیں۔ اس کی کائنات میں اس طرح کے بے شمار سورج، چاند اور ستارے موجود ہیں جن کے وجود اور حقیقت کا اندازہ لگانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے

☆ قرآن پاک کی دو آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''اگر اس دنیا کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو پھر بھی اللہ کے کلمات یعنی احکامات وقوانین بیان نہیں کر سکتے'' الکہف 109:18؛ لقمان 27:31

☆ توحید کی قدرت اور طاقت کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لیے پہلے ہم کمپیوٹر پر اپنی گلیکسی اور اپنے سولر سسٹم میں اپنی دنیا کو دیکھیں اور پھر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی اس کی آیات کے ذریعے پوری کائنات پر غور وفکر کیا کریں اور اس مقصد کے لیے اپنے دل و دماغ کو بھرپور استعمال کیا کریں تاکہ ہمیں علم اور ایمان کی وہ وسعت نصیب ہو جو انسان کو زندگی اور موت سے بے نیاز کر دیتی ہے جس کی وجہ سے انسان موت کے وقت بھی مسکراتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

نشانِ مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

☆ اگر کوئی انسان اپنے فواد یعنی اپنے دل و دماغ کو وسیع رکھتے ہوئے قرآن پاک کی آیات پر غور وفکر کرے تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کسی عظیم ترین ہستی کی کتاب ہے جس میں کائنات اور انسان کے عالم گیر حقائق کو بیان کیا ہے۔

☆ لیکن افسوس صد افسوس کہ میں، میرا معاشرہ، میرے علماء اور میرے حکمران فروعی مسائل اور بدعات کا شکار ہو کر اپنی زندگی گزار رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ قرآن کی عظمت اور افادیت کو پہچان ہی نہیں سکے۔ اکثر لوگوں نے اپنی زندگی کو عبادات یعنی کلمہ نماز روزہ حج زکوٰۃ تک ہی محدود رکھا ہوا ہے اور فرقہ بندی کا شکار ہو کر دنیا کے دوسرے لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں حالانکہ اس دنیا میں حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان ہاتھ اور عمل سے اسلام قائم ہو یعنی کہ دوسروں کو سلامتی، امن اور سکون نصیب ہو۔

☆ مختصر یہ کہ ہمیں اپنے دل و دماغ کو توحید کے اعلیٰ سے اعلیٰ علم سے منور کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ توحید کی بنیاد پر جس بھی دین کی عمارت تعمیر ہوتی ہے وہ عمارت نہایت ہی شاندار اور عظمت والی ہوتی ہے کیونکہ توحید تمام ادیان کی ماں ہے۔

☆ لیکن تعصب اور محدود سوچ کی وجہ سے انسان توحید کی عظمت کو اس طرح نہیں سمجھ سکتا جس طرح سمجھنا چاہیے اس لیے کہ علامہ اقبال نے انسان کو یہ مشورہ دیا ہے کہ

کھو یا گیا جو مطلب ، ہفتا د و د و ملتمیں
سمجھے گا نہ تُو جب تک، بے رنگ نہ ہو ادراک

☆ توحید کی طاقت اور عظمت کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کریں اس سے آپ کی شخصیت اور ایمان میں مزید اضافہ ہوگا۔

المائدہ 116:5؛ الانعام 114:6-115؛ الرعد 36:13؛ الکہف 110:18؛ آل عمران 79:3-80؛ یونس 58:10؛ یوسف 38:12-39؛ فاطر 13:35-14؛ الزمر 29:39، 53-54۔

جس اللہ کا صرف ایک سورج اپنے 9 سیاروں کو لے کر کائنات میں گردش کر رہا ہے
وہ اپنے عدل و انصاف کے لئے یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں
اور دیگر انسانوں کی کیا پروا کرے گا۔

ایک آیت میں میں اللہ تعالیٰ انسان کی فطرت کو بیان کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ:
''انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہمیں پکارتا ہے مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا کسی مشکل کے وقت میں اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔'' یونس 12:10

زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ، تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو، اپنا خدا تونے

بیاں میں نکتہ توحید، آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو، تو کیا کہیے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبالؒ

اسلام اور مسلم

اللہ نے اسلام یعنی سلامتی اور امن کو پوری
کائنات میں نافذ کیا ہوا ہے
جبکہ

مسلم وہ انسان اور مُلک ہوتا ہے
جہاں اسلام کی صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہوں
ایک تحقیق
''اسلام اور مسلم ؟ اللہ تعالیٰ کا قانون''

☆ **اللہ تعالیٰ** نے تمام کائنات میں اسلام کا نظام قائم کر رکھا ہے یعنی سلامتی، امن وسکون۔ یہی وہ نظام ہے جس کے تحت سورج ، چاند، ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار میں اور اپنی اپنی اقدار اور خصوصیات کے ساتھ گردش کر رہے ہیں۔حقیقت میں یہ سب اللہ کے ان احکامات وقوانین کے پابند ہیں جو قوانینِ فطرت کے نام سے پوری کائنات اور ہماری دنیا میں نافذ ہیں ۔ یہی وہ قوانین ہیں جو تمام نباتات، جمادات اور حیوانات کی زندگی پر نافذ ہوتے ہیں اور انہی کے تحت اس دنیا کی زندگی رواں دواں ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک قانون کو بھی توڑا جائے تو اسلام کی بجائے فساد برپا ہوجاتا ہے۔

☆ **اللہ تعالیٰ** نے اپنی تمام الہامی کتابوں اور رسولوں کے ذریعے انسان کو اسلام پر قائم رہنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی ہدایت کی ہے۔قرآن پاک کے علاوہ باقی الہامی کتابیں اپنی اصل زبان میں نہ ہونے کی وجہ سے اختلافات کا شکار ہوگئی ہیں جبکہ قرآن اپنی اصل الفاظ، حالت اور زبان میں ہمارے پاس موجود ہے جس سے تمام انسان فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اُٹھا سکتے ہیں ۔

☆ اسلام اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا نظام ہے جو کہ اس قدر عظیم کائنات میں نافذ ہے جس کا تصور کرنا اور احاطہ عقل میں لانا کسی سائنسدان اور مفکر کا کام نہیں ہوسکتا کیونکہ اُن کی عقل کروڑوں انسانوں سے تو عظیم ہوسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم اور کائنات کے مقابلے میں بہت ہی کمزور اور عاجز ہے ۔

☆ **کائنات** کی جس بھی چیز کے اندر اسلام یعنی سلامتی امن اور سکون ہوتا ہے اس کو مسلم کہتے ہیں خواہ اس چیز کا تعلق کسی بھی انسان، معاشرے، قوم اور ملک سے ہو لیکن وہ مسلم ہی کہلائے گی ۔

اسلام کا مادہ: س ل م

اسلام کے لغوی معنی: سلامتی ، امن ، سکون، تحفظ، حفاظت، تابعداری کرنا ، فرمانبرداری کرنا

اسلام کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات وقوانین کی پیروی کرنا یعنی اُن پر عمل کرنا۔ اللہ کے دین یعنی اسلام کے مطابق

زندگی گزارنا اسلام وہی دین ہے جس کا حکم النساء 4، 152/163 اور سورہ شوریٰ 13:42 میں نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور نبی پاک ﷺ کو دیا گیا ہے۔

اسلام کی ضد اور جوڑا: کفر،

اسلام کے مشتقات: یعنی س ل م سے بننے والے دیگر الفاظ مسلم، مسلمان، مسلمین۔ سلیم۔ اسلم۔ سلام وغیرہ وغیرہ۔

☆ خیال رہے کہ مسلم، مسلمان اور مسلمین وہ انسان ہوتے ہیں جن کے اندر سلامتی امن اور سکون والی صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہوں۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے سے یعنی پیدائشی مسلمان اور نسلی مسلمان ہونے سے حقیقی طور پر دنیا کا کوئی بھی انسان مسلمان نہیں ہوسکتا اور اگر ہوسکتا ہے تو وہ صرف برائے نام مسلمان ہوتا ہے کیونکہ دنیا کی ہر مادی اور غیر مادی چیز ہمیشہ اپنی خصوصیات سے پہچانی اور جانی جاتی ہے صرف نام سے ہرگز نہیں۔

اسلام کی ماسٹر آیت

{اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف}(آل عمران 19:3)

''اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ یقیناً اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔''

{اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O}(البقرہ 62:2)

''نجات کسی خاص قوم کے لیے نہیں، خواہ وہ مسلمانوں کی قوم ہو، خواہ یہودیوں کی ہو خواہ عیسائیوں کی ہو۔ آخرت میں تو نجات صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ ایسے لوگ ہی اپنے رب کے ہاں اجر پائیں گے اور اُن کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ لوگ غمگین ہوں گے۔''

اہلِ کتاب کا دعویٰ اور اللہ تعالیٰ کا جوابِ دعویٰ

{وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْداً اَوْ نَصٰرٰی ط تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ ط قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ}(البقرہ 111:2)

''اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے یا عیسائی جائیں گے یہ ان کی اپنی آرزوئیں ہیں۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیں کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر یہی مضمون ان الفاظ میں آیا ہے:

{بَلٰی ق مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ ص وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ}

(البقرہ 112:02)

”حقیقت یہ ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا یعنی اس کے احکامات وقوانین کی پیروی کرتے رہے اور وہ نیک بھی ہو تو وہ اپنے رب کے ہاں ضرور اجر پائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔“

دنیا میں موجودہ مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھ کر ہی
شاعرِ مشرق علامہ اقبال کو اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرنا پڑا

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو!
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

اللہ اور قرآن

موجودہ زمانے میں قرآن اللہ کی واحد
ایسی کتاب ہے جو اپنے اصل الفاظ اور ہدایت
کے ساتھ موجود ہے

لہٰذا

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

''اللہ اور قرآن ؟ انسان اور ہدایت''

☆ فطرت کے بے شمار قوانین میں سے ایک قانون یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز کی پہچان اس کے نام، صفات، آیات اور خصوصیات سے ہوتی ہے لہٰذا دنیا کی تمام نباتات جمادات اور حیوانات کی پہچان بھی ان کے نام اور صفات سے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر چیز کا نام اور صفات یعنی خصوصیات الگ الگ ہوتی ہیں اسی قانون کے تحت ہم اللہ کی بھی پہچان کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کو بھی ہم اُس کے ایک ذاتی نام یعنی اللہ اور اُس کی ننانوے صفات یعنی خصوصیات سے پہچانتے ہیں

۔

کائنات کا دوسرا قانون یہ ہے کہ ہر چیز کا جوڑا اور ضد ہوتی ہے جیسے رات کا جوڑا اور ضد دن، سفید کا کالا، مرد اور عورت بکری اور بکرا اور شیر اور شیرنی وغیرہ وغیرہ۔

☆ خیال رہے کہ اللہ نہ تو مؤنث ہے اور نہ ہی اس کا کوئی جوڑا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ضد ہے بلکہ وہ مکمل طور پر واحد اور اکیلا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس چیز کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت سے ہو اُس کو توحید کہتے ہیں۔

اللہ کا لفظ دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ال + اِلٰہ = اللہ

ال کے معنی خاص کے بھی ہوتے ہیں اور تمام یعنی مکمل کے بھی ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ال کے دو معنی ہوتے ہیں

1۔ خاص 2۔ تمام اور مکمل

لیکن یہاں پر مراد خاص ہے۔

☆ اِلٰہ کے معنی معبود کے ہوتے ہیں یعنی ایسا معبود جو خاص ہو یعنی جس کی کوئی مثال نہ ہو جو انسان کی عقل اور شعور سے بالاتر ہو یعنی پوری کائنات کو بنانے والا اور چلانے والا ہو

☆ قرآن کے مصنف یعنی اللہ کا لفظ قرآن پاک میں 2697 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اللہ کا لفظ مکمل طور پر واحد ہے اس لفظ کا نہ تو کوئی تثنیہ ہے اور نہ ہی جمع ہے۔

☆ اس وقت دنیا میں کروڑوں کتابیں چھپ چکی ہیں جن سے فائدہ اٹھاتے اٹھاتے انسان نے جدید ترقی کی ہے کیونکہ ہر کتاب ہمیں علم وحکمت کے راز بتاتی ہے لیکن یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ ہر کتاب کی اہمیت اور معیار کا تعلق اس کے مصنف سے ہوتا ہے کیونکہ مصنف کا نام، تعلیم، علم اور اختیارات کو سامنے رکھ کر ہی اس کتاب کی اہمیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی کتاب خریدنے سے پہلے قاری ہمیشہ اس کے مصنف کا نام، تعارف اور فہرست مضامین کو پڑھ کر کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگا لیتا ہے۔

☆ قرآن کا مصنف اللہ تعالیٰ ہے یہ وہی اللہ ہے جس کی عظمت و وسعت کا اندازہ لگانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ انسان کا علم اور عقل بہت ہی محدود ہے جبکہ اللہ کی ذات وصفات لامحدود ہیں اس لیے ایک محدود چیز کسی لامحدود چیز کا احاطہ کیسے کرسکتی ہے۔

☆ جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے کہ اللہ نے انسان کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں ان تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت الہامی کتابیں ہیں۔ کیونکہ یہ انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے راز بتاتی ہیں تاکہ انسان اچھی سے اچھی زندگی گزار کر اپنی دوسری زندگی میں بھی کامیابی حاصل کر سکے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں سے بہت تھوڑا سا علم قرآن میں نازل کر دیا ہے تاکہ انسان ہدایت حاصل کر سکے اور وہ بھٹکنے نہ پائے۔

☆ حیرانی اور تعجب کے ساتھ ساتھ خوشی کی بات یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کی ہدایت دینے کے بعد انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی بھی دے دی ہے اور اس پر کوئی زبردستی اور مجبوری نہیں رکھی۔

اللہ نے قرآن پاک میں لکھ کر انسان کو صاف صاف الفاظ میں یہ بتا دیا ہے کہ

{وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ} (الکہف 18:29)

''اور آپ اعلان کر دیں کہ تمہارے رب کی طرف سے الحق، یعنی قرآنِ عظیم آچکا ہے لہٰذا جس کا دل چاہے اسے تسلیم کرے اور جس کا دل چاہے اسے ماننے سے انکار کر دے''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرما دیا:

{اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا O} (الدھر 76:3)

''یقیناً ہم نے تمہیں سیدھے راستے (یعنی صراطِ مستقیم) کی طرف ہدایت کر دی ہے، اب تم اس پر چل کر استفادہ حاصل کرو اور میرا شکر ادا کرو یا اس پر چلنے سے انکار کر دو''۔

{اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ O} (البقرہ 2:147)

''یہ تمہارے رب کا مکمل حق اور سچ ہے پھر تم شک کرنے والوں میں سے مت ہو جانا''

☆ قرآن پاک میں 114 سورتیں ہیں اور ہر سورت میں کئی کئی آیات ہیں چھوٹی سے چھوٹی سورت میں تین آیات اور سب سے بڑی سورت میں 286 آیات ہیں۔ قرآن میں تقریباً سات سو مقامات پر انسان کو صلوٰۃ یعنی نماز کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن میں 13 غزوات کو بھی بیان کیا گیا ہے اور 14 سجدوں کا ذکر ہے۔ مزید برآں قرآن میں

26 پیغمبروں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں تا کہ انسان ان سے کوئی سبق سیکھے۔

☆ قرآن کا نزول تقریباً 23 سال میں مکمل ہوا لیکن قرآن کے اعراب 43ھ میں حجاج بن یوسف نے لگوائے۔

اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ قرآن میں بے شمار احکامات و قوانین کو بیان کیا گیا ہے لیکن ان تمام احکامات سے زیادہ انسان کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرے گو اس کی ابتدا صلوٰۃ یعنی پڑھنے سے شروع ہوتی ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ اس کو قائم کیا جائے اور اس کے تقاضوں کے ساتھ قائم کیا جائے جن کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے تعداد کے لحاظ سے یہ 28 تقاضے بنتے ہیں۔ جن کو صلوٰۃ کی آیات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

☆ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم صلوٰۃ کو یعنی نماز کو قائم کرنے کی بجائے صرف زبانی پڑھ کر ہی گزارہ کرتے ہیں اور صلوٰۃ کو قائم کرنے کا سوچتے ہی نہیں بلکہ پڑھتے پڑھتے قبروں میں چلے جاتے ہیں لیکن اللہ کے حکم کے مطابق صلوٰۃ کو یعنی نماز کو قائم نہیں کر سکتے اور پھر اللہ سے شکوے کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے کے مسلمان ذلیل و خوار ہو رہے ہیں ورنہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ کے احکامات و قوانین کو ماننے والا انسان یا قوم ذلیل و خوار ہو یا مقروض ہو۔

قرآن مجید کے 43 صفاتی نام

دنیا کی تمام کتابوں میں سے قرآن پاک ایک ایسی عظیم ترین کتاب ہے کہ جس کا مصنف انسان کی عقل و فہم سے اس قدر بالا تر اور بلند ہے کہ وہ اُس کو سمجھنے سے عاجز ہے اور اُس کے دائرہ اختیار کو بھی سمجھنے سے مجبور ہے۔ جس طرح وہ پاک ذات بے مثل اور بے مثال ہے اسی طرح اُس کی کتاب بھی بے مثال اور لا جواب ہے جس کی وجہ سے لوگ صدیوں سے اُس سے ایسی راہنمائی حاصل کر رہے ہیں جو اور کسی کتاب سے حاصل نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اس کتاب کا ایک ذاتی نام قرآن ہے اور دیگر 43 صفاتی نام ہیں جن کو آیات کے حوالہ جات سے پیش کیا جا رہا ہے:

نمبر شمار	قرآن پاک اور دیگر ناموں کے معنی	حوالہ
1۔	**قرآن**	التوبہ 111:9

لغوی معنی: سب سے زیادہ پڑھنے والی کتاب، بار بار پڑھنے والی کتاب

2۔ **احسن الحدیث** ..... الزمر 23:39

لغوی معنی: بہترین کلام، عمدہ کتاب، اعلیٰ بات

3۔ **الامر** ..... الطلاق 5

لغوی معنی: اس کے معنی حکم کے ہوتے ہیں کیونکہ اس میں احکامات ہیں

4۔ **البرہان** ..... النساء 174

لغوی معنی: اس کے معنی مضبوط اور روشن دلیل کے ہوتے ہیں یعنی ہر حال میں سچی دلیل دینا اور ہر سوال کا جواب دینا

5۔ **بشریٰ** ..... النحل 89

لغوی معنی: قرآن مجید کا ایک نام ہے جس کے معنی خوشخبری کے ہوتے ہیں یعنی جنت کی بشارت دینے والی کتاب

6۔ **بشیر** ..... حم السجدہ 3-4

لغوی معنی: بشارت دینے والا یعنی جنت کی خوشخبری دینے والا

7۔ **بصائر** ..... الجاثیہ 20

لغوی معنی: سوچ بوجھ، علم کی روشنی، کھلی حقیقت۔ یہ لفظ بصیرت کی جمع ہے

8۔ **بلاغ** ..... ابراہیم 52:14

لغوی معنی: ایسا پیغام جو منزل مقصود تک پہنچائے

9۔ **بیان** ..... آل عمران 138:3

لغوی معنی: اس کا مطلب ہے اظہارِ حقیقت، کسی چیز کا کھل کر سامنے آنا، واضح ہوجانا، صاف ہونا یا کرنا

10۔ **بینہ** ..... الانعام 156-157

قرآن مجید کی اس صفت کے معنی ہیں واضح حقیقت اور روشن دلیل کے ہیں جو عقلی اعتبار سے اور محسوس طور پر واضح ہو۔

11۔ **تبیان** ..... النحل 89:16

قرآن مجید کا ایک نام تبیان بھی ہے جس کے معنی ہیں واضح اور مفصل طور پر بیان کرنا۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک میں ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔

12۔ **تذکرہ** ..... الحاقۃ 48

یہ بھی قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ہے جس کے معنی ہیں یاد دلانا، یاد دہانی کرانا۔ قرآن مجید ان معنوں میں تذکرہ ہے کہ ہمیں ہماری اصل فطرت، منزل اور توحید کی یاد دہانی کراتا ہے تاکہ ہمارا ضمیر جاگ سکے۔

13۔ **تنزیل** ..... الشعراء 192

قرآن مجید کا ایک نام تنزیل بھی ہے۔ جس کے معنی نازل کرنا، نازل شدہ، اُتارا ہوا۔ قرآن مجید کو اس لئے تنزیل کہا گیا ہے کیونکہ وہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے۔

14۔ **حق** ..... الزخرف 28-29

اس پاک کلام کی ایک صفت حق بھی ہے حق کے معنی ہیں ایسی بات جو ثابت ہو، اٹل ہو، اور قائم و باقی رہنے والی ہو کیونکہ اس کی ہر دلیل سچی اور دعویٰ پر مبنی ہے۔

15۔ **حکم** ..... الرعد 37

قرآن مجید کا ایک نام ''حکم'' بھی ہے جس کے معنی ہیں فیصلہ، ماخذ قانون اور ضابطہ حیات۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''حکم'' ہے کہ یہ انسانی زندگی کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے ہر قسم کے معاملات کے لئے ماخذ قانون اور بہترین فیصلہ ہے۔

16۔ **حکمت** ..... القمر 4-5

اس عظیم کتاب کی ایک صفت حکمت ہے جس کے معنی ہیں دانائی، محکم بات، دانشمندانہ بات اور فیصلے میں عدل و انصاف کا خیال رکھنا۔

17۔ **حکیم** ..... یٰسین 1-2

یہ کتاب حکیم بھی ہے جس کے معنی ہیں دانا، عقل و دانش سے بھرپور حکمت سے بھرا ہوا۔ یہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ بھی ہے

18۔ **ذکر** ..... الحجر 9

ایک صفاتی نام ذکر ہے جس کے معنی نصیحت، یاد دہانی اور شرف و عزت کے ہیں۔ قرآن مجید کو ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کے لیے نصیحت نامہ اور یاد دہانی ہے۔

19۔ **ذکریٰ** ..... الاعراف

یہ بھی ایک صفت ہے جس کے معنی نصیحت اور یاد دہانی کے ہوتے ہیں

20۔ **رحمت** ..... النحل 89

قرآن پاک کی ایک صفت رحمت ہے جس کے معنی مہربانی، شفقت اور عطیہ کے ہوتے ہیں کیونکہ اس کتاب پر عمل کرنے سے انسان پر رحمت نازل ہوتی ہے۔

21۔ **روح** ..... الشوریٰ 52

قرآن کی ایک صفت روح ہے جس کے معنی زندگی، رحمت اور وحی الٰہی کے ہوتے ہیں کیونکہ اس سے مُردہ دلوں کو تازہ زندگی ملتی ہے۔

22۔ **شفاء** ..... یونس 57

قرآن مجید کی ایک صفت شفاء بھی ہے اس کے معنی کسی مرض پر غالب آنے اور صحت یاب ہونے کے ہیں کیونکہ یہ کتاب انسان کے خیالات اور نفسیات پر اثر ڈالنے کے بعد دل و دماغ اور جسم کو صحت یاب کرتی ہے۔

23۔ **صدق** ..... الزمر 32-33

ایک صفاتی نام الصدق بھی ہے جس کے معنی سچائی اور نیک نامی کے ہوتے ہیں۔ یہ کتاب سراسر سچائی اور صداقت پر مبنی ہے۔

24۔ **عجب** ..... الجن 1

اللہ کی اس کتاب کا ایک نام عجب ہے جس کے معنی ہیں بہت عجیب اور اثر انداز ہونے والا کلام کیونکہ یہ عام انسانی کلام کی طرح کا کلام نہیں ہے۔

25۔ **عربی** ..... ابراہیم 2، الرعد 37

اللہ کی اس کتاب کا نام عربی ہے جس کے معنی ہیں فصیح اور واضح طور پر بیان کرنے والا

26۔ **عزیز** ..... حم السجدہ 41-42

قرآن پاک کا ایک نام عزیز بھی ہے جس کے معنی ہیں زبردست، غالب، عزت والا اور نادر۔ یہ نام اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔

27۔ **عظیم** ..... الحجر 87

اس پاک کلام کا نام عظیم بھی ہے جس کے معنی عظمت والا کے ہوتے ہیں یہ نام اللہ کے اسمائے حسنیٰ سے بھی ہے۔ یعنی اعلیٰ مرتبہ اور عظمت والا کلام

28۔ **علم** ..... الرعد 37

قرآن حمید کی ایک صفت العلم ہے جس کا مطلب ہے ''یقینی علم، جان پہچان، معلومات، حقیقت نفس الامری کا علم، حقیقت و واقعیت کا معلوم ہونا

29۔ **فرقان** ..... الفرقان 1

قرآن مجید کا ایک نام الفرقان ہے جس کے معنی ہیں فرق کرنا، حق و باطل میں فرق اور امتیاز کرنے والا اور فیصلہ کرنے والا۔ اس لحاظ سے یہ کتاب الفرقان ہے

30۔ **کتاب** ..... الانعام 92

قرآن مجید کی ایک صفت الکتاب ہے جس کے معنی ہیں تحریر، ضابطہ، حکم، فرض، قانون، قرآن مجید ان معنوں میں الکتاب ہے کہ یہ ایک مکمل ضابطہ و قانون اور حکمنامہ ہے اور سورتوں کا مجموعہ ہے

31۔ **کریم** ..... الواقعہ 77

اس پاک کتاب کا ایک صفاتی نام الکریم ہے جس کے معنی شرف والا، با وقار اور عزت والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں بھی ہے۔

32۔ **کلامُ اللہ** ..... التوبہ 6

اس عظیم کتاب کی ایک صفت ''کلام اللہ'' ہے جس کے معنی ہیں ''اللہ کی بات'' یا ''اللہ کا قول'' یہ کلام اللہ کا ہے اور کسی انسان یا جن کا کلام نہیں ہے

33۔ **مبارک** ..... الانعام 92

قرآن مجید کی ایک صفت ''مبارک'' بھی ہے جس کے معنی ہیں بابرکت، فیض بخش اضافے والی، ترقی والی، نشو و نما والی۔ کیونکہ انسان جب اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے تو اُس کی روحانی اور مادی زندگی میں ترقی ہوتی ہے۔

34۔ **مبین** ..... یٰسین 69

قرآن کا ایک صفاتی نام ''مبین'' بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں واضح، کھلا، ظاہر۔ کیونکہ قرآن مجید اس لحاظ سے مبین ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کو بالکل واضح اور صاف صاف بیان کرتا ہے۔

35۔ **متشابہ** ..... الزمر 23

قرآن پاک کی ایک صفت متشابہ ہے جس کے معنی ہیں ''باہم ملتا جلتا''، ''تضاد سے پاک''، ''ہم آہنگ۔'' قرآن مجید ان معنوں میں متشابہ ہے کہ اپنی تعلیمات کو ملتے جلتے انداز اور ایسے مختلف طریقوں سے بیان کرتا ہے کہ مضامین میں کسی طرح کا کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔

36۔ **مثانی** ..... الزمر 23

قرآن حمید کا ایک صفاتی نام ''مثانی'' بھی ہے جس کے معنی ہیں جوڑا جوڑ اور دہرائی جانے والے بات۔ کیونکہ اس میں متوازی اور متضاد چیزوں کو بیان کرنے کا طریقہ پایا جاتا ہے جیسا کہ ایک جگہ پر اہل ایمان کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اہل کفار کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسی طرح جنت کے ساتھ دوزخ کا ذکر بھی ملتا ہے لہٰذا یہ کلام مثانی ہے۔

37۔ **مجید** ..... البروج 21-22

قرآن حکیم کا ایک صفاتی نام مجید ہے جس کے معنی ''بزرگی اور برتری والا'' کے ہوتے ہیں یہ نام بھی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

38۔ **مصدق** ..... الانعام 92

قرآن مجید کی ایک صفت مصدق ہونا ہے جس کے معنی ہیں مصدق، تصدیق و تائید کرنے والا کیونکہ یہ کتاب انبیائے سابقین اور پہلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی مصداق ہے یعنی ان کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔

39۔ **موعظت** ..... آل عمران 138

اس عظیم کتاب ایک صفت'' موعظۃ ''بھی ہے جس کے معنی ہیں نصیحت، خیر خواہی اور کسی شخص کو کسی کام کے اچھے اور برے نتائج سے آگاہ کرنا تاکہ وہ نصیحت حاصل کر سکے۔

40۔ **مہیمن** ..... المائدہ 48

قرآن پاک کی ایک صفت مہیمن ہے جس کے معنی ہیں'' نگہبان''، ''محافظ'' یہ لفظ امن سے بنا ہے اور اس میں ہمزہ ھ سے بدل گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے بھی ہے۔ یہ تمام سابقہ کتابوں کی اصل اور بنیادی تعلیمات کا محافظ اور امین ہے۔

41۔ **نذیر** ..... حم السجدہ 3، 4

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام نذیر ہے جس کے معنی ہیں ''خبر دار کرنے والا''، ''خطرے سے ڈرانے والا''۔ یہ لفظ نبی پاک کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے قرآن مجید اس لحاظ سے نظیر ہے کہ وہ انسان کو اس کی بد اعمالیوں کے برے انجام سے خبردار کرتا ہے۔

42۔ **نور** ..... النساء 174

قرآن پاک کا ایک نام ''نور'' بھی ہے جس کے معنی روشنی اور اجالا کے ہوتے ہیں کیونکہ یہ پاک کلام جہالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر انسان کو روشنی میں لاتا ہے۔

43۔ **وحی** ..... النجم 4

قرآن مجید کی ایک صفت وحی ہے جس کے معنی ہیں اشارہ، القاء اور الہام کے ہیں یہ کتاب ان معنوں میں بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ باتوں اور ہدایات کا وہ پیغام ہے جو انسان کو کامیابی سے سرفراز کرتا ہے۔ یہ اور کسی مخلوق کا کلام ہرگز نہیں ہے اور اس کو نبی پاک پر نازل کیا گیا ہے۔

44۔ **ہُدًی** ..... البقرہ 185

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''ھدی'' ہے جس کے معنی ہدایت اور رہنما کے ہوتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور غلط راستوں سے بچاتا ہے تاکہ انسان کامیابیوں سے سرفراز ہو سکے۔

دنیا کے جو بھی لوگ توحید اور انسانیت کے لیے اپنی صلاحیتیں خرچ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا اجر ضرور پائیں گے۔

اے راہِ حق کے شہیدو، وفا کی تصویرو!
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں!

تصریف آیات

اور

تصریف الفاظ

تصریف آیات: ایک ہی آیت اوربات کو بار بار مختلف انداز اور طریقے سے بیان کرنے کوتصریف آیات کہتے ہیں

۔

تصریف الفاظ: ایک ہی لفظ کو بار بار مختلف انداز اورطریقے سے بیان کرنا تاکہ انسان کو آیات اور الفاظ کی مکمل حقیقت سمجھ آجائے۔

یہ طریقہ صرف اورصرف قرآن پاک میں ہی اختیار کیا گیا ہے اورکسی بھی کتاب میں نہیں ہے۔

''قرآن اور آیات ؟ اللہ کی نشانیاں''

☆ یہ ایک حتمی اور مکمل حقیقت ہے کہ اس کائنات اور دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں یعنی تمام نباتات، جمادات اور حیوانات ! ان سب کی اپنی اپنی آیات یعنی نشانیاں ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر اور پہچان کر انسان اُس چیز کی شناخت کر سکتا ہے جس طرح دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا نشان نظر آتا ہے اور بادلوں کو دیکھ کر بارش کے آثار نظر آتے ہیں اسی طرح ہر چیز کی چند نشانیاں تو ضرور ہوتی ہے لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ اپنی کم علمی کی وجہ سے کوئی انسان کسی چیز کو سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔ جدید سائنس نے مختلف آیات یعنی نشانیوں کی بنیاد پر ہی بے شمار دنیا کے حقائق کو دریافت کیا ہے اور ترقی کی ہے یہ سب کچھ تحقیق یعنی ریسرچ کے ذریعے ہوتا ہے۔

☆ **اللہ** تعالیٰ جو کہ اس پوری کائنات کا خالق، مالک اور نشوونما کرنے والا ہے اس نے بھی اپنی تمام آیات کو قرآن پاک میں اس طریقے سے بیان کیا ہے کہ جس سے اس ذات کا علم بھی حاصل ہوتا ہے اور ہمیں پہچان بھی ہوتی ہے۔ مزید برآں ہمیں اپنی آفاق یعنی کائنات اور اپنی ذات کے تمام ان حقائق کا علم ہوتا ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

☆ **خیال** رہے کہ یہ حقائق انہی لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جو الہامی کتابوں کو پڑھتے، سمجھتے اور غور وفکر کرتے ہیں۔ اسی مقصد کو بیان کرنے کے لیے اللہ پاک نے انسان کو جھنجھوڑ کر **افلاتتفکرون، افلاتعقلون** اور **افلایفقھون** کا حکم دیا ہے تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ انسان قرآن پاک سے وہ فائدہ اٹھا سکے کہ وہ دنیا و آخرت کی زندگی میں کامیابی سے سرفراز ہو سکے لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی پوری زندگی اپنے بنیادی حقوق کی بھاگ دوڑ میں ہی گزار دیتے ہیں اور اس عظیم کتاب پر توجہ نہیں دیتے۔

☆ **قرآن پاک** میں تقریباً 6666 آیات ہیں ان آیات کا تیسرا حصہ توحید پر مشتمل ہے اور تیسرا حصہ رسالت سے تعلق رکھتا ہے اور تیسرے حصے کا تعلق ہی آخرت سے ہے۔ قرآن میں علم وحکمت کے وہ خزانے ہیں کہ اس میں تمام جدید علوم کے وہ کوڈز یعنی نشانات ملتے ہیں جن کی روشنی میں انسان بے پناہ ترقی کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو ام الکتاب یعنی تمام کتابوں کی ماں بھی کہا جاتا ہے۔

☆ **قرآن پاک** کا حتمی اور حقیقی ترجمہ کسی زبان میں ہو ہی نہیں سکتا۔ پانچ ہزار سال پرانی زبان ہونے کی وجہ سے ایک تو ذخیرہ الفاظ بہت زیادہ ہے دوسرا قرآن کے الفاظ فصیح اور بلیغ ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن کا بنیادی لفظ ایک مادے سے بنتا ہے جس کے تین لفظ ہوتے ہیں اور پھر ان تین لفظوں سے تقریباً سوا لفاظ بن جاتے ہیں۔

☆ خیال رہے کہ عقل وفہم کے بے شمار درجات یعنی درجے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی آیت کو مختلف انسان مختلف۔ لغوی معنی، اصطلاحی معنی اور مختلف اندازِ نظر سے سمجھتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر سب ہی ٹھیک

ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن صلوٰۃ قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ وقت پر پڑھنا ہی قائم کرنا ہوتا ہے جبکہ کچھ زیادہ پڑھے لکھے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے ہی نماز قائم ہوتی ہے یعنی برائیوں سے بچاؤ اور نیک کام کرنا۔

کتاب الٰہی کو پڑھتے ہی پڑھتے
دو عالم میں تیرے نشاں پا گیا ہوں

فدا حسین شاہ

توحید پر غور و فکر کرنے سے انسان کے اندر
ایسی ایسی صلاحیتیں اور خصوصیات پیدا ہوتی ہیں
جن کا اندازہ وہ خود بھی نہیں کر سکتا۔

اسلام کی سزائیں

حقیقت یہ ہے کہ

اسلام کی سزائیں صرف اسلامی نظامِ حکومت
میں ہی ہوتی ہیں لیکن اگر کسی ملک کا
نظام اسلامی نہیں ہے تو پھر وہاں پر

اسلام کی سزائیں نہیں ہوتیں۔

قرآن کے قابل غور حقائق ؟ سوچ کا مقام‘‘

1۔ انسان سے انسان کا تعلق رکھنے والی یعنی معاملات والی آیات 5200 ہیں۔

2۔ انسان اور کائنات سے تعلق رکھنے والی آیات آیات 756

3۔ قرآن میں انسان اور اللہ کے رسول کی آیات 200 آیات

ہم مندرجہ بالا آیات پر غور وفکر کرنے سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے انسان کے تعلقات اور معاملات یعنی حقوق العباد کو کس قدر اہمیت دی ہے۔

اللہ اور توحید کی ماسٹر آیت

{اَفِی اللّٰہِ شَکٌ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضِ} (ابراہیم **10:14**)

’’کیا اللہ کی ذات کے بارے میں بھی کوئی شک ہوسکتا ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے‘‘

اللہ اور قرآن کے بارے میں دنیا کے اکثر مفکرین کے خیالات مثبت اور تعمیری ہیں لیکن فرانس کے ایک عظیم مفکر والٹیئر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر خدا نہیں ہے تو پھر بھی ہمیں ایک خدا بنانا پڑے گا کیونکہ اس کے بغیر زندگی کے مسائل حل نہیں ہوتے۔

چند ایک توحید کی آیات جن پر غور وفکر کرنے سے انسان اللہ کی ذات اور صفات کو زیادہ سمجھ سکتا ہے

البقرہ 21:2، 22، 28، 117، 212؛ الانعام 2:6، 14، 45، 96؛ الاعراف 11:7، 54، 57، 158؛ التوبہ 116:9؛ یونس 22:10؛ الرعد 13:3؛ النحل 28:16، 23، 26، 28، 66، 68، 69، 81؛ الانبیا 30:21، 31؛ النور 10:24، 14، 20، 21، 27، 73؛ الفرقان 61:25؛ الحدید 21:57؛ التغابن 17:64؛ الملک 2:67، 20؛ المعارج 40:70-41 الدھر 28:76۔

ایسے علم کا کیا فائدہ جو صاحبِ علم کو سکون نہ دے سکے اور نہ ہی اس کی ضروریات پوری کر سکے۔ ایسے علم سے نجات کی دعا کرنی چاہیے۔

واصف علی واصف

انسان کے لیے
اللہ تعالیٰ کے تین عظیم ترین
''کلمات، سوالات اور قوانین''

①: اَفَلَاتَتَفَکَّرُوْنَ؟ ''تم اپنی سوچ سے کام کیوں نہیں لیتے؟''

''فکر'' یعنی سوچنے کے لفظ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں 343 مرتبہ استعمال کیا ہے۔

②: اَفَلَاتَعْلَمُوْنَ؟ ''تم علم حاصل کیوں نہیں کرتے؟''
اللہ تعالیٰ نے ہمیں 855 مرتبہ علم حاصل کرنے کی تاکید کی ہے۔

③: اَفَلَاتَعْقِلُوْنَ؟ ''تم اپنی عقل کو استعمال کیوں نہیں کرتے؟''
ہمیں 49 مرتبہ اپنی عقل یعنی سمجھ بوجھ کو استعمال کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

نوٹ:

①: اگر ہم ریسرچ کریں یعنی تحقیق کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ دنیا میں ہمیشہ وہی انسان اور ملک ترقی کرتا ہے اور کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی مندرجہ بالا ہدایات اور قوانین پر عمل کرتا ہے۔

②: خالق کائنات کے حکم کے مطابق اگر پھر بھی کوئی اپنے علم، عقل اور سوچ کو استعمال نہیں کرتا تو پھر اُس سے بڑا بدقسمت اور کون ہوگا؟

کیا ہمارے لیے اللہ کافی نہیں؟

قرآن سے مندرجہ ذیل الفاظ اور آیات کو سمجھنے کے بعد پھر آپ اپنے ہی دل سے فیصلہ کریں کہ کوئی انسان مندرجہ ذیل خوبیوں کا مالک ہوسکتا ہے؟

1۔غوثِ اعظم : سب سے بڑا فریاد سننے والا

''کون ہے جو بے قرار کی دُعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے! کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی اِلٰہ بھی ہے؟'' (النمل 62:27)

2۔داتا : سب کچھ دینے والا۔

''بے شک اللہ بڑا دینے والا ہے۔'' (القرآن)

''جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، جسے چاہتا بیٹے اور بیٹیاں مِلا جُلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ رکھ دیتا ہے، وہ تو جاننے والا اور قُدرت والا ہے۔'' (الشوریٰ 42:49-50)

3۔غریب نواز : غریبوں کو نوازنے والا

''اے لوگو! تم سب اللہ کے دَر کے فقیر ہو، اور اللہ تو غنی وحمید ہے۔'' (فاطر 15:35)

4۔مُشکل کُشا : تمام مشکلیں حل کرنے والا

''اگر تمہیں اللہ کسی مُشکل میں ڈال دے تو اس کے سوا اس کو کوئی دُور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تمہیں کسی خیر سے نوازنا چاہے بغیر تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الانعام 17:6)

5۔گنج بخش: خزانے بخشنے والا

''اور زمین وآسمان کے خزانے اللہ ہی کے لیے ہیں۔'' (منافقون 7:63)

''اللہ تعالیٰ جسے چاہے بِلا حساب رِزق دیتا ہے۔'' (آلِ عمران 37:3)

6۔دستگیر : مصیبت کے وقت تھامنے والا

''قرآن اور قوم ؟ ایک رشتہ''

☆ قوم عربی کا لفظ ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو کئی مرتبہ استعمال کیا ہے۔خیال رہے کہ لفظ قوم سے مراد اردو زبان میں پوری قوم اور پورا ملک لیا جاتا ہے لیکن عربی زبان میں لفظ قوم سے مراد ایک انسان سے لے کر لاکھوں اور کروڑوں انسانوں تک ہوتی ہے۔یعنی کہ ایک انسان اور ایک پورا ملک بھی قوم میں شامل ہوتا ہے۔

☆ قرآن میں 5 ہزار سال پرانی قوموں سے لے کر آج تک تمام قوموں کا ذکر کیا گیا ہے اور انسان کو اُن کی مختلف مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے اور بار بار سمجھایا گیا ہے تاکہ ہر قوم اپنی اپنی اصلاح کر کے اور اس قدر کوشش کرے کہ دنیا اور آخرت میں کامیابی سے سرفراز ہو سکے۔

☆ یہاں پر خالقِ کائنات نے ہر قوم یعنی ہر انسان اور ہر ملک کو یہ قانون بتا رہا ہے کہ اگر تم نے ترقی کرنی ہے تو پھر اپنی کوشش اور محنت سے خود اپنی حالت کو تبدیل کرو کیونکہ جو خود نہیں بدلنا چاہے اللہ تعالیٰ اُن کی حالت

ہرگز نہیں بدلتا جو کہ اس عظیم ذات کا قانون ہے۔ جیسا کہ سورہ الرعد میں بیان کیا گیا ہے۔

{اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ}(الرعد 11:13)

"اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ اللہ کسی بھی قوم یعنی انسان یا ملک کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ انسان یا قوم خود اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔"

☆ کسی قوم کی قیادت کرنے کے لیے قرآن پر بہت گہری تحقیق اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام وہ مفکرین اور دانشور ہی کر سکتے ہیں جن کی سائنس اور قرآن پر گہری نظر ہو کیونکہ قوم کی قیادت کرنا ایک عام مولوی یا عالم کے بس کی بات نہیں۔ اسی لیے علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

قوم کیا چیز ہے؟ قوموں کی امامت کیا ہے؟
اس کو کیا سمجھے، بے چارے یہ دو رکعت کے امام

---

30 پاروں کے نام اور معنی

1۔ الم یہ حرفِ مقطعات ہے

حروفِ مقطعات: ان میں وہ الفاظ شامل ہیں جن کے معنی واضح نہیں ہوتے لیکن علما حضرات نے حروف مقطعات سے مراد دو معنی لیے ہوئے ہیں:

الف۔ اُس زمانے میں عرب شعراء اور خطیب اپنے کلام سنانے سے پہلے بلند آواز میں کچھ بے معنی الفاظ پکارتے تھے تاکہ لوگ اُن کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

ب۔ یہ عرب لوگوں کے لیے ایک چیلنج تھا اور ابھی تک ہے کہ وہ قرآن پاک جیسے الفاظ اور آیات نہیں بنا سکتے حالانکہ یہ تمہاری اپنی زبان اور الفاظ ہیں۔

2۔ سیقول ..... عنقریب وہ کہہ دیں گے
3۔ تلک الرسل ..... وہ رسول
4۔ لن تنالو ..... ہرگز نہیں تم پہنچو گے
5۔ والمحصنت ..... اور شادی شدہ عورتیں
6۔ لا یحب اللہ ..... اللہ محبت نہیں کرتا، پسند نہیں کرتا
7۔ واذا سمعو ..... اور جب وہ سنتے ہیں
8۔ ولو اننا ..... اور اگر یہ کہ ہم
9۔ قال الملا ..... سرداروں نے کہا
10۔ واعلموا ..... اور تم علم رکھو یعنی جان لو

11۔ یعتذرون ..... وہ بہانے بنائیں گے
12۔ ومامن دآبۃ ..... اورنہیں کوئی بھی جاندار
13۔ ومآابری ..... اورنہیں میں بےقصور کہتا
14۔ ربما ..... کبھی کبھی، اکثر اوقات
15۔ سبحان الذی ..... پاک ہے وہ ذات جس نے
16۔ قال الم ..... اُس نے کہا کیا نہیں؟
17۔ اقترب للناس ..... قریب ہے لوگوں کے لیے
18۔ قدافلح ..... یقینا وہ فلاح پا گئے یعنی دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گئے
19۔ وقال الذین ..... کہا انہوں نے، کہا اُن لوگوں نے
20۔ امن خلق ..... بھلا کس نے پیدا کیا
21۔ اتل ما اوحی ..... تو پڑھ جو کچھ وحی کیا گیا
22۔ ومن یقنت ..... اور جو فرماں برداری کرے
23۔ ومالی ..... اور کیا ہے مجھ کو
24۔ فمن اظلم ..... پس کون ہے بڑا ظالم
25۔ الیہ یرد ..... اُس کی طرف لوٹایا جاتا ہے یا لوٹ جاتا ہے
26۔ حم ..... حروف مقطعات میں سے ہے
27۔ قال فما خطبکم ..... اور اُس نے کہا تمہارا کیا معاملہ ہے
28۔ قدسمع اللہ ..... بے شک سن لیا اللہ نے
29۔ تبارک الذی ..... بابرکت ہے جس نے
30۔ عم ..... کس چیز کے بارے میں

فاش می گویم کہ در دل مضمر است
ایں کتابِ نیست چیزے دیگر است

میرے دل کے اندر سے مجھ پر یہ راز ظاہر ہوا ہے کہ یہ قرآن پاک
ایک کتاب ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی اور کوئی چیز ہے۔

زمان و مکاں سے بے نیاز ہو کر خالقِ کون و مکاں کی تسبیح کرنے والے ہی حقیقی معنوں میں خلافتِ الٰہیہ کے حقدار کہلا سکتے ہیں (واصف علی واصفؒ)

سورتوں کی ترتیب، نام اور معنی

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں 114 سورتوں اور 6666 آیات کے ذریعے اپنی توحید اور قدرت کو بیان کیا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح انسان ہدایت حاصل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی زندگی کو کامیاب بنا سکے۔ تمام سورتوں کے نام نمبر اور معنی بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ ہمیں اُن کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

سورت کا نام	معنی	سورت کا نام	معنی
1۔ فاتحہ	ابتدا، آغاز	2۔ بقرہ	گائے
3۔ عمران	موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاندان بنی اسرائیل کا ایک خاندان	4۔ نساء	عورتیں
5۔ مائدہ	دسترخوان اور اُس کے اوپر کھانے کی تمام نعمتیں	6۔ انعام	جانور، چوپائے
7۔ اعراف	جنت اور دوزخ کے درمیان والی جگہ	8۔ انفال	مالِ غنیمت
9۔ توبہ	رجوع کرنا، توجہ دینا	10۔ یونس	ایک نبی کا نام
11۔ ھود	ایک نبی کا نام	12۔ یوسف	ایک نبی کا نام
13۔ رعد	بادل کا گرجنا	14۔ ابراہیم	ایک نبی کا نام
15۔ حجر	عرب کے علاقے کا نام	16۔ نحل	شہد کی مکھی
17۔ بنی اسرائیل	یعقوب علیہ السلام کا خاندان، اللہ کے بندے	18۔ کہف	غار
19۔ مریم	عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ	20۔ طٰہٰ	حروفِ مقطعات میں سے ایک
21۔ انبیاء	نبی کی جمع، خبریں دینے والا	22۔ حج	ارادہ کرنا، اللہ کے گھر جا کر عبادت کرنا
23۔ مومنون	مومن کی جمع، تسلیم کرنے والے، ایمان والے، ماننے والا	24۔ نور	ظاہر اور باطن کی روشنی
25۔ فرقان	حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والا	26۔ شعراء	شاعر کی جمع
27۔ نمل	چیونٹی	28۔ قصص	کہانیاں، قصے، واقعات
29۔ عنکبوت	مکڑی کا جال	30۔ روم	یورپ کا ایک شہر

31۔لقمان	عرب کے ایک دانشور کا نام	32۔ سجدہ	جھکنا، سجدہ کرنا
33۔احزاب	گروپ، فرقے، گروہ	34۔ سبا	یمن کا ایک علاقہ
35۔فاطر	کچھ بھی نہ ہونے کے باوجود کسی چیز کو بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ	36۔یٰسین	حروف مقطعات
37۔صفات	صف باندھے ہوئے	38۔ص	حرف مقطعات
39۔الزمر	گروپ، جماعت	40۔مومن	ایمان والا، ماننے والا
41۔حم سجدہ	سجدہ کرنا، جھک جانا	42۔الشوریٰ	مشورہ کرنا
43۔زخرف	زیور، سونا،	44۔دخان	دھواں
45۔جاثیہ	گھٹنوں کے بل گرے ہوئے	46۔احقاف	عرب کا ایک علاقہ
47۔محمد	نبی پاک ﷺ، آخری رسول	48۔فتح	فتح حاصل کرنا، کامیابی
49۔حجرات	حجرے کی جمع، کمرے	50۔ق	حروفِ مقطعات
51۔ذاریٰت	ہوائیں	52۔طور	پہاڑ کا نام
53۔نجم	ستارہ، ستارے	54۔قمر	چاند، ایک بڑا سیارہ
55۔رحمن	مسلسل رحم کرنے والا، یعنی اللہ تعالیٰ	56۔واقعہ	حادثہ
57۔حدید	ہر قسم کا لوہا	58۔مجادلہ	جھگڑا، بحث مباحثہ
59۔حشر	جمع ہونے کا دن	60۔ممتحنہ	امتحان لینے والی
61۔صف	لائن، قطار	62۔جمعہ	عبادت کا دن
63۔منافقون	منافق، منافقت	64۔تغابن	ہار اور جیت کا دن
65۔طلاق	مرد اور عورت کا نکاح کے بعد الگ الگ ہونا	66۔تحریم	آرام کرنا
67۔ملک	بادشاہی	68۔قلم	علم کا ذریعہ
69۔حاقہ	حق ہونے والی حقیقت	70۔معارج	سیڑھیاں، درجے
71۔نوح	ایک نبی کا نام	72۔جن	پوشیدہ چیز، پوشیدہ مخلوق
73۔مزمل	چادر میں لپٹا ہوا	74۔مدثر	کمبل میں لپٹا ہوا

75۔قیامہ قیامت
76۔دہر زمانہ
77۔مرسلت آہستہ چلنے والی ہوائیں
78۔نبا خبر
79۔نزعت جھگڑے کرنے والے
80۔عبس اس نے ماتھے پر بل ڈالا
81۔تکویر لپیٹنا
82۔انفطار پھٹ جانا، پھٹنا
83۔مطففین ناپ تول میں کمی کرنے والے
84۔انشقاق پھٹنا
85۔بروج برج کی جمع، بڑے ستارے
86۔طارق رات کو آنے والا، کھٹکھٹانے والا
87۔اعلیٰ اچھا، افضل، اعلیٰ
88۔غاشیہ چھاجانے والی
89۔فجر فجر کا وقت
90۔بلد شہر
91۔شمس سورج
92۔لیل رات
93۔ضحیٰ صبح کا وقت
94۔الم نشرح کیا ہم نے نہیں کھول دیا؟
95۔تین انجیر
96۔علق جمع ہوا خون
97۔قدر قدرت، شب قدر
98۔بینۃ واضح یعنی صاف نشانی
99۔زلزال زلزلہ، زمین کا ہلنا
100۔عدیت گھوڑے
101۔قارعہ کھٹکھٹانے والی
102۔تکاثر زیادہ مال کی ہوس
103۔عصر زمانہ، نماز عصر
104۔ہمزۃ عیب لگانے والا
105۔فیل ہاتھی
106۔قریش مکے کے قبیلے کا نام
107۔ماعون معمولی استعمال کی چیز
108۔کوثر حوض کوثر، کثرت، زیادہ چیزیں
109۔کافرون کافر کی جمع، انکار کرنے والا، پردہ ڈالنے والا
110۔نصر مددگار
111۔لہب نبی پاک ﷺ کے چچا کا نام جو اسلام کا دشمن تھا
112۔اخلاص مخلص ہونا، توحید
113۔فلق پو پھٹنا، صبح ہونا
114۔الناس لوگ، تمام دنیا کے انسان

بہتر ہے کہ گناہ نہ کرو، اور اگر گناہ ہو جائے تو پھر کسی انسان کو گواہ نہ بناؤ

واصف علی واصفؒ

غور وفکر کا مقام

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور ہماری زندگی کا بہت قریبی تعلق ہے لیکن ہمیں اس کا احساس اور علم ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور کیوں لکھا ہوا ہے اور اس عظیم ترین کتاب کا مقصد کیا ہے۔

☆ جہالت اور حیرانگی والی بات یہ ہے کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی کتابوں کو تو بڑے سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن کائنات کو بنانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم کتاب کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ سے صبح و شام یہ دعائیں مانگنے میں مصروف رہتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر مقام پر کامیابی عطا فرمائے جبکہ ہم اُس کے احکامات کو ماننے اور اُن پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

☆ مندرجہ بالا وجوہات اور غلط فہمیوں سے ہم قرآن پاک سے وہ فائدے نہیں اٹھا سکے جو ہمیں اٹھانے چاہئے جب کہ ترقی یافتہ قوموں نے اس سے بہت فائدے اٹھائے ہیں لہٰذا ہمیں اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

☆ 1915 میں مصر کے ایک عظیم عالم اور فقہی فرانس گئے وہاں سے واپس آ کر انہوں نے ایک ایسا بیان دیا جس کی آواز ایک سو سال تک دنیا میں گونجتی رہی۔ وہ بیان یہ تھا کہ

''میں نے یورپ میں مسلمان نہیں دیکھے لیکن اسلام ضرور دیکھا ہے
جب کہ مصر میں مسلمان بہت دیکھتا ہوں لیکن اسلام نہیں دیکھتا۔''

☆ آج 2017 میں اگر کوئی انسان موجودہ مسلمانوں کی حالتِ زار پر غور وفکر اور تدبر کرے تو اُس کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا میں سوا بلین مسلمان محکوم، غلام اور محتاج ہو کر اپنی زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ ہم قرآن

اور اسلام سے بہت دور ہیں۔

''قرآن کے الفاظ ؟ حیران کن فصاحت و بلاغت''

☆ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآنِ حمید کے ایک ایک لفظ میں بے پناہ ہدایت اور افادیت ہے لیکن خیال رہے کہ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی انسان یا قوم کسی لفظ کے تمام لغوی معنی اور اصطلاحی معنی کو سمجھ کر اس پر عمل کرے یعنی اس کو اپنی عملی زندگی میں استعمال کرے۔ 2002 کی بات ہے کہ ایک شام میں اپنے گھر کے باہر چہل قدمی کر رہا تھا کہ اتنی دیر میں میری ہی گلی میں رہنے والے کرنل جمیل صاحب آ گئے۔ باتوں ہی باتوں میں قرآن پاک کا ذکر ہونے لگا تو اچانک انہوں نے ایک فقرہ بولا جس نے مجھے حیران کر دیا کہنے لگے کہ قرآن مجید تو بہت بڑی چیز ہے اگر اس کا ایک لفظ بھی انسان کی سمجھ میں آجائے تو پھر اس کی زندگی تبدیل ہوجاتی ہے اس وقت تو مجھے اس بات کا یقین نہ آیا لیکن چند سالوں کی محنت کے بعد مجھے یقین آیا کہ واقعی کرنل صاحب نے سچ کہا تھا۔ وہ اس طرح کہ میری نظر سے **عملو الصلحت** اور **فصلا** کے لفظ گزرے۔

1۔ عمل الصلحت: کا مادہ ص ل ح ہے۔ یہ لفظ ایک ہے لیکن اس کے معنی دو ہیں یعنی اصلاح کرنا اور صلح کرنا۔ مختصر یہ کہ اگر کوئی انسان اسی لفظ پر عمل کرے یعنی کہ اُس کی زندگی میں اپنی اصلاح کی صفت اور صلح کی صفت پیدا ہوجائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ زندگی میں ناکام ہو۔ یہ وہی لفظ ہے جس کی تاکید اللہ پاک نے بے شمار مرتبہ قرآن میں کی ہے۔

2۔ فصلا: اس کے بھی دو معنی ہیں یعنی تفصیل والی کتاب اور فیصلہ کن کتاب۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید نے ہر حقیقت کو تفصیل کے ساتھ بار بار مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ ہر قسم کے انسان کو سمجھ آسکے۔ دوسری صفت اس کتاب کی یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنے والی کتاب ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے بار بار قرآن پاک میں لکھا ہے کہ **وعلی کل شیءقدیر** ..... یہ الگ بات ہے کہ ہماری کم علمی کی وجہ سے ہمیں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو پھر ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات قرآن میں نہیں ہے۔ کیونکہ ہم گہرائی میں جا کر محنت نہیں کرنا چاہتے بلکہ عام مولوی اور علماء حضرات کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے آپ پر قرآن کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔ چند ایک مزید الفاظ ایسے ہیں جن میں سے اگر کسی ایک پر بھی عمل کیا جائے تو انسان کی زندگی میں انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر صلوٰۃ ، جہاد، صبر، شکر، فکر عملو الصلحت ۔ یہ بھی ایک عظیم حقیقت ہے کہ انسان دولت اور غربت دونوں سے ہی تباہی کا شکار ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں انتہا کی ہیں۔ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو دونوں شکلوں میں انسان کی ایسی رہنمائی کرتی ہے یعنی کہ زندگی میں ایسا توازن قائم کرتی ہے جس سے انسان دنیا اور آخرت میں کامیاب سے کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

قرآن مجید کو سمجھنے کی شرائط

قرآن دنیا کی ایک عظیم کتاب ہے جس کو تمام انسان ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس کتاب میں ہر علم کے اُن بنیادی نکات یعنی Fundamental Codes کو بیان کیا گیا ہے جن کی مدد سے محنت کرنے والے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جدید زمانے کے تمام سائنسدان بھی اسی کتاب سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہمیشہ اٹھاتے رہیں گے .....لیکن اس کام کے لئے سخت غور وفکر اور تحقیق کی ضرورت ہے جو کہ ترقی یافتہ ممالک کر رہے ہیں۔

قرآن حکیم کے کسی لفظ یا آیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل اصول وضوابط کا خیال رکھیں۔

1۔توحید کا علم

قرآن کو سمجھنے کے لیے توحید کے علم کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور قرآن کے الفاظ پر غور وفکر کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جس عظیم ذات یعنی مصنف کی کتاب ہم پڑھنے لگے ہیں اُس کی حکومت اور اختیارات کس قدر وسیع ہیں۔ ویسے تو کائنات اس قدر لامحدود ہے لیکن توحید کے علم کو حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم صرف اپنے ہی نظامِ شمسی کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرتے رہا کریں تاکہ توحید کا کچھ نہ کچھ علم ہمارے پاس آسکے۔

2۔تعصب سے نجات

قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے دوسری بڑی شرط یہ ہے کہ انسان تعصب سے نجات حاصل کرے یعنی اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے اپنے دل ودماغ سے اپنے آباؤ اجداد اور معاشرے کی سنی سنائی باتوں کو نکال دے کیونکہ تعصب یعنی پرانے خیالات کی وجہ سے انسان کے علم میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔

3۔لغوی معنی

جس لفظ کو آپ سمجھنا چاہتے ہوں سب سے پہلے اُس لفظ کے تمام لغوی معنوں کو سمجھنے کے لئے غور وفکر کریں مثلاً تقویٰ کے لغوی معنی ڈرنا، بچنا، بچانا، پرہیز گاری، خواہش کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین کی پیروی کرنا۔

4۔اصطلاحی معنی

لغوی معنی سمجھنے کے بعد اُس لفظ کے اصطلاحی معنوں کو دیکھنا چاہیے یعنی جس جگہ وہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں پر اُس سے کیا مراد لی گئی ہے مثلاً صوم کے لغوی معنی رک جانا یا روکنا کے ہوتے ہیں لیکن اصطلاحی طور پر یہ مراد ہے کہ انسان سحری سے لے کر افطاری تک کھانے پینے سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔

5۔اضداد

عام طور پر ہر لفظ کی کوئی نہ کوئی ضد ہوتی ہے اس کو اضداد کہتے ہیں۔ اس سے ہر لفظ کو سمجھنا بہت آسان ہوجاتا ہے جیسے سفید کی ضد کالا اور رات کی ضد دن ہوتا ہے۔

اس حقیقت کا خیال رکھیں کہ آپ اس کتاب کو اتنا ہی سمجھ سکتے ہیں جس قدر آپ کی صلاحیتیں ہوتی ہیں یعنی جس قدر علم، عقل اور فہم وفراست کا اعلیٰ معیار ہوگا اسی قدر آپ کو قرآن سمجھ آئے گا۔لیکن مکمل اور حتمی طور پر کوئی بھی

انسان اس عظیم کتاب کو سمجھنے کا دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا کیونکہ یہ کتاب تمام انسانوں اور تمام زمانوں کی رہنمائی شروع سے کرتی آرہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔ اس لیے کسی بھی ایک انسان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام انسانوں زمانوں کے علوم کو اپنے دل و دماغ میں جمع کر سکے۔ لہٰذا ہمیں اپنے علم کو بڑھانے کے لیے تبادلہ خیال کرنے کا تو حق حاصل ہے لیکن اپنا علم دوسروں پر ٹھونسنے کا حق ہرگز نہیں ہے کیونکہ اپنے علم کی پیروی کرنے کا حق اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دے رکھا ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 36 میں ہر انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ

{وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ}

''اور ایسی بات کے پیچھے نہ لگو یعنی اُس پر عمل نہ کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو یعنی کہ جو بات تمہیں سمجھ میں نہ آتی ہو۔''

مزید برآں ہر انسان کو اپنی اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین پر عمل کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید کی سورۃ التغابن کی آیت نمبر 16 میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

{فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ}

''ہر انسان اسی قدر اللہ کا تقویٰ یعنی اللہ کے احکامات کی پیروی کرے جس قدر اس میں استعداد اور صلاحیتیں ہوں۔''

''حمد باری تعالیٰ ؟ اللہ ایک ہے''

یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار آیات، نشانیاں اور جلوے موجود ہیں جن میں سے کچھ تو ظاہر ہیں اور کچھ پوشیدہ! جب کہ کچھ کا تعلق مادیت سے ہے اور کچھ کا روحانیت سے!

لیکن جب کوئی انسان ذرا غور و فکر، جہاد اور کوشش کرتا ہے تو پھر اُس کو نہ صرف اس دنیا میں بلکہ اپنی ذات کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آجاتے ہیں آپ ذرا مندرجہ ذیل حمد پر غور کر کے تو دیکھیں!

بہت ہیں زمانے میں تیرے ہی جلوے
زمان و مکاں میں ہیں نغمے ہی نغمے
اگر تیری رحمت کے چرچے نہ ہوتے
تو ہم تیری دنیا میں آئے نہ ہوتے
اگر تیری شفقت کے سائے نہ ہوتے
تو ہم تیری چوکھٹ پہ آئے نہ ہوتے
نگاہ جو اٹھائی تو رحمت ملی ہے
نگاہ جو جھکائی تو عظمت ملی ہے
جو اک آنکھ رحمت پہ جا ٹِکی تھی
تو تھی دوسری آنکھ پانی ہی پانی

میں سجدے میں آنکھیں جھکاتا تو کیسے
میں پلکیں زمیں پر بچھاتا تو کیسے
یہاں کون سمجھا ہے حکمت کو تیری
وہاں کون پائے گا عظمت کو تیری
کہ کعبے میں جاکر تمہیں کیا ملا تھا
یہاں جو ملا ہے یہ اُس کا صلہ ہے

زباں پر ہے نام اس کا دل میں سکوں ہے
یہ ایماں کی مستی یہ دیں کا جنوں ہے
سماتا نہیں نور تیرا چمن میں
نہ انساں کے من میں نہ سورج کے تن میں
عمل کی زباں سے ہے جس نے پکارا
وہی دونوں عالم میں ہے پھر تمہارا
زمانے کے تیروں کا کچھ غم نہ کرنا
فقط ایک مولا سے ہے تم کو ڈرنا
فدا اپنی منزل کا ہے وہ مسافر
بھروسہ ہے جس کا تمہاری رضا پر

فدا حسین شاہ

{فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی O} (النجم 55:53)

’’تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں، قدرتوں اور کرشموں کے بارے میں شک اور جھگڑا کرو گے۔‘‘

قرآن کے وضاحت طلب الفاظ

قرآن کے کچھ ایسے الفاظ جن کے عربی اور اُردو میں معنی الگ الگ ہوتے ہیں

عربی الفاظ	عربی معنی	اردو معنی
آیت	وہ نشانی جس سے اللہ کی پہچان ہو	کسی چیز کا نشان یا نشانی
مسلمان	جس انسان کے اعمال میں سلامتی اور امن ہو اس کو مسلمان کہتے ہیں	اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہو، محمد ﷺ کو آخری نبی ماننا اور روز آخرت کو ماننا
کافر	کسی حقیقت کو چھپانے والے انسان	اللہ کو نہ ماننے والا انسان
صلوٰۃ	زندگی کا نظام زندگی گزارنے کا طریقہ	نماز پڑھنا، اللہ کے الفاظ کو زبانی دہرانا۔ سمجھ کر یا بغیر سمجھے
فکر	سوچنا، سوچ بچار کرنا	پریشان ہونا، بے چین ہونا
ذکر	نصیحت، یاد دہانی، سبق حاصل کرنا	یاد کرنا، دہرانا
تلاوت	پڑھنا، سمجھنا، عمل کرنا اور تبلیغ کرنا	اچھی آواز سے پڑھنا، ویسے ہی پڑھنا
عبادت	اللہ کا بندہ غلام بن کر زندگی گزارنا	کلمہ، ذکر، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنا
شکر	مادی اور روحانی نعمتوں کو استعمال کرنا	زبان اور دل سے شکر ادا کرنا،
مکر	تدبیر کرنا، ترکیب، حیلہ کرنا،	جھوٹا بہانہ کرنا، فریب کرنا،
ملائکہ	اللہ کی قدرت، طاقتیں، فطرت کے قوانین،	فرشتے، اللہ کی مخلوق، اللہ کی نہ نظر آنے والی مخلوق
فتنہ	آزمائش، امتحان	جھگڑا، فساد، لڑائی
رزق	جسم اور روح کی خوراک۔	جسم کی خوراک
تسبیح	اپنے فرائض ادا کرنا	اللہ کے الفاظ کو تسبیح پر پڑھنا

جن	جن کا مطلب ہے باغی، سرکش اور پوشیدہ مخلوق۔	اُردو میں کوئی پوشیدہ مخلوق،
تقدیر	صلاحیتیں، اندازے، پیمانے، خوبیاں اور خامیاں	جو اللہ نے مقرر کر دی ہے یعنی لکھ دی ہے قسمت، مقدر، نصیب
غلیظ	سخت، مضبوط، مستحکم	گندہ، ناپاک
توبہ	توجہ دینا، رجوع کرنا۔	کسی گناہ کو آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرنا
وسیلہ	قریب ہونا، نزدیک ہونا،	ذریعہ
شہید	جو اپنے مال، جان، قلم اور صلاحیتوں سے اللہ کی توحید کو ظاہر کرتے کرتے اپنی جان قربان کردے۔	جو میدانِ جنگ میں لڑتے لڑتے اپنی جان اللہ کے حوالے کردے
شہادت	حقیقت کو ظاہر کرنا، تصدیق کرنا،	کسی بات کی گواہی دینا۔

.....

زندگی کا ایک راز

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ

.....

ہمارے معاشرے کو تیزاب کے پانی سے غسل دینے کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس پر جما ہوا جہالت کا زنگ دور ہو سکے

پاکستان کا ایک سینئر صحافی کا خیال (جاوید چوہدری)

متشابہ الفاظ اور آیات

ان پر تبادلہ خیال اور بحث کرنا فضول ہوتا ہے

کیونکہ

انسان کا علم محدود ہے

اور

اللہ تعالیٰ کا علم و اختیار لامحدود!!

متشابہ الفاظ

قرآن پاک کے ان الفاظ اور آیات کو متشابہ کہا جاتا ہے جن کی حقیقت اور اہمیت انسان کو سمجھ نہ آ سکے یعنی کہ جو انسان کے علم، عقل اور بصیرت سے بالاتر ہو۔

گو ان الفاظ کی تفسیر کو ہر زمانے کے علماء حضرات اپنے اپنے علم و عقل کے مطابق بیان کرتے رہے ہیں جو کہ حتمی اور مکمل ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ ان متشابہ الفاظ و آیات کی مکمل حقیقت کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لہٰذا ایک انسان ہونے کی حیثیت سے ہمیں ان پر زیادہ بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہیے چند ایک الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

اللہ	جبرائیل

حروف مقطعات یعنی الم۔یٰس۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ ص۔ق۔

جنت	جہنم
ملک اور ملائکہ	عرش
کرسی	میزان
عذاب قبر	وحی
روح	جن اور جنات
عالم برزخ	لوحِ محفوظ

دنیا کا ہر انسان اپنی اپنی عقل و فہم و فراست کے مطابق ان الفاظ کو تو سمجھ سکتا ہے لیکن مکمل اور حتمی طور پر ہرگز نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ان الفاظ کی مکمل حقیقت انسان کی عقل سے بہت ہی زیادہ بالاتر ہے۔ یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ ایک

انسان کے لئے کوئی لفظ یا آیت متشابہ ہوتی ہے اور دوسرے انسان کے لئے نہیں ۔ کیونکہ انسان کے علم اور عقل میں فرق ہوتا ہے ۔ جبکہ عقل اور علم کے بے شمار معیار ہوتے ہیں ۔

خاص الفاظ

قرآن پاک کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بار بار استعمال کیا ہے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان چند الفاظ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں تا کہ ہمیں اس عظیم کتاب کا کچھ نہ کچھ تو علم سمجھ آ سکے ۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اَنَا	میں	نَحْنُ	ہم
هُوَ	وہ ایک مرد	هُمْ	وہ سب مرد
هِيَ	وہ عورت	هُنَّ	وہ سب عورتیں
اَلَّذِيْ	وہ سب عورتیں	اَلَّذِيْنَ	وہ سب جو لوگ
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	اُولٰئِكَ	وہ لوگ
هٰؤُلَاءِ	یہ لوگ	كَانَ	وہ تھا
كَانُوْا	وہ تھے	قُلْ	کہہ دو، کہہ دیجیے
قَالَ	اُس نے کہا	قَالُوْا	اُن سب نے کہا، وہ بولے
فِيْ	میں ۔ اندر	عَلٰى	پر ۔ اُوپر
اِلٰى	طرف ۔ تک	عِنْدَ	پاس ۔ نزدیک
بِ	ساتھ	اِذْ	جب
اِذَا	جب	مِنْ	سے
الفاظ	معنی	الفاظ	معنی

مَا	نہیں۔کیا۔جو	مَنْ	کون
اِیَّاکَ	صرف تو۔ تجھ سے ہی	وَ	اور۔قسم
اَنْ،اَنَّ	کہ	لَوْ	اگر۔اگرچہ۔کاش افسوس
اِنَّا	بے شک ہم۔یقیناہم	اِنَّ	بے شک۔یقینا
اِنَّنِیْ	بے شک میں	کُنْ	ہوجا
کُنْتُمْ	تم سب ہو	لَعَلَّکُمْ	تاکہ تم سب
ھٰذِہٖ	یہ(مونث	کَذٰلِکَ	اسی طرح
ھٰذَا	یہ(مذکر)	ذٰلِکَ	وہ۔یہ(مذکر)
لَنْ	ہرگز نہیں	لَا	نہیں
اَلَا	خبردار،آگاہ ہوجاؤ	ثُمَّ	پھر
اٰلَآءِ	نعمتیں،کرشمے،قدرتیں	اِلَّا	مگر۔مگرصرف۔سوائے
بَلْ	بلکہ	لٰکِنَّ	لیکن
قَدْ	یقینا	لَقَدْ	یقینا یقینا
اِنَّمَا	یقینا یقینا	ھَلْ	کیا
یٰاَیُّھَا	یا۔اے	وَھُوَ	اور وہ۔اور وہی

وحی اور الہام

رسولوں اور نبیوں علیہم السلام کو وحی ہوتی ہے

جبکہ

عام انسانوں کو الہام ہوتا ہے۔

قرآن کے وہ الفاظ جن کے ایک سے زیادہ معنی ہوتے ہیں

1۔ ھدایت: 1۔راستہ دکھانا 2۔راستے پر چلانا 3۔منزل تک پہنچانا

2۔ صلوٰۃ: 1۔دعا 2۔نماز 3۔درود شریف

3۔ تقویٰ: 1۔بچنا 2۔ڈرنا 3۔پرہیزگاری

4۔خواہش کا پیدا کرنا 5۔اللہ کے احکامات وقوانین کی پابندی کرنا

4۔ یقین: 1۔یقین 2۔موت

5۔ کتب: 1۔کتاب 2۔فرض 3۔تحریر
4۔قانون 5۔حکم

6۔ ذِکر: 1۔نصیحت 2۔یاددہانی 3۔عزت، اعزاز

7۔ خیر: 1۔نیکی یا بھلائی 2۔مال 3۔بہتر، زیادہ اچھا

8۔ اَرض: 1۔زمین 2۔علاقہ 3۔نیچے والی جگہ

9۔ سَمَآء: 1۔آسمان 2۔بادل 3۔اونچی جگہ

10۔ القدر: 1۔تقدیر 2۔اندازہ 3۔خصوصیات

11۔ فتح: 1۔کھولنا 2۔فتح پانا

12۔ دَآبَّۃ: 1۔جاندار 2۔سواری 3۔رینگنے والا جانور

13۔ مُبِین: 1۔ظاہر 2۔بیان کرنے والا 3۔صاف کرنے والی

14۔ کریم: 1۔کرم کرنے والا 2۔عمدہ 3۔معزز

15۔ دِیْن: 1۔دین 2۔جزاوسزا 3۔نظامِ زندگی
4۔قانون 5۔ضابطہ حیات

16۔ اَجَل: 1۔مدت 2۔موت 3۔مقررہ وقت

17۔ عَین: 1۔آنکھ 2۔پانی کا چشمہ

18۔ قرآن: 1۔پڑھنا 2۔قرآن شریف

19۔ اُمَّۃ: 1۔جماعت 2۔مدت 3۔مرکزی شخصیت

20۔ وَرَآئَ: 1۔پیچھے 2۔آگے 3۔سامنے

21۔ عَظِیم: 1۔بڑا 2۔بھاری 3۔سنگین

22۔ وَحْی: 1۔وحی 2۔اشارہ 3۔الہام

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں ، یہ بیچارے دو رکعت کے امام

{یٰٓاَیُّھَا الْاِنسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ O} (الانفطار 6:82)

اے انسان!

آخر کس چیز نے تجھے تیرے رب کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے جو کہ بہت ہی کریم یعنی کرم کرنے والا ہے۔

اگر کفیت یا یکسوئی نہ بھی میسر ہو تو پھر بھی نماز ادا کرنی چاہیے نماز فرض ہے، کفیت فرض نہیں

واصف علی واصفؒ

''اللہ تعالیٰ کے کلمات ؟ کائنات کے قوانین''

☆ تمام کائنات کا نظام جس میں تمام سورج چاند ستارے اور سیارے شامل ہیں یہ سب اللہ کے کلمات یعنی قوانین فطرت کے مطابق اپنا اپنا کام کر رہے ہیں اور کوئی بھی ان میں سے صاحب اختیار نہیں ہے انہی میں سے ایک یہ زمین کا ٹکڑا ہے جس میں ہم آباد ہیں اس زمین کے تمام نباتات، جمادات اور حیوانات کا وجود میں آنا، پرورش پانا اور فنا ہونا یہ سارا نظام بھی اللہ کے کلمات یعنی قوانین کے مطابق ہی چل رہا ہے۔

☆ جدید زمانے میں انسان نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ اللہ کے کلمات یعنی فطرت کے قوانین کا علم حاصل کرنے کے بعد اور پھر اس پر عمل کرنے کے بعد ہی کی ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی انسان یا قوم یا ملک اللہ کے کلمات کی پیروی کیے بغیر ترقی کر سکے کیونکہ اللہ کے قوانین اٹل حیثیت کے حامل ہوتے ہیں یعنی نہ تو ان میں کوئی تبدیلی ہوسکتی نہ کسی قسم کی ترمیم ہوسکتی ہے۔ اللہ کے کلمات کی شان اور قدرت اس قدر زیادہ ہے کہ دنیا کے اکثر سائنسدان تحقیق کرتے کرتے حیران رہ جاتے ہیں اور اللہ کی ذات پر یعنی Creator of this Universe پر ایمان لانے یعنی تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

کلمات کا مادہ: ک ل م کلمات کے لغوی معنی: الفاظ، بات، کلام،

اصطلاحی معنی: حکم، قانون، احکامات، کمالات مشتقات: کلمہ، کلام، کلمات،

☆ اللہ کے کلمات کی عظمت، حسن اور اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ایک عام انسان کی بجائے اگر سائنسدان بھی غور وفکر سے کام لیں تو ان کا علم اور عقل بھی عاجز آ جائے گا لیکن وہ حقیقت کو نہ پا سکیں گے کیونکہ اُن کا علم اور عقل محدود ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت انسانی عقل سے بہت ماوراء ہے مصنف کا خیال ہے کہ

زمانے میں تیرے نشاں پاتے پاتے
مکاں سے تجھے لا مکاں پا گیا ہوں

ایک دفعہ پیر مہر علی شاہ اللہ کی ذات وصفات پر غور کرتے کرتے پکار اٹھے تھے

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

☆ رب نے اپنی عظمت اور شان کو سورہ لقمان میں یوں بیان کیا ہے کہ جس سے غور وفکر کرنے والا انسان تھوڑی سی کوشش کرنے کے بعد بے بس ہو کر رہ جاتا ہے اور پکار اٹھتا ہے کہ اے میرے مولا میری عقل تو بہت محدود ہے۔

{وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ O} (لقمان 27:31، الکہف 109:18)

''اور اگر اسی زمین کے جتنے بھی درخت ہیں سب کے سب قلم ہوں اور سمندر سیاہی ہوں اور مزید سات سمندر بھی سیاہی کے ہوں تو پھر بھی اللہ کے کلمات یعنی صفات اور باتیں ختم نہیں ہو سکتیں اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

☆ یہ بھی ایک حتمی اور مکمل حقیقت ہے جس کو اس دنیا کے بے شمار انسانوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات سے سچ تسلیم کیا ہے کہ ان کی تمام ترقی کا راز اللہ کے کلمات یعنی احکامات کی پیروی میں ہی پوشیدہ ہے اس طرح انسان میں بے شمار صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسا کہ علامہ اقبال نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے

عالم آب و خاک میں، ترے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا، تو نے طلوعِ آفتاب

☆ اللہ ان انسانوں کو خوشخبری دیتا ہے جو اس کے کلمات یعنی احکامات وقوانین کی پیروی کرتے کرتے اپنی زندگی گزارتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی کامیابی اس دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہوگی جیسا کہ سورہ یونس میں ہے

{لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ O}
(یونس 64:10)

''جو لوگ اللہ کے کلمات یعنی احکامات وقوانین کی پیروی کرتے ہیں ان کے لیے اس دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے لیے خوشخبری ہے اللہ کے کلمات اٹل ہیں اور تبدیل ہونے والے نہیں ہیں یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ کے کلمات کو مزید سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل آیات کا سہارا لیا جا سکتا ہے

1 البقرہ 37:2، 24؛ النساء 46:4؛ المائدہ 13:5، 41؛ الانعام 34:6، 115؛ الاعراف 158:7؛ الانفال 7:8؛ یونس 64:10، 82؛ الکہف 27:18، 109؛ لقمان 27:31؛ الشوریٰ 24:42؛ الفاطر 10:35؛ التحریم 12:66۔

اللہ کے کلمات

اللہ کے کلمات یعنی قوانینِ فطرت کے ذریعے
اُس پوری کائنات کا نظام چل رہا ہے
جس کی وُسعت اور اہمیت کا اندازہ
مغرب والے ابھی تک نہیں لگا سکے۔

''خانہ کعبہ کی تاریخ ؟ انسان کی تاریخ''

☆ یہ حقیقت ہے کہ خانہ کعبہ کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسان کی تاریخ! کیونکہ جس اللہ نے انسان کے جسم کے لیے مختلف قسم کی خوراک کو پیدا کیا ہے اُسی نے ہمارے دل و دماغ کی خوراک کے لیےہمیں علم وحکمت کی نعمت سے بھی نوازا ہے تاکہ یہ انسان دنیا و آخرت میں زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکے.....خانہ کعبہ کی تاریخ تو کافی قدیم ہے لیکن اس کے شواہد اور نشانات ہمیں ابراہیم علیہ السلام تک ملتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے کی تاریخ خاموش ہے ..... ہر انسان اور ہر ملک نے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور احکامات یعنی Natural fundamental laws کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور ان ہی اعمال کی بنیاد پر ہی خالقِ کائنات نے تمام انسانوں کے درجے بنانے ہیں۔

☆ جیسا کہ سورہ انعام کی آیت نمبر 133 میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یہ بتا دیا ہے کہ {**وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِمَّا**

{عَمِلُوْا وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْن} ’’تمام لوگوں کے اُن کے اعمال کی بنیاد پر درجے ہیں اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔‘‘ خانہ کعبہ کی تصاویر اور تاریخ پر غور وفکر کرنے سے انسان زندگی کی وہ حقیقت اور اہمیت کو سمجھ جاتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں کیا ہے۔

☆ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے لیکن اگر کوئی چیز سمجھ آ بھی جائے تو ہم اس پر عمل نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم طرح طرح کی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی نشانیوں پر غور وفکر کرنے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام لوگوں کو یہاں آنے کی دعوت دی گئی ہے کیونکہ کافی آیات میں والناس کہہ کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کیا ہے۔

☆ مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ 1250 عیسوی سے قبل یعنی صلیبی جنگوں سے پہلے عام انسانوں کو خانہ کعبہ میں آنے کی اجازت تھی لیکن تاریخ کے ارتقائی عمل اور انسانوں کے مفادات کی وجہ سے اب یہ گھر صرف مسلمانوں کی عبادت کا مرکز بن کر رہ گیا ہے حالانکہ قرآن پاک کی آیات البقرہ 125:2؛ آل عمران 97-96:3 سورہ توبہ 3:9 اور سورہ الحج 27-25:22 میں والناس کا لفظ استعمال کر کے پوری دنیا کو مخاطب کیا گیا ہے۔

’’27 حج بمقابلہ 2 حج ؟ نیت اپنی اپنی‘‘

☆ میرے ایک 25 سالہ پرانے اور بڑے ہی نیک دوست اے ڈی ملک صاحب ہیں جن کی بنیادی تعلیم تو ایم ایس سی ہے لیکن وہ الیکٹرانکس کا بزنس کرتے ہیں۔ اسلام سے محبت اور پرہیز گاری کی وجہ سے اُن کی زندگی میں کافی خوش اخلاقی اور عاجزی ہے جس کی وجہ سے انہوں نے کافی ترقی کی ہے۔

☆ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ دولت اور اقتدار کے نشے میں لوگ تباہ و برباد ہو کر وقت سے پہلے ہی قبروں میں چلے جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات یعنی قوانینِ فطرت کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتے بلکہ امیروں اور غریبوں سے ہمیشہ ایک جیسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ ملک صاحب پر دولت کی رحمت ہے لیکن اس کے باوجود وہ دنیاوی عیش وعشرت اور لغویات کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ خالقِ کائنات سے محبت کی وجہ سے اکثر خانہ کعبہ چلے جاتے ہیں اس طرح انہوں نے 27 حج اور بے شمار عمرے کیے ہوئے ہیں۔

☆ اسی معیار کے میرے ایک اور دوست میاں برکت صاحب ہیں جو کہ دولت کے ساتھ ساتھ لاہور ڈی ایچ اے میں ایک جنوں والی کوٹھی کے مالک ہیں یہ بھی ملک صاحب کی طرح بڑے پرہیزگار اور نمازی ہیں ۔ میاں صاحب نے دنیاوی تعلیم تو حاصل نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو بصیرت کی نعمت سے نوازا ہوا ہے ۔ اکثر وہ مجھ سے یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ

''میں نے دو حج کیے ہوئے ہیں جب کہ نبی پاک ﷺ نے صرف ایک حج کیا تھا تو کیا مجھے گناہ تو نہیں ہوگا کیونکہ میں نے ایک عظیم ترین شخصیت یعنی نبی پاک ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے۔''

☆ میں نے میاں صاحب کو کافی یقین دلایا اور سمجھایا کہ آپ کو ہرگز کسی قسم کا گناہ نہیں ہوگا کیونکہ ہر انسان کے عمل کا تعلق ہمیشہ اُس کی نیت، علم اور اندازِ فکر سے ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے فیصلوں پر عمل کرنے کا مکمل اختیار دے رکھا ہے تا کہ انسان اپنے دل و دماغ کو خود استعمال کرے لیکن بہرہ، گونگا اور اندھا ہرگز نہ بنے۔

جیسا کہ سورہ لیل کی پہلی تین آیات میں قسمیں اٹھانے کے بعد چوتھی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ

{اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی} ''یقیناً تم سب لوگوں کی کوششیں مختلف ہیں''۔

''اللہ تعالیٰ سے ملاقات ؟ ایک پوشیدہ حقیقت''

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم ترین کتاب میں کئی ایک مقامات پر انسان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن سے ملاقات ضرور کرے گا لیکن یہ ملاقات کن لوگوں سے ہوگی اور کس طرح ہوگی؟ یہ تمام حقائق متشابہات میں شامل ہیں لیکن ہر عالم نے اپنے اپنے قیاس اور اجتہاد سے تفسیر تو بیان کی ہے لیکن حتمی طور پر کوئی عالم کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ انسان سے ملاقات کے بارے میں کن حالات و واقعات میں کہہ رہا ہے:

لقاء اللہ: اللہ سے ملنا، اللہ سے ملاقات کرنا

سورہ الانعام کی آیت نمبر 31 میں اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ ہیں کہ:

{قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰہِ}

''بے شک وہ لوگ خسارے میں ہیں اور رہیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھوٹا قرار دیا ہے۔''

☆ جیسا کہ میں پہلے بھی تحریر کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک بات کو ایک دفعہ نہیں بیان کرتا بلکہ بار بار کرتا ہے اور مختلف انداز میں بیان کرتا ہے تا کہ یہ انسان کسی نہ کسی طرح دنیا کی عارضی زندگی اور آخرت کی ہمیشہ والی زندگی کی حقیقت سے واقف ہو سکے۔

سورہ یونس کی آیت نمبر 45 میں بالقاء اللہ کے الفاظ کو پھر استعمال کیا گیا

ترجمہ ''جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا تو یہ دنیا کی زندگی اُنہیں یوں محسوس ہوگی گویا یہ صرف ایک گھڑی بھر آپس میں جان پہچان کے لیے ٹھہرے تھے۔ یقینا وہ لوگ سخت خسارے یعنی نقصان میں ہیں جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والوں میں نہ تھے۔''

☆ حیرانگی اور خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کن کن طریقوں سے انسان کو اپنی ملاقات کا یقین دلا رہا ہے تاکہ یہ انسان سیدھے راستے پر آکر اپنی آخرت کو سنوار سکے۔

سورہ الرعد کی آیت نمبر 2 کے آخر میں یہ خالقِ کائنات کے الفاظ ہیں:

{یُفَصِّلُ الْآیَاتِ لَعَلَّکُم بِلِقَاءِ رَبِّکُمْ تُوقِنُونَ O}

''وہ یعنی اللہ تعالیٰ کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرلو۔''

☆ اب پھر بھی کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر یقین اور ایمان نہیں رکھتا تو یہ اس کی اپنی بہت بڑی کم علمی اور جہالت ہے کیونکہ 1739 میں شاہ ولی اللہ نے اور اُن کے بیٹوں نے قرآن پاک کے جو ترجمے کیے تھے اکثر علما بھی انہی کے ترجموں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے ترجمے کرتے جارہے ہیں جس کی وجہ سے جدید زمانے کا تعلیم یافتہ طبقہ مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ قرآن پاک پر جدید تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں اور ہماری حکومت نے بھی کم علمی کی وجہ سے اس کتاب پر کوئی تحقیقی ادارہ قائم نہیں کیا۔

☆ جدید علوم کا جائزہ لینے اور قرآن پاک کا جائزہ لینے کے بعد ہی علامہ اقبال نے کہہ دیا تھا کہ ''اصل اور حقیقی اسلام کے اوپر علماء حضرات کی سینکڑوں کتابوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے جس کی وجہ سے مسلمان زوال اور تباہی کا شکار ہورہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہی کوئی انسان اور ملک ترقی کرتا ہے اور اُس کی مخالفت سے ہی وہ تباہی کا شکار ہوتا ہے۔

مزید مندرجہ ذیل آیات کا حوالہ بھی دیا جارہا ہے تاکہ اگر کسی کو ابھی بھی مکمل یقین نہیں آرہا تو وہ مزید تحقیق کرکے اپنی اصلاح کرلے۔

الانعام 154:6؛ المومنون 33:23؛ الروم 16,8:30؛ السجدہ 10:32

{یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ کَرْهًا}

(النساء 19:4)

''اے ایمان والو! یعنی ماننے والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔''

1

وحی کی اہمیت

وحی کا علم حاصل کرنے

اور

اس پر عمل کرنے سے

انسان کو ایسی زندگی ملتی ہے

جو انسان کی سوچ سے بالاتر ہوتی ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے وعدے ؟ مضبوط ترین وعدے''

☆ **اللہ تعالیٰ** جو کہ پوری کائنات کو بنانے والا اور اُس کی نشوونما کرنے والا ہے اُس کی وسعت اور عظمت کا اندازہ موجودہ زمانے کے سائنسدان بھی نہیں کر سکتے اُس کی خواہش ہے کہ ہر انسان دنیا میں اس قدر کامیاب زندگی گزارے کہ وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کی زندگی میں بھی کامیابی حاصل کر سکے اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں کا علم دے کر بے شمار رسول علیہم السلام کو بھیجا تا کہ اُس کے احکامات تمام انسانوں تک پہنچ سکیں اور پھر انہی احکامات کو مختلف طریقوں سے انسان کو سمجھانے کی کوشش کی تا کہ ہر انسان زیادہ سے زیادہ صراطِ مستقیم پر آ سکے۔

☆ **اللہ تعالیٰ** نے انسان کو یقین اور تسلی دینے کے لیے بے شمار اُس سے وعدے بھی کیے ہیں تا کہ یہ انسان کسی نہ کسی طرح ہدایت اور کامیابی حاصل کر سکے۔ وعدے کے علاوہ عہد اور میعاد کے الفاظ بھی قرآن پاک میں استعمال کیے گئے ہیں جن کا مفہوم بھی وعدے کے ہی ہوتے ہیں۔ ان تینوں لفظوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر بے شمار مختلف انداز سے پیش کیا ہے تا کہ انسان کسی نہ کسی طرح زندگی کا وہ مقصد اور انجام سمجھ سکے جو اللہ تعالیٰ

سمجھانا چاہتا ہے لیکن اگر اس قدر حقائق ، دلائل اور وعدوں کے باوجود کوئی انسان ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتا تو یہ اُس انسان کی اپنی غفلت اور بدقسمتی کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے!! قرآن پاک کے آخری سیپارے میں تو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے زبردست دلائل اور وعدوں کی بنیاد پر انسان کو یہ گارنٹی دی ہے کہ وہ اپنی آخرت کے لیے کچھ آگے بھیجے۔ یعنی کچھ ایسے اعمال کرے جس کا اجر وہ آخرت میں حاصل کرسکتا ہو۔سورہ النساء کی آیت نمبر 122 میں اللہ تعالیٰ انسان سے کہہ رہا ہے کہ وَعْدَاللّٰہِ حَقًّا ''اللہ کا وعدہ حق یعنی سچا ہے''۔

☆ ایک دوسرے مقام پر ایک دوسرے انداز میں یعنی سورہ توبہ کی آیت 111 میں اللہ تعالیٰ کا یہ چیلنج ہے کہ {وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ} اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرے؟

☆ خیال رکھیں کہ انسان کے وعدے اور اللہ کے وعدوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے کیونکہ اللہ غنی ہے اور بے نیاز ہے اور ہماری عقل سے اس قدر بالاتر ہے کہ ہم جس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔قرآن میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا یہ عظیم قانون بتادیا ہے کہ

{اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ} ''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔''

قرآن کا مقصد

قرآن انسان کو اللہ کی معرفت یعنی جان پہچان عطا کرتا ہے۔زندگی کے
ایسے حقائق بتاتا ہے
جو اس کی عقل سے بالاتر ہوتے ہیں
کیونکہ
جس کسی نے بھی اپنے نفس کو پہچان لیا
اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

غور وفکر کا قانون

یہ ایک ایسی عظیم طاقت ہے جس کے ذریعے
انسان حقیقت کے نزدیک ہوتا جاتا ہے
اسی لئے
اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار تاکید کی ہے

اسلام کے بارے میں دنیا کے مفکرین کی رائے

☆ **خلیل حامدی** جماعت اسلامی کے ایک ایسے مفکر اور دانشور تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں دنیا کے بے شمار مما لک کا سفر کیا تھا اور بے شمار حج اور عمرے کیے ہوئے تھے یہ کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی تھے وہ اپنے تجربات اور مشاہدات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

☆ ''میں نے دنیا کے بے شمار مما لک کا سفر کیا ہے لیکن اگر خوش اخلاقی اور انسانیت کو دیکھا ہے تو وہ یورپ میں ہی دیکھا ہے۔''

برناڈ شا جو یورپ کا ایک عظیم مفکر ہے جس کی خدمات پوری دنیا کے سامنے ہے اس کا خیال ہے کہ

''اسلام دنیا کا ایک عظیم ترین دین ہے لیکن مسلمان ایک ذلیل ترین انسان ہے۔''

☆ **بعض** دنیا کے مفکرین کا خیال ہے کہ حقیقی اسلام تو ترقی یافتہ مما لک میں چلا گیا ہے جبکہ مروجہ اسلام افریقہ اور ایشیا کے مسلمان مما لک میں چلا گیا ہے اور اس شکل میں گیا ہے جس شکل میں وہاں کی تہذیب وتمدن اور علماء کے علم کا معیار ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھ کر ہی ایک مرتبہ علامہ اقبال بے ساختہ پکار اٹھے کہ

زبان سے کہہ دیا، لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ نہیں

☆ علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے زوال کی بنیادی وجہ قرآن سے لاعلمی اور عمل سے دوری ہے۔ مزید

برآں علامہ اقبالؒ نے یہ بھی کہا تھا کہ مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل قرآن میں ہی ہے اور اس کے علاوہ ٹھوکریں کھانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ علامہ نے یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ اگر تم تعمیر و ترقی کی منزلیں طے کرنا چاہتے ہو تو قرآن پر اپنی بھرپور توجہ دے کر اپنی اور اپنے ملک کی اصلاح کرو۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

ایک دوسرے مقام پر علامہ اقبالؒ نے اپنے خیالات کو فارسی میں اس طرح بیان کیا ہے کہ

ولے تاویل شاں درحیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفیٰ را

☆ قرآن پاک کی جو تاویل یعنی تفسیر علماء حضرات نے کی ہے۔ اس نے تو خدا، جبرائیل اور مصطفیٰ ﷺ کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

اگر آپ اسلام کی مزید حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر کریں۔
البقرہ 131، 132، 133؛ آل عمران 19، 83، 85، 113، 114، 115؛ النساء 125؛ الانعام 14، 125، 162، 163؛ الحج 78؛ الزمر 12، 22؛ شوریٰ 13؛ الحجرات 17؛ الصّف 7۔

جب افریقہ کے عظیم سکالر احمد دی دات پاکستان تشریف لائے تو اخبار نویسوں سے اِن کا انٹرویو لیا۔ ایک صحافی نے سوالات کے دوران جب اُن سے یہ پوچھا کہ پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

''پاکستان کا مسلمان اور معاشرہ فروعی مسائل کا شکار ہے''

ایک حقیقت

علم، سائنس اور ریسرچ کے ذریعے ہر انسان اور ہر ملک کا سچ تبدیل ہوتا ہے
اورتبدیل ہونا بھی چاہیے ورنہ زندگی ترقی کی بجائے جمود کا شکار ہوجایا کرتی ہے۔
لیکن
قرآن کا سچ ہرگز تبدیل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں ترمیم ہوسکتی ہے ۔
علم ایک ایسی دولت ہے جس کے ذریعے انسان اپنی خواہشات اور نفس کو کنٹرول کرتا ہے۔

''اللہ اور سردار جی ؟ اسلام کی عظمت کا ثبوت''

میں ایک دفعہ امریکہ میں نیئر بٹ کے گھر ٹھہرا ہوا تھا اور رمضان کا مہینہ تھا ایک دن بٹ صاحب نے اپنے ایک دوست سردار جی انیل ڈنڈونا Anil Dandona کی دعوت کی جو بڑی دھوم دھام اور مٹھائی کے ساتھ تشریف لائے۔ ابتدائی تعارف سے معلوم ہوا کہ انہوں نے دہلی سے ایم ایس سی تک تعلیم حاصل کی ہوئی ہے۔ان کی خوش مزاجی کی وجہ سے تبادلہ خیال میں کافی مزا آیا۔

کھانے کی میز پر بیٹھتے ہی انہوں نے پہلے مجھے کھانا شروع کرنے کا کہا جب میں نے ان کو بتایا کہ میرا تو روزہ ہے تو سردار جی نے بھی کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔۔۔اس کے بعد بٹ صاحب اور میں نے کافی دباؤ ڈالا لیکن ان پر کسی بھی دلیل کا اثر نہ ہوا۔۔۔ بٹ صاحب نے دلیل دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ آپکی اس دعوت کے لیے تو میں نے بھی آج کا روزہ نہیں رکھا۔لیکن تمام تر اصرار اور تکرار کے باوجود انہوں نے کھانا نہیں کھایا اور کہنے لگے کہ مجھے یہ ہرگز اچھا نہیں لگتا کہ میرے سامنے کوئی مسلمان روزہ دار بیٹھا ہوا ہو اور میں اس کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھاؤں

مزید برآں سردار جی نے عقل مندی کی ایسی ایسی باتیں کیں کہ میں حیران اور پریشان ہوکر رہ گیا توحید کے بارے میں سردار جی نے کہا کہ دنیا کے اکثر انسان اپنے بیوی بچوں سے محبت کر کے سکون حاصل کرتے ہیں جو کہ عارضی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سکون حاصل کر سکتے ہیں۔

دنیا کا سکون عارضی ہے جبکہ آخرت کی زندگی اور اس کا سکون ہمیشہ کے لیے ہے۔ (القرآن)

تنہائی میں جب میں نے غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام علم والے لوگ اسلام کی عظمت اور اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عظیم دانشور اور سائنسدان توحید پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے اکثر لوگ اُن کو کافر سمجھتے ہیں۔

خیال رکھیں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ

کسی کو مسلمان اور کافر بنانے کا مکمل اختیار صرف اور صرف

اللہ تعالیٰ یعنی خالقِ کائنات کے ہاتھ میں ہے

کتاب
اور
اہلِ کتاب

اس وقت دنیا میں تین اہل کتاب اقوام

یعنی یہودی، عیسائی اور مسلمان موجود ہیں

کتاب

☆ علم کی دنیا میں کتاب کی اہمیت بے شمار صدیوں سے آرہی ہے کیونکہ آج تک جتنا بھی علم ہم تک پہنچا ہے وہ کتاب ہی کے ذریعے انسان تک پہنچا ہے۔ اگر کتاب کا وجود نہ ہوتا تو پھر یہ حقیقت ہے کہ انسان وہ ترقی نہ کرسکتا جو اس نے آج تک کی ہے کیونکہ کتاب ایک علم اور تعلیم وتربیت کا ذریعہ ہے۔ آج تک جتنی بھی اقوام نے ترقی کی ہے اس میں کتابوں کا بہت بڑا دخل ہے اگر ہم کانگریس لائبریری واشنگٹن امریکہ اور برٹش لائبریری لندن کا سرسری سا جائزہ لیں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ کس طرح کتاب نے انسان کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور کس طرح کتاب نے صدیوں کی ارتقائی منزلیں طے کی ہیں۔

کتاب کا مادہ: ک ت ب کَتَبَ

کتاب کے لغوی معنی: نقش بنانا، نشان بنانا، ہر تحریر شدہ چیز کو بھی کتاب کہتے ہیں۔

کتاب کے اصطلاحی معنی: حکم۔ قانون۔ اصول۔ لازمی۔ ضروری۔ فرض۔ آسمانی صحیفہ۔ اعمال نامہ۔ تحریروں کی جلد بندی

الکتاب: تمام الہامی کتابوں اور قرآن کو الکتاب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

کتاب کی ضد اور جوڑا: صرف زبانی

کتاب کے مشتقات: کتب۔ مکتوب۔ کاتبین۔ الکتاب۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کتاب کے لفظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے کتاب بمعنی الہامی کتاب، کتاب بمعنی فرض، کتاب بمعنی اعمال نامہ۔ رزلٹ، نتیجہ

کتاب بمعنی الہامی کتاب: سورہ بقرہ کی آیت نمبر 1 اور 2 میں مندرجہ ذیل حقیقت کو بیان کیا گیا ہے

{الٓمّٓ O ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ O} (البقرہ 2:2-1)

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہ کتاب متقی لوگوں کے لیے یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ایک ہدایت ہے جو غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔''

☆ خیال رہے کہ اس آیت میں کتاب، قانون، حکم، فرض اور الہامی کتاب لیا جاسکتا ہے۔ اس کا فیصلہ اس کتاب کو پڑھنے والے کا علم اور بصیرت کرے گا لیکن سب معنی جائز ہیں۔

سورہ بقرہ میں ہے:

{اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O}

(البقرہ 2:44)

''تم دوسروں کو تو نیکی کرنے کا کہتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم عقل سے یعنی سمجھ سے کام نہیں لیتے''؟

☆ اب ہم اُن آیات کا ذکر کریں گے جن میں کتاب کو بمعنی حکم۔ قانون۔ فرض۔ ضروری اور لازمی استعمال کیا گیا ہے

{ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ } (البقرہ 216:2)

''تمہیں جنگ یعنی لڑائی کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں پسند نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو لیکن وہی چیز تمہارے لیے شر یعنی بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

☆ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جنگ یعنی لڑائی کرے۔ مختصر یہ کہ جنگ کرنا فرض بھی اور ضروری بھی ہے اور انسان پر لازم بھی ہے لیکن خیال رہے کہ اسلام کے احکامات وقوانین اور اپنے بنیادی حقوق کے مقصد کا ہونا ضروری ہے ناجائز طور پر کسی کے حقوق غصب کرنا اور کسی پر ظلم کرنے کے لیے جنگ کرنا حرام ہے یعنی ناجائز ہے۔

☆ **علامہ اقبال** اللہ کی کتاب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

قرآن سے حقیقی طور پر تب ہی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب ہم اس کو اپنے دل و دماغ پر نازل کریں اور اس پر غور وفکر کریں۔ اگر یہ کام ہم نہیں کرسکتے تو پھر امام فخر الدین رازی جیسے عظیم مبلغ بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی کوئی کشف کا علم رکھنے والا عالم ہمیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے انہی خیالات کو علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

☆ **علامہ اقبال** نے قرآن کی عظمت اور وُسعت کو اپنی شاعری میں اس طریقے اور اس انداز سے بیان کیا ہے کہ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی تڑپ کر رہ جاتا ہے کیونکہ علامہ اقبال کو غور وفکر کرنے کی بہت عادت تھی اسی عادت اور کیفیت کے دوران علامہ اقبال بڑی بڑی باتیں کہہ جاتے تھے قرآن کے متعلق ایک دفعہ تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ یہ کتاب ہی نہیں ہے بلکہ کوئی اور چیز ہے یعنی یہ قرآن کتاب سے بھی بہت عظیم تر چیز ہے۔ جیسا کہ اُن کے مندرجہ ذیل شعر سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

فاش می گویم کہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

کتاب کو سمجھنے کے لئے تصریف آیات یعنی اُن آیات کے نمبر دیے جارہے ہیں جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے کتاب کے لفظ کو بیان کیا ہے:

البقرہ 1:2، 2، 44، 53، 216، 285؛ النساء 66:4، 77، 103، 136؛ المائدہ 32:5، 45؛

11 الانعام 20:6، 54، 59؛ الاعراف 145:7؛ التوبہ 51:9؛ الاسراء 14:17، 71؛ الانبیاء 105:21؛ الجاثیہ 28:45، 29؛ الحدید 27:57؛ المجادلہ 21:58؛ الحشر 3:59؛ الحاقۃ 19:69، 20، 25۔

”یہ دنیا ایک خوبصورت کتاب ہے
لیکن
اس کتاب کو پڑھنے کے لیے تعصب کی عینک اُتار کر
فکر اور تدبر کی عینک لگانی ضروری ہے۔“ شیکسپیئر

قرآن کے وہ انبیاء اور رسول
جن کا ذکر بائیبل میں بھی ہے

حضرت آدم علیہ السلام　　حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام　　حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام　　حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہل کتاب سے شادی، اہل کتاب کا کھانا اور

اُن کی نیک عورتوں سے شادی حلال یعنی جائز ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 5 پر ذرا غور وفکر کر کے فیصلہ

آپ اپنے ضمیر کی آواز پر کریں۔

اہل کتاب ؟ انسان کی راہنمائی

☆ **اللہ تعالیٰ** نے دنیا میں جن جن قوموں کی طرف اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کتابیں بھیجی ہیں ان اقوام کو اہل کتاب کہتے ہیں اس وقت دنیا میں یہودی، عیسائی اور مسلمان ہی اُن لوگوں میں شامل ہیں جن کو اہلِ کتاب کہا جاسکتا ہے یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی اپنی الہامی کتابوں سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

☆ یہ ایک مکمل اور حتمی حقیقت ہے کہ جن 26 رسولوں اور نبیوںؑ کا قرآن پاک میں ذکر ہے وہ سب کے سب مسلمان تھے اور ہیں کیونکہ یہ حقیقت مکمل طور پر قرآن پاک کی آیات سے ثابت ہے اس لیے اُن تمام اللہ کے بندوں نے اسلام یعنی سلامتی امن اور سکون کے لیے ہی اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں۔

☆ **موسیٰ** علیہ السلام، **عیسیٰ** علیہ السلام اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اللہ کا وہی پیغام لوگوں تک پہنچایا جو ان سے پہلے رسولوں اور نبیوں نے پہنچایا تھا موجودہ زمانے میں ان تینوں انبیاء کرام کی امتیں یعنی پیروکار اس دنیا میں موجود ہیں جن کو اہل کتاب کہا جاتا ہے ان کی زندگی کا مقصد اور مشن ایک ہی تھا لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی یہودی بنا کوئی عیسائی بنا کوئی پروٹیسٹنٹ کوئی کیتھولک کوئی شیعہ کوئی سنی کوئی وہابی اور کوئی اہلحدیث وغیرہ وغیرہ۔

☆ یہ سب فرقے انسان کی کم علمی، ذاتی سوچ، مفادات اور خواہشات کی وجہ سے بنے اور اس میں صدیوں کے تاریخی اور ارتقائی عمل کا دخل ہے لیکن اگر قرآن پاک پہ تحقیق کی جائے تو پھر ان کا کوئی بھی وجود نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقی اسلام وہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک کی بے شمار آیات میں موجود ہے۔

{قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ م بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ O} (آل عمران 64:3)

''اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائیں۔ اگر وہ ہدایت نہ مانیں تو آپ ﷺ اُن سے صاف کہہ دیں ''تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان یعنی اللہ کے فرمانبردار ہیں۔''

☆ ایک زمانہ تھا کہ یہودی اور عیسائی آپس میں جھگڑا کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی ہیں یا عیسائی! اس جھگڑے کی وجہ سے قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی:

{یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىۃُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ م بَعْدِہٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O} (آل عمران 65:3)

''اے اہلِ کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا عیسائی ثابت کرنے کے لیے کیوں جھگڑتے ہو؟ جب کہ تورات اور انجیل تو ان کی وفات کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تم عقل یعنی سمجھ سے کام نہیں لیتے''؟

پھر خود ہی اللہ نے اس حقیقت پر سے پردہ اٹھا دیا۔ ہمیں بتایا کہ وہ تو صرف مسلمان تھے۔

{مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O} (آل عمران 67:3)

''ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی، بلکہ وہ تو ایک مسلم یکسو تھے یعنی ہر طرف سے منہ پھیر کر صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور وہ ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔''

☆ مندرجہ ذیل آیت پر غور و فکر کرنے کے بعد آپ اپنا فیصلہ اپنے ضمیر کی آواز پر کریں۔

{اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O} (البقرہ 62:2)

''نجات کسی خاص قوم کے لیے نہیں ہے خواہ وہ مسلمانوں کی قوم ہو، یہودیوں کی قوم ہو یا صابیوں کی یعنی چاند ستاروں کی عبادت کرنے والوں کی۔ آخرت میں نجات صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ ایسے لوگ ہی اپنے رب کے ہاں اجر پائیں گے اور ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

☆ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں، حکمرانوں اور ملکوں کے فیصلے اللہ کے فیصلے کے سامنے کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ اللہ عظیم تر ہے جب کہ اس کے مقابلے میں انسان حقیر تر ہے۔ اس آیت پر غور کریں

{وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ ؕ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O} (البقرہ 111:2)

''اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے یا عیسائی جائیں گے یہ اُن کی اپنی خواہشات ہیں اے نبی! آپ اُن سے کہہ دیں اگر تم سچے ہو تو پھر اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو۔''

اللہ کا فیصلہ

{بَلٰی ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O} (البقرہ 112:2)

''حقیقت یہ ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہو تو وہ اپنے رب کے ہاں ضرور اجر پائے گا ایسے لوگوں کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''

{وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ ۙ وَّھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ؕ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِھِمْ ۚ فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ O} (البقرہ 113:2)

''یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا دین غلط ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کا دین غلط ہے حالانکہ دونوں آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں یہی بات وہ لوگ بھی کہتے ہیں جن کے پاس علم نہیں اللہ قیامت کے دن اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔''

مندرجہ بالا آیات پر غور وفکر کرنے کے بعد اگر پھر بھی کوئی انسان توحید اور رسالت کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکا تو پھر اس کو چاہیے کہ وہ تحقیق کے ذریعے اپنا توحید کا علم مزید بڑھائے۔

اہل کتاب کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات کا جائزہ لیں:

البقرہ 89:2، 105؛ آل عمران 69-70:3، 110، 113، 114، 115؛ المائدہ 65:5-66؛ القصص 43:28؛ الحدید 28:57۔

نوٹ: قابلِ غور بات یہ ہے کہ قرآن میں 861 مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ''من'' یعنی جو کوئی بھی ''کون ہے'' کہہ کر دنیا کے تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

من کے لفظ پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دنیا کے تمام انسان اور تمام ممالک شامل ہیں۔ مفکرین کا ویسے بھی خیال ہے کہ قرآن پاک کا موضوع انسان ہے کسی خاص قوم اور ملک کو مخاطب نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں نے اس عظیم کتاب سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن کم نظر اور تنگ نظر لوگ اس کتاب کے خیالات اور نظریات کو اپنی اپنی زبان اور اپنے عقل کے مطابق بیان کیا ہے۔ ایک حتمی حقیقت ہے کہ قرآن سے ہر انسان اپنے اپنے ظرف اور صلاحیتوں کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے اور اُٹھائے گا لیکن اس عظیم کتاب کی مکمل وُسعت اور عظمت کا کوئی بھی انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔

''اہل کتاب کے مشترکہ احکامات ؟ انسان کی رہنمائی''

اہل کتاب: ہر وہ انسان اور ملک اہلِ کتاب میں شامل ہوتا ہے جو اللہ کی کتاب سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لئے 4 کتابیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک کو زمین پر نازل کیا تاکہ جسمانی خوراک کے ساتھ ساتھ انسان کو دل و دماغ کی خوراک بھی مل سکے۔ ان چاروں کتابوں کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ تمام انسان ہمدردی، پیار و محبت اور خلوص کے ساتھ انسانیت کے تقاضے پورے کرسکیں۔

قرآن کے بنیادی احکامات

توحید

1۔ اے نبی آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ (اخلاص:1)

2۔ اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (البقرہ:163)
وہ بڑی رحمت والا اور ہمیشہ رحمت کرنے والا ہی ہے۔

3۔ سجدے صرف اللہ ہی کے لیے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ (الجن:18)

آخرت

4۔ اور قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (آل عمران:185)

5۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اصل منزل تو آخرت ہے۔ (المومن:39)

6۔ قیامت کے دن تمہیں دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔ (المومنون:16)

عبادت

7۔ لہٰذا اس کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ (مریم:65)

عدل و انصاف

8۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ (النحل:90)

سچ بولنا

9۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو سچ اور کھری بات کیا کرو۔ (الاحزاب:70)

قرض

10۔ کون ہے تم میں سے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے؟ تاکہ اللہ اس کو بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔ (البقرہ:245)

''بائبل کے بنیادی احکامات ؟ عمل کی ضرورت''

☆ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان اور ہر ملک اپنے اپنے علم اور اپنی اپنی عقل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی کتابوں یعنی قوانین فطرت پر عمل کر رہا ہے لیکن علم، عقل اور بصیرت میں فرق ہونے کی وجہ سے اُن سب نے بہت زیادہ فرق ہے۔ جس کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ یہ انسان انسانیت کے وہ تقاضے پورے کر سکے جس کے احکامات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے

1۔توحید: کیا ایک ہی خدا نے ہم سب کو پیدا نہیں کیا؟ توریت، ملاکی 2-10 ص 892

2۔ جو کوئی بھی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے
وہ بالکل نابود یعنی تباہ و برباد کر دیا جائے توریت، خروج 22-20 ص 74

3۔ اور تم اپنے خدا کو ہی سجدہ کرنا۔ توریت، استثنا 26-10 ص 191

4۔آخرت: وہ انسان کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا توریت، ایوب 34-11 ص 521

5۔ اور خداوند ہر شخص کو اُس کی صداقت اور دیانت داری
کے مطابق جزا دے گا توریت، 1 سموئیل 26

6۔ اس دنیا کے بعد آخرت ہوگی۔ انجیل (کرنتھوں باب 15 آیت 24)

7۔عبادت: ڈرتے ہوئے خداوند کی عبادت کرو۔
کانپتے ہوئے خوشی مناؤ۔ زبور، 11 2 ص 529

8۔عدل وانصاف: خداوند یوں فرماتا ہے کہ عدل وانصاف کو قائم رکھو
اور صداقت کو عمل میں لاؤ توریت، سعیا 560 ص 705

9۔قرض: جو مسکینوں پر رحم کرتا ہے وہ خداوند کو قرض دیتا ہے
اور وہ اپنی نیکی کا بدلہ پائے گا۔ توریت، امثال 21 ص 635

10۔صبر: خداوند میں مطمئن رہ اور صبر سے اس کی امید رکھو زبور 37:7 ص 548

11۔ میں نے صبر سے خداوند پر امید رکھی۔ زبور 40:1 ص 540

''دنیا کے عظیم نبیؐ اور رسول ؟ توحید اور رسالت''

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی اور رسول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام نبیوں اور رسولوں کے جد امجد کہلاتے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ جو دونوں نبی اور رسول تھے۔ انہی کی اولاد میں سے وہ تمام رسول اور نبی پیدا ہوئے ہیں۔ جن کا قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

اسحاق علیہ السلام ⇩

یعقوب علیہ السلام

⇩

یوسف علیہ السلام

⇩

موسیٰ علیہ السلام

⇩

ہارون علیہ السلام

⇩

داؤد علیہ السلام

⇩

سلیمان علیہ السلام

⇩

زکریا علیہ السلام

⇩

یحییٰ علیہ السلام

⇩

عیسیٰ علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ان کی اولاد میں سے صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نبی اور رسول ہوئے ہیں۔

اسماعیل علیہ السلام

⇩ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''توحید اور رسالت کے کلمات ؟ اسلام کی عظمت''

قرآن مجید کے تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو دل اور زبان سے تسلیم کرنے کے بعد یہ اعلان کیا:

(1) آدم علیہ السلام اور آپ کی امت کا کلمہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰدَمُ صَفِیُّ اللّٰہِ۔

نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور آدمؑ اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔

There is no God but Allah (God) Adam is the chosen by Allah.

(2) نوح علیہ السلام اور آپ کی امت کا کلمہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نُوْحُ نَبِیُّ اللّٰہِ۔

نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور نوحؑ اللہ کے نبی ہیں۔

There is no God but Allah (God) .....

(3) ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی امت کا کلمہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔

نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور ابراہیمؑ اللہ کے دوست ہیں۔

There is no God but Allah (God) Abraham is the friend of Allah.

(4) موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی امت کا کلمہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ۔

نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور موسیٰؑ اللہ سے باتیں کرنے والے ہیں

There is no God but Allah (God) Moses is، who conversated Allah.

(5) عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی امت کا کلمہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ۔

نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح ہیں۔

There is no God but Allah (God) Iesus is the spirit of Allah.

(6) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کا کلمہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔

There is no God but Allah (God) Mohammad is the Messenger of Allah

ایک غور وفکر کرنیوالی حقیقت

صلوٰۃ یعنی نماز میں یعنی نماز کئی صدیوں سے پڑھے جانے والا درود ابراہیمی اور اُس کا تفصیلی ترجمہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے ہمارے اللہ! محمد ﷺ پر اور اُن کی آل یعنی اولاد اور ان کی پیروی کرنے والوں پر اس طرح رحمت کر جس طرح ابراہیمؑ اور ان کی آل یعنی اولاد اور ان پیروکاروں کو دی ہوئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے ہمارے اللہ! محمد ﷺ پر اور اُن کی آل یعنی اولاد اور ان کی پیروی کرنے والوں پر اس طرح برکت یعنی ترقی اور نشوونما دے جس طرح ابراہیمؑ اور ان کی آل یعنی اولاد اور پیروکاروں کو دی ہوئی ہے۔

مشکل اور غور وفکر کرنے والے الفاظ:

صَلِّ: رحمت۔ آلِ: اولاد۔ پیروکار کَمَا: جس طرح، جیسے بَارِکْ: برکت، ترقی، نشوونما

مبلغین کی زندگیوں میں قول وفعل کے تضادات کو دیکھ کر لوگون نے حق بات سننے سے گریز کرلیا۔ کان بند کر لیے۔ کئی لاکھ مسجدیں ہیں اور کئی لاکھ آئمہ، لیکن قوم بے امام نظر آتی ہے۔ کیوں؟

واصف علی واصفؒ

وحی اور روح

قرآن وحی بھی ہے اور روح بھی!

{وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا}

(شوریٰ 52:42)

اور اس طرح ہم نے اپنی روح یعنی قرآن

کو تمہاری طرف وحی کر دیا۔

''وحی اور رُوح ؟ قرآن مجید''

☆ وحی اور روح یہ دونوں لفظ قرآن میں کافی مقامات پر استعمال ہوئے ہیں ۔ ان دونوں الفاظ کے بارے میں اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ علم کی کمی کی وجہ سے کسی بھی غلط فہمی کا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اب ہم ان دونوں الفاظ کو قرآن کے ہی ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔قرآن کی زبان میں یہ دونوں الفاظ ہم معنی ہیں ۔

وحی کا مادہ: وح یوحیٰ ۔اشارہ

لغوی معنی: اشارہ کرنا، اہتمام کرنا، اِلقا کرنا Revelation

اصطلاحی معنی: اللہ کی طرف سے کسی نبیؑ اور رسول پر فرشتوں کے ذریعے پیغام پہنچانا ۔

ضد: وسوسہ، برا خیال

خیال رہے کہ نبیوں اور رسولوں کو وحی ہوتی تھیں جبکہ عام انسانوں کو الہام ہوتا ہے یعنی چھٹی حس یعنی Six sense

روح کا مادہ: روح

روح کے لفظی معنی: جان، غیبی طاقت، غیبی قوت، Spirit, Soul

اصطلاحی معنی: قرآن ، جبرائیل

ضد: جسم

☆ اگر ہم مندرجہ ذیل آیات کا غور سے مطالعہ کریں تو پھر کافی حد تک وحی کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں جو ازل سے آرہی ہے۔

{إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّيْنَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَعِيْسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً O} (النساء 163:4)

''اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف اُس طرح وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام اور اُن کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی۔ اور جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی

بھیجی تھی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور دی"

☆ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ روح اور وحی کی حقیقت کو ایک دوسرے طریقے سے بیان کرتے ہیں ۔ ذرا مندرجہ ذیل آیت دیکھیں:

{وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا} (الشوریٰ 52:42)

"اے نبی ﷺ اس طرح ہم نے اپنی طرف سے روح یعنی قرآن کو تمہاری طرف وحی کر دیا۔"

غور کریں کہ اس آیت میں وحی اور روح کے دونوں الفاظ آ گئے ہیں اور روح کو قرآن کہا گیا ہے۔

{إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىO} (النجم 4:53)

"یہ تو وحی ہے جو اُن پر نازل ہوتی ہے۔"

اردو میں روح کے معنی جان کے بھی ہوتے ہیں۔عربی زبان میں روح کے تین معنی ہیں۔

1۔جان 2۔فرشتہ 3۔وحی

قرآن میں روح کو بھی وحی کہا گیا ہے۔یعنی قرآن روح بھی ہے اور وحی بھی ہے۔

☆ جس روح کا تعلق توحید سے ہوتا ہے وہ محنت کرنے سے ترقی کرتی ہے لیکن غفلت کرنے سے کمزور ہوتی ہے۔اس لئے ہمیں جسم کے ساتھ ساتھ اپنی روح پر بھی توجہ دینی چاہیے۔

پس خیال رکھیں کہ روح اور وحی میں بہت تھوڑا سا فرق ہے جس کو مکمل سمجھنا ضروری نہیں ۔صرف شوق کی بات ہے۔لیکن اگر آپ کو اللہ کی آیات اور الفاظ کو سمجھنے کا شوق ہے اور آپ روح اور وحی کو مزید سمجھنا چاہتے ہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر غور کریں۔

الاعراف 117:7؛ النساء 163:4؛ یونس 2:10؛ الانبیاء 45:21، 73؛ الشوریٰ 51:42؛ النجم 4:53۔

رہے روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف!

علامہ اقبال

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ

اور

اپنی پھوپھی صفیہؓ کو تاکید کی تھی

کہ

میں آخرت میں تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا

کیونکہ

وہاں پر تو صرف تمہارے اعمال ہی

کام آئیں گے۔

''قرآن کا علم ؟ ناقابل ترامیم قوانین''

☆ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین اور سائنسدان اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن ایک عظیم ترین کتاب ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے الفاظ اور حقائق میں اس قدر وسعت ہے کہ وہ ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر قسم کے انسان اس سے رہنمائی کر سکتے ہیں۔ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم اس پر بذاتِ خود توجہ دیں ۔ یہ نہ ہو کہ آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو کسی عالم یا مولوی کے حوالے کر دیں اور اندھی تقلید میں ہی پڑھتے پڑھتے اپنی زندگیاں گزار دیں ۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا علم سمندر سے زیادہ گہرا اور زمین سے زیادہ وسیع ہے۔مختصر یہ کہ قرآن کا علملا محدود ہے جب کہ انسان کا علم اور اس کی عقل محدود ہوتی ہے۔اس لئے ہر انسان اس کتاب سے اتنا ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جتنی اُس میں قابلیت اور صلاحیت ہوتی ہے۔

☆ خیال رکھیں کہ قرآن اور اس کے الفاظ صرف ان ہی لوگوں کو فائدہ دیتے ہیں جو اُن پر عمل کرتے ہیں لیکن جو لوگ صرف زبان سے ہی الفاظ ادا کرتے ہیں اور کچھ بھی سمجھتے بوجھتے نہیں اور نہ ہی اُن پر عمل کرتے ہیں فائدہ تو اُن کو بھی ہوتا ہے لیکن وہ بہت ہی معمولی قسم کا ہوتا ہے۔اگر کوئی انسان غور وفکر سے کام لے اور دنیا کے تمام ممالک پر تحقیق کرے تو پھر اُس کو معلوم ہوجائے گا کہ ہر مُلک نے اُتنی ہی ترقی کی ہے جتنا اُس نے قرآن کے احکامات یعنی فطرت کے قوانین پر عمل کیا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے علم کو اپنی زبان، اپنے انداز اور اپنے اجتہاد سے استعمال کیا ہے۔

☆ ویسے تو قرآن حمید کا علم لا محدود ہے لیکن اس میں دو ایسے قوانین ہیں کہ اگر کوئی انسان یا ملک ان کو اپنی روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنالے تو اُس کی زندگی یقینی طور پر کامیاب ہوسکتی ہے۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ انسانوں اور ممالک نے ان ہی قوانین پر عمل کر کے کامیابیاں حاصل کی ہیں اور مسلسل کرتے جارہے ہیں۔

قانون نمبر 1 : افلاتبصرون تم اپنی بصیرت یعنی دل و دماغ کی آنکھ سے کام کیوں نہیں لیتے ؟

قانون نمبر 2 : افلایفقھون تم اپنی فقہ یعنی اپنی سمجھ بوجھ سے کام کیوں نہیں لیتے ؟

☆ یہ ایک حقیقت ہے خواہ کوئی انسان یا ملک اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے کہ امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا نے ان ہی دو قوانین پر عمل کر کے ترقی کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ ممالک علم، تعلیم اور تحقیق یعنی ریسرچ پر بے شمار رقم خرچ کرتے ہیں اور کرتے جارہے ہیں جبکہ ایشیا اور افریقہ کے ممالک اللہ کے اس قانون کی طرف توجہ نہیں دیتے کیونکہ اُن کے حکمران جہالت، کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور عوام کو انہوں نے صبح وشام دعاؤں اور عبادتوں کے پیچھے لگایا ہوا ہے۔

''ملائکہ یعنی فرشتے ؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق''

☆ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی اصطلاح ہے جس کو بے شمار مرتبہ قرآن حمید میں استعمال کیا گیا ہے ۔ دین کی محفلوں میں اکثر یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے ۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی ایک خاص مخلوق ہے جو نظر تو نہیں آتی مگر پوشیدہ رہ کر انسانوں کی مدد کرتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ملائکہ ایک لفظ ملک کا ترجمہ ہے ۔ اب ہم ذرا اس لفظ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ قرآن پاک کا پہلا ترجمہ فارسی میں شاہ ولی اللہ نے 1739 میں کیا اور اس لفظ کا ترجمہ فرشتہ کیا اور ہم ابھی تک اس لفظ کا وہی ترجمہ آنکھیں بند کر کے کرتے آرہے ہیں لیکن براہِ راست اس لفظ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ۔

ملک کا لغوی معنی: طاقت، قوت ، بااثر ، کسی قبیلے کا سردار ہونا۔

ملک کی لغوی تشریح: ہوا ، پانی، آگ ، بادل ، بارش ، بجلی ، آندھی یعنی تمام فطرت کی قوتیں خواہ وہ پوشیدہ ہوں یا ظاہری ہوں ۔ یہ سب ملائکہ میں شامل ہیں ۔ یہ متشابہ لفظ ہے جو انسان کی عقل سے بلاتر ہے۔

☆ اگر انگلش میں ملائکہ کا ترجمہ کیا جائے تو تمام اللہ کی طاقتوں کو (Forces of Allah) ملائکہ کہتے ہیں ۔
پوشیدہ اور ظاہری تمام فطری قوتیں اور طاقتیں ملائکہ میں شامل ہوتی ہیں ۔
اگر ہم بصیرت سے کام لیں تو اس لفظ کو مزید سمجھا جاسکتا ہے۔
ہمارے نظامِ شمسی کے علاوہ پوری کائنات میں یہ ملائکہ پھیلے ہوئے ہیں جو پوری کائنات کو کنٹرول کرتے ہیں۔

مادہ: م ل ک مَلَک

لغوی معنی : نیکی کی طاقت، پوشیدہ مخلوق،

اصطلاحی معنی: اللہ کی وہ طاقتیں جو انسان کو سمجھ نہیں آسکتیں ۔ خیال رہے کہ یہ لفظ متشابہات میں شامل ہے لہٰذا ملک، ملائک اور ملائکہ انسان کے عقل کی حدود میں نہیں آسکتے ۔

ضد: شیطان

{وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَاباً ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O}
(آل عمران 80:3)

''وہ تم سے یہ ہرگز نہیں کہے گا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو''

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور نبی پاک ﷺ کی حقیقت کو مندرجہ ذیل آیت میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ نبی اور ملائکہ کا کیا مقام ہوتا ہے

{قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ O} (الانعام 50:6)

''اے محمد ﷺ ان سے کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں

غائب کا علم رکھتا ہوں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ پھر ان سے پوچھو۔ کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم فکر یعنی سوچ بچار سے کام نہیں لیتے''؟

ایک دانشور اور مفکر کا خیال ہے کہ

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

تصریف آیات یعنی وہ آیات جن میں ملائکہ یعنی فرشتوں کا ذکر ہے خیال رہے کہ ملک کا ترجمہ فرشتہ اور ملائکہ کا ترجمہ فرشتے ہے اصل قرآن پاک کا لفظ ملک اور ملائکہ ہے

البقر 30:2، 31، 98، 210، 248، 285؛ الانعام 111:6؛ آلِ عمران 80:3؛ الانفال 10:8، 12، 24، 53؛ التوبہ 26:9؛ الحجر 98:15، 48؛ النحل 2:16؛ الفرقان 25:21-22؛ الاحزاب 43:33، 56؛ الزمر 59:39؛ حم السجدہ 14:41، 30؛ الزخرف 60:43؛ التحریم 6:66؛ المدثر 31:73۔

ملائکہ یعنی فرشتے

''اللہ نے اپنے ملائکہ یعنی

طاقتوں (Natural forces) کے ذریعے

انسان اور پوری کائنات کو کنٹرول کیا ہوا ہے''

''خیرات کی اہمیت ؟ انسان کا فائدہ''

☆ عربی زبان میں خیرات کا مطلب ہے کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسا کام کرنا جس سے دوسروں کو جسمانی یا روحانی فائدہ ہو۔ خیرات کا لفظ قرآن کی ایک ایسی مشہور اصطلاح ہے جس کا استعمال ہم روزمرہ کی زندگی میں اکثر کرتے رہتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس لفظ خیرات کا اردو مطلب اور عربی مطلب میں فرق ہے۔ اردو زبان میں خیرات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے نام پر کسی محتاج کو پیسے یا اور کوئی چیز دے دینا جس طرح اُردو زبان میں فکر کرنے کا مطلب پریشان ہونا ہوتا ہے اور عربی زبان میں فکر کرنے کا مطلب سوچنا، سمجھنا ہوتا ہے۔ اب ہم ذرا لفظ خیرات کا مطلب قرآن سے سمجھتے ہیں:

خیرات کے لغوی معنی: بہتر، اچھا، بھلائی، نیکی، خوبیاں

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نیکی، بھلائی بہتری اور کوئی ایسا کام کرنا جس سے دوسروں کو فائدہ ہو۔

☆ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ پیسے دے کر یا کسی کو کھانا کھلا کر خیرات کا حق ادا کر دیتے ہیں حالانکہ خیرات کا لفظ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا کام یعنی پانی پلانے سے لے کر ایک ہسپتال بنانا اور علم کی کوئی بھی کتاب فی سبیل اللہ لکھ دینا بھی خیرات کے کاموں میں آتا ہے کیونکہ اس سے بے شمار لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

☆ لیکن سب سے عظیم ترین خیرات یہ ہے کہ اپنے ملک کو غربت، جہالت اور بیماریوں سے نکالنا یعنی تمام شہریوں کو روزگار، علم، رہائش اور علاج معالجے کی سہولیات مفت مہیا کرنا۔ اگر کوئی انسان دنیا کے 250 ممالک پر اور ان کے معاشروں پر غور و فکر کرے تو پھر اُسے سمجھ آ جائے گی کہ خیرات کے چھوٹے کام کون کر رہا ہے اور عظیم ترین کام کون کر رہا ہے۔ بس تھوڑی سی تحقیق اور تدبر کی ضرورت ہے۔

☆ مسلمانوں کو کم علمی اور جہالت کی وجہ سے یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہوگئی ہے کہ قرآنِ حمید صرف ہمارے لیے ہے اور ہم ہی جنت میں جائیں گے یہی غلط فہمی کسی زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی ہوگئی تھی جس کا ہم بھی شکار ہیں۔ یہودیوں کی غلط فہمیوں کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور غلط ہے کیونکہ قرآن پاک کی 4 مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو کوئی بھی یہودی، عیسائی، مجوسی اور ایمان والوں میں سے جو بھی نیک کام کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

☆ خیرات کی ایک ماسٹر آیت یعنی سورۃ المائدہ 48:5 میں یہ بھی اعلان کیا گیا ہے:

''نیکی کے کاموں میں تم ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھو کیونکہ تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تم سب کو وہ کام بتا دے گا جو تم اختلاف کرتے تھے۔''

☆ دنیا کے جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی خیرات دیتے ہیں اُن کا فیصلہ اللہ نے ہی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے بڑے سے بڑے کسی عالم، مفکر، دانشور اور مفتی کا فتویٰ کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ کسی انسان کے شعور، لاشعور اور نفسیات کے نشیب و فراز کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے جبکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے کسی کی بھی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے میں مداخلت کر سکے کیونکہ اللہ کا فیصلہ کسی انسان کے فیصلے سے بہت ہی بالا تر ہوتا ہے۔ اگر آپ خیرات کے لفظ اور اہمیت کو مزید سمجھنا چاہتے ہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات کو پڑھیں اور ان پر غور و فکر کریں:

البقرہ 148,110,106,103,105,61,54:2؛ آل عمران 114,54, 26:3؛ النساء 114:4 ، المائدہ 48:5؛ الاعراف 186:7؛ التوبہ 88:9؛ بنی اسرائیل 11:17؛ الانبیاء 90,73:21؛ المومنون 56,61:23؛ القصص 26:28؛ الفاطر 32:38؛ ص 32:38؛ حم السجدہ 49:41؛ ق 25:50؛ الرحمن 70:55

{اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓءُ} (فاطر 28:35)

اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے
بندوں میں سے علم والے ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔

وحی اور الہام
رسولوں اور نبیوں کو وحی ہوتی ہے
جبکہ
عام انسانوں کو الہام ہوتا ہے

''معافی کا اجر یعنی معاوضہ ؟ عظیم انسانوں کا طریقہ''

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا ہر انسان غلطی کرتا ہے لیکن فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ کوئی انسان چھوٹی غلطی کرتا ہے اور کوئی انسان بڑی غلطی کرتا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جہالت اور ضد بازی کی وجہ سے ہمارے اندر صبر اور برداشت کا جذبہ بہت ہی کم ہے جس کی وجہ سے معمولی معمولی باتیں بھی طوالت اختیار کر کے فسادات کا موجب بنتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار آیات میں انسان کو فساد کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ فساد انسان، معاشرے اور ملک کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کا یہ اعلان ہے کہ

والصلح خیر صلح میں خیر ہے۔

☆ فساد کو معافی اور صبر کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معافی کا بہت ہی بڑا اجر یعنی معاوضہ مقرر کر دیا ہے اور یہ تمام انسانوں سے وعدہ بھی کیا ہے کہ اگر وہ کسی کی غلطی اور نقصان کو برداشت کرتے ہوئے معاف کر دیں گے تو اُس کا اجر میں خود معاف کرنے والے انسان کو دوں گا۔ جیسا کہ قرآن پاک کی سورۃ الشوریٰ کی آیت 40 میں یہ حقیقت تحریر ہے:

{فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ}

''پس جو کوئی بھی کسی کو معاف کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے تو اُس کا اجر یعنی معاوضہ اللہ کے ذمے ہے۔''

☆ اگر کوئی انسان مندرجہ بالا آیت پر غور و فکر کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ دوسروں کی غلطی کو معاف کرنے کا اجر یعنی معاوضہ اس قدر زیادہ ہے کہ خالقِ کائنات نے یہ ذمہ خود لے لیا ہے پھر بھی اگر کوئی کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی بدنصیبی ہے۔

قرآن حمید پوری دنیا کے لوگوں کے لیے ہے اب ہمیں تمام ممالک کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ کس کس ملک کے لوگ اللہ تعالیٰ کے اِس قانون پر عمل کر کے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اعمال کی اہمیت

دنیا کے تمام لوگوں کے اعمال کے لحاظ سے درجے ہوتے ہیں

کیونکہ قرآن پاک میں لکھا ہے

کہ

{وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا}

اعمال کے لحاظ سے ہر شخص کا الگ الگ درجہ ہے

الانعام 133:6 ؛ الاحقاف 19:46

{وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ}

اور تمہارا رب لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے

فطری ضروریات

انسان کی فطری اور معاشرتی ضروریات

پر کوئی پابندی نہیں ہوتی

کیونکہ

محبت، رجحان، کشش اور نفرت کا تعلق

انسان کے جذبات اور احساسات سے ہوتا ہے

لہٰذا

ہر انسان کا اپنے جذبات و احساسات کا پابند ہونا

اس کا بنیادی حق ہے

''قرآن اور حدیث ؟ حقائق کی تفسیر''

☆ یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ قرآن اور حدیث میں بہت زیادہ فرق ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم اس کا احساس ہی نہیں کرتے کیونکہ ہم لوگ اور ہمارا معاشرہ اکثر اندھی تقلید کا شکار ہے۔ مندرجہ ذیل چارٹ پر آپ ذرا غور وفکر کریں اور پھر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنا فیصلہ اپنے ضمیر کی آواز پر کریں۔

صفات	قرآن مجید	حدیث پاک
مصنف	اللہ تعالیٰ	راوی امام مالک، امام مسلم، امام ترمذی، امام بخاری
مصنف کی صفات	لامحدود	محدود
مصنف کے اختیارات و اقتدار	کائنات پر ہیں	اپنے علاقے پر ہیں
ابتدائی فقرہ	یقیناً، آخری بات	ظن۔ قیاس اور کمزور احادیث
مصنف کا حکم	لامحدود	محدود
عوام کی رائے	کوئی اختلاف نہیں	بے شمار اختلافات ہیں
دشمنوں کی سازش	نہیں چل سکی	چل گئی، ضعیف حدیثیں
الفاظ کی وسعت، فساحت و بلاغت	لامحدود لامحدود	محدود مختصر

قابلِ غور بات

☆ دنیا کے 158 ممالک میں سے کسی کا بھی قرآن پاک کے الفاظ ،خیالات اورنظریات کے بارے میں اختلاف نہیں ہےلیکن صرف اورصرف ادراک،فہم اور سمجھنے میں اختلاف ہے جبکہ حدیث کے بارے میں بے شمار اختلاف پائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو بھی لوگ اسلام کے خلاف کتابیں تحریر کرتے ہیں وہ صرف مختلف احادیث کا حوالہ ہی دیتے ہیں لیکن قرآن پاک کا حوالہ نہیں دیتے اور نہ ہی دے سکتے ہیں کیونکہ یہ عظیم کتاب تمام غلطیوں سے پاک ہے۔

''حدیث ؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں''

☆ انسان کی زندگی میں حدیث کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ حدیث اللہ کی بھی ہوتی ہے اور رسولوں کی بھی ہوتی ہیں۔ اپنے اپنے زمانے کے لوگ احادیث سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو کامیاب بناتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث کا مقام الہامی کتابوں کے بعد آتا ہے۔ بعض حقائق الہامی کتابوں میں نہیں ملتے اُن کو ہم احادیث کی روشنی میں تلاش کر سکتے ہیں۔

حدیث کا مادہ: ح د ث

حدیث کے لغوی معنی: قول واقوال، بات چیت، تقریر، خطبات، خبر اور کلام

حدیث کے اصطلاحی معنی: اللہ اور اس کے رسولوں کی بات قول و اقرار اور گفتگو اور خطبات کو حدیث کہتے ہیں۔

نوٹ: رسولوں کی جو بھی حدیث اللہ کی الہامی کتاب اور قرآن کے احکامات وقوانین کی مخالفت کرتی ہو وہ ضعیف حدیث یعنی کمزور حدیث کہلاتی ہے اور جو الہامی کتابوں کے مطابق ہو اس کو مستند حدیث کہتے ہیں۔

حدیث کی ماسٹر آیت

{اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ O} (الزمر 23:39)

☆ **''اللہ نے یہ ایک بہترین حدیث یعنی کلام اتارا ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور اس میں مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں اس کو سن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر اُن کے جسم اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس کو راہِ راست پر لے آتا ہے جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔''**

ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعتراضات کا جواب کس طرح دیتا ہے!

{اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ O وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ O وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ O فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا O} (النجم 53:59-62)

''کیا تم لوگ قرآن کی حدیث یعنی باتوں پر تعجب کرتے ہو؟ اس کو سن کر ہنستے ہو روتے نہیں ہو؟ کیسے غافل ہو گئے ہو؟ اللہ کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو؟''

جو لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے اُن کے بارے میں سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ط سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ O} (القلم 68:44)

''اے نبی! آپ اس حدیث یعنی کلام کو جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں ہم اُنہیں آہستہ آہستہ وہاں لا رہے ہیں جہاں کی اُنہیں خبر نہیں''

☆ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار اپنی آیات یعنی نشانیاں بیان کر دی ہیں پھر بھی اگر کوئی انسان ایمان نہیں لاتا تو ایسے لوگوں سے اللہ ایک سوال کرتا ہے۔

{تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ج فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ O}

(الجاثیہ 45:6)

''اے نبی! یہ اللہ کی آیات یعنی نشانیاں ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد اور کونسی حدیث یعنی باتیں ہیں جن کو سن کر وہ ایمان لائیں گے۔''

☆ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی ایک مکمل اور حسین ترین حدیث ہے جس میں خالق کائنات نے اپنے تمام احکامات و قوانین کو بیان کر دیا ہے تا کہ انسان دنیا اور آخرت میں پرسکون اور کامیاب زندگی گزار سکے اگر مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت کسی کی سمجھ میں نہیں آسکی تو پھر اس کو چاہیے کہ مزید مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر کرے۔

النساء 4:42، 78 ، 87؛ الاعراف 7:185 ؛ یوسف 12:111 ؛ الکہف :6:18 ؛ لقمان 31:6 ؛ الزمر 39:23 ؛ النجم 53:59 ؛ الواقعہ 56:81 ؛ القلم 68:44 ؛ الاحزاب 33:53 ؛ الطور 52:34 ؛ الذاریات 51:24 ؛ النّزعت 79:15 ؛ البروج 85:17 ؛ الغاشیہ 88:1 ۔

قرآن پر غور و فکر کرنے سے انسان کی پوشیدہ صلاحیتیں اور حقائق اس پر ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ ایسے ہی حالات کا شکا ہو کر علامہ اقبال نے کہہ دیا تھا کہ

تو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو اک راز تھا، سینۂ کائنات میں

علامہ اقبال

''عظیم حدیث ؟ اللہ تعالیٰ کی باتیں''

☆ میرے ایک درویش دوست حامد قادری صاحب ہیں جو 50 سال سے سویڈن میں مقیم ہیں مگر وہ وہاں کی عیش وعشرت اور رنگینیوں سے بے نیاز ہوکر زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ اُن کا اللہ تعالیٰ کے اُن وعدوں پر مکمل یقین ہے جو تقریباً 30 مرتبہ قرآن پاک میں انسان سے کیے گئے ہیں اور ایک مقام پر تو خالق کائنات نے **وعدا مسؤلا** کہہ کر انسان کو یہ اختیار بھی دے دیا ہے کہ اگر میں اپنا وعدہ پورا نہ کروں تو تم مجھ سے بھی سوال کر لینا۔ سوچنے کا مقام ہے کہاں اللہ اور کہاں انسان ۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ انسان کو سوال کرنے کا حق دے رہا ہے۔

☆ ایک دن انہوں نے مجھے ایک ایسی مستند حدیث سنائی جس کو میں یہاں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

حدیث یوں ہے کہ کسی بستی میں اللہ کا ایک عبادت گزار اور تہجد گزار بزرگ رہتا تھا جو صبح وشام اللہ کے ذکر و فکر میں مصروف رہتا تھا لیکن اُس بستی میں اللہ کے احکامات کو پامال کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے معاشرے میں تباہی و بربادی پھیلتی جارہی تھی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ یعنی فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جا کر اُس بستی کو تباہ و برباد کردیں ۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کو جواب دیا کہ اُس بستی میں تو آپ کا ایک ایسا عبادت گزار، تہجد گزار اور پرہیز گار بندہ بھی رہتا ہے جو صبح سے لے کر شام تک آپ کی عبادت اور ذکر وفکر میں اس قدر مصروف رہتا ہے کہ اُس کو شب و روز کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہی تو بدبخت ہے جس نے میری توحید اور ہدایت کا پیغام دوسروں تک نہیں پہنچایا جیسا کہ ''میرے بے شمار رسولوں نے پہنچایا ہے تا کہ لوگوں کی اور معاشرے کی اصلاح ہو سکے۔'' اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی علم اور اصلاح کی تعلیم دینی چاہیے۔ اس لیے یہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے پاس قرآن کا یا زندگی کا جو بھی علم ہو اُس کو دوسروں تک پہنچائے۔ ایسا کرنا اُس عبادت سے بہتر ہے جو وہ اکیلے مسجد میں یا گھر پر بیٹھ کر کرتا جاتا ہے جس سے دوسروں کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لیے ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ دوسروں کی علمی اور معاشرتی راہنمائی کرنا ایک بہت بڑی نیکی اور عبادت ہے۔ علامہ اقبال نے بھی زندگی کی فلاسفی پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی خیالات کا اظہار کچھ اس طریقے سے کیا ہے کہ

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

''سنت ؟ اعمال اور کام''

☆ سنت ان کاموں اور اعمال کو کہتے ہیں جن پر نبی پاک نے عمل کیا ہو یعنی جو کام آپ ﷺ نے بذاتِ خود کر کے دکھایا ہو۔ مثال کے طور پر ایک مستند حدیث ہے کہ ہمیشہ سچ بولو اور وعدہ خلافی نہ کرو۔ نبی پاک ﷺ نے بذاتِ خود سچ بول کر اور اپنے وعدوں کو اس قدر دکھایا کہ تمام مشرکین بھی آپ کو امین تسلیم کرتے تھے لہٰذا اپنی زندگی میں عملی طور پر سچ بولنا اور وعدہ پورا کرنا نبی پاک ﷺ کی سنت ہے۔

مادہ: س ن ن ت

لغوی معنی: عمل و اعمال، کام، مظاہرہ کرنا، عادت، طریقہ، طور طریقہ،

اصطلاحی معنی: اللہ اور اس کے اسلام کی خاطر توحید اور رسالت کے احکامات پر عمل کرنا

نوٹ: خیال رہے کہ سنت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اللہ کی سنت یعنی اللہ کے کام اور دوسری رسول کی سنت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں میں نمایاں فرق موجود ہے۔ اللہ کی سنت میں تمام وہ قوانینِ فطرت آتے ہیں جن کے تحت ہماری زمین، ہمارے نظامِ شمسی، ہماری کہکشاں اور پوری کائنات کا نظام چل رہا ہے اور نشو و نما پا رہا ہے۔ یہ وہی اللہ کی سنت ہے جس کو جدید زمانے کے تمام سائنسدان اور مفکرین سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن انسان اور کائنات پر تحقیق کرنے والے سائنسدان اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں کہ اس دنیا کا خالق انسانی عقل سے بہت ہی زیادہ بلند مقام رکھتا ہے۔ اللہ کی سنت کو قرآن کی الفتح 23:48 میں یوں بیان کیا گیا ہے:

{سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلاً O} (الفتح 23:48)

''یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے ہی چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت یعنی اللہ کے کاموں میں کبھی بھی تبدیلی نہ پاؤ گے۔''

☆ ایک دوسرے مقام پر اللہ نے اپنی سنت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

{سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلاً O} (الاحزاب 62:33)

''یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے بارے میں پہلے سے ہی چلی آ رہی ہے اور تم کبھی بھی اللہ کی سنت یعنی اللہ کے کاموں میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔''

☆ اللہ کی سنت کے بارے میں وہ آیات جن سے اللہ کی سنت مزید واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے۔

الانفال 35:8؛ الحجر 13:15؛ بنی اسرائیل 77:17؛ الکہف 55:18؛ الاحزاب 62,38:33، 63؛

الفاطر 43:35؛ المومنون 85:40۔

اللہ نے انسان کو رسولوں کی سنت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے لیکن افسوس کہ ہم اُن کی سیرت کی بجائے صرف اُن کی صورت کی سنت کو اختیار کر کے جنت میں جانا چاہتے ہیں۔

جہالت اور تعصب اس قدر عظیم بیماریاں ہیں

جو انسان کے شعور، لاشعور اور سوچ کو

مفلوج کر کے رکھ دیتی ہیں

جس کی وجہ سے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھی

ہوئی چیز کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔

سنت

اللہ کی سنت اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی سنت میں بہت فرق ہوتا ہے

کیونکہ

اللہ کی سنت کائنات کو ہدایت دیتی ہے

اور

رسول کی سنت انسان کو ہدایت دیتی ہے

''آسان اعمال اور مشکل اعمال ؟ انسان کی سوچ''

☆ اگر ہم ذرا غور وفکر کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ عام طور پر دنیا میں 2 قسم کی اعمال پائے جاتے ہیں ۔ آسان اعمال اور مشکل اعمال !! پاکستان کے اکثر لوگ آسان اعمال پر عمل کر کے اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور مشکل اعمال سے گھبراتے ہیں حالانکہ مشکل اعمال کا عملی زندگی میں بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن ہم اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے جبکہ دنیا کے دیگر ممالک اصل اور حقیقی اعمال پر عمل کر کے فائدے اٹھا رہے ہیں ۔

☆ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے مشکل اعمال کو چھوڑ کر صرف اور صرف آسان اعمال پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اور یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ہم ہی جنت میں جائیں گے اور اس حقیقت کو مکمل طور پر بھول گئے ہیں کہ اسلام نے تو ہمیں وہ عظیم ضابطہ حیات دیا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے ہر انسان دنیا اور آخرت یعنی دونوں مقامات پر کامیابی حاصل کر سکتا ہے ۔

آسان اعمال	مشکل اعمال
1 ۔ بغیر سوچے سمجھے قرآن مجید کو پڑھنا	قرآن کو سمجھ بوجھ کر پڑھنا
2 ۔ اس عظیم کتاب کا علم حاصل کرنا	علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا
3 ۔ کلمہ پڑھنا	سچ بولنا
4 ۔ صراطِ مستقیم کی دُعا مانگنا	صراط مستقیم کو تلاش کرنا اور اس پر عمل کرنا
5 ۔ داڑھی رکھنا	داڑھی کے تقاضے پورے کرنا
6 ۔ وقت کی پابندی کی تاکید کرنا	وقت کی پابندی کرنا
7 ۔ ہر سال عمرے پر جانا	مجبور اور بیمار کی مدد کرنا
8 ۔ مسواک کرنا	اچھی مسواک یعنی ٹوتھ پیسٹ تیار کرنا
9 ۔ دوائیاں استعمال کرنا	جدید دوائیاں تیار کرنا
10 ۔ خوشبو اور عطریات کا استعمال کرنا	لیکن ان چیزوں کو خود تیار کرنا
11 ۔ عدل و انصاف کی باتیں کرنا	عدل و انصاف سے فیصلے کرنا
12 ۔ زبانی دوسروں سے ہمدردی کرنا	عملی طور پر دوسروں کی مدد کرنا

سلمان فارسیؓ

آپ ایک آتش پرست مولوی کے بیٹے تھے
جو حق اور سچائی تلاش کرتے کرتے مدینہ پہنچ گئے
آپ عیسائیت اور اسلام کا جائزہ لینے کے
بعد مسلمان ہو گئے
کیونکہ
انسان کو وہی ضابطہ حیات اختیار کرنا چاہیے
جس کو انسان کا علم، عقل اور ضمیر تسلیم کرے۔

''دین ؟ زندگی گزارنے کا طریقہ''

اللہ تعالیٰ نے دین کے لفظ کو قرآن پاک میں بے شمار مرتبہ استعمال کیا ہے جس جگہ بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس جگہ پر اس کا ایک اپنا مفہوم ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ لفظ بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل ہے ۔ دین کی مختلف آیات پر غور وفکر کرنے سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ دنیا کے ہر انسان کا ایک دین ہوتا ہے۔

دین کے لغوی معنی: مذہب، عبادت کا طریقہ، طریقۂ زندگی، اطاعت، بدلہ، بدلے کا دن، ضابطۂ حیات ۔

دین کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات وقوانین کے مطابق زندگی گزارنا اور آخرت کے دن یعنی بدلے کے دن کا انتظار کرنا

دین کی ضد: دہریہ پن، لادین، توحید کو نہ ماننا

دین کی ماسٹر آیات

{اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط} (الزمر 3:39)

''اے لوگو! یادرکھو۔ اللہ ہی کی خالص تابعداری ہونی چاہیے۔''

{اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ O}

(آل عمران 19:3)

''اللہ کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہی ہے اہل کتاب نے دین کے بارے میں جو اختلاف کیا وہ صحیح علم ہونے کے بعد کیا اور صرف آپس کی ضد بازی سے کیا اور جو بھی اللہ کی آیات کا انکار کرے وہ یاد رکھے کہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔''

{مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O} (الفاتحہ 3:1)

''وہی جزا وسزا یعنی بدلے کے دن کا مالک ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا میں بے شمار دین موجود ہیں لیکن جو دین سب سے بہتر ہے اس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں لکھ دیا ہے کہ

''اور اس سے بہتر کس کا دین ہوسکتا ہے جو اپنا چہرہ اللہ کی طرف جھکا دیتا ہے اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور

پیروی کرنے والا بھی، ابراہیم علیہ السلام جو دین میں یکسو تھے اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنالیا تھا۔'' 1

تصریف آیات

البقرہ 131:2، 132، 256؛ آل عمران 19:3، 24، 73، 85؛ النساء 125:4، 146، 171؛ المائدہ 5:3، 54، 57؛ الانعام 161:6، 70، 137؛ الاعراف 51:7؛ الانفال 39:8، 49؛ یوسف 40:12؛

''صلوٰۃ یعنی نماز ؟ زندگی کا بنیادی قانون''

صلوٰۃ اور نماز ایک ہی چیز ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ صلوٰۃ قرآن کا لفظ ہے اور اصطلاح یعنی بنیادی لفظ ہے جب کہ نماز فارسی زبان کا لفظ ہے جو کہ صلوٰۃ کا ترجمہ ہے اور اردو زبان کا حصہ بن چکا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایران کے قدیم لوگ آتش پرست ہوتے تھے وہ اپنی عبادت گاہوں میں جو عبادت کرتے تھے اس کو نماز کہتے تھے یعنی کہ نماز ان کی عبادت ہوتی تھی اور خدا اس بت کا نام تھا جس کے سامنے وہ نماز پڑھتے تھے۔

1739ء میں جب شاہ ولی اللہ اپنے قافلے کے ساتھ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور قرآن کا اپنا پہلا ترجمہ فارسی زبان میں کیا تو صلوٰۃ کا ترجمہ نماز کیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے شاہ رفیع الدین نے جب 1800ء میں قرآن کا پہلا ترجمہ اردو زبان میں کیا تو انہوں نے بھی صلوٰۃ کا ترجمہ نماز ہی کیا جو ابھی تک چلا آرہا ہے۔ خیال رہے کہ انہوں نے اللہ کا ترجمہ خدا، رب کا ترجمہ پروردگار اور رسول کا ترجمہ پیغمبر کیا۔ یہ سارے ترجمے ابھی تک آرہے ہیں۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ آج تک تقریباً 250 قرآن کے مختلف ترجمے اردو زبان میں ہو چکے ہیں جو کہ مختلف علماء حضرات نے کیے ہیں لیکن کسی عالم کو یہ جرأت اور توفیق نہیں ہوئی کہ قرآن کی کسی بھی اصطلاح یعنی بنیادی الفاظ کو اصل زبان میں تحریر کرے جو کہ علم کی کمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اس دنیا کی ایک عظیم ترین کتاب ہے اس لیے اس کتاب کی اصطلاحات یعنی بنیادی الفاظ کو فارسی کی بجائے عربی میں لکھنا اور سمجھنا بہت ہی ضروری ہے۔ مہربانی کر کے آپ یہ عادت اختیار کرلیں جس سے آپ کو ضرور فائدہ ہوگا۔

صلوٰۃ کا مادہ: ص ل و

صلوٰہ کے لغوی معنی: نماز، دعا، رحمت، نظام زندگی اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ۔ ضابطہ حیات (Code of life)

صلوٰۃ کے اصطلاحی معنی: اصطلاح میں صلوٰۃ سے مراد پنجگانہ نماز ہے یعنی پانچ وقت کی نماز جو مسجد میں ادا کی جاتی ہے۔

{حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ O} (البقرہ:238)

''تمام صلوٰتوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیان والی صلوٰۃ کی اور صبر و استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین اور ہدایات پر عمل کرتے رہو۔''

صلوٰۃ کی لغوی تشریح: ٹیڑھی لکڑی کو گرم کر کے سیدھا کرنا

صلوٰۃ کی آیات

{وَاَقِمِ الصَّلاَۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّیۡلِ إِنَّ الۡحَسَنَاتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّئَاتِ ذٰلِکَ ذِکۡرَی لِلذَّاکِرِیۡنَ} (ھود 114:11)

''نماز قائم کرو۔ دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصے میں! بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

صلوٰۃ قرآن پاک کی ایک بہت بڑی اصطلاح ہے اس اصطلاح کو کئی ایک انداز اور طریقے سے استعمال کیا گیا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح انسان ہدایت اور رہنمائی کی نعمت سے فائدہ اٹھا سکے۔ کم و بیش اس لفظ کو 100 مرتبہ استعمال کیا گیا ہے قرآن میں ہمیں دو قسم کی صلوٰۃ کی آیات ملتی ہیں۔ صلوٰۃ موقوتہ کا ذکر النساء آیت 103 میں اور سورہ الحدید کی سورہ المعارج میں بیان کیا گیا ہے اور صلوٰۃ دائمون!

صلوٰۃ دائمون کی آیات

صلوٰۃ دائمون یعنی ہمیشہ کا عمل کرنے اور زندگی کے نظام کی آیات

{إِنَّ الۡإِنسَانَ خُلِقَ ھَلُوعاً (19) إِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوعاً (20) وَإِذَا مَسَّہُ الۡخَیۡرُ مَنُوعاً (21) إِلَّا الۡمُصَلِّیۡنَ (22) الَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلَی صَلَاتِھِمۡ دَائِمُونَ (23) وَالَّذِیۡنَ فِیۡ أَمۡوَالِھِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُومٌ (24) لِّلسَّائِلِ وَالۡمَحۡرُومِ (25) وَالَّذِیۡنَ یُصَدِّقُونَ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ (26) وَالَّذِیۡنَ ھُم مِّنۡ عَذَابِ رَبِّھِم مُّشۡفِقُونَ (27) إِنَّ عَذَابَ رَبِّھِمۡ غَیۡرُ مَأۡمُونٍ (28) وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِفُرُوجِھِمۡ حَافِظُونَ (29) إِلَّا عَلَی أَزۡوَاجِھِمۡ أَوۡ مَا مَلَکَتۡ أَیۡمَانُھُمۡ فَإِنَّھُمۡ غَیۡرُ مَلُومِیۡنَ (30) فَمَنِ ابۡتَغَی وَرَاءَ ذَلِکَ فَأُوْلَئِکَ ھُمُ الۡعَادُونَ (31) وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِأَمَانَاتِھِمۡ وَعَھۡدِھِمۡ رَاعُونَ (32) وَالَّذِیۡنَ ھُم بِشَھَادَاتِھِمۡ قَائِمُونَ (33) وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلَی صَلَاتِھِمۡ یُحَافِظُونَ (34) أُوْلٰئِکَ فِیۡ جَنَّاتٍ مُّکۡرَمُوۡنَ) (35} (المعارج 35-19:70)

19۔ یقیناً انسان کم حوصلہ ہے۔

20۔ جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے۔

21۔ جب خوشی ملتی ہے تو غل یعنی شور کرنے لگتا ہے۔

22۔ مگر اُن لوگوں کا جو نمازی ہیں یہ حال نہیں ہوتا۔

23۔ جو نمازی ہیں اور ہر حال میں نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

24۔ اور اپنے مال کا ہر حصہ دیتے ہیں۔

25۔ مانگنے والوں کو اور جو پیسوں سے محروم ہوتے ہیں۔

26۔ جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

27۔ اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

28۔ بے شک اُن کے رب کے عذاب سے کسی کو بھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

29۔ جو اپنے فروج یعنی ستر کی حفاظت کرتے ہیں۔

30۔ سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے جن پر اُنہیں کوئی ملامت نہیں۔

31۔ پھر اس کے سوا کچھ اور چاہے تو ایسے لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

32۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کو نبھاتے ہیں۔

33۔ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔

34۔ اور جو اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

35۔ یہی لوگ جنت کے باغوں میں عزت کے ساتھ ہوں گے۔

صلوٰۃ یعنی نماز سے انسان کا جسمانی اور روحانی فائدہ ہوتا ہے جو کہ 1 فیصد سے لے کر 90 فیصد تک ہوتا ہے لیکن اس کا انحصار ہر انسان کی محنت اور اُس کی کوشش پر ہوتا ہے۔صلوٰۃ کی مکمل اور حتمی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل آیات اور الفاظ پر غور و فکر کریں تا کہ ہم صلوٰۃ کی اہمیت اور قدرت سے فائدہ اٹھا کر اس زندگی اور آخرت کی زندگی میں سکون حاصل کر سکیں۔

البقرہ 43:2، 45، 110، 238-239 ، 277؛ آل عمران 39:3؛ النساء 43:4، 162، 103؛ الانعام 163:6؛ الاعراف 205:7-206؛ الانفال 35:8؛ الاحزاب 42:33؛ الزمر 9:39؛ ق 39:50-40؛ الطور 48:52-49؛ المعارج 19:70-34؛ المدثر 42:74-44؛ القیامہ 31:75-36؛ الماعون 107:1-7۔

نوٹ: دنیا میں کچھ لوگ عادت کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ مجبوری کی، اور کچھ ضرورت کی، اور کچھ ماحول کی اور کچھ پڑھاپے کی اور کچھ صرف اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہیں یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اُس کے تمام فیصلوں پر راضی رہتے ہیں

واصف علی واصفؒ

پہاڑ کی چوٹی تک جانے کے لیے کتنے ہی راستے ہو سکتے ہیں
لیکن سفر کرنے والے کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہوتا ہے

واصف علی واصفؒ

ثواب

اچھے کام کا اچھا ثواب

اور

بُرے کام کا بُرا ثواب ہوتا ہے

کیونکہ ثواب کے لغوی معنی جزا اور بدلے

کے ہوتے ہیں

{هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَاكَانُوايَفۡعَلُونَ}

المطفّفین 36:83

اب مل گیا کافروں کو اپنے کیے کا ثواب یعنی بدلہ

''ثواب ؟ اجر، معاوضہ، فائدہ''

ہمارے معاشرے اور ہمارے ملک میں یہ لفظ تو بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ مولوی حضرات اور علما حضرات اس لفظ کو اپنی تقاریر میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں کہ جنت میں اُن کو ثواب ملے گا۔ حالانکہ ثواب دنیا میں اور جنت میں یعنی دونوں جگہ ملتا ہے اور ملے گا اور مل رہا ہے۔

آیئے! ہم ذرا کوشش اور محنت کر کے دیکھیں کہ قرآن ثواب کے بارے میں کیا کہتا ہے کہ یہ ثواب کس کو کس طرح اور کیسے ملتا ہے سورہ آل عمران میں بیان کی گیا ہے کہ

{فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O} (آل عمران 148:3)

''پھر اللہ نے اُن کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر آخرت کا ثواب بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔''

مندرجہ بالا آیت سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے احکامات اور قوانین میں اس قدر قدرت اور طاقت ہے کہ وہ انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور ثواب دلا سکتے ہیں۔ اب ذرا لفظ ثواب کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔

ثواب کا مادہ: ث و ب

ثواب کے لغوی معنی: جزا، بدلہ، انعام، اجر، معاوضہ

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کے لئے نیکی کرنا تا کہ اللہ بدلہ اور انعام دے۔ جنت کا انعام

ضد: اثم، عدوان

مشتقات: ثوب

یہ ہمارے بزرگان دین کی ایک بہت بڑی غلط فہمی اور کم علمی ہے کہ انسان کو ثواب صرف اور صرف جنت میں ملے گا۔ اس غلطی فہمی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر علما حضرات اللہ اور توحید کی عظمت اور وسعت کو نہیں سمجھتے قرآن کا مصنف وہ اللہ ہے جس کی کائنات اس قدر وسیع ہے کہ کوئی انسان تصور ہی نہیں کر سکتا۔

اس پاک کلام کے احکامات وقوانین میں بہت زیادہ طاقت ہے اس طاقت کو جس بھی انسان، قوم اور ملک نے استعمال کیا ہے اس نے پورا پور فائدہ اٹھایا ہے اور اس دنیا میں بھی یہ فائدہ اُن کو نظر آتا ہے۔ آخرت میں تو جو ملنا ہے وہ

ملنا ہی ہے۔ ذرا مندرجہ ذیل آیت کے الفاظ پر غور وفکر کر کے اور کسی عربی کے ماہر پروفیسر سے مشورہ کر کے فیصلہ آپ خود کریں

{ مَّن كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِندَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً بَصِيْراً O} (النساء 134:4)

''جو کوئی بھی دنیا کا ثواب چاہتا ہے۔ اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس دنیا کا ثواب بھی ہے اور آخرت کا ثواب بھی! اللہ سمیع وبصیر یعنی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

خیال رہے کہ ثواب مثبت بھی ہوتا ہے اور ثواب منفی بھی ہوتا ہے اس لئے ثواب مسلمانوں، کافروں، منکرین اور مشکرین یعنی سب انسانوں کو ہوتا ہے۔ اچھے کام کا اچھا ثواب اور برے کام کا برا ثواب ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیت پر غور وفکر کریں۔

{هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ} (المطففین 36:83)

''اب مل گیا کافروں کو اپنے کاموں کا ثواب''

ثواب کو مزید سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات پر نظر ڈالیں۔

آلِ عمران 145:3، 148، 195؛ المائدہ 85:5؛ الکہف 31:18، 44، 46؛ مریم 76:19؛ القصص 82:28؛ الاحزاب 36:33۔

اللہ تعالیٰ انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازتا ہے

لیکن ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا، انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

---------- ایک غور وفکر کرنے والا دانشور

نگاہِ فقر میں، شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(علامہ اقبالؒ)

''ایک محقق کا تجزیہ ؟ روشن دل و دماغ''

دو اکتوبر 2016 کا ذکر ہے کہ شام کے وقت میں نے ٹی وی آن کیا تو اُن کا پروگرام لگا ہوا تھا جس میں حکمرانوں کے بارے میں مختلف حقائق کے بارے میں بتایا جارہا تھا تا کہ عوام کو اُن کے حاکموں کے اعمال کا علم ہوسکے۔ جب اس روشن دماغ اور وسیع النظر صحافی نے بتایا کہ وزیر اعظم کی سیکورٹی یعنی حفاظت کے لیے ایک ارب روپیہ سالانہ سرکاری خزانے سے خرچ ہوتا ہے اور وزیر اعظم کی گھر کی صرف چار دیواری پر 28 کروڑ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ یہ سن کر میں حیرانگی کے سمندر میں ڈوب گیا اور ڈبکیاں کھاتے کھاتے یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ مسلمانوں کے وزیر اعظم اور کافروں کے وزیر اعظم کی رہائش گاہوں میں کتنا فرق ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ، روس، فرانس، برطانیہ، آسٹریلیا تمام ترقی یافتہ ممالک کے وزیر اعظم اکثر ایک سے لے کر 5 کنال کے گھروں میں رہتے ہیں جب کہ وہ ممالک اس قدر امیر ہیں کہ اُن کی ایک ایک کمپنی کا بجٹ پورے پاکستان کے بجٹ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ہمارے نوے فیصد علمائے کرام ترقی یافتہ ممالک کے حکمرانوں اور عوام کو کافر کہتے ہیں کیونکہ اُنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اور وہ نماز نہیں پڑھتے جبکہ قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر الذین اور من کہہ کر تمام دنیا کے انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس قرآن پاک کے احکامات اور ہدایات و قوانین کے اثرات بھی پوری دنیا پر یکساں پڑھتے ہیں۔جبکہ اللہ کی مخلوق سورج اور چاند کے اثرات بھی دنیا پر ایک جیسے ہی پڑتے ہیں ۔ ہمارے علماء کو پتہ ہونا چاہیے کہ کسی انسان یا ملک کے کافر یا مسلمان کا فیصلہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اختیار کسی بھی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہوسکتا۔ خیال رہے کہ اسلامی دنیا کے 100 بڑے علماء کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اثر انداز نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ خالقِ کائنات ہے جو تمام انسانوں کی مکمل نفسیات کے نشیب و فراز اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔

روشن دماغ صحافی کا دعویٰ ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اگر پاکستان کے ہر چوک پر سے بھی تیل نکل آئے تو پھر بھی عوام غریب ہی رہیں گے کیونکہ یہاں کے حکمران اربوں روپے کی کرپشن کرنے کے عادی ہوگئے ہیں اور یہ برائی اُن کے خون میں رس بس چکی ہے۔ پاکستان کے ٹیکنو کریٹس اور اربابِ اختیار کو اس بات کا پتہ ہے کہ کیبنٹ ڈویژن اور پلاننگ کمیشن آف پاکستان میں اربوں روپے کی ایسی کرپشن ہوتی ہے جس کی عوام کو خبر تک نہیں ہوتی کیونکہ ہمارے علماء نے عوام کو جنت الفردوس کے خوابوں میں گہری نیند سلایا ہوا ہے۔

''رب اور صلوٰۃ ؟ عظیم ترین حقیقت''

رب اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا نام اور صفت ہے جس کے معنی نشو ونما دینے والا یعنی کسی چیز کو نئی نئی تبدیلیوں سے اسی لیے گزارنا کہ وہ بتدریج نشو ونما پاتی ہوئی اپنی تکمیل تک پہنچ جائے جس طرح رب کی ذات قطرہ نیساں کو موتی بنانے کے لیے نئی نئی تبدیلیوں سے گزارتی اور آہستہ آہستہ اُس کی نشو ونما کیے جاتی ہے۔نشو ونما کا یہ طریقہ ربوبیت کہلاتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی ابتدا اللہ کی تعریف و ستائش سے ہورہی ہے کائنات کا ہر گوشہ خدا کی صفت اور ربوبیت کا پیکر ہے۔کائنات کی ہر چیز اپنے منہ سے کہہ رہی ہے کہ یہاں ایک عظیم پروگرام پوشیدہ ہے جس میں ایک ادنیٰ سا بیج اپنی نشو ونما کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا اپنے نقطۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے اسی کو اللہ کا نظامِ ربوبیت کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس لیے قابل تعریف ہے کہ وہ ہر چیز کو ربوبیت عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ جس طرح اللہ کے نظام میں ربوبیت خارجی کائنات میں خود بخود پوشیدہ ہے اسی طرح انسانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے داخلی اور معاشرتی دنیا میں اسی نظامِ ربوبیت کو نافذ کریں۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ رزق کے تمام سرچشمے تمام افراد کی پرورش کے لیے عام ہوجائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم رزق کے دروازے عام لوگوں کے لیے کھولتے ہیں کہ نہیں .....اگر افریقہ کے کسی ملک میں قحط پڑ جاتا ہے تو کیا کوئی مسلمان ملک اُن کو رزق کی فراہمی کے لیے کردار ادا کرتا ہے یا نہیں لیکن جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو اپناتے ہوئے کردار ادا کرتا ہے تو اللہ اس قوم کو یعنی انسان اور ملک کو رزق سے مالا مال کر دیتا ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ'' تُو رحمن بھی ہے اور رحیم بھی ہے اور یومِ حساب کا مالک بھی ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھانا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو انعامات کی بارش کرتا ہے نہ کہ اُن لوگوں کا جن پر تیرا عذاب نازل ہوتا ہے نہ ہی اُن لوگوں کا جو گمراہ ہوتے ہیں''۔

مگر افسوس کہ جب ہم نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے ہیں تو وہی برے کام شروع کر دیتے ہیں جیسے ملاوٹ کرنا، دوسرے لوگوں کا حق غصب کرنا وغیرہ وغیرہ۔آپ سوچیں کہ ان حالات میں پھر اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں کیوں کر قبول کرے گا کیونکہ ہم تو منافق ہوگئے۔اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے اگر ہم برے کاموں سے رک جاتے ہیں اور اپنے رزق کے دروازے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے کھول دیتے ہیں تو گویا ہم نے صلوٰۃ اللہ کے حکم کے مطابق قائم کردی۔

طارق فرقان .....قرآن پر غور وفکر کرنے والا ایک انسان

تقدیر کی حقیقت

تقدیر مکرم : یہ تقدیر مضبوط، مستحکم اور اٹل ہوتی ہے۔

تقدیر معلق : یہ تقدیر اللہ کے قوانین پر عمل کرنے سے کمال کی طرف جاتی ہے

اور

یہی قوانین توڑنے سے زوال کی طرف جاتی ہے۔

تقدیر کی عظمت کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

''تقدیر اور مقدر ؟ اٹل اور تبدیل ہونے والی''

اللہ تعالیٰ نے تقدیر اور مقدر کے الفاظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال کیا ہے۔ یہ دونوں الفاظ قدر سے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے معاشرے کے اکثر افراد تقدیر اور مقدر پر بہت زیادہ یقین رکھتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ ان الفاظ کی حقیقت کیا ہے کیونکہ اکثر لوگ سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہیں اور جب یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہے تو پھر سنی سنائی باتیں ہی انسان کے دل و دماغ میں اپنا مستقل مقام بنا لیتی ہیں اور اُس کے شعور اور لاشعور کا حصہ بن جاتی ہیں۔ چاہے یہ باتیں سچی ہوں یا جھوٹی!! ہماری بدقسمتی اور کم علمی یہ ہے کہ ہم بذاتِ خود نہ تو قرآن سمجھنا چاہتے ہیں اور نہ ہی اپنی عقل کو استعمال کرنا چاہتے ہیں لہٰذا کم علمی کی وجہ سے اکثر غلط فہمیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نباتات، جمادات کو اُس کی تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتایا ہے کہ

{إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ} (القمر 49:54)

''یقیناً ہم نے ہر چیز کو اس کی خاص قدر یعنی تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔''

قدر کا مادہ: ق در

قدر کے لغوی معنی: اندازے، طاقت، صلاحیت، اہمیت، خصوصیات، نظام، پیمانہ

قدر کے اصطلاحی معنی: اللہ کی دی ہوئی فطری اور جبلی خصوصیات، طاقت اور اندازے

مشتقات: تقدیر، مقدر، قادر، مقدور، قادریہ، قادرین

قسمت: اس لفظ کو بھی تقدیر اور مقدر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ایک بات انسان کو بار بار سمجھاتا ہے اور بار بار سمجھانے کے طریقہ کار کو تصریف آیات کہتے ہیں۔ قدر اور تقدیر کو سورہ فرقان کی آیت نمبر 2 میں اس طرح سمجھایا گیا ہے:

{وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيراً O}

''اور پیدا کیا اس نے تمام چیزوں کو اِن کی قدر کے ساتھ جو کہ اُن چیزوں کی تقدیر ہے۔''

#

خیال رہے کہ ہر جاندار اور بے جان مخلوق کے مقدر کے اندر اُس کی تقدیر شامل ہوتی ہے۔ حیوانات، نباتات اور جمادات کی تقدیر نہ تو تبدیل ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس میں ترمیم ہوسکتی ہے۔ تمام مخلوقات میں سے صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو اپنے مقدر اور تقدیر کو بنا بھی سکتا ہے اور بگاڑ بھی سکتا ہے اور یہ سب کچھ وہ اپنے علم اور عقل کو استعمال کر کے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے علم اور عقل کو بڑھانے کے لیے دنیا میں بے شمار

تعلیمی ادارے، کالج اور یونیورسٹیاں صبح شام اپنا کام کر رہے ہیں تا کہ انسانوں کی تقدیر اچھی بن سکے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں مقدر اور تقدیر کو اس طرح بیان کیا ہے:

عام طور پر تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے:

1۔ تقدیر مبرم

یہ تقدیر اٹل ہوتی ہے اس کو تبدیل نہیں کیا جاتا۔

1۔ تقدیر معلق

یہ وہ تقدیر ہوتی ہے جو علم، عقل، بصیرت، کوشش اور محنت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات و قوانین کی پابندی سے ہر انسان اور ملک کی تقدیر صدیوں سے بدلتی آ رہی ہے جیسی جیسی ان احکامات کی پابندی ہوگی ویسے ویسے انسانوں کی تقدیر تبدیل ہوتی رہے گی۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے دس بنیادی احکامات کو سامنے رکھ کر دنیا کے تمام ممالک کا جائزہ لیں اور تحقیق کریں تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر انسان اور ہر ملک کی ترقی کا راز اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی میں پوشیدہ ہے۔

یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ ہندوستان کے تمام فلاسفروں اور شاعروں میں سے علامہ اقبال وہ واحد انسان ہیں جن کی قرآن پر ایک گہری نظر تھی کیونکہ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے قرآن کو نہایت ہی آسان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ تقدیر اور مقدر کی حقیقت کو ایک مقام پر یوں بیان کرتے ہیں:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
میں فقط احکامِ الٰہی کا پابند

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوگ اپنی تقدیر اور مستقبل کی معلومات ستاروں سے حاصل کرتے تھے لیکن ابراہیمؑ نے توحید کا اعلان کرتے ہوئے ستاروں اور پتھروں کے علم کو جھٹلا دیا اور یہی علامہ اقبال کا خیال ہے:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر
تقدیر امم امت کی جمع

مزید سمجھنے کے لیے ان آیات پر غور کریں: الانفال 53:8؛ حم السجدہ 12:41؛ الرعد 11:13؛

الاحزاب 38:33 ؛ طلاق 3:65 ۔

انسان کی زندگی

{وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا} (المائدہ 32:5)

''اور جس کسی نے بھی کسی ایک انسان کی جان بچائی

تو

گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی''

اسی طرح اگر کوئی انسان بغیر جائز وجہ کے قتل کرتا ہے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔

کفر

کسی بھی مادی اور غیر مادی چیز کے

چھپانے کو کفر کہتے ہیں

لیکن

اللہ کی آیات اور ہدایات کو نہ ماننا بھی کفر ہے

''کفر ؟ چھپانا، انکار کرنا''

کسی بھی حقیقت سے انکار کرنا، منہ پھیرنا اور اس پر پردہ ڈالنے کو کفر کہتے ہیں۔ عام طور پر لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ اس دنیا میں مختلف قسم کے لوگ موجود ہیں کفر کرنے والوں اور حقیقت کو تسلیم کرنے والے لوگوں میں ازل سے کشمکش آرہی ہے اور دونوں کے پاس اپنے اپنے دلائل موجود ہیں لیکن توحید کو تسلیم کرنے والوں کی اکثریت ہے جن لوگوں نے ریسرچ کی ہے وہ بھی آخر کار توحید کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

کفر کا مادہ: ک ف ر

کفر کے لغوی معنی: انکار کرنا، پوشیدہ رکھنا، پردہ ڈالنا، چھپا دینا،

کفر کے اصطلاحی معنی: توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کے احکامات وقوانین کا زبانی انکار کرنا یا عملی طور پر انکار کرنا بھی کفر کے معنوں میں آتا ہے

کفر کی لغوی تشریح: کسان بیج کو زمین میں ڈال کر اوپر ہل چلا دیتا ہے بیج کو وہ جس طریقے سے چھپاتا ہے اس کو کفر کہتے ہیں یعنی کہ وہ بیج پر مٹی ڈال کر پوشیدہ کر دیتا ہے

ضد: توحید مشتقات: کفار، کافر

اللہ نے یعنی خالق کائنات نے انسان کو مکمل آزادی اور اختیار دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے اگر کوئی انسان اللہ کا یعنی توحید کا اقرار کرتا ہے یا انکار کرتا ہے تو اس عظیم ذات کو ذرہ بھر بھی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ ذات اس قدر عظیم اور برتر ہے جس کا کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا مزید برآں جو لوگ توحید کا اقرار کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں اس سے صرف ان کے اپنے نفع ونقصان کا ہی تعلق ہوتا ہے۔

دنیا کے کئی ممالک ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس طرح یہ سب کچھ ان کی غلط فہمی اور خوش فہمی ہے کیونکہ اصل فیصلہ تو اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہے جو ہر ملک اور ہر انسان کی مکمل نفسیات کو بخوبی جانتا ہے۔ خیال رہے کہ کسی ملک اور کسی انسان کے فیصلے کا اللہ کے فیصلے پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں پڑ سکتا۔

اللہ کی شان دیکھیں کہ اللہ نے انسان کو مکمل اختیارات دیتے ہوئے سورہ کہف میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ جس کا دل پسند کرے وہ اس ہدایت یعنی حق کو قبول کرے اور جس کا دل پسند نہ کرے وہ قبول نہ کرے یعنی انسان کا دل جس طرح چاہے وہ اس طرح کر سکتا ہے مگر اپنی عاقبت کو یاد رکھے۔

{وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ} (الکہف 29:18)

''اے نبی ﷺ آپ لوگوں کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پس جس کا جی چاہے اس کو مان لے تو جس کا جی چاہے وہ نہ مانے۔''

سورۃ دہر میں بھی اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے پھر دوبارہ بیان کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تمام نبی اور رسول مسلمان تھے اور وہ اپنی پوری زندگی اسلام کے لیے ہی کام کرتے رہے۔ اپنے زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام نے بہت کام کیا اور کوشش کرتے رہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ مسلمان ہو جائیں لیکن زیادہ نہیں ہو سکے۔ اکثر لوگ ان کے زمانے میں بھی کفر ہی کرتے رہے آخر مایوس ہو کر انہوں نے اپنے حواریوں سے

ایک درخواست کی جو کہ مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

{فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِيٓ إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ O} (آل عمران 52:3)

''جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر یعنی انکار کر رہے ہیں تو فرمایا کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنتا ہے؟ اس پر اُن کے حوارین نے عرض کیا ''ہم حاضر ہیں اللہ کے دین کے خادم'' ہم اللہ پر ایمان لائے آپ گواہ رہنا کہ ہم مسلم ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جو کہ تمام انسانوں سے یکساں سلوک کرتا ہے چاہے کوئی اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے یہ نظام اس کے قوانین فطرت کے تحت ہمیشہ چلتا رہتا ہے اور اسی نظام کے تحت تمام انسانوں کی زندگی رواں دواں رہتی ہے اور اسی نظام کے تحت انسان موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ جو لوگ توحید پر ایمان نہیں لاتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم زیادہ خوشحال ہیں اور زیادہ تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں حالانکہ یہ حتمی اور مکمل حقیقت نہیں ہوتی کیونکہ کافر لوگوں کے بارے میں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ ہم کافروں کو بھی ڈھیل دیتے رہتے ہیں تاکہ ان کی شخصیت کھل کر سامنے آسکے۔

{وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ O} (آل عمران 178:3)

''کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ جو مہلت ہم نے انہیں دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ نہیں۔ ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور بڑھ جائیں اور ان کے لیے ذلت والا عذاب ہوگا۔''

کفر کے مقابلے میں جو لوگ توحید پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے کرتے اپنی زندگیاں گزارتے ہیں ان کی زندگی کو وہ آرام وسکون نصیب ہوتا ہے جس کا کوئی عام انسان تصور بھی نہیں کرسکتا کیونکہ آرام وسکون کا تعلق انسان کے ان جذبات واحساسات سے ہوتا ہے جو نہ تو تحریر ہوسکتے ہیں اور نہ ہی بیان ہوسکتے ہیں۔ سکینت اور سکون کو تو صرف محسوس کرکے ہی اس سے لطف وسرور اٹھایا جاسکتا ہے اور یہ شرف اللہ والوں، مفکروں، شاعروں اور اُن لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو انسانیت کے لئے کام کرتے ہیں۔ لہٰذا توحید کی نعمت کا شکر کرنے سے ہی انسان کامیابی کی منزلیں طے کرسکتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

{وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ O} (ابراہیم 4:14)

''وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمایا ''جب تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا لیکن اگر تم ناشکری کرو گے تو پھر میرا عذاب بڑا سخت ہے۔''

کفر اور کافر کی حقیقت کافی طویل ہے کیونکہ کفر توحید کی ضد ہے لہٰذا اس لفظ کی مکمل حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل آیات پر اتنا غور وفکر کیا جائے کہ مکمل سمجھ آجائے تاکہ انسان بھٹکنے نہ پائے اور توحید کی افادیت سے مستفید ہوسکیں۔

البقرہ 108:2، 126؛ آل عمران 52:3، 80، 90، 176-178؛ النساء 18:4، 137؛ المائدہ 65:5، 68، 89، 95؛ التوبہ 23:9، 66، 97؛ ابراہیم 7:14، 34؛ النحل 106:16؛ بنی اسرائیل 69:17؛ الزمر 7:39؛ حم السجدہ 52:41؛ الاحقاف 10:46؛ محمد: 247، 33، 34؛ الحجرات 7:49؛ التحریم 10:66؛ المزمل 17:73۔

''قرآن اور آئین ؟ ایک حتمی حقیقت''

قرآن ایک ایسا یونیورسل آئین ہے جس کی بنیاد پر نہ صرف ہماری دنیا، ہمارا نظامِ شمسی، ہماری گلیکسی بلکہ پوری اُس کائنات کا نظام چل رہا ہے جس کی وُسعت سے دنیا کے سائنسدان ابھی تک روشناس ہی نہیں ہو سکے کیونکہ کائنات کے قوانینِ فطرت یعنی Natural Laws ازل سے لامحدود ہیں اور ہمیشہ لامحدود رہیں گے.....

80 سالہ قانون کے ایک پروفیسر اور سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ نے مجھے بتایا کہ پاکستان کے جسٹس حضرات اور وکلا حضرات بھی یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ قرآن کائنات کا ایک ایسا آئین ہے جس کے مطابق دنیا اور کائنات کا تمام نظام رواں دواں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی ہے وہاں پر قرآن پر تحقیقی کام کرنے کے لیے انٹرنیشنل معیار کا ایک بھی ادارہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اصل اور حقیقی قرآن پر تو پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے لوگوں کی اکثریت پر مولوی حضرات اور صوفی حضرات کا غلبہ ہے۔ ان مروجہ اسلام کے علماء کے اثرات نہ صرف معاشرے بلکہ فوجی افسران، سول افسران اور تمام سیاستدانوں پر پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ہم اور ہماری زندگی قرآن پاک کے مفید احکامات سے بہت دور ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ ایک تحقیق شدہ حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک نے اپنے قوانین کی بنیاد قرآن کے آئین پر رکھی ہے کیونکہ قرآن ایک ایسا بین الاقوامی آئین ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں کائنات اور اُس کی زندگی کے بنیادی نکات یعنی کوڈز بتاتا ہے۔ اسی لیے ترقی یافتہ ممالک نے اپنے اجتہاد کے ذریعے قرآن پاک کے بنیادی نکات کو اپنے قوانین کا حصہ بنایا ہوا ہے اور پھر اُسی پر عمل کر کے انسانوں اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچا رہے ہیں نیز پوری دنیا پر حکومت بھی کرتے ہیں .....مزید برآں انہوں نے مروجہ اسلامی ممالک کو اپنا محتاج اور غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔ غور و فکر کرنے سے اس حقیقت کو ہر کوئی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

خیال رکھیں کہ اگر نظامِ شمسی اور کائنات کا نظام فزکس اور فطرت کے قوانین کے مطابق چل رہا ہے تو پھر انسان اور مختلف ممالک کا نظام بھی ان ہی قوانین کا پابند ہے لہٰذا کوئی انسان یا ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ان ہی قوانین یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامات کی پابندی نہیں کرتے۔ یہ وہی قوانین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں بیان کر کے اپنے تمام رسولوں کو حکم دیا ہے کہ انسانوں کو ان پر عمل کر کے دکھائیں اور پھر اُن سب نے کر کے بھی دکھایا۔

2008 کا ذکر ہے کہ جب میں قرآن اور بائبل کے پروفیسر عبدالستار غوری کے پاس بیٹھا ہوا تھا کیونکہ اُن دنوں میں سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر 118 کے بارے میں کچھ تحقیق کر رہا تھا۔ بات چیت کے دوران اچانک میرے منہ سے ایک سوال نکل گیا جس کا جواب سن کر میں حواس باختہ ہوگیا.....میرا سوال یہ تھا کہ آج تک دنیا میں سب سے زیادہ قرآن کو کس نے سمجھا ہے اور کس نے اس پر تحقیق کی ہے اس پر پروفیسر صاحب نے بے ساختہ جواب دیا کہ ترقی یافتہ اقوام نے..... یہ جواب سن کر میں نے حیرانگی کے ساتھ مسکرانا شروع کر دیا

کر میں نے حیرانگی کے ساتھ مسکرانا شروع کر دیا کیونکہ میں تو صرف اور صرف مسلمانوں کو قرآن کا وارث اور عالم سمجھتا تھا اور یہ بات میرے آباؤ اجداد، معاشرے اور علماء نے میرے لاشعور میں بٹھا رکھی تھی۔

جب میں نے ذرا وجہ پوچھی تو پروفیسر غوری صاحب نے ترقی یافتہ اقوام کے کچھ تحقیقی کام کا کچھ ذکر کیا اور ساتھ ہی ساتھ اُن بھاری بھر کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ یہ سب کام انہی لوگوں کے ہیں جنہوں نے اس عظیم کتاب یعنی قرآن پاک کو اپنے آئین اور قانون کا حصہ بنایا ہوا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے ترقی کی اور اس بنیاد پر تمام مسلمانوں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔

لیکن افسوس کہ ترقی یافتہ اقوام مادی ترقی کے ساتھ وہ روحانی ترقی نہیں کر سکے جو انہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ ان کی عوام تو عیش وعشرت میں پڑ گئی جبکہ حکمران طبقے نے اپنی زندگی میں تقویٰ اور توازن کو قائم کر کے پوری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔

خیال رہے کہ تمام مسلمان ممالک نے تقریباً ایک ہزار سال سے قرآن پاک پر وہ اجتہاد نہیں کیا جو اُن کو کرنا چاہیے تھا جس کی وجہ سے وہ ترقی کی منازل طے نہیں کر سکیں۔ اگر مسلمان ممالک قرآنِ پاک پر تحقیق اور اجتہاد کرتے تو اُن کا وہ حال نہ ہوتا جو آج ہے۔ عراق، لیبیا اور افغانستان کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں

علامہ اقبال نے یہ پیغام دیا تھا کہ

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پر اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

مشکل الفاظ کے معنی:

آئین نو: زندگی گزارنے کے نئے طریقے

طرز کہن: پرانے طریقے

''شرک ؟ عظیم ظلم''

عربی زبان میں شراک اُس تسمے کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کو برابر کی حصہ داری میں جوڑتا ہے اسی سے شرک کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی چیز کو کسی سے نتھی کرنا، ملا دینا، سانجھ پن پیدا کرنا اور شریک بنانا۔ حصہ دار بنانا ہوتا ہے۔ اردو زبان میں اس کو شراکت بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی انسان یا چیز کو شامل کرنے یا حصہ دار بنانے کو شرک کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کو شرک کرنے سے منع کیا ہے اور شرک کو بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی صفات میں کوئی دوسرا شامل ہو۔

شرک کا مادہ: ش ر ک

لغوی معنی: شریک ہونا، شامل ہونا، حصہ دار بننا،

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شریک ہونا یا کسی کو کرنا۔

شرک کی ضد: توحید۔ صرف اور صرف ایک اللہ کو ماننا اور تسلیم کرنا۔

مشتقات: شریک، شراکت، اشتراک، مشترک۔

ماسٹر آیت:

{اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ O} (التوبہ 31:9)

''انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماء اور مشائخ کو بھی اپنا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اپنا رب بنالیا حالانکہ یہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔''

مندرجہ ذیل آیت میں تمام رسولوں اور نبیوں کی تبلیغ کے مقصد کو بیان کیا گیا ہے:

{مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّؤۡتِيَهُ اللّٰهُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّىۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتٰبَ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ O وَلَا يَاۡمُرَكُمۡ اَنۡ تَتَّخِذُوا الۡمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرۡبَابًا ؕ اَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡكُفۡرِ بَعۡدَ اِذۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ O}

(آل عمران 3:79-80)

''کسی انسان کا کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ ''تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' بلکہ وہ تو کہے گا لوگو! اللہ والے بنو اس واسطے کہ تم دوسروں کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہو اور خود بھی اس کو پڑھتے ہو اللہ کا نبی لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ تم میرے بنو۔''

یہ ایک حتمی اور مکمل حقیقت ہے کہ ہم لوگ پیدائشی اور نسلی طور پر مسلمان ہیں اسی لیے ہمارے اوپر ایران اور ہندوستان کی تہذیب، ثقافت، آباؤ اجداد اور علماء کی باتوں کا بہت اثر ہے کیونکہ ہم اندھا دھند ان کی باتوں کی پیروی کرتے

ہیں اور خود اپنے حواس خمسہ کو استعمال کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے حالانکہ اللہ نے ہمیں اندھا، بہرہ اور گونگا بننے سے منع کیا ہے اور 40 مرتبہ ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اپنی عقل کو استعمال کرو مگر اندھی تقلید مت کرو۔

سورہ روم کی آیت نمبر 31 اور 32 میں اللہ نے انسان کے لیے ایک عظیم حقیقت کو بیان کر دیا ہے کہ

''اُسی اللہ کی طرف رجوع کرو اور اسی کا تقویٰ اختیار کرو صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرو اور اُن شرک کرنے والے لوگوں میں سے نہ بنو اور جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بہت سے فرقے بنا لیے ہر فرقہ اپنے ہی طریقے پر خوش ہے۔''

شرک ایک ایسی بیماری ہے جو قرآن سے کم علمی اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے چند ایک وہ آیات جن کے ذریعے شرک کی حقیقت واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہے:

آل عمران 3:79-80؛ المائدہ 5:44، 45، 47؛ الانعام 6:121؛ الاعراف 7:33؛ یونس 10:18؛ الرعد 13:36؛ بنی اسرائیل 17:46-45؛ الکہف 18:26، 110؛ الروم 30:31

{وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ} (الحج 22:40)

''اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اُس کی مدد کرتے ہیں۔''

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ O}

(محمد 47:7)

''اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔''

ہر انسان کے تجربات اور مشاہدات اس کے علم کا بنیادی حصہ ہوتے ہیں جن سے عبرت حاصل کرنا اُس پر فرض ہے۔

فدا حسین شاہ

''غیب سے مدد ؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت''

کائنات اور دنیا کے اکثر کام اللہ تعالیٰ کے قوانین فطرت یعنی Natural Fundamental Laws کے تحت ہوتے ہیں۔ یہ وہی قوانین ہیں جن کو اسلام کے قوانین بھی کہتے ہیں ان ہی کے تحت پوری کائنات کے سیارے اور ستارے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی سے ٹکرا جائے۔ ان ہی قوانین کے ذریعے انسان پیدا ہوتا ہے، بیمار ہوتا ہے اور پھر آخر میں موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مکملذات و صفات کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں لیکن اُس عظیم ذات کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ غیب سے بھی اپنے بندوں کی مدد کر دیتا ہے کیونکہ وہ ذات مسبّب الاسباب بھی ہے جس کی وجہ سے ایسے اسباب بنتے رہتے ہیں کہ انسان کو غیب سے مدد مل جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی سورہ محمد کی آیت نمبر 7 میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ ''اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو پھر وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔'' ایک مرتبہ میں امریکہ میں اس قدر مایوس اور پریشان ہو گیا جس کو نہ تو میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ ہی تحریر کر سکتا ہوں کیونکہ جذبات و احساسات کے نشیب و فراز کو تحریر میں لانا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ دو ہفتے گزرنے کے بعد امریکہ کی ایک دوسری ریاست ٹیکساس کے شہر San-Antonio سے اللہ کے ایک ایسے بندے کی کال آ گئی جو میرا براہِ راست واقف تو نہیں تھا لیکن میرے ایک دوست راجا طاہر کا قریبی دوست نیر بٹ تھا جو اُس شہر میں رہتا تھا وہ اکثر میرا حال و احوال پوچھنے کے لیے فون کرتے رہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھے بہت زیادہ مجبور کیا کہ اگر آپ نیویارک میں پریشان ہیں تو میرے پاس آ جائیں آخر کار پریشانیوں سے مجبور ہو کر اور اُن کے مخلصانہ جذبات دیکھ کر میں نے اُن کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا حالانکہ چار گھنٹے کی پرواز تھی۔ جب میں اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے نہایت پُرجوش انداز میں میرا اس طرح استقبال کیا جیسے وہ مجھے کئی سالوں سے جانتے ہوں..... مختصر یہ کہ میں نے اُن کے پاس تقریباً چار ماہ قیام کیا انہوں نے میری ملاقات اپنے ایک یونیورسٹی کے دوست رانا سلیم سے بھی کروائی جو کہ ایک کامیاب بزنس مین کے ساتھ ساتھ انسانیت اور مردم شناسی میں بھی کافی شعور رکھتے ہیں۔ اُن دونوں کی انسانیت اور تعاون دیکھ کر میرے دل سے یہ آواز آئی کہ یہ سب اُس اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے جو کہ غیب سے بھی اپنے بندوں کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ میری سمجھ میں یہ آئی کہ اُن دونوں کو قرآن پاک سے خاص محبت تھی جس کی وجہ سے وہ میری انتہائی عزت کرتے تھے۔

''بخل یعنی کنجوسی ؟ ایک انسانی کمزوری''

بخل قرآن پاک کا ایک ایسا لفظ ہے جس کو اللہ پاک نے مختلف انداز میں کئی مرتبہ استعمال کیا ہے ۔بخل کنجوسی کو کہتے ہیں اور بخیل کنجوس انسان کو کہا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کنجوس بننے سے منع کیا ہے۔ عام طور پر دنیا میں دو قسم کے کنجوس پائے جاتے ہیں ۔ ایک تو دولت کے کنجوس ہوتے ہیں دوسرے علم کے !! ایک شخص اپنی دولت کو خرچ نہیں کرتا اور دوسرا شخص اپنا علم دوسروں کو نہیں دینا چاہتا ۔لیکن یہ دونوں ہی خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ ان سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا ۔ عام طور پر اس قسم کے انسان تنگ نظر اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بہت دور ہوتے ہیں ۔ایک دفعہ میں اپنے چار دوستوں کے ساتھ گاڑی میں جارہا تھا کہ فردوس مارکیٹ لاہور میں ایک اشارے پر گاڑی رک گئی تو مروجہ اسلام کے ماحول کے مطابق چند گداگروں نے گاڑیوں کو گھیر لیا ۔ ایک گداگر ہماری گاڑی پر بھی آ گیا اور حسب معمول میں نے ایک گداگر کو دس روپے دے دیے اس پر میرے ایک کنجوس دوست سے نہ رہا گیا اور وہ اپنی عادت کے مطابق فوراً بول پڑا '' ہمارے ساتھ تو ملک ریاض (بحریہ ٹاؤن والے) کے بھائی بھی بیٹھا ہوا ہے'' یہ سن کر میں خاموش رہا کیونکہ میرے دیگر دوست سب مجھ سے بڑے اور قابلِ احترام تھے ۔جب میں نے اپنی اس حرکت پر ذرا غور وفکر کیا تو مجھے بڑی خوشی محسوس ہوئی کہ صرف دس روپے دینے پر ایک شخص نے مجھے ملک ریاض کا بھائی بنا دیا ہے تو یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ سچے تھے اور میں اپنی جگہ پر سچا تھا کیونکہ ہر انسان اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے لیکن جس بھی انسان کی فطرت کسی بھی الہامی کتاب یا قرآن پاک سے منسلک ہو وہ شخص قابلِ احترام ہوتا ہے ۔قرآن عظیم میں بخیل یعنی کنجوس انسانوں کے بارے میں سورہ النساء کی آیت نمبر 37 میں یہ حقیقت تحریر شدہ ہے کہ

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا O

''جو لوگ بخل یعنی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور جو بھی اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو دیا ہے اُس کو چھپاتے ہیں ایسے ناشکروں کے لیے اللہ نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اگر ہم ذرا غور وفکر کریں تو ہمیں اس دنیا میں بڑے بڑے بخیل اور سخی دونوں قسم کے انسان مل جائیں گے اگرچہ حاتم طائی عیسائی تھا لیکن بہت سخی تھا جس کی وجہ سے نبی پاک ﷺ اُس کی اور اس کی اولاد کی بہت عزت کرتے تھے ۔ دنیا کی تاریخ اور اسلام میں سخی لوگوں کا بڑا مقام ہے ۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقامات پر کہا ہے کہ ''میں کسی احسان کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کروں گا۔''

''تلاوت ؟ پڑھنا، سمجھنا، عمل کرنا''

اس دنیا میں انسان کے لیے تلاوت یعنی پڑھنا، پڑھانا، سننا اور سنانا بہت ہی ضروری ہے کیونکہ جدید ترقی میں تلاوت کا بہت زیادہ ہاتھ ہے۔ تلاوت تحریر اور تقریر دونوں طرح سے کی جاتی ہے اور دونوں طریقے بڑے موثر ہیں لیکن تحریر زیادہ موثر ہے کیونکہ اس طرح صدیوں کا علم بھی نہایت آسانی سے انسان تک پہنچ جاتا ہے۔ تمام الہامی کتابوں کا علم تلاوت ہی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے جس سے انسان کے جسم اور روح یعنی باطنی اور ظاہری شخصیت کی تکمیل ہوتی ہے قرآن پاک میں تلاوت کی بے شمار آیات موجود ہیں لیکن کچھ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو تلاوت کرنے کا حکم دیا ہے۔

تلاوت کا مادہ: ت ل و

لغوی معنی: پڑھنا، پڑھانا، سننا اور سنانا، پیچھے پیچھے آنا جس طرح ایک قدم کے بعد دوسرا قدم آتا ہے

اصطلاحی معنی: اللہ کی الہامی کتاب قرآن کی تلاوت کرنا، یعنی پڑھا، سمجھنا، عمل کرنا اور تبلیغ کرنا۔

ضد: نہ پڑھنا۔ جاہل ہونا۔ یہ ایک بہت بڑی جہالت ہے۔

ماسٹر آیات:

{اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط} (العنکبوت 45:29)

''یہ کتاب جو آپ کی طرح وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کریں اور صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کریں۔''

سورہ الفاطر کی آیت 29 میں اللہ نے تلاوت کے فائدے بیان کرتے ہوئے کچھ دوسرے اُن حقائق کو بھی بیان کر دیا ہے جو انسان کے لیے مفید ہیں:

{اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ O} (الفاطر 29:35)

''جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں کبھی بھی گھاٹا نہیں۔''

حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ اللہ نے بعض ایسے حقائق کو قرآن میں بیان کر دیا ہے کہ جن پر غور کرنے سے اور تجربہ کرنے سے وہ حقیقت سچ مچ ہمارے سامنے آجاتی ہے جیسا کہ ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ جب ہماری آیات صاف صاف سنائی جاتی ہیں تو بعض لوگوں کو ناگوار گزرتا ہے اور ان کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار نظر آتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے

{وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ ط یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا ط} (الحج 72:22)

’’جب انہیں ہماری آیات یعنی تعلیمات سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں پر ناگواری اور ناپسندیدگی دیکھتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں گے جو انہیں ہماری آیات سناتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے الہامی کتابوں کے ماننے والوں کے بارے میں ایک حقیقت کا انکشاف اس طرح کیا ہے۔

{لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَ ہُمۡ یَسۡجُدُوۡنَ O}

(آل عمران 113:3)

’’لیکن سب اہل کتاب یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن کے ماننے والے ایک جیسے نہیں اُن میں سے کچھ گروہ سیدھی راہ پر بھی ہیں وہ راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔‘‘

تلاوت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ نے کئی ایک انداز میں بیان کیا ہے تا کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ انسان اس کی افادیت اور اہمیت کو سمجھ کر اپنی زندگی کی ہدایت حاصل کر سکے۔

البقرہ 113:2، 129، 151، 152؛ آل عمران 113:3، 164؛ الاعراف 7:175-177؛ یونس 71:10؛ الرعد 29:13، 30؛ بنی اسرائیل 107:17، 108، 109؛ الکہف 27:18؛ القصص 59:28؛ الزمر 71:39؛ الجمعہ 2:62؛ الطلاق 11:65؛ البینہ 1:98-2۔

ہر انسان کو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق قرآن کی تلاوت کرنے کا حق حاصل ہے جو کہ اُس کا قرآنی اور فطری حق ہے۔

تلاوت

ہر انسان کو قرآن کی مکمل تلاوت کرنی چاہیے

جو

ہمیشہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے سے ہی مکمل ہوتی ہے

ہدایت

اور

رہنمائی

''اللہ تعالیٰ کی الہامی کتابیں ہدایت کا ایسا خزانہ ہیں
جن کے علم پر عمل کرنے سے انسان کو
ایک نئی زندگی مل جاتی ہے''

''ہدایت اور رہنمائی ؟ اللہ تعالیٰ کی وحی''

اللہ نے ہدایت کے لفظ کو قرآن میں کثرت سے استعمال کیا ہے اور کئی انداز سے اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے تا کہ انسان کی ایسی مکمل رہنمائی ہو سکے جس سے اس کے روح اور جسم دونوں کی ایسی نشو ونما ہوتی رہے کہ احسن تقویم کے مقام پر فائز ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے قرآن پاک نے بے شمار دلائل کے ذریعے انسان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اس لیے اگر کوئی انسان سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ سکتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے

{وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ O}

(العنکبوت 69:29)

''جو بھی لوگ ہماری راہ میں جہاد یعنی کوشش، محنت اور مشقت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہدایت کا مادہ: ھ د ی

لغوی معنی: رہنمائی کرنا، راستہ دکھانا

خیال رہے کہ ہدایت میں غلط اور ٹھیک دونوں راستے شامل ہوتے ہیں۔

اصطلاحی معنی: قرآن کی آیات کے ذریعے انسان کی رہنمائی کو ہدایت کہتے ہیں دین کا راستہ دکھانا یا زندگی کا راستہ دکھانا

لغوی تشریح: راستہ دکھانا، راستے پر چلانا، منزل تک پہنچانا۔ یہ ہدایت کے تین درجے ہیں

ضد: گمراہی ضلالت

ھدی اللناس اس سے مراد ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی ہے

ھدی اللمتقین یہ تمام دنیا کے متقی لوگوں کے لیے ہدایت و رہنمائی ہے

{اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ} (البقرہ 147:2)

''یہ تمہارے رب کا حق اور سچ ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا''

جو انسان اللہ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں وہ امریکہ سے ہدایت نہیں لیا کرتے۔

کہتا ہوں وہی بات، سمجھتا ہوں جسے سچ
نے ابلہ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو، کبھی کہہ نہ سکا قند

(علامہ اقبالؒ)

لیکن جو بھی انسان اور ملک اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور رہنمائی حاصل نہیں کرتے وہ ان انسانوں اور ممالک کا غلام اور محتاج بن کر رہ جایا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک پر غور و فکر کرنے اور ریسرچ کرنے کے بھی یہ حقیقت مکمل سمجھ آسکتی ہے کیونکہ یہ ایک حتمی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی کے بغیر کوئی بھی ملک ترقی نہیں کرسکتا۔

اس بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قوانین فطرت یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین پر عمل کیے بغیر کوئی انسان یا ملک ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ تمام ترقی یافتہ ممالک نے اسی طرح ترقی کی ہے اور ہمیشہ کریں گے۔

الغرض جیسی جیسی محنت ویسی ویسی ترقی

یہاں تک کہ انسان کی زندگی اور موت بھی قوانینِ فطرت سے منسلک ہے

رحمان اور رحیم

یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات ہیں
جن کی عظمت اور وُسعت کا اندازہ لگانا
کسی انسان کے بس کی بات نہیں

اللہ کی پہچان کے لیے مقامِ انسانیت کو پہچاننا
ضروری ہے انسانوں سے محبت کرو یہی اللہ سے
محبت کا ایک پہلو ہے

واصف علی واصفؒ

''رحمان اور رحیم ؟ اللہ تعالیٰ کی صفات''

اللہ نے اپنی آخری کتاب میں الرحمن اور الرحیم کے لفظ کو بے شمار دفعہ اور جگہ جگہ استعمال کیا ہے یہ دونوں اللہ کی صفات ہیں جن کی اہمیت کا احساس ہر انسان اپنے علم اور فہم و فراست کے مطابق کرتا ہے لیکن حقیقت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صفات ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کی پہلی سورۃ فاتحہ میں چار مرتبہ ان دونوں لفظوں کو بیان کیا گیا ہے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الرحمن الرحیم ۔

مادہ: ر ح م ان دونوں لفظوں کا ایک ہی مادہ ہے

لغوی معنی: رحم کے خزانے رکھنے والا ، بار بار رحم کرنے والا اور مسلسل رحم کرنے والا

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کی تابعداری سے رحم اور رحمت کا حاصل کرنا۔

ضد: زحمت ،ظلم

مشتقات: رحم ، رحمت ، رحیم

انسان اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے اور ایک وہ وقت آتا ہے کہ اسے اپنی موت چند قدم کے فاصلے پر نظر آتی ہے کیونکہ جس انسان نے احکامات وقوانین کو پامال کیا ہوتا ہے اس کو اللہ کے قوانین کبھی بھی معاف نہیں کرتے لیکن میرے علم ، تجربے اور مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب انسان کو چاروں طرف سے مایوسی اور تباہی نظر آتی ہو اس وقت بھی اگر انسان اللہ تعالیٰ کو شعور اور تحت الشعور سے پکارے اور اپنی زندگی اس کے حوالے کر دے تو پھر کوئی بڑی بات نہیں کہ اس کے مردہ جسم میں جان پڑ جائے ۔

شرط صرف یہ ہے کہ انسان نہایت ہی خلوص اور تابعداری سے اس کے احکامات وقوانین کی پابندی کرے کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کے روحانی خیالات اس کے جسمانی تمام خلیات (Cells) کو متاثر کر کے صحت مند خون بنانا شروع کر دیتے ہیں اور انسان صحت مند ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ انسان کے خیالات انسان کے خلیوں (Cells) کو بہت متاثر کرتے ہیں جو کہ مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کسی حالت اور کسی صورت میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔

{قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O} (الزمر 53:39)

''آپ ﷺ میرے بندوں سے کہہ دیں کہ اللہ فرماتا ہے ، اے میرے بندوں! جنہوں نے گناہ کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کیں ہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ اس قدر رحم کرنے والا اور رحمان ہے کہ جس کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر کوئی انسان ریسرچ کرے تو پھر اس کا ضمیر خود بخود اس حقیقت کو تسلیم کر لے گا جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد ہے:

{وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ O} (المومنون 118:23)
''اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں اے میرے رب! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما۔
تُو ہی بہترین رحم فرمانے والا ہے۔''

یہ ایک مکمل اور حتمی حقیقت ہے کہ رسم و رواج اور عبادات والے اسلام سے غیر مسلموں کو کوئی بھی خطرہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ والے مسجدوں کی مالی مدد بھی کرتے رہتے ہیں۔

جہاد کی حقیقت

جہاد ایک مسلسل کوشش اور محنت کا نام ہے

قرآن کا اعلان

{وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَاداً كَبِيْراً} (الفرقان 52:25)

اور جہاد کرو اُن کے ساتھ اس قرآن

کے ذریعے سے۔

ایک زبردست جہاد

''جہاد کی حقیقت ؟ جدوجہد، کوشش، محنت''

پاکستان میں 90 فیصد لوگوں کو جہاد کے بارے میں بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ جہاد میں اپنے دشمن کو قتل کیا جاتا ہے حالانکہ جہاد کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ اسلام کے لیے اپنی جان اور مال سے کوشش، محنت اور ہمت کرنا۔ حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ قرآن میں جہاد کی آیات، جنگ کی آیات اور قتل کی آیات یہ سب الگ الگ ہیں لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ جہاد سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اپنے دشمن کو قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ قرآنِ عظیم کو سمجھنے کی بجائے سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ یہ خیال (Perception) کئی صدیوں سے عام مسلمانوں اور پڑھے لکھے مسلمانوں میں آرہا ہے جو مکمل اور حتمی طور پر غلط فہمی اور جہالت ہے کیونکہ قتل کی الگ آیات ہیں۔

سورہ فرقان میں اس حقیقت کو بڑے صاف الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ سب سے بڑا جہاد قرآن کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔

{فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَاداً كَبِيْراً} (الفرقان 52:25)

''پس تم کافروں کا کہنا نہ مانو اور ان کے ساتھ اس قرآن کے ذریعے اُن کے خلاف زبردست جہاد کرو۔''

جاھدوا : تم جہاد کرو۔

تقاتلوا : تم جنگ کرو۔

تقتلوا : تم قتل کرو۔

اب میں ان تینوں لفظوں کو الگ الگ بیان کرتا ہوں۔ بیان کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ مادہ، لغوی معنی اصطلاحی معنی کو الگ الگ بیان کیا جائے گا اس کے بعد ان کی ضروری آیات بیان کی جائیں گی اور پھر آخر میں تصریفِ آیات کے حوالہ جات کے ذریعے تینوں مضامین کو الگ الگ بیان کر دیا جائے گا تاکہ جہاد، جنگ اور قتل کی مکمل حقیقت ہمارے سامنے آجائے۔

جاھدوا: مادہ ج ھ د

جہاد کے لغوی معنی: کوشش کرنا، ہمت کرنا، محنت کرنا

جہاد کے اصطلاحی معنی: اسلام کے لئے کوشش اور محنت کرنا ہاتھ سے، زبان سے اور قلم سے ایسے کام کرنا جس سے اسلام کو فائدہ ہو۔ جنگ کرنا، لڑائی کرنا، قتل کرنا اور قتل ہونا جہاد کی آخری منزل ہے۔

مشتقات: اجتہاد، جدوجہد

{يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَابْتَغُواْ إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُواْ فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ O}
(المائدہ 35:5)

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس کا قرب حاصل کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

ایک دوسرے انداز اور طریقے سے جہاد کو بیان کیا جارہا ہے

{وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ} (الحج 78:22)

''اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کے حالات واقعات اور وقت کے تقاضے ہوں اس کے مطابق ہی جہاد کیا جائے۔ موجودہ زمانے میں یہ نہیں ہوسکتا کہ جہاد کے لیے تلوار اور گھوڑے تلاش کیے جائیں بلکہ جدید اسلحہ کی تیاری اور استعمال کی ضرورت ہے جو کہ وقت کا تقاضا ہے کیونکہ تمام ترقی یافتہ ممالک نے جدید اور کمپیوٹرائزڈ اسلحہ تیار کرلیا ہے۔ لہٰذا ہم اُن کے مقابلے میں گھوڑے اور تلوار لے کر اُن کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہاد کرنے کی ایسی ترغیب دی ہے کہ جس سے کوئی انسان بھی بہانہ سازی نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ پاک نے حکم دیا ہے کہ جیسے تیسے بھی ہو جہاد کے لئے میدان میں نکلو

{انْفِرُوا خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ O} (التوبہ 41:9)

''نکلو خواہ تم نہتے ہو یا مسلح! اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو یعنی اگر تم جانتے ہو۔''

جہاد کے مضمون کو مزید سمجھنے کیلئے آپ مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر کرسکتے ہیں۔

البقرہ 218:2؛ آل عمران 142:3؛ النساء 4:94-95؛ المائدہ 35:5؛ الانفال 8:74-75؛ التوبہ 9:19-20، 41؛ الحج 78:22؛ الفرقان 52:25؛ العنکبوت 6:29، 69؛ محمد 31:47؛ الحجرات 15:49؛ التحریم 9:66۔

وقاتلوا ..... تم جنگ کرو۔

{الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ} (النساء 76:4)

''جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں''۔

ایک دوسری آیت میں مختلف طریقے سے اللہ والے لوگوں کو جنگ اور لڑائی کا حکم دیا جارہا ہے۔

فعل امر یعنی حکم ہے

{وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ O}

(البقرہ 190:2)

''اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ لیکن زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

جنگ کی اہمیت کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا جارہا ہے:

{كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ O} (البقرہ 216:2)

''جنگ تم پر فرض کی گئی ہے جو تمہیں ناپسند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز ناپسند ہو مگر وہ تمہارے لئے

بہتر ہو۔''

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ اصل میں حقیقت اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

آپ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کتنے مختلف طریقوں سے اپنے نیک بندوں کو یہ حکم دے رہا ہے جنگ کرو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کامیابی کے لئے جنگ اور لڑائی ضروری ہوتی ہے۔

{ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ O} (البقرہ 244:2)

''اور اللہ کی راہ میں لڑائی کرو اور اس بات کا علم رکھو یعنی جانتے رہو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

خیال رکھیں کہ مندرجہ بالا آیات میں اللہ ایمان رکھنے والوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ جنگ کرو، جنگ کرو۔

جنگ کی مزید آیات

البقرہ 2:216-217، 190؛ 39؛ النساء 4:74-76؛ الجمعہ 9:60؛ الصّف 4:61۔

تقتلوا تم قتل کرو فعل امر یعنی حکم ہے۔

قتل کرو قتل کا مادہ ق ت ل قَتَلَ

{إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآن وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ O} (التوبہ 111:9)

''اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ یقیناً اللہ نے مومنوں سے اُن کے جان اور مال خرید لیے ہیں کہ وہ ان کو اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔''

وہ اللہ کی راہ میں دوسروں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔

یہ اللہ کے ذمے پکا وعدہ ہے جو توریت، انجیل اور قرآن میں لکھا ہوا ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے۔

لہٰذا اے مسلمانو! اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے خوشیاں مناؤ یہ ہی ہے بڑی کامیابی! ایسے لوگوں کی کیا شان ہے۔''

اس دنیا میں جو بھی لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان دے دیتے ہیں وہ عظیم ہوتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں لیکن ایک عام انسان اس قدر علم اور عقل نہیں رکھتا کہ ان لوگوں کی زندگی کو سمجھ سکے۔ ذرا گہرائی میں جائیں اور مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں۔

{وَلاَ تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ} (البقرہ 154:2)

''اور جو بھی لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوجائیں یا مارے جائیں اُن کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر تمہیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں''۔

ایک دوسری آیت میں اس بات کی دوسرے الفاظ اور انداز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O}

(آل عمران 169:3)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں اُن کو مردہ نہ سمجھ۔ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو روزی ملتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے کئی ایک کلمات، الفاظ اور آیات ایسی ہیں جن کو انسان مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ انسان دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہیں جب کہ اللہ اس کائنات کا خالق ہے جس کو کسی بھی حد تک انسان نہیں پہنچ سکا۔ کیونکہ خالق اور مخلوق میں بہت زیادہ فرق ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن میں جہاد، جنگ اور قتل کی آیات کو الگ الگ بیان کیا ہے تا کہ انسان کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے لیکن ہم لوگ براہ راست قرآن پڑھنے اور اس کو سمجھنے سے پر یقین نہیں کرتے بلکہ علماء کی سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہیں جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔

اس لیے ہمارا فرض ہے کہ خود بھی قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں لیکن عالم کی مدد حاصل کر لینا بُری بات نہیں کیونکہ قرآن میں انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے قلب یعنی دل و دماغ کو استعمال کرے اور قرآن سے اپنی صلاحیتوں کے مطابق فائدہ اٹھائے۔

اگر جہاد، جنگ اور قتل کی آیات پر اور ان کے احکامات پر عمل نہ کیا جائے تو پھر یہ تینوں چیزیں بے کار ہیں اور تم ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نتیجہ ہمیشہ عمل ہی سے نکلتا ہے۔ علامہ اقبال نے عمل پر اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں، نہ نوری ہے، نہ ناری ہے

اگر اوپر والی آیات سے جہاد جنگ اور قتل کی حقیقت آپ کی عقل یعنی سمجھ میں نہیں آتی تو پھر آپ جہاد، جنگ اور قتل کی مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر کر کے اصل حقیقت کو سمجھیں۔

1۔ جہاد کی آیات: البقرہ 218:2؛ آل عمران 142:3؛ النساء 95-94:4؛ المائدہ 35:5؛ التوبہ 20:9، 73؛ الفرقان 52:25؛ العنکبوت 6:29، 69؛ محمد 31:47؛ الحجرات 15:49؛ التحریم 9:66۔

2۔ لڑائی اور جنگ کی آیات:

البقرہ 190:2، 216، 244؛ النساء 74:4؛ الانفال 16:8، 66-65؛ التوبہ 111:9؛

3۔ قتل کرنے کی آیات:

البقرہ 191:2، 154؛ آل عمران 144:3، 156، 169؛ النساء 90-89:4؛ المائدہ 30:5

صحبت پیر روم سے، مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف

علامہ اقبال

عزیمت اور رخصت

عزیمت: اسلام کے احکامات اور قوانین پر سختی سے عمل کرنے کو عزیمت کہتے ہیں جیسا کہ امام حسینؑ نے کیا۔

رخصت: اسلام کے احکامات اور قوانین پر نرمی سے عمل کرنے کو رخصت کہتے ہیں جیسا کہ حضرت امام حسنؑ نے کیا۔

جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کرنا ہے
تم زمین پر رہنے والوں کا خیال رکھو، آسمان والا تمہارا خیال رکھے گا

واصف علی واصفؒ

ہجرت اور جہاد

جب انسان نا قابل برداشت مصیبتوں اور حالات
کا شکار ہوتا ہے تو پھر اس کو
خالق کائنات نے
ہجرت اور جہاد کرنے کا حکم دیا ہے

القرآن

''ہجرت اور جہاد ؟ لازم وملزوم''

اللہ نے اپنی تمام الہامی کتابوں میں انسان کی ایسے مختلف طریقوں سے رہنمائی کی ہے کہ اُن پر غور وفکر کرنے سے عقل حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور پھر انسان کو بے ساختہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ سبحان اللہ جس نے انسان کے لئے کیسا کیسا علمی رزق مہیا کیا ہوا ہے۔

جب انسان اپنے بنیادی حقوق کے لئے پریشان ہو اور معاشرتی مشکلات کا بھی شکار ہو تو پھر اس کو حکم ہے کہ وہ ہجرت کرے اور جہاد کرے۔ قرآن میں اللہ نے ان دونوں الفاظ کو کئی بار ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں الفاظ آپس میں لازم وملزوم ہیں اور ان دونوں اعمال میں بڑی برکت ہے۔ یعنی ترقی ہے اس لیے انسان کو ہجرت اور جہاد کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ اعلان نبوت کے بعد مکہ کے حالات کافی خراب ہو گئے تھے لیکن نبی پاک ﷺ نے 10 سال تک مکہ کے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ آخر کار آپ نے ہجرت اور جہاد کے حکم کے مطابق پہلے مدینہ ہجرت کی اور پھر جہاد کی تیاری شروع کی۔

اب ہم قرآن کی روشنی میں ہجرت اور جہاد کا جائزہ لیتے ہیں۔

ہجرت کا مادہ: ح ج ر

ہجرت کے لغوی اور اصطلاحی معنی: جاندار یا بے جان چیز کا ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔

جہاد کا مادہ: ج ح د

جہاد کے لغوی اور اصطلاحی معنی: اسلام، دین اور اپنے بنیادی حقوق کے لئے اپنی جان و مال سے، کوشش، محنت اور ہمت سے کام کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔

نوٹ: خیال رہے کہ ہجرت اور جہاد جسم اور روح یعنی دل و دماغ دونوں طریقوں سے ہوتا ہے۔ لاہور سے لندن جانا جسم کی ہجرت اور اپنے فرقہ کو چھوڑ کر توحید پر آنا دل و دماغ کی ہجرت ہوتی ہے۔

ہجرت اور جہاد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو تو ثواب ہوتا ہی ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ ہجرت اور جہاد کرنے والوں کے ساتھ جو لوگ تعاون کریں اور پناہ دیں گے میں ان کو بھی بخشش دونگا اور بہترین روزی دونگا۔ ہر نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا ثواب ہوتا ہے لیکن ہجرت کرنا اور جہاد کرنا اس قدر عظیم نیکی ہے کہ جو لوگ اس کے لئے مدد کرتے ہیں اُن کو بھی ثواب ہوتا ہے۔ ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور وفکر کر کے دیکھیں کہ خالق کائنات کیا کہہ رہا ہے۔

{وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَالَّذِيْنَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُولَـئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌO} (الانفال 74:8)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی۔ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اُن کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی یہ سب سچے مومن ہیں اُن کے لئے بخشش ہے اور بہترین روزی۔''

جس انسان کے ساتھ بھی ظلم ہوتا ہو اور یہ ظلم بھی انسان کرتا ہو یا معاشرہ یا ملک کر رہا ہو اس مظلوم انسان کا حق بنتا ہے کہ وہ ہجرت کرے اور جہاد کرے کیونکہ ظلم برداشت کرنے سے بہتر ہے کہ وہ شخص ہجرت کر جائے یہ اس کے حق میں بہتر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ مظلوم لوگوں کو اجازت دیتا ہے قرآن جو کہہ رہا ہے آپ ذرا اس کو بھی سمجھ کر دیکھیں کیونکہ اللہ کی ہدایات Directions ہائی کورٹ کی Directions سے بہت ہی زیادہ افضل ہیں۔

{وَالَّذِيْنَ هَاجَرُواْ فِيْ اللّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُواْ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَO} (النحل 41:16)

''جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت کا اجر بھی تو بہت بڑا ہے۔ کاش! ان کو معلوم ہوتا!''

اللہ کی شان بھی بڑی عجیب وغریب ہے کہ ایک ہی بات کو مختلف انداز اور طریقے سے بیان کرتا رہتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو فائدہ پہنچ جائے اور وہ ہدایت حاصل کر سکے۔

اب میں ایک ایسی آیت کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جس میں اللہ نے ہجرت، جہاد اور صبر کرنے والوں کے ساتھ بخش دینے کا وعدہ کر رہا ہے تا کہ یہ انسان کسی نہ کسی طرح ہدایت کی طرف آ کر اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکے۔ اب ذرا مندرجہ ذیل آیت کو سمجھیں۔

{ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُواْ مِن بَعْدِ مَا فُتِنُواْ ثُمَّ جَاهَدُواْ وَصَبَرُواْ إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيْمٌO} (النحل 110:16)

''جن لوگوں نے آزمائشوں میں پڑنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی، جہاد کیا اور ثابت قدم رہے یقینا اُن کا رب اُنکے اعمال کی وجہ سے اُنہیں ضرور بخشنے والا مہربان ہے''

سورہ توبہ میں جہاد کا کئی مرتبہ ذکر مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے آیا ہے تا کہ انسان جہاد کی حقیقت کو زیادہ سے زیادہ سمجھ سکے۔ لیکن ایک مقام پر ہجرت اور جہاد کا ذکر اکٹھا آیا ہے جو کہ ہمارا مضمون ہے۔ اس آیت میں اللہ نے ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو صاف صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ ان لوگوں کا درجہ بہت ہی بڑا ہوگا .....اب ذرا الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

{الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَO} (التوبہ 20:9)

''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اُن کا درجہ اللہ کے ہاں بہت ہی بڑا ہے اور وہ کامیاب لوگ ہیں۔''

خیال رکھیں کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا ایک ایسا بڑا کام ہے جس کا ہمیں احساس ہی نہیں ہے کیونکہ ہجرت اور جہاد کی آیات پر ہم نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ حالانکہ یہ خالق کائنات کی وہ کتاب ہے جس میں خالص اللہ ہی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہجرت کرنے والے اگر قتل ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو میں اُن کو بھی رزق دوں گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا عقل محدود ہونے کی وجہ سے ہم اس رزق کا تصور نہیں کر سکتے اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ہم تو صرف یہ سمجھتے ہیں کہ روٹی کپڑا اور مکان ہی رزق ہوتا ہے۔ مجھے خود 55 سال کی عمر کے بعد اس بات کا پتہ چلا کہ علم بھی رزق ہوتا ہے جو انسان کے جسم اور روح دونوں کو کنٹرول کرتا ہے اور دونوں کی نشو ونما بھی کرتا ہے۔

آؤ ذرا دیکھیں کہ اس آیت میں اللہ کا کیا ارشاد ہوتا ہے۔

{وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقاً حَسَناً وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَO} (الحج 58:22)

''جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کر دیئے گئے یا فوت ہو گئے اللہ ضرور اُن کو اچھا رزق دے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔''

اگر کسی انسان کے پاس تھوڑی بہت سمجھ بوجھ اور عقل ہو تو پھر اس کو ہجرت اور جہاد کی سمجھ آ جانی چاہیے کیونکہ میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ کے ساتھ اللہ کی آیات اور اُس کے الفاظ کو بیان کیا ہے۔ اگر کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آس پاس والے لوگوں سے مشورہ کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں اس طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے دل و دماغ میں مجھ سے بہتر علم آ جائے لیکن شرط یہ ہے کہ تھوڑی سی کوشش اور محنت کریں۔

{فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَO} (آل عمران 175:3)

''پس تم اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ہی ڈرو اگر تم مومن ہو تو!''

آپ کی رہنمائی کے لئے مزید آیات کا حوالے دیے جا رہے ہیں تا کہ آپ اپنے علم اور عمل میں مزید اضافہ کر سکیں۔

البقرہ 218:2؛ آل عمران 195:3؛ الانفال 72:8، 74، 75؛ التوبہ 19:9-20؛ النحل 41:16، 42، 110؛ الحج 58:22-59؛ الحشر 9:59۔

ظفر آدمی اُس کو نہ جانیے گا، خواہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و زکا
جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہے، جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہے

مولانا ظفر علی خان

''مسلمانوں کی اوّلین ہجرتیں ؟ حبشہ اور مدینہ''

جس معاشرے یا ملک میں ظلم ہو یعنی انسانوں کے بنیادی حقوق کی خرید وفروخت ہوتی ہو اور حکومت کے سرکاری محکموں یعنی پولیس، عدالت، جیل اور، ہسپتالوں میں پیسے کے بغیر کوئی کام نہ ہوتا ہو تو یہ ایک ظالمانہ معاشرے کی نشانیاں ہوتی ہیں ایسے ملک کے حکمران بھی ظالم ہوتے ہیں اور عوام بھی! ایسے معاشرے اور ملک سے ہجرت کرنے کا حکم سورۃ النحل کی آیت نمبر 41 میں دیا گیا ہے۔

نبی پاک ﷺ کے زمانے سے پہلے اور بعد کے زمانے میں مکہ میں شرک اور ظلم وستم کا بازار گرم تھا۔ یہاں تک کہ کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ ان حالات میں آپ نے 11 مردوں اور 5 عورتوں کو حکم دیا کہ تم حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں کا حکمران نجاشی تھا جو کہ عیسائی تھا۔ مشرکین مکہ کو جب یہ علم ہوا تو انہوں نے تین رکنی وفد کو نجاشی کے پاس روانہ کیا تا کہ مکہ کے مسلمانوں کو واپس لایا جاسکے لیکن نجاشی نے جواب دیا کہ پہلے میں تحقیق کروں گا اور دونوں فریقین کو بلا کر اُن کے موقف سننے کے بعد فیصلہ کروں گا۔

حضرت جعفر بن طیارؓ بن ابوطالب جو ایک راسخ العقیدہ صحابی تھے انہوں نے وہاں جا کر اسلام کی دعوت سے درباریوں کو روشناس کرایا اور سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جن کو سن کر نجاشی بہت زیادہ متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی حکومت تو عین اسلام اور انصاف کے مطابق ہے۔ اس لیے اُس نے مشرک سرداروں کے وفد کو ناکام واپس بھیج دیا۔

مکہ میں ظلم اور شرک کی شدت روز بروز بڑھتی جارہی تھی ان حالات میں تین سال گزر گئے ۔ آخر کار نبی پاک ﷺ کے حکم پر 100 مرد اور خواتین پر مشتمل ایک قافلے کو پھر حبشہ ہجرت کرنی پڑی اور ان لوگوں نے وہاں جا کر مستقل رہائش اختیار کر لی..... آخر کار ایک وہ وقت بھی آیا کہ نبی پاک ﷺ کو بذاتِ خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ کی ایمانداری اور دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سُلا کر اُن کو یہ حکم دے گئے کہ صبح لوگوں کی امانتیں اُن کو واپس کر دیں ۔ مکہ کے دشمن آپ ﷺ کا تعاقب کر رہے تھے اس لیے آپ کو تین دن غارِ ثور میں پناہ لینی پڑی۔ مدینہ پہنچتے ہی انصار نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو گرمجوشی سے خوش آمدید کہا اور آپ کو قدرے سکون نصیب ہوا۔ اس کے بعد آٹھ سال تک مکہ اور حبشہ سے مختلف اوقات میں لوگ ہجرت کر کے آپ کے پاس آتے رہے۔ ہجرت کے بارے میں قرآن پاک میں کئی مرتبہ ذکر آیا ہے۔ مختصر یہ کہ ہجرت کرنا فرض بھی ہے اور سنت بھی ہے ۔ لیکن ہر انسان کو اپنی بصیرت کے مطابق اپنے فیصلے کرنے کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا ہے

خوف کی حقیقت

{فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ} (البقرہ 150:2)

''پس تم اُن سے مت ڈرو اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔''

{فَلَا تَخْشَوا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ} (المائدہ 44:5)

''پس تم انسانوں سے خوف نہ کھاؤ اور صرف مجھ سے خوف کھاؤ۔''

{وَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ} (القرآن)

''پس تم ان سے مت خوف کھاؤ اور میرا ہی خوف رکھو اگر تم سچے مومن ہو تو۔''

آج بھی ہو مثلِ کلیم معرکہ آزما کوئی
درختِ طور سے آ رہی ہے بانگ لاتخف

سب سے زیادہ خطرناک دشمن وہ انسان ہے
جو مسافر سے ذوقِ سفر چھین لے

واصف علی واصفؒ

''غور وفکر کا مقام ؟ آخرت کی فکر''

عام طور پر دو قسم کی پراپرٹی ہوتی ہے ایک پراپرٹی تو دنیا کی ہوتی ہے اور دوسری آخرت کی۔ دنیا کی پراپرٹی تو اولاد، کوٹھی، کار اور فیکٹری پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ آخرت کی پراپرٹی میں انسان کے وہ اعمال اور نیک کام شامل ہوتے ہیں جن کے ذکر سے پورا قرآن پاک بھرا پڑا ہے۔ انسان جب فوت ہوتا ہے تو آخرت کی پراپرٹی کو اپنے ساتھ لے کر دوسری دنیا میں چلا جاتا ہے اور دنیا کی پراپرٹی کو اپنے لواحقین کے لیے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل چند ایک ایسی آیات کا ذکر کیا جارہا ہے جن میں دنیا اور آخرت کی پراپرٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ انسان کو ہدایت دیتے ہوئے نصیحت کر رہا ہے۔

1۔ سورہ یٰس کی آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''یقیناً ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ انہوں نے کیا آگے روانہ کیا ہے اور اپنے پیچھے کیا چھوڑا ہے۔''

2۔ اسی مضمون کو سورہ القیامہ کی آیت نمبر 12-13 میں دوسرے الفاظ اور دوسرے طریقے سے بیان کیا گیا ہے تا کہ سمجھنے والوں کے لیے آسانی رہے۔

''اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اُس نے کیا آگے روانہ کیا ہے اور کیا اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔''

3۔ {عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ O} (الانفطار 5:82)

اس وقت ہر انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔

4۔ سورہ المطففین کی آیت نمبر 5 میں بھی اللہ تعالیٰ انسان کو پھر بتا رہا ہے کہ

''اُس وقت ہر نفس یعنی انسان جان لے گا کہ اُس نے کیا آگے روانہ کیا ہے اور کیا اپنے پیچھے چھوڑا ہے''

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ قرآن پاک میں ایک خوبی ایسی ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ہے کہ اپنی باتوں کو تصریف کے ذریعے بیان کرتا ہے یعنی بار بار دہراتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح یہ انسان سمجھ جائے اور اپنی اصلاح کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی گزار سکے۔

اسی مضمون کو ایک دوسرے انداز میں سورہ الفجر کی آیت نمبر 23 اور 24 میں بیان کیا جارہا ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی انسان ہدایت حاصل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی بدقسمتی اور بدنصیبی ہے۔

''جس دن جہنم سب کے سامنے لائی جائے گی اُس وقت انسان کو سمجھ آئے گی مگر اُس وقت سمجھنے کا کیا فائدہ نہ ہوگا وہ کہے گا: کاش میں آخرت کی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیج دیتا۔''

یہ میری اور میری قوم کی بدنصیبی اور بدبختی ہے کہ جاہل ہونے کی وجہ سے ہم صرف ثواب کے لیے اور آخرت کے

لیے قرآن کو پڑھتے ہیں حالانکہ قرآن میں یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب دونوں جہانوں یعنی دنیا اور آخرت کے لیے ہے اس لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم دونوں زندگیوں کے لیے اس کتاب کو پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 20 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاف صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ اللہ کے پاس دنیا کی کھیتی اور آخرت کی کھیتی دونوں ہیں اس لیے ہمیں دونوں کے لیے کوشش، محنت اور دعا کرنی چاہیے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر بھی کوئی شخص کسی چیز پر غور وفکر اور تدبر کرتا جاتا ہے اُسی قدر وہ اُس چیز کے حقائق حاصل کرتا جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو افلا تفکرون اور افلا تدبرون کا حکم بار بار دیا ہے۔

ایک تحقیق اور حقیقت

صورت انفال کی آیت نمبر 60 میں تمام انسانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ،،، "تم اپنی اپنی صلاحیتوں اور استطاعت کے مطابق اپنی طاقت بڑھانے کے لیے اپنے گھوڑے تیار رکھا کرو"

اگر ہم غور وفکر اور اجتہاد کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ موجودہ زمانے کے گھوڑوں میں ہوائی جہاز اور کمپیوٹر سے چلنے والا اصلحہ شامل ہے جو کہ علم وحکمت یعنی **Science & technology** کے ذریعے بنتا ہے اور اسی کے ذریعے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں **850** مرتبہ علم اور **350** مرتبہ حکمت کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔

پاکستان نے مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں اپنے جتنے بھی گھوڑوں یعنی جنگی سامان کو تیار کیا ہوا ہے اس کی خوراک یعنی چارہ ترقی یافتہ ممالک کے ہاتھ میں ہے۔

(عمر فاروق خان عابد مجید روڈ لاہور کینٹ)

''جن اور جنات ؟ کمزور ایمان کی نشانی''

''جن'' قرآن کا ایک بنیادی لفظ یعنی اصطلاح ہے جس کے کئی ایک معنی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کی کئی ایک معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ہر آیت میں اس لفظ کا ایک الگ اپنا مطلب ہوتا ہے جس کو سمجھنا قاری کا کام ہے۔ عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک ایسی پوشیدہ مخلوق ہے جو لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہیں لہٰذا اس مخلوق سے بچ کر رہنا چاہیے۔ ان حالات میں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن پاک جن اور جنات کے بارے میں کیا کہتا ہے

جن کا مادہ: ج ن ن

جن کے لغوی معنی: سرکش، باغی، پوشیدہ مخلوق، چھپا ہوا، طاقت والا،

اصطلاحی معنی: اللہ کی پوشیدہ اور ظاہری مخلوق، آگ سے بنی ہوئی مخلوق۔

اللہ کا ارشاد ہے کہ

''ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔'' (الذاریات 56:51)

اللہ نے انسانوں کو بھی جن کہا ہے جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتے ہیں اور اس حالت میں ہوتے ہیں کہ جس کو انسان مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ انسان کی عقل محدود ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر ذرا غور وفکر کریں۔

{اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى O}

(النجم 32:53)

''جو بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں۔ مگر چھوٹے گناہوں سے انسان کہاں بچ سکتا ہے؟ اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ آپ کے رب کی بخشش کا دامن بڑا وسیع ہے وہ تم لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں جنین کی حالت میں تھے۔ پس تم اپنے آپ کو مقدس نہ سمجھ۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔''

جن اور جنات کا شمار متشابہات میں ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کے لئے ان کو مکمل سمجھنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ لیکن قرآن کی آیات سے یہ بات بھی سچ ثابت ہوتی ہے کہ جن اور انسان قرآن کو سن بھی سکتے ہیں اور پڑھ بھی سکتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے اس آیت میں اللہ انسانوں اور جنوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم دونوں مل کر بھی قرآن جیسا کلام نہیں بنا سکتے۔

{قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَـذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْراً O} (بنی اسرائیل 88:17)

''اے نبیؐ! آپ کافروں سے کہہ دیں کہ تم انسان اور جنات مل کر بھی اس جیسا قرآن لانا چاہیں تو نہیں

لا سکتے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

قرآن جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے نازل ہوا ہے لہٰذا یہ دونوں اس کتاب سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگیوں کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیت دیکھیں۔

{يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ}
(الانعام 130:6)

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے تمہارے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے۔''

جہالت اور نفسیاتی بیماریوں کی وجہ سے بعض لوگوں کو جن تنگ بھی کرتے ہیں اور اُن کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں۔ جو کہ اکثر دنیا کے کمزور اور بیمار معاشروں میں ہوتا ہے لیکن ہمیشہ خیال رکھیں کہ جن اور جنات کا علاج توحید سے بہت ہی اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ توحید ایک بہت بڑی طاقت اور نعمت ہے۔ جس قدر کوئی انسان توحید پر محنت کرتا ہے۔ اُس قدر وہ توحید کی طاقت حاصل کرتا ہے۔ جس بھی انسان کے پاس توحید کی 10% بھی طاقت ہوتی ہے اس سے جن حضرات، شیطان حضرات اور بدمعاش حضرات بھاگتے ہیں اور اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ توحید پرست انسان زندگی اور موت سے بے نیاز ہو کر موت سے ٹکرا جاتا ہے۔

توحید پرست ہونا ایک بہت بڑی خوبی اور صفت ہے جو اُن ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو مسلسل محنت اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ توحید کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے اور یہ توحید کی پرورش اور نشو و نما ہمیشہ اللہ کی صفات اور مظاہر قدرت پر غور و فکر اور مراقبہ کرنے سے ہوتی ہے۔ لیکن غفلت اور کوتاہی سے یہ خوبی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ توحید کی دولت بڑی محنت سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

ہزاروں سال نرگس، اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے، چمن میں دیدہور پیدا

ویسے تو جن اور جنات کی مکمل حقیقت کو نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ یہ لفظ متشابہ ہے یعنی کہ ایسا لفظ ہے جس کے کئی معنی اور پہلو ہوتے ہیں لیکن ہر انسان اپنی اپنی فہم و فراست اور محنت کے مطابق سمجھ سکتا ہے جس کے لئے مندرجہ ذیل آیات پر غور کرنا ضروری ہے۔

الانعام 112:6، 113، 129، 130، 131؛ السبا 14:34، 41؛ الاحقاف 29:46، 30، 31؛ الجن 1:72-7۔

جن اور جنات

توحید پرست انسانوں سے جن اور جنات
دور بھاگتے ہیں کیونکہ
جن ہمیشہ کمزور لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

توحید پرست انسان جنات اور موت سے نہیں گھبراتے

کیونکہ وہ یہ علم رکھتے ہیں کہ

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

علامہ اقبالؒ

''شیطان اور ابلیس ؟ تباہی اور مایوسی''

ہمارے معاشرے میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ شیطان کوئی پوشیدہ مخلوق ہے جو انسان کی نظر تو نہیں آتا لیکن پردے میں رہ کر انسان سے گھٹیا اور ذلیل کام کرواتا ہے۔ اس لئے جتنے بھی لوگ گندے اور گھٹیا کام کرتے ہیں وہ انسان نہیں کرتا بلکہ شیطان انسان سے کرواتا ہے بذات خود انسان تو کچھ نہیں کرتا اس لئے وہ بے قصور ہے اور سارے کا سارا قصور شیطان کا ہی ہوتا ہے۔ ہر انسان اپنے آپ میں شیطان دیکھنے کی بجائے دوسروں میں شیطان کو دیکھتا ہے اور تلاش کرتا ہے۔

اگر کسی نے اللہ تعالیٰ سے شیطان کی حقیقت دریافت کرنی ہو تو اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم قرآن کے ذریعے اور تصریف آیات کے ذریعے شیطان کی حقیقت کو معلوم کریں نہ کہ لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اپنی شخصیت پر منفی اثرات ڈالیں۔

لفظ شیطان کا مادہ: ش ط ن

شیطان کے لغوی معنی: سرکش، باغی، نافرمان، حد سے بڑھنے والا، بدی کی طاقت

شیطان کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات وقوانین کی نافرمانی کرنے والی مخلوق کو شیطان کہتے ہیں یہ جنوں اور انسانوں دونوں میں ہوتے ہیں۔

ضد: فرشتہ، ملائکہ، رحمان

مشتقات: شیاطین

اس دنیا کے جو بھی لوگ توحید اور رسالت کو تسلیم نہیں کرتے وہ شیطان کے ساتھی ہوتے ہیں اور شیطان ان کا سرپرست ہوتا ہے کیونکہ علم اور عقل کے غلط استعمال سے انسان بذات خود ہی شیطان بن جاتا ہے۔ ذرا دیکھیں کہ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ کیا کہہ رہا ہے۔

{اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ O} (الاعراف 27:7)

''یقیناً ہم نے شیطان کو اُن لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے یعنی کہ اللہ کو تسلیم نہیں کرتے۔''

اللہ کی عظمت اور وسعت اس قدر زیادہ ہے کہ علم کے بغیر وہ ذرا بھی سمجھ نہیں آسکتی کیونکہ علم ایک ایسی طاقت ہے جس کی مدد سے انسان اپنے تمام مسائل کو دُور کرنے کے ساتھ ساتھ ترقی بھی کر سکتا ہے جس سے انسان مادی اور روحانی طور پر دنیا اور آخرت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

علم کی اہمیت اور طاقت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ O} (الحج 3:22)

''اور لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو علم کے بغیر ہی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ وہ شیطان کے مرید ہیں یعنی شیطان کے پیروکار ہیں''

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان کے دل و دماغ میں صرف دو قسم کے خیالات موجود ہوتے ہیں۔ ایک اللہ کے خیالات اور دوسرا شیطان کے خیالات! دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک مثبت خیالات اور دوسرا منفی خیالات!

اگر کوئی انسان اللہ کے خیالات یعنی مثبت خیالات پر چلتا ہے تو وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے لیکن اگر کوئی انسان شیطان کے خیالات یعنی منفی خیالات کی پیروی کرتا ہے تو پھر وہ شیطان کا ولی یعنی ساتھی ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔

{وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا O} (النساء 119:4)

''اور شیطان کو جس نے بھی اللہ کی بجائے اپنا ولی اور سرپرست بنا لیا وہ تو صاف صاف نقصان میں پڑ گیا''

خیال رہے کہ شیطان بننا یا نہ بننا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے انسان اپنے کاموں یعنی اعمال سے ہی انسان بنتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے ہی شیطان بنتا ہے یہ سب کچھ انسان کے اپنے ہاتھ اور اختیارات میں ہوتا ہے۔

شیطان کی چند ایک خصوصیات یعنی صفات ہوتی ہیں جن کو اختیار کرنے سے یعنی جن کی پیروی کرنے سے یہ انسان ہی شیطان بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ نے مندرجہ ذیل آیت میں فرمایا ہے۔

{إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا O}

(بنی اسرائیل 27:17)

''فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔''

اللہ نے قرآن میں یہ خاص تاکید اور نصیحت کی ہے کہ وہ شیطان کے خیالات سے بچنے کے لئے دعائیں مانگا کریں۔ لیکن انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی دعا کے ساتھ ساتھ اپنے علم اور عمل کو بھی شامل کریں۔ کیونکہ علم اور عمل کے بغیر دعا ہمیشہ بے کار اور فضول ہوتی ہے۔ جب انسان علم اور عمل سے محروم یعنی جاہل ہوتا ہے تو وہ شیطان کا ولی یعنی دوست ہوتا ہے۔ سورۃ مومنون میں اللہ نے انسان کو اس طرح تاکید کی ہے کہ

{وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ O} (المومنون 97:23)

''اور دعا کیا کرو! اے میرے رب میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں''

ایک حقیقت یہ ہے کہ انسان فرشتہ بھی ہے اور شیطان بھی! کیونکہ انسان میں یہ دونوں خصوصیات یعنی صفات پائی جاتی ہیں جبکہ فرشتے صرف خیر کے کام کرتے ہیں اور شیطان صرف شر کے کام کرتے ہیں۔ فرشتے اور شیطان اپنے اختیارات کی آزادی نہیں رکھتے جب کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات کی آزادی دی ہوئی ہے کہ اگر وہ پسند کرے تو خیر کے کام کرے اور اگر پسند کرے تو شر کے کام کرے..... یہ کہ خیر اور شر کے کام کرنا انسان کے اپنے اختیارات میں ہوتا ہے۔ ہم لوگ اکثر بُرے کام کر کے الزام شیطان پر لگا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مفکر اور دانشور کا خیال ہے۔

ہنسی آتی ہے مجھے، اس حضرتِ انسان پر
کارِ بد تو خود کرے ، لعنت کرے شیطان پر
(اکبرالہ آبادی)

مندرجہ بالا آیات اور دلائل کے باوجود اگر آپ کو شیطان کی حقیقت سمجھ نہیں آسکی تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کریں جس سے آپ کے علم میں مزید اضافہ ہوگا۔

البقرہ 268:2؛ النساء 83:4، 119، 120؛ اعراف 27:7، 30؛ بنی اسرائیل 27:17، 53؛ مریم 83:19؛ مومنون 97:23

حسن کا گنجِ گراں مایہ، تجھے مل جاتا
تُو نے فرہاد کبھی کھودا نہ ویرانہ دل

یاد رکھیں- کہ ویرانہ دل کا کھودنا ہمیشہ غور وفکر یعنی سوچ بچار کرنے سے ہوتا ہے۔

ایک حقیقت

بُرے وقت میں انسان کو اپنی پوری زندگی کا آئینہ نظر آجاتا ہے۔ انسان کو مصیبت کے وقت میں زندگی کے وہ حقائق سمجھ آجاتے ہیں جو خوشحالی میں سمجھ نہیں آسکتے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ کریں جس نے موت آنے سے پہلے تک توبہ کے دروازے کھلے رکھے ہوئے ہیں

''اللہ اور سورج ؟ زمین و آسمان کا فرق''

سورج اللہ تعالیٰ کی کائنات کا صرف ایک ایسا ستارہ ہے جس کے اندر بے پناہ مقناطیسی طاقت اور ایسی پوشیدہ صلاحیتیں موجود ہیں جس کی وجہ سے کھربوں ٹن کے 9 سیارے کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود اُس کے گرد صدیوں سے چکر لگا رہے ہیں ۔ سورج کی ایسی زبردست طاقت اور کشش کی وجہ سے کوئی بھی سیارہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا اور اس کی روشنی اور حرارت کی وجہ سے ہی ہماری دنیا کی نباتات، جمادات اور حیوانات کا نظام چل رہا ہے۔

جس طرح سورج کی صفات اور خصوصیات کے تمام انسانوں اور ممالک پر برابر اثرات پڑتے ہیں اُسی طرح لامحدود طاقت اور نور کے مالک اللہ تعالیٰ کی قوانین و احکامات کے تمام انسانوں اور ملکوں پر برابر کے اثرات پڑتے ہیں ۔ مزید برآں جس اللہ کی ہم عبادت کرتے ہیں اُس کی کائنات میں بے شمار ایسے سورج ہیں جن کو ہم نہ تو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے پاس اُن کا کچھ علم ہے ۔

ہماری دنیا کے سورج کی طاقت اور اس کا نور ہماری عقل سے کافی بالا تر ہے لیکن محدود ہے ۔ لیکن جس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے ذریعے ہمیں ہدایات یعنی Directions دی ہیں اُس کی طاقت اور اُس کے نور کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ صرف ہمارے نظامِ شمسی بلکہ بے شمار سیاروں، ستاروں، کہکشاؤں، کلسٹرز اور سپر کلسٹرز تک پھیلا ہوا ہے جو کہ ہمارے علم اور تصور سے بہت ہی زیادہ بالا تر ہے ۔

افسوس صد افسوس! ہم اس سورج کی طاقت اور نور کو تو سمجھ نہیں سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامت پر تنقید کرتے کرتے اس قدر آگے نکل جاتے ہیں کہ اُس کے فیصلوں میں بھی مداخلت کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کسی انسان اور ملک کو کافر کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ ہمارے فیصلوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے کسی ذرے کے برابر بھی نہیں ہے ۔

لہٰذا ہمیں اپنی حیثیت اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی مکمل توجہ اسلام کے بنیادی مقصد یعنی حقوق العباد اور انسانیت پر دینی چاہیے لیکن اپنے دل و دماغ کو فروعی مسائل اور بدعات سے مکمل محفوظ رکھنا چاہیے ۔

''فسق اور بین یعنی تحقیق ؟ فطرت کے قوانین''

فسق قرآن پاک کی ایک بنیادی اصطلاح ہے۔فسق کا مادہ ف س ق ہے جس کے لغوی معنی یہ ہیں کہ شرعی حدود سے تجاوز کرنا، اللہ کے قوانین کو توڑنا، اللہ کے احکامات کی مخالفت کرنا، سرکشی کرنا، گناہ کرنا، نافرمانی کرنا اور فاسق اُس انسان کو کہتے ہیں جو یہ سب کام کرتا ہے۔

بین بھی ایک ضروری اصطلاح ہے جس کا مادہ : ب ی ن ہے اس کے لغوی اور لفظی معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی بات کو ظاہر کرنا، بیان کرنا، چھان بین کرنا، روشن کرنا، کھول کھول کر بیان کرنا اور تحقیق کرنا۔قرآن کی ہدایت اور رہنمائی ہر زمانے کے لیے ہے۔فسق اور فاسق لوگ ہر زمانے میں ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی ملک میں یہ لوگ کم ہوتے ہیں اور کسی میں زیادہ۔جیسا کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

میرے ایک بزرگ دوست ڈاکٹر اشرف صاحب نے امریکہ سے لے کر افریقہ کے پس ماندہ ممالک تک 68 ملکوں کا سفر کیا ہے۔اُن کا خیال ہے کہ بنیادی حقوق کے فقدان سے فاسق لوگوں کو پیدا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں اس لیے ہمارے ملک میں بھی ایسے لوگ کافی پائے جاتے ہیں۔

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

''جب بھی تمہارے پاس کوئی فاسق انسان خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔''

تحقیق کرنے سے ہر بات صاف صاف انسان کے سامنے آجاتی ہے اور غلط فہمیاں ختم ہوجاتی ہیں جس سے ماحول میں فساد نہیں پھیلتا۔

پاکستان کے پروفیسرز اور دانشور حضرات جانتے ہیں کہ ہمارا ماحول معاشرہ اور ملک فسق اور فجور سے بھرا پڑا ہے جس کی وجہ سے قدم قدم پر لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہورہے ہیں اور مشکوک زندگی گزارنے پر مجبور ہیں لہٰذا ہم سب پر فرض ہے کہ ہم کام کرنے سے پہلے ہر خبر اور اطلاع کی تحقیق کیا کریں جو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

میں نے اس سلسلے میں کافی خبروں اور معلومات کی تحقیق کر کے دیکھا ہے تو معلوم ہوا ہے جس بھی خبر کی تحقیق کی جاتی ہے اُس کی حقیقت تبدیل ہوجاتی ہے۔یہ تجربہ اور مشاہدہ ہر انسان اپنی تھوڑی سی محنت سے کرسکتا ہے جس سے اُس کا ذاتی فائدہ بھی ہوسکتا ہے اور اللہ کی ہدایات پر عمل بھی ہوسکتا ہے۔

فسق اور بین کے الفاظ سمجھنے میں اگر کوئی مشکل آرہی ہے تو مندرجہ ذیل آیات پر غور کریں

المائدہ 47:3:5؛ الانعام 121:6، 145؛ یونس 33:10؛ بنی اسرائیل 16:17؛ الاحقاف 50:18؛ السجدہ 20:32

بین کی تصریف آیات

البقرہ 87:2، 92، 99، 118، 185، 209؛ آل عمران 97:3، 118؛ الانعام 57:6، 159؛ الاعراف 105:7؛ طٰہٰ 133:20؛ البینہ 1:98، 4

توحید کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے لئے واحد کا صیغہ استعمال کرتا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، طاقت اور جلال کو ظاہر کرنا ہوتا ہے تو پھر جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔

حکمت سے کام لینے والا حکیم ہوتا ہے۔
علم کو استعمال کرنے والا عالم ہوتا ہے۔
ہوش سے کام لینے والا عقلمند ہوتا ہے
جبکہ
جوش سے کام لینے والا جاہل ہوتا ہے

قرآن ایک معجزہ

تمام دنیا کے فلاسفر اور مفکر
اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں
کہ
قرآن ایک معجزہ ہے
کیونکہ
اس میں کائنات اور سائنس کی وہ باتیں ہیں
جو صدیوں سے انسان کی راہنمائی کرتی آرہی ہیں۔

''توبہ کا فائدہ ؟ اصلاح کا طریقہ''

اللہ تعالیٰ جو کہ کائنات کا مالک ہے اور ہماری عقل سے اس قدر زیادہ بلند مقام پر ہے کہ جس کا کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا لیکن اس کی صفات اُن لوگوں پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں جو اس کی راہ میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے یعنی اس کے پاس رحمت کے خزانے ہیں اور وہ ان رحمت کے خزانوں کو مسلسل تقسیم بھی کرتا رہتا ہے مگر صرف جہاد یعنی کوشش کرنے والوں میں!

اگر دنیا کا کوئی انسان اللہ کی ہدایات اور احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے جس سے اس کا یا دوسرے افراد کا نقصان ہو جاتا ہے تو ایسے حالات میں اللہ نے انسان کو توبہ کا راستہ بتا دیا ہے تا کہ بھٹکا ہوا یہ انسان اپنی زندگی کی اصلاح کر سکے اور اپنی زندگی میں انقلاب لا کر ترقی کے راستے پر سفر کر سکے۔ خیال رہے کہ موت نظر آنے سے پہلے تک توبہ کا دروازہ ہر انسان کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

توبہ کا مادہ: ت و ب

توبہ کے لغوی معنی: توجہ دینا، توجہ کرنا، غلطی اور گناہ کو چھوڑ دینا، اصلاح کرنا، شرمندہ ہو کر توبہ کرنا، باز آجانا، واپس آنا، غلطی اور گناہ کا علاج کرنا۔

توبہ کے اصطلاحی معنی: اللہ کی ہدایت اور احکامات کی خلاف ورزی کرنے کے بعد اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اپنی اصلاح کرنا

مشتقات: تواب، اتوبو، توابین

انسان کو جب اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا احساس ہوتا ہے اور جب وہ توبہ کرتا ہے تو اس کی کوشش اور محنت کے مطابق انسان کے حواس خمسہ کی ایسی نشو ونما ہوتی ہے کہ اس کے اندر ایسا نور اور ایسی طاقت پیدا ہوتی ہے جس کو نور بصیرت کہتے ہیں۔ یہ ہی وہ نور بصیرت ہے جس سے انسان کی ذات مکمل ہوتی ہے اور اس کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

جو بھی لوگ توبہ کرتے ہیں اُن لوگوں سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے اور ان کو احساس ہوتا ہے کہ ان سے غلطی اور گناہ ہو گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے سورہ فرقان میں ایک بہت بڑی حقیقت کو بیان کر دیا ہے۔

{إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً} (الفرقان 70:25)

''مگر جس کسی نے بھی توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

{توبہ}

☆ اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی کو خوشگوار نہ بنا سکے، تو اُسے زعمِ آگہی سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ ہو تو توبہ کا وقت ہے۔ اگر انسان کو اپنا حال اور حالات درست کرنے کا شعور نہ ہو تو، اسے دانشور کہلانے سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو، تو توبہ کر لینا ہی مناسب ہے۔ اگر انسان کو تلاش کے باوجود ہمیشہ غلط رہبر یا راہنما ملیں، تو اسے اپنی اطاعت شعاری کے دعویٰ سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے، تو اسے اپنے خودمختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اُسے اپنی صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر انسان اپنی جوانی اور روپ سے پریشان ہو، تو اسے اپنے بناؤ سنگھار سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر انسان میں اپنی کامیابی کا سُرور ختم ہو جائے اور انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے، تو اسے ضرور توبہ کر لینی چاہیے۔ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گنہگار ہونے کا احساس ہو جائے، تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔ اپنے گناہوں کا احساس ہی توبہ کی ابتدا ہے۔ اگر گناہ کا کوئی گواہ نہ ہو تو، توبہ تنہائی میں ہونی چاہیے اور اگر گناہ پوری قوم کے سامنے سرزد ہوا تو، توبہ بھی پوری قوم کے سامنے ہونی چاہیے۔ دراصل توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے۔ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے، وہ بدقسمت ہے۔ شیطان کو اپنی غلطی پر توبہ کا خیال نہ آیا۔ ہمیشہ کے لیے لعین و رجیم ہو گیا۔ انسان حکم عدولیوں پر توبہ کرتا رہتا ہے، اس لیے اشرف المخلوقات ہے۔ کافر اپنے کفر کو دین سمجھتا ہے، اپنی عبرت کو پہنچے گا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے ضمیر اور اپنے مزاج کے خلاف عمل کرنا گناہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ گناہ اپنے مزاج کے خلاف عمل کا نام نہیں، اللہ کے حکم کے خلاف عمل کا نام ہے۔ گناہ اخلاقیات کے حوالے سے نہیں، دین کے حوالے سے ہے۔ اخلاقیات کا دین اور ہے، دین کی اخلاقیات اور۔

☆ سچ بولنا اخلاقی فریضہ بھی ہے اور دینی بھی۔ لیکن دین نے ایسی صداقتیں بھی بیان کی ہیں جو اخلاقی صداقتوں سے بہت مختلف اور ماورا ہیں۔ اللہ، فرشتے، رسول، مابعد اور روح ایسی صداقتیں ہیں، جنہیں اخلاقیات سمجھنے سے قاصر ہے۔ اخلاقیات انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہء حیات کا نام ہے اور دین، اللہ کے عطا کیے ہوئے ضابطہ حیات کا نام ہے۔ گناہ اللہ کے فرمان سے انکار کا نام ہے۔ ایک پیغمبر اور اخلاقی مفکر میں فرق صرف یہی ہے کہ پیغمبر ایک اور دنیا کی صداقت بھی بیان کرتا ہے، جبکہ مفکر اسی دنیا کا اور اسی معاشرے کی اصلاح کی بات کرتا ہے۔ اخلاقیات دین کا حصہ ہے، لیکن دینیات اخلاقیات سے بہت بلند ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ دینیات، اخلاقیات اور الٰہیات کے مجموعے کا نام ہے۔

☆ بہرحال توبہ اپنی پسند اور ناپسند کے حوالے سے نہیں۔ یہ اللہ کی پسند اور ناپسند کے حوالے سے ہے۔ ہم اس شے سے توبہ کرتے ہیں، جو ہمارے عمل میں اللہ کی ناپسند کا باعث ہو۔ اس میں برائی بھی شامل ہو سکتی ہے اور وہ عبادت بھی، جسے ریاکاری کہا جاتا ہے اور وہ منافقت بھی، جسے فیشن کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ ہمارا ہر وہ عمل، جو اللہ کو ناپسند ہو، گناہ ہے اور ایسے ہر عمل سے توبہ کرنا ہی عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

☆ اللہ اور انسان کے مزاج میں بڑا فرق ہے۔ خالق اور مخلوق کے درجات کے علاوہ بھی فرق ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے کسی مُلا کو دنیا کی خدائی دے دی جائے، تو وہ اس دنیا میں کیا کیا تبدیلیاں کر دے گا۔ کافروں کو نیست و نابود کر دے گا۔ یہودیوں کو فی النار کر دے گا۔ غیر اسلامی معاشروں کو تباہ کر دے گا۔ غرضیکہ اس دنیا کو اپنے جیسا مسلمان کر دے گا۔

یہ انسان کی خدائی ہوگی۔ اللہ کی خدائی وہ ہے، جو ہے۔ اللہ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہی ہے لیکن کافروں کو پیدا کرنا، انہیں طاقت اور قوت دیتے رہنا، مسلمانوں کی جو حالت ہے اسے خاموشی سے دیکھتے رہنا، اللہ ہی کا کام ہے۔ انسان اور خدا کے عمل میں جو فرق ہے، اس پر غور کرنا چاہیے۔ ہماری جو مرضی اللہ کے علاوہ ہے، غلطی ہو سکتی ہے اور اس غلطی سے توبہ کرنا لازم ہے۔ ہم اپنے لیے ایک زندگی چاہتے ہیں ایک انداز کی زندگی۔ اللہ ہمارے لیے ایک زندگی چاہتا ہے، ایک اور انداز کی زندگی۔ اگر ان دونوں میں فرق موجود ہے، تو

غلطی موجود ہے۔ اللہ کی پسند کے علاوہ کسی انداز کی زندگی کو پسند کرنا گناہ ہے۔ اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔
پیغمبر خطا سے معصوم ہوتا۔ کسی پیغمبر کا استغفار پڑھنا عجب ہے۔ نئے مقامات حاصل ہونے پر پرانے مقامات پر استغفار ہے۔ عروج کی منزل استغفار اور الحمد کی منزل ہے، نئی بلندی کا شکر اور پہلے درجے اپر استغفار۔ مطلب یہ ہوا کہ ایک مکمل نیک اور وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ توبہ اللہ کی رضا کا حصول ہے۔

☆ بار بار غلطی کرنے اور بار بار توبہ کرنے کے بارے میں اکثر پوچھا جاتا ہے۔ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں، تو توبہ سے کیا شرمندگی۔ توبہ کا عمل ترک نہ ہونا چاہیے۔ اگر انسان کو موت آجائے، تو اسے حالتِ گناہ میں نہ آئے بلکہ حالتِ توبہ میں آئے اور کچھ خبر نہیں کہ موت کس وقت آجائے۔ گناہ کا احسان پیدا ہوجائے، تو گناہ سے نفرت ضرور پیدا ہوگی۔ نفرت ہوجائے، تو دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم پیدا ہوگا۔ دوبارہا گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہی توبہ ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر اپنی غلطی پر معذرت اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا وعدہ توبہ کہلاتا ہے۔ توبہ منظور ہوجائے، تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا، جب گناہ معاف ہوجائے، تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔ اگر اللہ احسان فرمادے، تو انسان کو اندھیروں س نکال کر روشنی میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ اس کی سابقہ برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ توبہ کرنے والوں پر بڑا مہربان ہوتا ہے۔ آدمؑ نے توبہ کی۔ انہیں خلافتِ ارضی کا تاج پہنا دیا گا۔ یونسؑ نے توبہ کی، انہیں نجات ملی۔ توبہ کرنے والے کو اللہ نے اپنا قرب عطا فرمایا۔ شرط صرف یہ ہے کہ توبہ صدقِ دل سے کی جائے اور اپنے آپ کو اس راستے سے الگ کر دیا جائے، جس راستے پر غلطی کے دوبارہ ہونے کا امکان ہو۔ توبہ کرنے والے کی زندگی تبدیل ہو جاتی ہے۔ اللہ سے توفیق مانگنی چاہیے کہ توبہ سلامت رہے۔ توبہ شکن انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ وہ اپنی نظروں سے گر جاتا ہے۔ وہ احترم کے تصور سے محروم ہوجاتا ہے۔ وہ دعا سے محروم ہوجاتا ہے۔ وہ دعا کی افادیت سے محروم ہوجاتا ہے۔

☆ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔ توبہ شکنی انسان کی شخصیت کو اندار سے توڑ پھوڑ دیتی ہے۔ اس کا ظاہری وجود بے خراش ہوتب بھی اندر کا وجود قاش قاش ہوجاتا ہے۔ دراصل گناہ بالعموم انسان کو نقصان پہنچانے والا عمل ہوتا ہے۔ انسان نہیں سمجھتا۔ خالق نے جس عمل سے روکا ہے، اس سے رک جانا ہی سعادت کا ذریعہ ہے۔
ادب کی دنیا میں اگر مصنف ایسی کتاب تحریر کرے جس کے قاری میں گناہ کی رغبت یا میلان پیدا ہوجائے، تو ایسی تخلیق گناہ ہی کہلائے گی۔ ایسے گناہ سے توبہ کرنا لازم ہے مصنف کا عمل تصنیف ہے اور یہ عمل خیر یا شر کے باب میں اپنا انجام ضرور دیکھے گا۔ گناہوں پر اکسانے والے کا انجام ضرور دیکھے گا۔ گناہوں پر اکسانے والے کا انجام گنہگار کے انجام سے بھی زیادہ خطرناک ہوگا۔ نیکی پر گامزن کرنے کا عمل، نیک اعمال میں سب سے زیادہ مستحسن عمل ہے۔ ادیب مرجاتا ہے، ادب زندہ رہتا ہے اور ادب اپنی تاثیر پیدا کرتا رہتا ہے۔

☆ تاثیر پیدا کرنیوالا مرنے کے بعد بھی اپنے نامۂ اعمال میں اپنے قاری کی نیکی بدی کے حوالے سے اضافہ کرتا ہے۔ جس نے جتنے زیادہ لوگوں کو نیک بنایا، اسے اتنا ہی زیادہ انعام ملے گا۔ مصنف کو اپنی گناہ ساز اور گناہ پرور تصانیف سے توبہ کرنی چاہے۔ اگر توبہ قبول ہوگئی، تو اسے نیک تصانیف سے توبہ کرنی چاہیے۔ اگر توبہ قبول ہوگئی، تو اسے نیک تصانیف کا شعور عطا ہوگا، جس سے وہ ہر آنے والے دور سے دعائیں حاصل کرے گا۔ آنے والے زمانوں کی دعائیں یا بدعائی نجانے والے انسان کے لیے بڑی تاثیر رکھتی ہیں۔ نیت کا گناہ، نیت کی توبہ سے معاف ہوتا ہے۔ عمل کا گناہ، عمل کی توبہ سے دور ہوتا ہے۔ تحریر کا گناہ، تحریر کی توبہ سے ختم ہوجاتا ہے۔
جس ڈگری کا گناہ ہوگا، اسی ڈگری کی توبہ چاہے۔ صاحب تاثیر کی تحریر اس کے نامہ اعمال میں رکھی جائے گی۔ جس انسان کو جو دولت عطا ہوتی ہو، اس کی باز پرس ہوگی۔ الفاظ کی دولت حاصل کرنے والوں سے ضرور اس دولت کے استعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر نصیب یاوری کرے، تو اپنی تحریر کو اپنی نیکیوں میں اضافے کے لیے استعمال کرلیا جائے۔ گذشتہ پر توبہ کا مدعا ہی یہی ہے کہ آئندہ اپنے الفاظ کے استعمال کو اپنے اعمال کے آئینے میں دیکھا جائے۔

☆ انسان کا پیشہ سیاست ہو یا وکالت، تعلیم، ہو یا کاروبار، الفاظ کا استعمال عمل کے میزان میں ضرور دیکھا جائے گا۔ جو انسان جتنا موثر ہوگا، اس کا گناہ اتنا ہی بڑا ہوگا، ہم اپنے گناہوں کو اپنے حلقہ تاثیر میں سند بنا دیتے ہیں اور یوں ہم زیادہ سزا کے مستحق ہوجاتے ہیں

''قرض کی اہمیت ؟ انسان کی ضرورت''

قرض ہر انسان اور ہر ملک کی ضرورت ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان یا مُلک نہیں ہوگا جس نے قرض لیا نہ ہو اور کبھی کسی کو دیا بھی نہ ہو کیونکہ ہر ایک کو کسی وقت بھی قرض کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور پھر ضرورت کے وقت کسی کے کام آنا بھی ایک نیکی ہے۔ قرض لینا اور دینا کوئی بُری بات نہیں ہے لیکن قرض لیتے وقت جو دونوں پارٹیاں وعدہ کرتی ہیں اس وعدہ کی خلاف ورزی کرنا ایک معیوب بات ہے۔

قرض کا لین دین انسان بھی کرتے ہیں اور مختلف ممالک بھی کرتے رہتے ہیں اور قرض اللہ تعالیٰ کو بھی دیا جاتا ہے جو کہ ایک عظیم اور اعلیٰ درجے کا قرض ہے۔ ایک آیت کا ترجمہ ہے کہ کون ہے تم میں سے جو مجھے قرض حسنہ دے اور میں اس قرض کو کئی گنا بڑھا کر واپس دونگا۔

ذرا غور وفکر کرنے والی اور حیران کرنے والی بات ہے کہ خالقِ کائنات قرض مانگ رہا ہے اُس انسان سے جو بذاتِ خود اس کے محتاج ہیں اور جن کی حیثیت ہی کچھ نہیں۔ یہ قرض کیوں مانگا جارہا ہے؟ اور کس کے لئے مانگا جارہا ہے؟

یہ قرض صرف اور صرف انسانیت کی مدد اور غریبوں کے حقوق کیلئے مانگا جارہا ہے تاکہ ایک انسان دوسرے مجبور اور مفلس انسان کے کام آسکے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن قرض کے بارے میں کیا کہتا ہے

قرض کا مادہ: ق رض قَرَضَ

قرض کے لغوی معنی: ضرورت کے وقت کسی سے کوئی رقم یا چیز کا لین دین کرنا

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور احکامات کے مطابق قرض لینا یا دینا

قرضِ حسنہ: قرض حسنہ وہ ہوتا ہے جس کو واپس نہیں مانگا جاتا

قرآن کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ انسان کو چیلنج کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میں سے کوئی ہے جو مجھے قرض حسنہ دے یعنی ایسا قرض جس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوتا ہے۔

اب ہم ذرا مندرجہ ذیل آیت کے الفاظ میں ڈوب کر غور وفکر کرتے ہیں اور قرضِ حسنہ کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

{مَّن ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضَاعِفَہُ لَہُ أَضْعَافاً کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَإِلَیْہِ تُرْجَعُونَO} (البقرہ 245:2)

''کون ہے تم میں سے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟ پھر اللہ اس کے قرض کو کئی گُنا بڑھا کر واپس ادا کرے گا روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے کم دے اور جسے چاہے زیادہ۔ آخر تم سب کو اُس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ کو صدقہ اور صدقات دینے والے انسان بھی بہت پسند ہیں اللہ کو قرض دینے والے بھی انسان پسند ہیں کیونکہ اس طرح ضرورت مندوں اور غریبوں کا کام بن جاتا ہے اسی لئے تو علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں
کروبیاں یعنی فرشتے

{إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ O}
(الحدید 18:57)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا تو ایسے لوگوں کو اس کا اجر کئی گنا زیادہ ملے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے عمدہ اجر ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ پھر انسان کو چیلنج کرتے ہوئے اُس سے قرض کی اپیل کرتا ہے کہ مجھے قرض دو۔ اگر آپ ان الفاظ پر توحید کی عظمت پر غور کریں تو اُن لوگوں کے ہوش ٹھکانے آسکتے ہیں جو اللہ کے نام پر پیسہ خرچ نہیں کرتے۔

{مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ O}(الحدید 11:57)

''تم میں سے ایسا کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے اللہ تعالیٰ اسے اس کا کئی گنا زیادہ اجر دے گا اور عمدہ اجر دے گا۔''

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک حقیقت کو اور ایک حکم کو ایک ہی مرتبہ بیان نہیں کرتا بلکہ بار بار مختلف انداز میں بیان کرتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح انسان کی سمجھ میں کچھ بات آجائے لیکن پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھنا چاہتا تو وہ عظیم ترین طاقت تو بے نیاز ہے جبکہ محتاج تو ہم ہی ہیں۔

سورۃ المزمل میں دیکھیں کہ کیا ارشاد ہوتا ہے:

{وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ O}(المزمل 20:73)

''اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو یاد رکھو! تم اپنے لئے جو بھی نیکی آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے ہاں اس طرح پاؤ گے کہ پہلے سے بہتر اور اجر میں زیادہ ہوگی۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کو جو لوگ قرض دیتے ہیں وہ عظیم لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ انسان کس قدر عظیم ہوتے ہیں اس کا فیصلہ تو اللہ ہی کرے گا جو ہر انسان کے حالات و واقعات کے علاوہ اُن کے نفسیاتی نشیب و فراز بھی جانتا ہے لیکن خالق کائنات کو یعنی اللہ کو قرض دینا ایک بڑے اعزاز اور دل کی بات ہے۔ آپ مندرجہ ذیل آیت پر ذرا غور و فکر کریں کہ اللہ کس طریقے سے قرض دینے والوں سے وعدہ کر رہا ہے۔

{إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ O}
(التغابن 17:64)

''اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر واپس دے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا اللہ تعالیٰ قدردان اور تحمل والا ہے۔''

قرض سے تعلق رکھنے والی دیگر آیات مندرجہ ذیل ہیں
البقرہ 245:2، 278-282؛ المائدہ 12:5؛ الحدید 11:57، 18؛ التغابن 17:64۔

اللہ کے احکامات وقوانین کی پابندی کرنے والے
انسان اور ملک قرض نہیں لیا کرتے
کیونکہ قرض لینا بھی گداگری کی ایک قسم ہے۔

قرض کی اہمیت

اللہ کا انسان سے سوال

{ مَّن ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَہٗ }

(البقرہ 245:2، الحدید 11:57)

''کون ہے تم میں سے جو اللہ کو قرض دے
تا کہ اللہ اس کو بڑھا کر واپس کرے؟''

وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں جو
اللہ تعالیٰ
کو بڑی جرأت سے قرض دیتے ہی

''حلال، طیب اور حرام ؟ قوانین فطرت''

یہ تینوں الفاظ قرآن میں بہت زیادہ استعمال ہوئے ہیں اور پھر ان لفظوں کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے بہت تعلق ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان لفظوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور سنی سنائی باتوں کی بجائے قرآن سے سمجھنے کی کوشش کریں کیونکہ اس سے ہماری کئی غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں۔

حلال کا مادہ: ح ل ل

حلال کے لغوی معنی: جس چیز یا کام کی اللہ سے اجازت ہو۔ وہ چیز حلال یعنی جائز ہوتی ہے۔

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کے مطابق جس بھی چیز اور کام کا حکم یا اجازت ہو اس کو حلال کہتے ہیں

ضد: حرام

مشتقات: حلال، حلالہ

طیب کا مادہ: ط ی ب

طیب کے لغوی معنی: پاک، صاف، مناسب، موزوں اور پسندیدہ چیز یا کام

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کے مطابق حلال چیزوں میں سے جو چیز پاک صاف، مناسب، موزوں اور پسندیدہ ہو وہ چیز طیب ہوتی ہے۔

ضد: خبیث یعنی بے کار اور فضول

خیال رہے کہ حلال اور طیب کا آپس میں بہت قریبی اور گہرا رشتہ ہے کیونکہ اللہ نے قرآن میں ان دونوں لفظوں کو اکٹھا ہی استعمال کیا ہے انسان کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ حلال اور طیب چیزیں کھائے یعنی حلال اور طیب کام کرے کیونکہ اسی میں ہی اس کی کامیابی ہے۔ دنیا کے ہر انسان کو یہ قانون اور اصول اختیار کرنا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں حلال اور طیب چیزوں پر اپنی توجہ دے۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دیکھتے ہیں کہ اس ذات نے ہمیں کیا حکم دیا ہے۔

سورہ البقرہ کی آیت نمبر 168 میں اللہ نے پوری دنیا کے انسانوں مخاطب کر کے کہہ دیا ہے:

{يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِيْ الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O}

''اے لوگو زمین کی چیزوں میں سے جو بھی چیزیں حلال اور طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ جو بھی تم کو ملے اس کو کھاؤ وہ تمہارے لئے

حلال اور پاک ہے لیکن اللہ کے احکامات وقوانین کا خیال رکھو جیسا کہ علم والے اور عقل والے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ کے احکامات کو توڑنے سے انسان کو ہمیشہ سزا ملتی ہے اور ملتی رہے گی۔

{فَكُلُواْ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ O} (الانفال 69:8)

''جو غنیمت یعنی مال تم نے لے لیا وہ تمہارے لئے حلال اور طیب ہے اللہ کا تقویٰ یعنی اللہ کے احکامات کو اختیار کرو اور وہی پردہ ڈالنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔''

اللہ نے قرآن میں حلال اور طیب کے الفاظ کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے کہ تمہیں ان چیزوں کی اجازت ہے۔ یہ بھی کئی مقامات پر کہا ہے کہ نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو یعنی میری نعمتوں کو صحیح استعمال کیا کرو کیونکہ شکر کرنے کا ایک معنی استعمال کرنے کے بھی ہوتے ہیں آپ اس کتاب میں شکر کا مضمون غور سے پڑھیں۔

سورہ النحل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھر تاکید کر رہا ہے:

{فَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَاشْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ O}

(النحل 114:16)

''اللہ نے ہمیں جو بھی حلال اور طیب رزق دیا ہے اُن کو کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو کیونکہ بندگی کا حق اسی طرح ادا ہوسکتا ہے۔''

کچھ لوگ پیدا ہی عظیم ہوتے ہیں

اور

کچھ لوگ جدوجہد اور کارناموں کی وجہ سے

عظمت حاصل کر لیتے ہیں۔

شیکسپیئر

حلال، طیب

اور حرام

دنیا کے ہر انسان کو اپنے فیصلے اپنے الہام یعنی اپنے ضمیر کی آواز پر
کرنے چاہئیں
کیونکہ
ضمیر انسان کی بہترین عدالت ہوتی ہے
لیکن
دنیا میں ضمیر کے بے شمار مختلف قسم کے
معیار پائے جاتے ہیں۔

حرام

حرام کا لفظ بھی قرآن میں کئی ایک مقامات پر استعمال ہوا ہے اس لفظ کا بھی ہماری زندگی سے بہت تعلق ہے اس لئے اس لفظ کا سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔

حرام کا مادہ: ح ر م حَرَمَ

حرام کے لغوی معنی: ناجائز، نفرت کے قابل، نفرت والا، ممنوع، حرام

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کے خلاف کوئی چیز کھانا یا کوئی کام کرنا

ضد: حلال

علم والے لوگ جانتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ سے پہلے کچھ چیزیں حرام تھیں جن کو آپ ﷺ نے آ کر حلال ٹھہرایا تھا کیونکہ خالق کائنات بہتر جانتا ہے کہ کس چیز کو کس زمانے میں حلال کرنا ہے اور کس زمانے میں حرام کرنا ہے۔ یہ تمام مشکل فیصلے کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس حقیقت کو مندرجہ ذیل آیات میں دیکھیں۔

{وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ O} (آل عمران 50:3)

''اور مجھ سے پہلے توریت موجود ہے میں اس کی پیش گوئی کو پورا کرنے والا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ بعض چیزوں کو تمہارے لیے حلال ٹھہراؤں جو اس سے پہلے تم پر حرام کر دی گئی تھیں میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کتنی بڑی نشانیاں لے کر آیا ہوں لہٰذا تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔''

دنیا میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب اللہ کسی انسان یا قوم کو دولت، طاقت اور اختیارات دیتا ہے تو پھر وہ اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ ظلم کرنے لگتے ہیں جس سے عام لوگوں کی زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے۔ جب یہودیوں کے پاس دولت اور اختیارات آئے تو انہوں نے بھی ظلم کرنے شروع کر دیے حالانکہ ظلم اللہ کو سخت ناپسند ہے اس حقیقت کو اللہ نے مندرجہ ذیل آیت میں اس طرح ظاہر کیا ہے۔

{فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيراً O} (النساء 160:4)

''یہودیوں کے جرائم کی وجہ سے ہم نے کئی پاک چیزوں کو اُن پر حرام کر دیا جو پہلے اُن کے لئے حلال تھیں وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔''

خالق کائنات نے توریت، زبور، انجیل اور قرآن میں حلال، طیب اور حرام کے بارے میں تمام تفصیل بیان کر دی ہیں لیکن لوگ اپنی اپنی عقل، علم اور سمجھ بوجھ کے مطابق حلال و حرام کو اختیار کیے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک ملک کا حرام دوسرے میں حلال ہوتا ہے اور ایک ملک کا حلال دوسرے میں حرام ہوتا ہے۔

لیکن خیال رہے کہ علم کی کمی اور جہالت کی وجہ سے بھی انسان بعض اوقات حلال کو حرام سمجھتا ہے اور حرام کو حلال سمجھتا ہے۔ جیسا کہ چاروں امام حضرات کے درمیان دریائی خوراک کے بارے میں اختلافات ہیں لیکن سب کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں۔ اس کے لئے چاروں امام اپنے اپنے فہم اور دلائل کی بنیاد پر سچے ہیں کیونکہ ہر انسان کا معیار ہمیشہ اس کے علم، عقل اور خصوصیات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

تصریف آیات: حلال اور طیب کی مزید آیات

آل عمران 50:3؛ المائدہ 5:5، 88؛ الانفال 8:69؛ یونس 59:10؛ النحل 114:16، 116۔

1

حرام کے لئے مزید آیات

النساء 160:4؛ المائدہ 5:96؛ الانعام 140:6؛ یونس 59:10؛ النحل 55:16، 116، 118۔

خیال رہے کہ حلال چیزوں کا تعلق ہمیشہ اختیاری حالات میں ہوتا ہے لیکن اضطرابی حالات یعنی مجبوری اور بے بسی میں حرام چیزیں بھی حلال ہو جاتی ہیں۔

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات ، کشمکشِ انقلاب

زندگی کے اندھیروں میں میرے قدموں کی رہنمائی کے لیے میرے ہاتھ میں میرے تجربات اور مشاہدات کا ایسا چراغ ہے جس میں قرآن کی روشنی ہے۔ مصنف

طیب اور خبیث

دنیا میں طیب اور خبیث چیزوں کی
مختلف اقسام ہوتی ہیں۔

''طیب اور خبیث ؟ معیار اپنا اپنا''

یہ دونوں قرآنِ پاک کے الفاظ ہیں۔ ان دونوں کا انسان کی زندگی سے بہت ہی قریب کا تعلق ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم جو بھی کھانا کھائیں یا کام کریں سب سے پہلے ہمیں یہ جائزہ لینا چاہیے کہ وہ چیز طیب ہے یا خبیث۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم طیب چیزوں کو استعمال کریں اور خبیث چیزوں سے اپنے آپ کو بچائیں کیونکہ طیب چیزوں کے استعمال سے ہمیشہ انسان کے جسم اور دل و دماغ کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ خبیث چیزوں سے نقصان! کیونکہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے..... لہٰذا ہمیں اپنا فیصلہ کرنے میں ہمیشہ محتاط رہنا چاہیے اور غور وفکر سے یہ فیصلہ کریں کہ کون سی چیز ہمارے لئے طیب ہے اور کون سی خبیث؟

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم طیب اور خبیث کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

طیب کا مادہ: ط ی ب

لغوی معنی: پاک، صاف، موزوں، موافق، پسند، پسندیدہ۔

اصطلاحی معنی: جو چیز اللہ تعالیٰ کے حکم، فطرت کے تقاضوں اور آپ کو مزاج کے مطابق ہوں۔

ضد: خبیث، فطرت اور مزاج کے خلاف چیز۔

خبیث کا مادہ: خ ب ث

لفظی اور لغوی معنی: ناپاک چیز، غیر موزوں، نامناسب، ناپسندیدہ چیز۔

اصطلاحی معنی: جو چیز فطرت کے تقاضوں کے مخالف ہو۔

ضد: طیب

البقرہ کی آیت نمبر 168 میں اللہ نے پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ ہمیشہ حلال یعنی جائز اور طیب چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک کی حلال، حرام اور طیب چیزوں میں فرق ہے اور بعض اوقات یہ فرق اس قدر زیادہ نظر آتا ہے کہ ایک ملک کے انسان دوسرے ملک کے انسانوں کو حیرانگی اور پریشانی سے دیکھتے ہیں اور بعض اوقات وہ ایک دوسرے سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک ملک میں مچھلی کے انڈے، جھینگے، بندر اور کتے کا گوشت شوق سے کھایا جاتا ہے تو دوسرے ممالک میں اس سے سخت نفرت کی جاتی ہے۔

دنیا کی تمام چیزیں دو اقسام کی ہوتی ہیں یعنی یا تو کوئی چیز طیب ہوتی ہے اور یا خبیث! اللہ کا یہ قانون تمام نباتات، جمادات اور حیوانات پر لاگو ہوتا ہے لیکن انسان کو اللہ نے اس قدر علم اور عقل دیا ہوا ہے کہ وہ دونوں میں فرق

بھی کرتا ہے اور اگر کوئی چیز خبیث ہے تو اپنے عقل اور علم سے اس چیز کو طیب بھی بنا سکتا ہے جیسا کہ نباتات میں انسان نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے ذریعے بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں۔

سورہ الاعراف کی آیت نمبر 58 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۔}

''اور دیکھو جو زمین اچھی ہوتی ہے اس کے رب کے حکم سے اس کی پیداوار بھی طیب یعنی اچھی نکلتی ہے اور جو خبیث یعنی خراب ہوتی ہے اس کی پیداوار بھی ناقص ہوتی ہے۔''

سورہ البقرہ کی آیت نمبر 172 میں اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام توحید پرست اور ایمان والوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہماری دی ہوئی طیب روزی یعنی پاک صاف، موزوں اور پسندیدہ روزی کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ بندگی کا حق تو اسی طرح ادا ہوتا ہے۔

اب یہ انسان کا فرض ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ اس کے لئے کون سی چیز طیب ہے یا نہیں..... مثال کے طور پر دودھ، مکھن اور چینی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں لیکن بعض لوگوں کے لئے طیب نہیں ہوتیں یعنی ان کے لئے خبیث ہوتی ہیں اور نقصان دیتی ہیں اس لئے ڈاکٹروں نے اُن کو منع کیا ہوتا ہے۔

خیال رکھیں کہ جس طرں دنیا کی ہر چیز یا تو طیب ہوتی اور یا خبیث۔ اُسی طرح انسان طیب بھی ہوتے ہیں اور خبیث بھی ..... ۔ طیب بننا، اور خبیث بننا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے جو انسان طیب بننے کے لئے محنت کرتا ہے وہ طیب بنتا ہے اور جو خبیث بننے کے لئے محنت کرتا ہے وہ خبیث بنتا ہے۔

قرآن سورہ النحل کی ایک آیت میں انسان کو بتاتا ہے کہ دنیا میں جو بھی لوگ طیب اور طیبین ہوتے ہیں۔ اُن کی ملائکہ جب جان نکالنے لگتے ہیں یعنی وفات دینے لگتے ہیں تو سلام کرتے ہیں۔ اس آیت پر ذرا غور کریں۔

{ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O}

(النحل 32:16)

''جب ملائکہ طیب لوگوں کو وفات دینے لگتے ہیں تو ان کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تم جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے اُن اعمال کے بدلے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔''

خیال رہے کہ قرآن کی کئی ایک دیگر آیات میں بھی اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنت انسان کو صرف اس کے نیک اعمال کے بدلے میں ملے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی دوسری خوبیوں کے اجر میں جنت نہیں ملے گی۔ سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر 13 اور 14 میں اس عظیم حقیقت کو بیان کا گیا ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہیں کہ دنیا کی دیگر چیزوں کی طرح انسان بھی طیب اور خبیث ہوتے ہیں۔

قرآن کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ پھر کہہ رہا ہے کہ میں طیب لوگوں اور خبیث لوگوں کو ایک دوسرے کو الگ کر کے رہونگا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو خالق کائنات ہے۔

{ مَّا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ}

(آل عمران:1793)

''اللہ تعالیٰ تم مومنین کو اس حالت پر نہیں رہنے دے گا وہ خبیث کو طیب سے الگ کر کے رہے گا۔''

اس دنیا میں کئی ایک ایسی چیزیں بھی ہیں جو خبیث ہوتی ہیں لیکن انسان اپنی محنت اور کوشش سے ان کو طیب بنالیتا ہے کیونکہ جدید علم اور فن نے انسان کی صلاحیتوں میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کاغذ، کپڑا، لوہا اور لکڑی کی مصنوعات پر غور و فکر کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بے شمار خبیث اور بے کار چیزوں کو انسان اپنی کوشش اور محنت سے طیب یعنی مفید اور موزوں بنالیتا ہے حالانکہ ان دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

قرآن گواہی دیتا ہے کہ خبیث اور طیب چیزیں ایک جیسی نہیں ہوسکتیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ذکر ہے کہ

{قُل لاَّ يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُواْ اللّهَ يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَO} (المائدہ100:5)

''آپ ﷺ کہہ دیں کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہوسکتے اس لئے اے عقل والو! اللہ کا تقویٰ یعنی احکامات وقوانین کو اختیار کرو تا کہ تم فلاح پاؤ گے۔''

اگر خبیث اور طیب چیزوں کی آپ کو سمجھ نہیں آرہی اور آپ مزید سمجھنا چاہتے ہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر نظر ڈالیں۔

البقرہ2:57، 168، 172؛ آل عمران3:38، 179؛ النساء4:2، 43، 160؛ المائدہ5:4، 5، 6

ایک حقیقت پر نظر

خداوند، تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویش بھی عیاری، ہے سلطانی بھی عیاری

انسانی عقل کی نشو ونما کے لئے وحی کا علم
اس قدر ضروری ہے
جس طرح
نباتات، جمادات اور حیوانات

کے لئے سورج کی روشنی ضروری ہے۔

''نعمت اور نعمتیں ؟ علم کی بنیاد پر''

اس دنیا میں اللہ نے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں ان میں مادی اور روحانی یعنی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی نعمتیں شامل ہیں یہ ساری نعمتیں اللہ نے صرف اس لئے پیدا کیں ہیں۔ تا کہ انسان آرام وسکون کے ساتھ زندگی گزار کر جنت میں داخل ہو سکے۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی انسان اللہ کی تمام نعمتوں کا علم نہیں رکھتا اور نہ ہی تمام نعمتیں حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اِن نعمتوں کی فہرست بہت طویل ہیں۔ ان نعمتوں کی دو بڑی اقسام ہوتی ہیں۔ ایک فطرتی نعمتیں اور دوسری اختیاری نعمتیں۔ جیسا کہ گندم ایک فطری نعمت ہے لیکن گندم پر محنت کر کے جو چیزیں بنائی گئی ہیں وہ اختیاری نعمت ہوتی ہے جس کو تزکیہ یعنی بنانے اور سنوارنے سے بڑھایا جاسکتا ہے ۔ اس طرح الہامی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں شامل ہوتی ہیں لیکن ان پر عمل کر کے انسان اپنے دل و دماغ کے لئے سکون حاصل کرتا ہے۔ جو کہ ایک بڑی نعمت ہے۔

گذشتہ صدی میں اللہ تعالیٰ کی کافی نعمتیں دریافت ہوچکی ہیں اور مسلسل دریافت ہورہی ہیں اکثر ان نعمتوں کو یورپ اور امریکہ والوں نے دریافت کیا ہے خاص کر بجلی، ہوائی جہاز اور کمپیوٹر وغیرہ وغیرہ لیکن اس کے باوجود ابھی کافی نعمتیں باقی ہیں۔ مگر مکمل نعمتیں دریافت نہیں ہوسکتیں کیونکہ اللہ کی نعمتیں لامحدود ہیں اس لئے مندرجہ ذیل آیت پر فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

{وَاِن تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O} (النحل 18:16)

''اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو نہ کرسکو گے یقینا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

نعمت کا مادہ: ن ع م نعم۔

نعمت کے لغوی معنی: انعام، آرام، آسائش، سہولت، آرام کا سامان۔

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ اور فطرت کی وہ چیزیں جس سے انسان کو فائدہ ہوتا ہو۔

کچھ نعمتیں ایسی ہوتی ہیں جو اللہ فطری طور پر اور پیدائشی طور پر انسان کو دیتا ہے جس طرح قدرتی جسمانی اور دماغی صلاحیتیں، کسی امیر گھر یا کسی عالم کے گھر میں کسی کا پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ اور کچھ نعمتیں وہ ہوتی ہیں کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر انسان محنت کر کے ان کو بڑھا سکتا ہے۔ تعلیم و تربیت، کوشش اور محنت سے ہر انسان اپنی نعمتوں میں اضافہ کر سکتا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں اضافہ اس شکل میں ہوتا ہے جب انسان اللہ کے احکامات وقوانین کا علم حاصل کرنے کے بعد اُن پر عمل کرتا ہے تو نتیجہ نکال لیتا ہے جیسا کہ یورپ نے گذشتہ کچھ دہائیوں میں سائنس کے میدان میں ترقی کی ہے اور خوش حالی کو حاصل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اس وقت تک نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ قوم خود اس کو نہیں بدل دیتی یہ اللہ کا قانون ہے جس کو مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

{ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ O} (الانفال 53:8)

''اللہ ہرگز نہیں بدلنے والا کسی نعمت کو جو اس نے عطا کی ہو قوم کو جب تک وہ قوم خود اس کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ ہر بات کو سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے مگر کوئی انسان قدر کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا لیکن اگر ہر انسان اپنے گریبان کے اندر جھانک کر دیکھے اور اپنی ذاتی حالات اور تاریخ کا مطالعہ کرے تو اس کو خود محسوس ہوجائے گا کہ اللہ نے اس کو کتنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ} (المائدہ 11:5، الاحزاب 9:33)

''اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں یعنی احسانات کو یاد کیا کرو۔''

ہمیں سب کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مادی اور روحانی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس ان نعمتوں کا علم ہو پھر ہی ہم ان نعمتوں کو استعمال کر کے فائدے اٹھائیں گے۔ مثال کے طور پر انسانیت، محبت اور ہمدردی اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں لیکن ہم اس وقت تک ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جب تک کہ ہمارے پاس ان نعمتوں کا علم نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس قدر ہمارے پاس علم ہوگا اس قدر ہم دنیا کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے خیال رکھیں کہ دنیا کی ہر چیز کا انحصار علم پر ہی ہوتا ہے۔

حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے بعض ممالک میں انسانیت، محبت اور ہمدردی کے معیار اس قدر گھٹیا ہیں کہ بعض ترقی یافتہ ممالک ان کو تسلیم ہی نہیں کرتے مثلاً دولت کی بنیاد پر تعلیم، میڈیکل، روزگار اور بنیادی حقوق کی خرید و فروخت کرنا یا ذاتی مفادات کے لئے کسی سے ہمدردی اور محبت کرنا..... غور و فکر کرنے سے مزید حقائق آپ پر ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ بھی پاکستان میں ہی رہتے ہیں اگر آپ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تو پھر ترقی یافتہ ممالک پر غور و فکر کرنے کے بعد فیصلہ آپ خود کریں یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہوا ہے۔

سورہ الزمر 39 کی آیات نمبر 8 اور 49 میں اللہ نے انسان کی فطرت کو بڑے اچھے طریقے سے بیان کیا ہے۔ ''انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس پر اپنا فضل کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میری قابلیت کی وجہ سے ملا ہے حالانکہ وہ نعمت بھی ایک آزمائش ہوتی ہے مگر اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔''

اکثر امیر لوگ اور دولت مند لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے رہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ کی نعمتیں بھی انسان کے لئے ایک آزمائش ہوتی ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

{وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا O} (المزمل 11:73)

''جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں اور ان کو کچھ دیر مہلت دیں۔''

دنیا کے اکثر امیر انسان اور امیر ممالک اللہ کے احکامات و قوانین کو توڑتے ہیں تو پھر اللہ کے عذاب کا شکار ہوتے ہیں۔

ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ قرآن کی اصطلاح ''شکر'' کا ایک مطلب استعمال کرنا بھی ہوتا ہے جو کہ بہت ہی ضروری ہے۔ قرآن میں بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ انسان کو یہ حکم دیتا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کرو یعنی میری نعمتوں کو استعمال کیا کرو۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی جسمانی اور روحانی یعنی دونوں نعمتوں کو استعمال کریں۔ اس سے ہمیں بھی فائدہ ہوگا اور دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ ہماری خوراک یعنی پھل، سبزیاں، میوہ جات اور گھر کے آرام و آسائش وغیرہ سب نعمتیں ہیں لیکن یاد رکھیں کہ سب سے بڑی نعمت علم، عقل اور نور بصیرت ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کی عقل اور بصیرت اس کی مادی اور روحانی رہنمائی کرتی ہے۔

ہمیں اپنے تمام جسمانی اعضاء کی صحت کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے یعنی کہ ان کو استعمال کرنا چاہیے اور اپنے اپنے علم کے مطابق ٹھیک استعمال کرنا چاہیے لیکن اگر ہم ان کو استعمال نہیں کریں گے تو وہ بے کار اور مفلوج ہو جائیں گے۔ تجربہ کرنے کیلئے آپ تین ماہ کے لئے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ دیں۔ اسی طرح کان اور ناک کو بند کر دیں۔ تین ماہ کے بعد آپ کو خود محسوس ہوگا کہ آپ کی آنکھوں، کان اور ناک نے کام کرنا کم کر دیا ہے۔ یعنی کمزور پڑ گئے ہیں لہٰذا ہمیں اپنی زبان، اپنے دل اور اپنے عمل سے اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

جو لوگ اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں وہ اللہ کو بہت پسند ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ اس پاک ذات نے قرآن کی سورۃ الضحیٰ میں انسان کو بتا دیا ہے۔

{ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ O} (الضحیٰ 11:93)

''اور اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہا کریں۔''

تصریف آیات: البقرہ 211:2، 231؛ آل عمران 103:3، 171؛ المائدہ 6:5، 11؛ الانفال 53:8؛ ھود 10:11؛ یوسف 6:12؛ ابراہیم 6:14، 28، 34؛ النحل 18:16، 71، 72؛ الشوریٰ 22:26؛۔

نوٹ: اللہ کی نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان کے پاس اُس نعمت کا علم ہو کیونکہ جس نعمت کا انسان کے پاس علم نہیں ہوتا اُس کی اُسے خواہش نہیں ہوتی۔ ترقی یافتہ ممالک میں بے شمار ایسی نعمتیں ہیں جن کا ایشیا اور افریقہ کے لوگوں کے پاس علم ہی نہیں ہے۔

علامہ اقبال کی ایک عظیم حقیقت

زندگانی ہے صدف، قطرہ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا، کہ جو قطرے کو گوہر نہ کر سکے

ہو اگر خودنگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

موجودہ رائج شدہ اسلام

سرسید احمد خان کہتے ہیں کہ ہندو پاک میں موجودہ رائج شدہ اسلام وہ اسلام ہرگز نہیں ہے جس کو نبی پاک ﷺ لے کر آئے تھے بلکہ یہ تو ہمارے آباؤ اجداد، علمائے کرام، بزرگوں، صوفیوں اور مولویوں کے خیالات کا مجموعہ ہے۔
یہ تو بزرگوں کے خیالات اور نظریات پر مشتمل ہے جن کی حیثیت اُن بتوں کی طرح ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے باپ قوم نے بنا رکھے تھے۔ جن کا قرآن پاک میں کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں نہایت ہی غور وفکر سے قرآن پاک کو سمجھنا چاہیے اور پھر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

نعمت اور نعمتیں

اللہ نے انسان کے جسم اور روح کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں
جن میں سے کچھ نعمتیں انسان نے دریافت کی ہیں
اور مسلسل کر رہا ہے لیکن مکمل نعمتیں دریافت نہیں کر سکتا
کیونکہ

{وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا}

(ابراہیم 34:14)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو،
تو تم اُن کا احاطہ یعنی شمار نہیں کر سکتے۔''

علم کی طاقت

علم میں اس قدر طاقت ہے کہ
وہ انسان کے دل و دماغ،
روح اور جسم
دونوں کی پرورش کرتا ہے۔
{وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ} (یوسف 123:12)
''اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔''

علم کی دولت

انسان صدیوں سے علم حاصل کر رہا ہے لیکن ابھی تک علم کی
حدود اُس کو نظر نہیں آ رہیں اور نہ ہی آئے گی کیونکہ علم لامحدود
ہوتا ہے اسی لیے
اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ دعا سکھا دی ہے
رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

''اے میرے رب! میری شخصیت یعنی میری ذات میں میرے علم سے اضافہ کر''

''علم کی دولت ؟ نفس کی پرورش''

علم ہی ایک ایسی دولت ہے جس کی انسان کو بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ علم کی بنیاد پر ہی ہر انسان کی عزت اور اہمیت کا معیار ہوتا ہے۔ تمام مخلوقات میں سے انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو علم کو حاصل بھی کر سکتی ہے اور اپنے علم کو استعمال بھی کر سکتی ہے..... دنیا اور آخرت کے لیے.....

اگر ہم گذشتہ صدی کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ علم ہی کی وجہ سے ہر میدان میں انسان نے کامیابی حاصل کی ہے اور مسلسل کی جارہی ہیں۔ علم ہی ایک ایسی طاقت ہے جس کی وجہ سے انسان دنیا میں اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور اس بات کی گواہی تمام الہامی کتابیں دے رہی ہیں شرط صرف یہ ہے کہ ہم ذرا غور وفکر اور تحقیق کر کے دیکھیں۔

علم کا مادہ : ع ل م عَلِمَ

عَلِمَ یہ فعل ہے۔ اس نے جانا، اس نے معلوم کیا

علم کے لغوی معنی کسی بھی چیز کو جاننے، سمجھنے، پہچاننے کو علم کہتے ہیں

علم کے اصطلاحی معنی: اسلام کے احکامات وقوانین کے مطابق کسی بھی چیز کو جاننا اور سمجھنا۔

علم کی ضد: جہالت، نادانی، ناسمجھ۔

مشتقات عالم، عالمہ، معلم، علما، معلوم، معلومات

نوٹ: خیال رہے کہ قرآن میں علم کا لفظ کو مختلف مفہوم اور مختلف صیغوں کے ساتھ 800 مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

علم کی اقسام: 1۔ اللہ کا علم 2۔ انسان کا علم

انسان کا علم محدود ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے! انسان نے اللہ کے احکامات یعنی فطرت کے قوانین کا علم حاصل کر کے اپنے علم میں اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے تمام علوم میں جدید ترقی ہوئی ہے۔

اللہ نے علم کی قدرت اور طاقت کو ظاہر کرنے کے لئے بے شمار آیات نازل کی ہیں جن میں علم کی اہمیت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے تا کہ یہ انسان علم حاصل کر کے دنیا اور آخرت میں زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکے۔

مندرجہ ذیل تحریر پر غور وفکر کرنے کے بعد اگر آپ دنیا کے مختلف ممالک کا جائزہ لیں تو پھر آپ کو خود ہی

معلوم ہوجائے گا کہ کون کون سا انسان اور ملک اپنے علم سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

{رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً} (طٰہٰ 114:20)

''اے میرے رب! میری شخصیت میں علم کے ذریعے وسعت پیدا کر دے۔''

خیال رہے کہ یہ علم کی وہی وسعت ہے جس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

دنیا کے تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ یہ تاکید کر رہا ہے کہ

{وَلاَ تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ} (بنی اسرائیل 36:17)

''ایسی چیز کی پیروی نہ کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ اپنے قانون کی طاقت کو بیان کرتے ہوئے انسان کو یہ تاکید کر رہا ہے کہ تم اپنی عقل کو استعمال کرتے رہا کرو ورنہ گندگی تمہارا مقدر ہوگی۔ اگر ہم دنیا کے مختلف انسانوں اور ممالک کا جائزہ لیں تو پھر تمام حقیقت ہمارے سامنے آجائے گی۔

{وَمَاکَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّٰہِ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لاَ یَعْقِلُونَ O}

(یونس 100:10)

''کسی نفس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن یعنی حکم، قانون اور اجازت کے بغیر ایمان لا سکے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رجس یعنی گندگی ڈال دیتا ہے جو اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے۔''

یہ دنیا کی ایک مکمل اور حتمی حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے پاس دنیا اور قرآن کا مکمل علم ہے۔ کیونکہ جس طرح اللہ کی صفات لامحدود ہیں اس طرح اس کا علم بھی لامحدود ہے۔ اس لیے دنیا کے کسی انسان کے پاس اس قدر صلاحیتیں اور طاقت نہیں ہے کہ وہ تمام علم حاصل کر سکے اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں انسان کو بتا دیا ہے کہ مکمل کسی کا علم نہیں ہے۔

{وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ O} (یوسف 76:12)

''ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔''

دنیا کے کسی بھی انسان اور سائنسدان کے پاس مکمل علم نہیں ہے اس لئے علم کے بارے میں کسی سے جھگڑا کرنے سے منع کیا ہے لیکن تبادلہ علم کرنا کوئی برائی نہیں ہے۔

{وَمِنَ النَّاسِ مَن یُجَادِلُ فِیْ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ O} (الحج 3:22)

''اور لوگوں میں سے بعض علم کے بغیر ہی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔''

علم کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات دیکھیں اور پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ کس کس ملک اور انسان کے پاس کتنا کتنا علم ہے۔

البقرہ 2:28، 29، 30، 31، 32، 60، 65، 120، 145، 187، 235، 239؛ آل عمران 3:19، 66؛ النساء 4:113، 157؛ المائدہ 5:9، 109، 110، 116؛ الرعد 13:43؛ الحجر 15:24-25، 29؛ بنی اسرائیل 17:36؛ الفاطر 35:28؛ طٰہٰ 20:73؛ انبیاء 21:67؛ النمل 27:16۔

علم روشنی ہے

جبکہ جہالت اندھیرا ہے

اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں انسان کو

اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتی ہیں۔

تقلید کی حقیقت

قرآن اندھی تقلید کی اجازت ہرگز نہیں دیتا

لیکن

عقل اور بصیرت کے ساتھ والدین،

معاشرے اور ملک کی

تقلید جائز ہے

''علم اور حکمت ؟ ہر زمانے کی ضرورت''

علم و حکمت کا انسان کی زندگی کے ساتھ بہت ہی گہرا تعلق ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں انسان کو یہ بار بار تاکید کی ہے کہ وہ علم و حکمت سے کام لے۔ مسلمانوں نے قرآن مجید میں ان الفاظ کو بے شمار مرتبہ پڑھا ہے لیکن افسوس کہ وہ اس پر پوری توجہ نہیں دیتے جب کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ان ہی الفاظ کو بائیبل میں سمجھ کر پڑھا ہے اور پھر اُس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے جس کی وجہ سے اُنہوں نے ترقی بھی کی اور پھر 58 مسلمان ممالک کو اپنا غلام بھی بنا لیا ہے اسی غلامی میں اگر کوئی مسلمان ملک سر اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کا سر کچل دیا جاتا ہے جو غریب ممالک کے لیے ایک سبق ہوتا ہے جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک نے عراق، لیبیا، مصر، شام اور افغانستان کے ساتھ کیا۔ یہ مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

کھانے پکانے اور برگر بنانے سے لے کر ہوائی جہاز بنانے تک یعنی زندگی کے ہر چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر بڑے سے بڑے کام تک انسان کو علم و حکمت کی ضرورت پڑتی رہتی ہے جن لوگوں نے دنیا کے مختلف ممالک کا غور و فکر کے ساتھ مشاہدہ اور تجزیہ کیا ہے وہ یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ کس کس ملک نے اپنے معاشرے میں علم و حکمت سے کام لیا ہے جس قدر بھی کوئی قوم یعنی انسان اور ملک علم و حکمت سے کام لے گا اُسی قدر وہ ترقی کی منزلیں طے کرتا جائے گا اور جس قدر اس سے دور رہے گا اُسی قدر وہ ذلیل و خوار ہوگا۔

علم و حکمت کے بے شمار درجات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ملک کا شہری دوسرے ملک کی ترقی کو دیکھ کر حیران و پریشان ہوجاتا ہے۔ کمزور اور غریب انسان اور ممالک جو علم اور حکمت سے کام نہیں لیتے وہ آہستہ آہستہ زوال کی طرف چلتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ تقدیر اور کمزوری کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

تقدیر کے قاضی کا، یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا ، مرگِ مفاجات

تقدیر کے قاضی سے مراد اللہ تعالی، جرمِ ضعیفی سے مراد کمزوری اور مرگِ مفاجات اچانک موت کو کہتے ہیں۔

''کون سی تفسیر ؟ دل و دماغ اپنا اپنا''

ستمبر 2014 کا ذکر ہے کہ جب میں کراچی کے راستے سویڈن جا رہا تھا۔ سفری کاروائی مکمل کرتے ہوئے امیگریشن والوں نے پاسپورٹ چیکنگ کے دوران مجھ سے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ جب میں نے کہا کہ میں قرآن پر ریسرچ کرتا ہوں تو وہ تھوڑے سے حیران اور پریشان ہوگئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک عام سا انسان جس کی نہ تو کوئی داڑھی ہے اور نہ مخصوص لباس! جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ کوئی عالم ہے۔ ان حالات میں انہوں نے اپنے ذاتی ذوق وشوق کے لئے مجھ سے مختلف سوالات کرنے شروع کر دیئے۔

ایک دلچسپ سوال یہ تھا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ ہمیں قرآن پاک کی کون سی تفسیر پڑھنی چاہیے؟ اس پر میں نے جواب دیا کہ جو بھی آپ کا فرقہ ہے اُسی کے کسی عالم کی تفسیر لے لیں اور پڑھا کریں۔ اُن کا دوسرا سوال یہ تھا کہ سب سے اچھی تفسیر کونسی ہے؟ اس پر میں نے جواب دیا کہ کوئی بھی نہیں کیونکہ دنیا کا کوئی بھی عالم قرآن پاک کا مکمل اور حتمی ترجمہ نہیں کرسکتا کیونکہ تمام الفاظوں اور آیات کی فصاحت و بلاغت کو بیان کرنا کسی بھی ایک انسان کے بس کا روگ نہیں ہر انسان قرآن سے اُسی قدر علم حاصل کرسکتا ہے جس قدر اُس کے اندر عقل وفہم اور صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ پھر ایک عقلمند افسر بولا کہ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کونسی تفسیر پڑھتے ہیں پھر اس پر مجھے یہ بتانا پڑا کہ میں تمام علماء اور ہر فرقے کے قرآن پاک کو پڑھ لیتا ہوں اور جہاں سے بھی کوئی اچھی بات ملی وہاں سے لے لیتا ہوں کیونکہ میرا کوئی فرقہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر 103 میں فرقہ بندی سے سخت منع کیا ہے۔

ویسے حقیقت یہ ہے کہ میرا تعلق پیروں کی فیملی سے ہے لیکن جب سے قرآن پاک کے احکامات سامنے آئے ہیں اُس وقت سے میں نے اپنے باپ دادا کا فرقہ چھوڑ دیا ہے کیونکہ قرآن مجید سے بڑی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ الحج کے 78 نمبر آیت میں انسان کو کہا ہے کہ ہم نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے.....میری یہ بات سن کر کچھ حیران بھی ہوئے اور مطمئن بھی !! کہ یہ سیدھا سادہ بغیر داڑھی کا انسان قرآن پر ریسرچ کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے جو کہ اتنا آسان نہیں۔ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ دنیا کے ہر انسان نے قرآن پاک کو اپنے اپنے علم اور صلاحیتوں کے مطابق سمجھا ہے لیکن بھارت اور پاکستان کے علماء نے بہت ہی تنگ نظری سے سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کو اپنے

ایسے ہی خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کرنا پڑا

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

علم اور حکمت

کاش پاکستان میں ایسے علماء پیدا ہوں

جو

قوم کو علم و حکمت کی تاکید کریں جیسا کہ

قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔

کیونکہ

تمام ترقی یافتہ ممالک نے علم و حکمت

ہی کو استعمال کر کے ترقی کی ہے۔

ایک تحقیق

علم و حکمت، بصیرت اور تحقیق

انسان کو اندھیروں سے نکال کر

ہمیشہ روشنی میں لاتی ہے۔

''علم اور کتابیں ؟ انسان کی ضرورت''

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں علم اور کتاب کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے اس کے لیے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ کی تمام الہامی کتابوں میں علم پر بہت زور دیا گیا ہے اور کتاب ایک ایسی چیز ہے جس نے صدیوں سے علم کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ قرآن کے علم کو بھی کتاب نے ہی محفوظ کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا علم ہر زمانے میں انسان تک پہنچ رہا ہے۔

دنیا کی تمام جدید ترقی علم اور کتاب ہی کی وجہ سے ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ انسان اور ممالک علم اور کتاب سے محبت کرتے ہیں اور ان کی قدر کرتے ہوئے اپنے اربوں ڈالر ان دونوں پر خرچ کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ترقی پذیر حکمران اور انسان علم اور کتاب پر توجہ دینے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کی کشمکش میں زندگی گزارتے گزارتے قبروں میں چلے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ جب قرآن پاک کے ریسرچ سکالر خواجہ محمد اسلم صاحب سے جب علم کے موضوع پر بات ہوئی تو انہوں نے بے ساختہ ایک جملہ کہہ کر ''دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔''

بوزنہ چہ دارد سوادِ ادرک
یعنی بندر کو کیا خبر کہ ادرک کے کتنے فائدے ہیں

آپ بندر کو ادرک دے کر اور کسی جاہل انسان کو کتاب دے کر یہ تجربہ کر سکتے ہیں۔ بندر تو ادرک کو سونگھ کر فوراً پھینک دے گا لیکن جاہل انسان کتاب کے ساتھ جو کچھ کرے گا وہ تو آپ خود اس انسان کی آنکھوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

تجربہ کرنے کے لیے ایک دن آپ کسی جاہل انسان کو ایک کتاب کا تحفہ دیں اور اس کے چہرے کے تاثرات کو یاد رکھیں دوسرے دن اُس انسان کی ایک مٹھائی کا ڈبہ دے کر چہرے کے تاثرات نوٹ کریں اور پھر فیصلہ آپ اپنے دل کی آواز کو سن کر کریں۔

عمل کے فائدے

عمل کے بغیر علم بے کار ہوتا ہے

کیونکہ

دنیا کے ہر علم کا نتیجہ ہمیشہ عمل کے

ذریعے ہی نکلتا ہے

{وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ}

(الانعام 132:6)

اور سب لوگوں کے اعمال کے لحاظ سے درجے مقرر ہیں

اور

جو بھی کام یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ اُن سے غافل نہیں ہے۔

''عمل کے فائدے ؟ مثبت اور منفی''

دنیا کی تمام جدید ترقی صرف علم کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ عمل کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ جس علم پر عمل نہ کیا جائے وہ بے کار اور مردہ گھوڑے کی طرح ہوتا ہے لیکن جب کسی بھی علم پر عمل کیا جاتا ہے تو پھر اس گھوڑے میں جان پڑ جاتی ہے اور ہمیں اس کا پھل یعنی نتیجہ مل جاتا ہے.....حقیقت میں علم اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ایک دوسرے کے بغیر دونوں بے کار ہوتے ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ عمل کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے:

عمل کا مادہ: ع م ل عَمَلَ

عمل کے لغوی معنی: انسان کی ایسی حرکت جس کا کوئی بھی انجام ہو

اصطلاحی معنی: اللہ کے قوانین کے مطابق ارادے سے کوئی کام کرنے کے عمل اور ارادے کے بغیر کام کرنے کو

فعل کہتے ہیں۔

ضد: جمود، ساکن

قرآن میں انسانوں کی درجات ایمان، عقیدے، علم، تقویٰ، صبر، شکر، فکر کے علاوہ یہودی، عیسائی اور مسلمان کی بنیاد پر ہرگز نہیں ہوتے بلکہ صرف اور صرف عمل کی بنیاد پر ہوتے ہیں جیسا کہ عمل کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت میں لکھا ہے:

{وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا} ''اور تمام لوگوں کے درجات اُن کے اعمال کے مطابق ہوتے ہیں۔''

جو لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بے شمار مرتبہ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے لفظ کو بیان کیا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایسے عمل جن میں انسان کی اصلاح اور صلح شامل ہو۔ یاد رکھیں کہ یہ لفظ ایک ہے مادہ ایک ہے ص ل ح لیکن معنی دو ہیں یعنی اصلاح اور صلح

عَمِلُوا الصّٰلِحٰت کے لفظ کو سورہ التین، سورۃ الحجر اور بے شمار دیگر آیات میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے جس سے عمل کی اہمیت اور حقیقت ہم پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ نے تمام دنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے اعمالِ صالح کو بیان کیا ہے۔

{ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ O} (حٰمٓ السجدہ 8:41)

''اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ جو بھی لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیےاُن کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں۔''

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس آیت میں کسی مسلمان، یہودی یا عیسائی کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ صرف اُن لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو ایمان والے یعنی ماننے والے اور تسلیم کرنے والے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر کہا گیا کہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو بنایا تا کہ اس کو جانچا اور پرکھا جائے کہ وہ کیا کچھ کرتا ہے۔ ذرا سورہ ملک کی مندرجہ ذیل آیت پر غور کر کے دیکھیں

{اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَكُمْ أَیُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ O}

(الملک 2:67)

''اُسی پاک ذات نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ غالب اور معاف کرنے والا ہے۔''

خیال رہے کہ سورۃ ھود 7:11 میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔

موجودہ زمانے میں یہودی، عیسائی، مسلمان اور دیگر مذاہب کو ماننے والے آپس میں بہت اختلافات رکھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اکثر لڑتے بھی ہیں اور جنگ بھی کرتے ہیں اور ہر کوئی اپنے آپ کو بڑا اور سچا سمجھتا ہے۔ آیئے ہم قرآن کے ذریعے جائزہ لیتے ہیں کہ عمل کی کیا اہمیت ہے۔

{إِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُواْ وَالَّذِیْنَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُونَ O}

(البقرہ 62:2)

''اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ جو بھی لوگ ایمان لائیں گے خواہ وہ مسلمانوں کی قوم ہو، یہودیوں کی ہو، عیسائیوں کی ہو یا صابیوں کی آخرت میں نجات صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ ایسے لوگ ہی اپنے رب کے پاس اجر پائیں گے اور ان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

البقرہ 82:2 میں اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بہت بڑی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ جنت میں کون لوگ جائیں گے۔ اس آیت میں بھی یہودی، عیسائی، مسلمان یا اور کسی کو بھی مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ لوگو! کہہ کر پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اگر سورج اور چاند ستارے تمام انسانوں اور ممالک پر اپنے یکساں اثرات ڈالتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین تمام لوگوں پر برابر اثرات نہیں ڈال سکتے؟ اپنی بصیرت کی طاقت پر آپ اپنا فیصلہ خود کریں۔

{وَالَّذِیْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ O}

(البقرہ82:2)

’’جو بھی لوگ ایمان لائیں اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔‘‘

خیال رکھیں کہ اس حقیقت کو اللہ نے کئی ایک آیات میں مختلف طریقے سے بیان کیا ہے تصریف آیات کے ذریعے عمل اور اعمال کی حقیقت کو مزید سمجھا جا سکتا ہے:

البقرہ 25:2، 62، 279، المائدہ 5:69، 69، 90؛ التوبہ 94:9، 102، 105، 120؛ ھود 7:11، النحل 111:16؛ الکہف 7:18، 30؛ الانبیاء 82:21؛ الفرقان 23:25، 70؛ الشوریٰ 168:26؛ القصص 15:28؛ الفاطر 8:35، 10؛ یٰس 35:36، 71؛ الزمر 65:39، 70؛ مومن 37:46؛ محمد 47:14؛ الطور 16:52، 21؛ التغابن 7:64؛ التحریم 11:66۔

یقین محکم، عملِ پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں، یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

’’عمل کے بغیر دنیا کا ہر علم بے کار اور فضول ہوتا ہے‘‘
مصنف

عقل کے درجے

دنیا میں عقل کے بے شمار درجے اور معیار ہیں
لیکن ایک حقیقت یہ ہے کہ

{وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○}

(یونس 100:10)

''جولوگ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے اُن پر رجس یعنی گندگی اور مصیبت ڈال دی جاتی ہے۔''

''عقل کے درجے ؟ بے شمار''

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اس قدر پوشیدہ طاقتیں رکھی ہوئی ہیں جو اور کسی بھی مخلوق میں نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی طاقت عقل کی طاقت ہے۔ عقل کی طاقت کو بیان کرنے کے لئے اللہ نے 40 مرتبہ براہِ راست اس لفظ کو قرآن میں مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے، تاکہ انسان زیادہ سے زیادہ اپنی عقل یعنی سمجھ بوجھ کو استعمال کرے لیکن پھر بھی اگر کوئی دین کا عالم یہ بات کہہ دے کہ دین میں عقل کا کوئی کام نہیں ہے تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ یعنی
قرآن کی بات مانیں یا دین کے عالم کی بات مانیں؟

عقل کا مادہ: ع ق ل۔

عقل کے لغوی معنی: سمجھنا، ذہن نشین کرنا عقل کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات اور قوانین کو سمجھنا۔ دین اور دنیا کے کام میں عقل کو استعمال کرنا۔

دنیا کا جو بھی انسان تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے اور کرے گا کہ قرآن کی بات ایک عالم تو کیا سینکڑوں دین کے علما سے افضل، بہتر اور زیادہ مستند ہے کیونکہ قرآن پاک کا مصنف اس قدر عظیم ہے کہ اس کی عظمت اور وسعت کا اندازہ کرنا کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں جو لوگ اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے اُن کے بارے میں قرآن مجید جو کچھ کہتا ہے اور جو الفاظ استعمال کرتا ہے وہ مندرجہ ذیل آیت میں ملاحظہ کریں۔

{وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ O}(یونس 100:10)

''جو بھی لوگ اپنی عقل کا استعمال نہیں کرتے اللہ اُن پر رجس یعنی گندگی ڈال دیتا ہے۔''

جس طرح جسم کی نشوونما کے لئے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح اور دل و دماغ کی نشوونما کے لئے بھی علم اور عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم اور فکر کی خوراک اپنی عقل کو دیتا رہے تاکہ اس کی عقل ترقی کرتے کرتے نفس مطمئنہ بن کر سکون کی زندگی گزار سکے اور پھر جنت میں داخل ہو سکے۔

عقل ایک ایسی طاقت اور صلاحیت ہے جو دوسرے حیوانات میں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اور حیوانات میں بہت فرق ہوتا ہے اگر انسان کی عقل اپنی فطری حالت اور حسین حالت میں ہو تو پھر اس کے اندر ذوق وشوق پیدا ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی جو بھی عقل اسلام یعنی سلامتی امن اور سکون کا طلب گار ہوتی ہے وہ عقلِ سلیم کہلاتی ہے۔

اللہ کے نزدیک عقل کی اہمیت اور طاقت اس قدر زیادہ ہے کہ جو لوگ اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے اللہ تعالیٰ

ان کو جانوروں سے بھی بدترین لوگ قرار دیتا ہے۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کریں۔

{إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ O} (انفال 22:8)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے بن جاتے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔''

سورہ الاعراف کی آیت نمبر 179 میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو بھی لوگ اپنے حواس خمسہ یعنی دل و دماغ، آنکھوں اور کانوں کو استعمال نہیں کرتے وہ ایسے ہیں جیسے جانور بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

قرآن میں کئی ایک مقامات پر اللہ تعالیٰ انسان سے مخاطب ہوکر یہ بھی کہتا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو۔ یاد رکھیں کہ شکر کا ایک مطلب ہوتا ہے استعمال کرنا۔ اس لئے اللہ نے انسان کو جو بھی مادی، روحانی اور جسمانی نعمتیں دی ہوئی ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کا زبان سے بھی شکر ادا کریں۔ دل سے بھی شکر ادا کریں اور ان نعمتوں کو استعمال بھی کیا کریں شکر ادا کرنے کا یہ ہی ایک مکمل طریقہ ہے کہ ہم اپنی عقل کو علم اور فکر کی خوراک سے مضبوط سے مضبوط بناتے رہا کریں کیونکہ علم اور فکر کے سہارے سے عقل کی طاقت بہت زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔

سورہ یوسف کی آیت نمبر 2 اور سورہ الزخرف کی آیت نمبر 3 میں ایک بہت ہی بڑی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور انسان کو بتایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کو عربی میں اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم اپنی عقل سے کام لو یعنی سمجھو۔ جب اللہ تعالیٰ ہمیں خود عقل کو استعمال کرنے کی تاکید کر رہا ہے اور حکم بھی دے رہا ہے لیکن پھر بھی ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم خود قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کی بجائے اپنے علما حضرات پر یہ ذمہ داری ڈال دیتے ہیں کہ وہ پڑھ کر ہمیں سمجھائیں تاکہ ہمیں اپنا علم، فکر اور عقل استعمال نہ کرنی پڑے۔

یہ ایک حیران کرنے والی بات ہے کہ اللہ نے کئی ایک مختلف طریقوں سے یہ بات انسان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تم اپنی عقل سے کام لو۔ کئی ایک آیات میں اللہ نے اپنے دلائل دینے کے بعد انسان کے ضمیر اور باطن کو جھنجھوڑ کر اس سے یہ سوال بھی کر دیا ہے کہ اَفَلَا یَعْقِلُوْن وہ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟؟؟

لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم پھر بھی نہ تو سوچتے سمجھتے ہیں اور نہ ہی اپنی عقل کو استعمال کرتے ہیں اور ہر چیز کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر اور اللہ پر ڈال کر خود اپنی ذمہ داری کو قبول نہیں کرتے جو کہ سراسر ناانصافی اور ظلم ہے کیونکہ اللہ کے احکامات و قوانین پر عمل نہ کرنا بھی ایک ظلم ہے اور یہ وہی ظلم ہے جس کے اثرات آخرت میں تو ظاہر ہونے ہی ہیں لیکن اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہم پر پھر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ ہم جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اخباروں، رسالوں اور کتابوں کو تو سوچ سمجھ کر اپنی عقل سے پڑھتے ہیں لیکن اللہ کی عظیم کتاب کو بغیر سوچے سمجھے پڑھتے ہیں۔

دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے انسان کے دل و دماغ اور عقل کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ ان دونوں طاقتوں کے سہارے ہی انسان کو برکت یعنی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے کی جدید ترقی میں ان دونوں طاقتوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ دل اور عقل کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

اچھا ہے دل کے ساتھ ، رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی، اسے تنہا بھی چھوڑ دے

عقل بھی ایک ایسی زبردست طاقت ہے جس کو تیز اور تیز تر کرنے کے لئے عشق کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ عقل کو عمل میں لانے کے لئے اگر عشق یعنی ذوق وشوق اور لگن نہ ہو تو پھر عقل میدان میں نہیں اترتی اور سوچ بچار میں پڑ جاتی ہے۔لیکن عشق ہی عقل کو عمل کرنے کا حکم دیتا ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عشق کو دیا تھا۔

بے خطر کود پڑا ، آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تما شا ئے لبِ بام ابھی

ایک دوسرے مقام پر بھی عقل اور عشق کے باہمی رشتے کو علامہ اقبال یوں بیان کرتے ہیں ۔ جو کہ ایک دوسرا انداز ہے

عقل ودل و نگاہ کا، مرشدِ اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین، بت کدہ تصورات

مندرجہ بالا آیات اور علامہ اقبال کے اشعار سے بھی اگر عقل کی طاقت سمجھ میں نہیں آئی تو پھر ذرا تکلیف کر کے ان آیات پر غور کریں

الانعام 125:6؛ یونس 16:10، 42، 100؛ الانفال ::22؛ الرعد 4:13؛ الزخرف 43:3۔

''عقل اور بصیرت کا سوالنامہ ؟ خود احتسابی''

نوٹ:
توحید پر غور وفکر اور بصیرت کرنے سے اندرونی شخصیت کی نشو ونما ہوتی ہے۔
آپ اپنی عقل اور بصیرت کو استعمال کر کے مندرجہ ذیل فیصلے کریں۔

1۔ پاکستان کا گزشتہ یا موجودہ مخلص اور ایمان دار حکمران؟.....
2۔ پاکستان کی بہترین سیاسی جماعت؟.....
3۔ پاکستان کا دیانت دار وزیر؟.....
4۔ پاکستان کا ایماندار ممبر نیشنل اسمبلی MNA ؟.....
5۔ پاکستان کا ایماندار ممبر صوبائی اسمبلی MPA ؟.....
6۔ پاکستان کا دیانت دار محکمہ؟.....
7۔ پاکستان میں دین کا عظیم عالم؟.....

8۔ پاکستان کا دلیر عالم یا مولوی .....

9۔ تین ایسی Orgional Pakistani Product کا نام لکھیں
جس میں کسی بالواسطہ یا بلاواسطہ غیر ملکی مشینری کا عمل دخل نہ ہو۔

10۔ کسی ملک میں ظلم کی تین بڑی نشانیاں .....

''بصیرت کی دولت ؟ باطن کا نور''

بصیرت کی صفت ڈگریوں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین پر غور وفکر کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔یہ 1980 کی بات ہے جب میں ناروے میں تھا تو میرے ایک دوست نواز لاڈی نے اپنی بصیرت کی بنیاد پر مجھے بتایا کہ ناروے کے لوگ حقیقت کے بہت نزدیک زندگی بسر کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کی کہ یہاں پورے ملک میں کسی بھی بیکری میں ہاتھ سیسکٹ نہیں دیے جاتے بلکہ نفیس چمٹے سے دیئے جاتے ہیں اور صفائی کا حال آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔لیکن میں نے تعصب کی بیماری کی وجہ سے اور ایم اے تک تعلیم ہونے کے باوجود دل سے نواز لاڈی کی بات کو تسلیم نہ کیا۔آخر کار 20 سال قرآن پاک کی تحقیق کے بعد وہ حقیقت سمجھ میں آگئی جو صرف لاڈی نے اپنی بصیرت سے حاصل کر لی تھی۔

بصیرت کے الفاظ کو قرآن میں کئی ایک بار استعمال کیا گیا ہے۔کیونکہ انسان کی نیت کی بنیاد ہمیشہ احساس اور بصیرت پر ہوتی ہے۔ایک انسان جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اُس کو بصارت کہتے اور جو کچھ وہ اپنے دل ودماغ اور غور وفکر کی آنکھ سے دیکھتا ہے اس کو بصیرت کہتے ہیں۔قرآن میں یہ لفظ جسم اور دل ودماغ دونوں آنکھوں کے لیے آتا ہے۔

دنیا کے جو بھی انسان اپنے فیصلے اپنی بصیرت سے کرتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔کیونکہ بصیرت کے فیصلے میں ہر انسان کا علم، تجربہ، مشاہدہ اور غور وفکر سب کچھ شامل ہوتا ہے۔

بصیرت کا مادہ: ب ص ر بصر

بصیرت کے لغوی معنی: جسم کی آنکھ اور دل ودماغ کی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھنا

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایت کی روشنی میں اپنی بصیرت سے کوئی فیصلہ کرنا۔

بصیرت کی ماسٹر آیت:

{وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ O}

(المومنون 20:40)

''اور اللہ ہی ہے جو تمام فیصلے حق کے ساتھ یعنی ٹھیک ٹھیک کرے گا مگر یہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں یہ تو کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔یقیناً اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

جدید زمانے میں سر سید احمد خان، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ عنایت اللہ مشرقی اور قائد اعظم کی بصیرت بہت ہی زیادہ طاقت ور تھی جس کی وجہ سے وہ کئی سالوں کے مستقبل کو بھانپ لیا کرتے تھے۔موجودہ زمانے

میں بھی دنیا کے اُن ہی ممالک نے ترقی کی ہے جن کے حکمرانوں کی بصیرت کا معیار اور انسانیت کا معیار بلند ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مُلک اور قوم کے لیے بہترین فیصلے کرتے ہیں اور اُن کی قوم دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم قرآن جیسی عظیم کتاب رکھنے کے باوجود اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان سے بار بار یہ سوال کیا ہے اَفَلَا تُبۡصِرُوۡن؟.....تم بصیرت سے کام کیوں نہیں لیتے؟

بصیرت کو استعمال کرنے کا طریقہ:

بصیرت سے فیصلہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان تمام حالات و واقعات کا جائزہ اپنے اُس علم کی بنیاد پر لے جس میں اُس کے ذاتی تجربات اور مشاہدات بھی شامل ہوں۔ بصیرت کے فیصلے ہمیشہ تنہائی میں غور و فکر کرنے اور تدبر کرنے سے ہوتے ہیں۔ اس لیے غلطی کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔

دنیا کے تمام دانشور، مفکر اور سائنسدان بصیرت ہی کی بنیاد پر نئے نئے حقائق دریافت کرتے ہیں۔ جدید زمانے میں انسانوں کی ترقی اور اقوام کی ترقی کا راز بھی بصیرت ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں انسان کو بصیرت کی تاکید کی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بصیرت کے کئی ایک معیار ہوتے ہیں کیونکہ ہر انسان کے علم، عقل اور بصیرت کی صلاحیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے اُن کی صلاحیتوں میں بھی نمایاں فرق ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ ہمیشہ وہی بصیرت عظیم اور کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی کسی الہامی کتاب یعنی قرآن حمید سے براہِ راست ہوتا ہے کیونکہ اس طرح انسان کے بھٹکنے کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر انسان کو اپنے علم اور بصیرت کو استعمال کرنے اور اُس کے مطابق اپنے فیصلے کرنے کا اختیار دیا ہے لیکن اندھا دھند کسی کی نقل کرنے یا پیروی کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دی۔ لیکن انسان کو بہرہ، گونگا اور اندھا بننے سے منع کیا ہے اور بار بار منع کیا ہے۔ بصیرت کو مزید سمجھنے کے لیے دیگر آیات کا جائزہ لیں:

البقرہ 2:96,110,233,237؛ النساء 4:58؛ الانعام 6:50؛ بنی اسرائیل 17:36؛ طٰہٰ 20:96؛ القصص 28:11؛ الفاطر 35:19؛ المومن 40:20,56,58؛ الشوریٰ 42:11؛ الجاثیہ 45:23؛ النجم 53:17؛ القمر 49:54؛ الملک 67:3-4؛ القیمۃ 75:7۔

عفو کی عظمت

کسی کی غلطی کو معاف کر دینا ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے

{فَمَنۡ عَفَا وَأَصۡلَحَ فَأَجۡرُهُ عَلَى اللّٰهِ}

(الشوریٰ 40:42)

''پس جس کسی نے بھی دوسرے کو معاف کر دیا
اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کا بدلہ اللہ دے گا۔''

''عفو کی عظمت ؟ اللہ کے وعدے''

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے ایک ہی مفہوم کے کئی الفاظ کو استعمال کیا ہے تا کہ کسی نہ کسی طریقے سے انسان کی رہنمائی ہو سکے اور وہ زندگی کے مقصد کو سمجھ سکے۔ عَفُو کے لفظ کو چند ایک آیات میں استعمال کیا گیا ہے اور عفو یعنی معاف کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تمہیں اجر ملے گا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اجر کا ملنا ہمیشہا اللہ تعالیٰ کے احکامات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ انسان اپنے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے اس عفو کے فائدے دیکھ سکتا ہے۔

عفو کا مادہ: ع ف و

عفو کے لغوی معنی: معاف کرنا، درگزر کرنا، برداشت کرنا

عفو کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کے مطابق کسی کو معاف کرنا

مترادفات یعنی وہ لفظ جن کے معنی عفو سے ملتے جلتے ہیں۔ غفور، توبہ، اصلاح، دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ وہی نیکی ہے جس کا اجر دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت کو سمجھنے کی ذرا سی کوشش کریں اور دیکھیں کہ کائنات کا رب کیا کہہ رہا ہے۔

{وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ O}

(الشوریٰ 40:42)

''اور برائی کا بدلہ اتنا لیا جا سکتا ہے جتنی برائی کی گئی۔ لیکن جو کوئی معاف کر دے اور اپنی اصلاح کرے۔
اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے یقیناً اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ بذات خود بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اور یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے فرمانبردار بندے بھی دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیا کریں کیونکہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے اور اللہ نے اس کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اپنی قوتِ برداشت سے کام لیتے ہیں۔ سورہ شوریٰ کی ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

{وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ O} (الشوریٰ 43:42)

''اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کرے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہمت کے کام ہیں۔''

اس پوری دنیا میں کوئی ایک بھی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے کبھی بھی کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ انسان

فطری طور پر غلطی کا پُتلا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ کوئی 5 فیصد، کوئی 10 فیصد، کوئی 40 فیصد اور کوئی 90 فیصد غلطیاں کرتا ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں اللہ کے احکامات اور قوانین کی غلطیاں 70 فیصد سے لے کر 90 فیصد تک ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اکثر غلطیاں معاف کر دیتا ہوں۔ دیکھیں کہ مندرجہ ذیل آیت میں کس طریقے سے اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

{وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ O} (الشوریٰ 30:42)

''لوگو! تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تو تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اس قدر معاف کرنے والا اور غفور و رحیم ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے لیکن ہم اس کی طرف اور اس کی کتاب کی طرف رجوع ہی نہیں کرتے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم دنیا کی ہر کتاب کو سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن اس عظیم ترین کتاب کو بغیر سوچے سمجھے پڑھتے ہیں اور صرف آخرت کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ کچھ علماء حضرات نے اپنی کم علمی کی وجہ سے اکثر لوگوں کو یقین دلایا ہوا ہے کہ سب کچھ آخرت میں ملے گا حالانکہ علم والے انسان اور ممالک اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین پر عمل کر کے اس دنیا میں ہی تمام کامیابیاں اور خوش حالیاں حاصل کر رہے ہیں اللہ تو ہماری غلطیوں پر پردہ ڈالنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

{إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ O} (الحج 60:22)

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ معاف کرنے والا اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔''

اس وقت دنیا میں ہر معیار اور ہر نسل کا انسان موجود ہے ہم خیال بھی لوگ ہوتے ہیں اور اختلافات رکھنے والے بھی! لیکن اُن سب کے ساتھ عقل اور حکمت سے سلوک کرنا چاہیے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی آپ کی بات نہیں سمجھتا یا اس قابل نہیں ہے کہ آپ کی بات کو سمجھ سکے تو اس کو برداشت کریں اور جاہل لوگوں سے تبادلہ خیال نہ کریں۔ ویسے بھی یہ مثال مشہور ہے کہ بھینس کے آگے بین نہیں بجانی چاہیے.....

{خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ O} (الاعراف 199:7)

''معاف کرنے اور برداشت کرنے کا طریقہ اختیار کرو اور نیک کام کی تلقین کرو اور جاہلوں یعنی نادانوں سے نہ الجھو۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کئی مرتبہ خرچ کرنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ خرچ کرنے کا بڑا اجر دے گا اور ایک جگہ پر اس پاک ذات نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ میں اپنے وعدے کے خلاف ورزی نہیں کیا کرتا لیکن اگر میں اپنے وعدے کی خلاف ورزی کروں تو تم مجھ سے بھی سوال کر لینا۔ قرآن میں وعدِ مسئولا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا وعدہ جو پورا نہ ہو تو وعدہ کرنے والے سے سوال کیا جا سکے۔ اب ذرا سوچیں کہ کہاں یہ معمولی سا انسان اور کہاں وہ کائنات کا خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات.....!! اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے وعدے کا یقین دلانے کیلئے کہہ رہا ہے کہ مجھ سے سوال کر لینا۔ اب دیکھیں خرچ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں!

{الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ

الْمُحْسِنِيْنَ O} (آل عمران 134:3)

''جو بھی لوگ خوش حالی اور تنگ دستی میں یعنی ہر حال میں اللہ کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، جو اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہیں، جو لوگوں کی غلطیوں کو برداشت کرتے ہیں اور اللہ ایسی نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

قرآن کے مصنف یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک اسلوب اور طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی آیت میں کئی باتوں کو بیان کر دیا جاتا ہے کیونکہ قرآن کا ہر لفظ فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی دوسری زبان میں ترجمے کرنے والوں کو کئی ایک الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے اور لینا بھی چاہیے لیکن پھر بھی خیال رکھیں کہ ترجمہ ہمیشہ ترجمہ ہوتا ہے کیونکہ دنیا کی ہر زبان کے الفاظ کے ساتھ لوگوں کے جو جذبات اور احساسات منسلک ہوتے ہیں وہ دوسری زبان میں تبدیل نہیں ہو سکتے.....مندرجہ ذیل آیت میں معافی، بخشش، مشورہ، عزم اور توکل کا ذکر ہے۔

{فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِيْ الأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ O} (آل عمران 159:3)

''آپ لوگوں کی غلطی معاف کر دیں اور ان کے لئے بخشش مانگیں اور اپنے معاملات میں اُن سے مشورہ کیا کریں پھر جب کسی کام کا فیصلہ کریں تو اللہ کے بھروسے پر کر گزریں اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اللہ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

مختصر طور پر عفو کو کافی بیان کر دیا ہے مزید شوقین حضرات کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات ہیں:
البقرہ 52:2، 109، 178، 219، 237، 286؛ آل عمران 134:3، 159؛ الاعراف 23:7، 95، 199؛ الحج 60:22؛ النور 22:24؛ شوریٰ 25:42، 30، 34، 43، 46۔

{قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيْلاً O}
(رابنی اسئل 84:17)

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے! ہر کوئی اپنی شکل یعنی اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے پر ہے۔''

جو لوگوں کی غلطیاں معاف کر دیتے ہیں
اللہ تعالیٰ اُن کی غلطیاں معاف کر دیتا ہے۔

ذکر کے فائدے

قرآن کائنات کا ایک ایسا عظیم ترین ذکر ہے یعنی نصیحت ہے جس کے ذریعے انسان دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔

''ذکر کے فائدے ؟ محنت کی بنیاد پر''

ذکر کا لفظ قرآن میں کئی مرتبہ آیا ہے اور بار بار آیا ہے لیکن ہر جگہ پر ذکر کا مفہوم الگ ہے کیونکہ لفظ ذکر کئی ایک معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کے معنی میں بہت وسعت ہے۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس لفظ کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ ہم ذکر سے مکمل فائدہ اٹھا سکیں۔ لیکن یہ سب کچھ تب ہی ہوگا جب ہم غور وفکر سے کام لیں گے۔

ذکر کا مادہ: ذ ک رر ذَکَرَ اس نے ذکر کیا

عام طور پر دنیا میں تین قسم کا ذکر کیا جاتا ہے ہر انسان اپنی اپنی ضرورت اور صلاحیتوں کے مطابق ذکر کرتا ہے اور پھر جس معیار کا ذکر کرتا ہے اس معیار کا ہی فائدہ اٹھاتا ہے لیکن یہ مکمل حقیقت ہے کہ ذکر کا فائدہ ہر انسان کو ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ذکر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

1۔ **ابتدائی ذکر اور زبانی ذکر:** یہ ذکر زبان اور دل دونوں طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ جس طرح کوئی پسند کرے اُسی طرح کرسکتا ہے۔

ذکر کے لغوی معنی ہیں یاد کرنا، بیان کرنا، تعریف کرنا، عزت دینا، نصیحت کرنا، وصیت کرنا

2۔ **فرضی ذکر:** اس ذکر میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تلاوت شامل ہیں۔ خیال رہے کہ یہ سب کچھ ذکر میں شامل ہیں۔

3۔ **مکمل اور حتمی ذکر:** نصیحت حاصل کرنا، سبق حاصل کرنا، عبرت حاصل کرنا

قرآن کے احکامات، ہدایات وقوانین پر اقوال وافعال سے پورا پورا عمل کرنے کی کوشش اور محنت کرنا بھی ذکر ہے اور یہ ذکر سب سے افضل واعلیٰ و برتر ہے کیونکہ اسی ذکر کی وجہ سے دنیا نے جدید ترقی کی ہے۔

ویسے تو سب ذکر ہی افضل ہیں اور انسان کے لئے مفید ہیں مگر قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ افضل ترین ذکر کونسا ہے سورہ العنکبوت کی آیت نمبر 45 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

{وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط} ''اور اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا ذکر ہے۔''

قرآن انسان کو ایک حیران کرنے والی کتاب ہے کیونکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو انسان کی سوچ، خیالات، جذبات اور اس کے دل کے احساسات کو بیان کرتی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں انسان کی ایک سوچ کو بتایا گیا ہے۔

{بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ}

''اصل بات یہ ہے کہ میری نصیحت کے بارے میں ہی لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔''

قرآن میں قرآن ہی کو بھی ذکر کہا گیا ہے کیونکہ یہ عظیم کتاب انسان کو زندگی کا وہ علم، حکمت اور راز بتاتی ہے جو کہ کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب آپ ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں اور تجزیہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح

اپنے لئے چار مرتبہ ''ہم'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

{اِنَّانَحۡنُ نَزَّلۡنَاالذِّکۡرَ وَاِنَّالَہٗ لَحَافِظُونَ O} (الحجر 9:15)

''اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''

اِنَّا کا لفظ دو مرتبہ اس آیت میں استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے یقیناً ہم نَحۡنُ اور نَزَّلۡنَا میں بھی ہم کا لفظ شامل ہے۔

ویسے تو ذکر کے بے شمار فائدے ہیں لیکن انسان کے لئے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے قلب یعنی دل و دماغ کو سکون اور راحت نصیب ہوتی ہے جو دنیا کے اور کسی بھی کام میں نہیں !! بڑے بڑے لوگوں نے اپنے تجربات سے اس حقیقت کو سچ ثابت کیا ہے لیکن اگر آپ کو یقین نہیں تو آپ بھی یہ تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ قرآن خود اپنی تفصیل مختلف طریقوں سے بیان کرتا ہے۔ ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور و فکر کر کے دیکھیں۔

{اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ}

''یاد رکھو کہ اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے۔''

اس بات کو قرآن میں ایک دوسرے طریقے سے بھی بیان کر رہا ہے تا کہ انسان کو یقین ہو جائے۔

{اَلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُھُم بِذِکۡرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ O}

(الرعد 23:13)

''وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں یاد رکھو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

خیال رکھیں کہ دنیا کا ہر نیک کام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اس لئے ہمیں یہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ جب بھی موقع ملے ہمیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔

{فَذَکِّرۡ قف ط اِنَّمَا اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ط} (الغاشیہ 21:88)

''پس تم ذکر کرتے رہو تم تو ہو بس ذکر کرنے والے۔''

مندرجہ بالا آیت میں اللہ نے ایک بہت ہی بڑی بات کو بہت ہی آسان الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ ذکر کرنے سے ہی اُن کو فائدہ ہوتا ہے اور کافی لوگ اس کا تجربہ بھی کر چکے ہیں۔

اس آیت میں ایک مختلف انداز میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ قرآن کیا ہے؟

{ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ} (ھود 114:11)

''یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔''

اس دنیا میں 250 مختلف قسم کی مخلوقات ایسی ہیں جن کو انسان دریافت کر چکا ہے ان تمام مخلوقات میں سے انسان ہی صرف اشرف المخلوقات کہلاتا ہے کیونکہ اس کے پاس عقل کی طاقت ہے اور اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ارادہ و اختیار بھی دیا ہوا ہے کہ وہ پسند کرے تو خیر کی طرف جائے اور اگر پسند کرے تو شر کا راستہ اختیار کرے اللہ نے انسان کو ان دونوں راستوں پر چلنے کا اختیار دیا ہوا ہے۔

اسی انسان کا ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے اللہ نے سورہ انبیا میں اس کو بتا دیا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو تمہارے لئے ہے اور اس میں تمہارا ہی مکمل ذکر ہے ذرا آیت ملاحظہ کریں۔

{لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ O} (الانبیا 10:21)

''اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ یہ جو کتاب ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے اس میں تمہارا ہی ذکر ہے کیا پھر بھی تم عقل سے یعنی سمجھ سے کام کیوں نہیں لیتے۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمجھانے کیلئے اپنی بھرپور کوشش کردی ہے تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے انسان ہدایت کی طرف آجائے۔ سورہ القمر میں بھی اللہ نے ایک ہی آیت کو چار مرتبہ دہرایا ہے۔ ذرا غور کریں۔

{وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ O} (القمر 17:54)

''اور ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

اگر ان آیات سے کسی کو ذکر کے لفظ کی سمجھ نہیں آئی تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر غور کریں۔

الاعراف 26:7؛ الرعد 19:13، 28؛ الانبیاء 10:21؛ العنکبوت 45:29؛ یٰس 69:36-70؛ الزمر 22:39؛ حٰمٓ السجدہ 41:41؛ الدخان 13:44، 58؛ الکہف 45:50؛ القمر 17:54، 22، 32، 40؛ الذارعٰت 29:79؛ العبس 11:80، 12؛ الطارق 21:86۔

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا}

(آلِ عمران 118:3)

''اے اللہ کو ماننے والو!

اپنا پیٹ یعنی اپنے راز اپنے سوا کسی کو نہ بتاؤ

وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے''

توحید پر غور و فکر کرنا ایک عظیم ترین عبادت ہے

"قرآن کا مقصد"

قرآن انسان کو اللہ کی معرفت یعنی جان پہچان
عطا کرتا ہے اور زندگی کے وہ ایسے حقائق بتاتا ہے
جو اس کی عقل سے بالاتر ہوتے ہیں

ایک حقیقت ''جس کسی نے بھی اپنے نفس کو پہچان لیا
اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

فکر کی اہمیت

جدید زمانے کی تمام ترقی فکر یعنی سوچ ہی کی وجہ سے ہوئی ہے
کیونکہ
دنیا کے تمام رسول اور سائنسدان
فکر یعنی سوچا کرتے ہیں
اللہ کا انسان سے سوال
{اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ}

''تم سوچتے کیوں نہیں ہو''؟

''فکر کی اہمیت ؟ ترقی کا راز''

قرآن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بار بار فکر کرنے کی یعنی سوچ بچار کرنے کی تاکید اور نصیحت کرتا ہے کیونکہ فکر ہی ایک ایسی ہدایت ہے جس کی وجہ سے اس دنیا کے تمام انسانوں نے انفرادی اور اجتماعی ترقی کی ہے۔

خیال رکھیں کہ عربی زبان میں فکر کرنے کا مطلب ہوتا ہے سوچنا سمجھنا جبکہ اردو زبان میں فکر کرنے کو مطلب ہوتا ہے کہ پریشان ہونا اور گھبرانا وغیرہ۔

یہاں پر میری مراد عربی والا فکر ہے اللہ نے قرآن میں کئی ایک مقامات پر انسان کو پہلے اپنی آیت کی دلیل کو پیش کیا ہے اور پھر اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر کہا ہے کہ: اَفَلَا تَفَکَّرُوْن: تم فکر کیوں نہیں کرتے ؟

فکر کا مادہ: ف ک ر فَکَرَ

فکر کے لغوی معنی: سوچنا، سمجھنا، سوچ بچار کرنا

فکر کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات وقوانین پر غور وفکر کرنا، سوچ بچار کرنا

ضد: سوچ سمجھ سے پرہیز کرنا، صرف کھانا، پینا اور سونا جس طرح جانور کرتے ہیں

مشتقات: مفکر، مفکرین، تفکر

فکر کرنا یعنی سوچ و بچار کرنا ایک بہت ہی اچھا کام اور عادت ہے اس لیے ہر انسان کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ جب بھی اس کو وقت مل جائے وہ سوچ بچار کرے۔ خیال رہے کہ اللہ کے تمام رسولوں اور نبیوں کو فکر کرنے کی عادت تھی جس کی وجہ سے ان کو نبوت کا مقام ملا۔

نبوت سے پہلے نبی پاک ﷺ کی یہ عادت تھی کہ وہ جبل نور پر جاتے تھے اور غارِ حرا میں بیٹھ کر کئی کئی گھنٹے فکر کیا کرتے تھے یعنی سوچ بچار کیا کرتے تھے۔ جب توحید پر فکر کرتے کرتے چار پانچ سال گذر گئے تو پھر آخر کار ایک دن جبریل تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ پڑھ اپنے رب کے نام سے!

مختصر یہ کہ فکر اور سوچ بچار کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کو نبوت کی دولت نصیب ہوئی اس سے آپ اندازہ کریں کہ فکر کی کتنی اہمیت ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ اللہ نے انسان کو فکر کرنے کی دعوت دی ہے لیکن سورہ سبا میں تو اللہ نے انسان کو تاکید کرنے کی حد کر دی۔

{قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَى وَفُرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ O} (سورہ سبا 46:34)

''اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم اللہ کے سامنے تنہائی میں کھڑے ہو جاؤ دو دو یا ایک ایک پھر سوچو! تمہارے درمیان رہنے والا یہ نبی ﷺ دیوانہ تو نہیں ہے بلکہ وہ تو تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ہی خبردار کر رہا ہے''

اب اگر ہم موجودہ جدید زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جتنے بھی مفکر، فلاسفر اور سائنسدان ہیں ان سب کو بھی فکر کرنے اور سوچنے کی عادت تھی جس کی وجہ سے انہوں نے ایجادات بھی کیں اور نئے نئے کام بھی کیے جس کی وجہ سے ان کے نام آج تک زندہ ہیں۔ کیونکہ فکر اور سوچ ہی کی وجہ سے انسان مادی اور روحانی ترقی کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کے انسان سقراط اور ارسطو نے فکر کی وجہ سے ہی ترقی کی۔ جدید تمام ترقی بھی فکر کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس بات کو دماغ میں رکھیں کہ سوچنا انسان کی عادت ہے اور نہ سوچنا جانوروں کی عادت ہے۔ اب آپ کا فیصلہ ہے کہ سوچیں یا نہ سوچیں۔

اب آپ ذرا سورہ الانعام کی ایک ایسی آیت پر سوچیں کہ جس میں تین چار باتوں کو ایک ہی آیت میں بیان کر دیا گیا ہے اور پھر آخر میں انسان کو اچھی طرح جھنجھوڑ کر کہہ دیا گیا ہے کہ پھر بھی تم فکر یعنی سوچ بچار کیوں نہیں کرتے۔

{قُل لاَّ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللّهِ وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلاَ تَتَفَكَّرُونَ O} (الانعام 56:6)

''اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کہ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ ہی یہ میرا دعویٰ ہے کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ ہی تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اور آپ ﷺ! ان سے پوچھیں! بتاؤ، کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم فکر نہیں کرتے؟''

فکر اور سوچ کے بھی کئی ایک معیار اور درجے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انسان ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے۔ فکر کی صلاحیت اور معیار ہر انسان کا اپنا اپنا ہوتا ہے جس کو بیان کرنا ایک مشکل کام ہے۔

علامہ اقبال کے کئی ایک ہم عصر دوست تھے جو بیرسٹر اور فلاسفر تھے سب کے سب سوچ بچار کرنے والے تھے لیکن علامہ کا فکر اور سوچ کا معیار اس قدر بلند تھا کہ انہوں نے آنے والی نسلوں کے لئے علم کا ایک وہ خزانہ چھوڑا جس نے ان کی شخصیت کو نکھار کر رکھ دیا۔ فکر کے بارے میں اُن کا خیال ہے کہ

فکر فردا نہ کروں محوِ غم دوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

عام طور پر دنیا میں دو قسم کی فکر یعنی سوچ بچار کی جاتی ہے۔

1۔ ذاتی مفادات کی فکر

95 فیصد لوگ صرف اور صرف اپنے ذاتی کاموں اور مفادات کا سوچتے ہیں یعنی کہ اپنے بنیادی حقوق اور پھر جائیداد بنانے کی سوچ اور بھاگ دوڑ میں اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہ فکر اکثر ترقی پذیر اور غریب ممالک

میں زیادہ ہوتی ہے جہاں پر اکثر لوگ جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

2۔ انسانیت کی فکر

دنیا کے ہر ملک میں چند ایک دانشور، بصیرت والے اور علم والے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کے لئے، انسانیت کے لئے سوچتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں یہ لوگ جب اس دنیا سے جاتے ہیں تو ایسے کام انسانیت کے لئے کر جاتے ہیں کہ ان کے نام صدیوں تک لوگ یاد رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی اپنا اجر وصول کرتے ہیں۔

چند ایک نام یہ ہیں:

یونان کے تمام مفکرین سقراط، ارسطو، افلاطون
مولانا روم، فارابی، امام فخر الدین رازی، امام غزالی
نطشے، ہیگل، کارل مارکس، ٹائن بی، آئن سٹائن وغیرہ
برنارڈ شاہ، برٹرینڈ رسل اور شیکسپیئر
خلیل جبران، علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد، شاہ ولی اللہ، قائداعظم اور عبدالستار ایدھی

انسانیت کے لئے فکر کرنے والے کچھ لوگ گمنام بھی ہوتے ہیں جن کو کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ ان کی کوئی مشہوری نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بھی اُن کی کارکردگی کے مطابق اجر دے گا کیونکہ اللہ پر کسی انسان کی مشہوری یا گمنامی کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ تو ان چیزوں سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ دل کے پوشیدہ راز اور جذبات کو جاننے والا ہے لہٰذا انسانوں کو تو دھوکا دیا جاسکتا ہے لیکن اللہ کو کوئی ہرگز ہرگز دھوکا نہیں دے سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام حقائق کو توریت، زبور، انجیل اور قرآن میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے تا کہ انسان کی مکمل اور حتمی رہنمائی ہو سکے۔

فکر اور سوچ بچار کی اہمیت اور عظمت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات پر نظر ڈالیں۔

البقرہ 2:219، 266؛ آل عمران 3:190-191؛ الاعراف 7:176-177، 184۔

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پر نیاں ہوجا

اپنی فکر یعنی سوچ سے انسان بڑے بڑے کام کر سکتا ہے

کیونکہ انسان کے ہر کام کی ابتدا ہمیشہ اُس کی سوچ سے ہوتی ہے۔

انسانیت کا سوچنا

اور انسانیت کے لئے کام کرنا عظیم انسانوں کا مقصد ہوتا ہے۔

شکر کی دولت

کسی نعمت کا شکر کرنے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے

کہ

اس نعمت کو استعمال کیا جائے

لہٰذا

ہمیں اللہ کی تمام دی ہوئی مادی اور روحانی

نعمتوں کو استعمال کرنا چاہیے

لیکن

اعتدال

اور

توازن کے ساتھ!

''شکر کی دولت ؟ انسان کا فرض''

یہ لفظ قرآن میں بے شمار مرتبہ آیا ہے۔ اللہ نے انسان کو کئی مرتبہ تاکید کی ہے کہ اپنی زبان، دل اور اعمال سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرے تاکہ وہ کامیابی سے سرفراز ہو سکے۔

1۔ مادہ ش ک ر مان لینا

2۔ لغوی معنی: کسی کی نیکی یا بھلائی کو مان لینا یعنی تسلیم کرنا، استعمال کرنا۔

3۔ اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں۔ رحمتوں اور احسانات کا شکر ادا کرنا۔

عام طور پر شکر مندرجہ ذیل تین طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے۔

الف: اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

ب: اپنے دل سے اللہ کا شکر ادا کرنا

ج: اپنی زندگی میں اللہ کی نعمتوں کو استعمال کرنا

4۔ لغوی تشریح شکر کی لغوی تشریح یہ ہے کہ جب بکری اپنا چارہ کھالیتی ہے تو پھر شکر اور شکرانے کے طور پر جو دودھ دیتی ہے وہ اس بکری کا شکر ہے یہ شکر کی لغوی تشریح ہے۔

5۔ شکر کے مشتقات

اس سے مراد یہ ہے کہ شکر کے مادہ سے بننے والے الفاظ ہیں جیسے شاکر، تشکر، شکریہ، شکور، مشکور

6۔ ضد کا قانون! شکر کی ضد کفر ہے یعنی انکار کرنا اور کسی چیز کو چھپانا وغیرہ

7۔ شکر کی ماسٹر آیات

الدھر 76:3 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

{اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا}

''اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ ہم نے انسان کو ہدایت کا راستہ دکھادیا۔ اب چاہے تو وہ شکر ادا کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔''

{وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکُمۡ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ} (ابراہیم 7:14)

''وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقینا میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

جن لوگوں نے امریکہ، افریقہ، ایشیا اور یورپی ممالک کا سفر کیے ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کا آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کن کن ممالک میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو شکر کرنے کی زیادہ عادت ہے اور کن میں کم!

{فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ O} (البقرہ 152:2)

''پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا''

اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو‘‘

8۔ اکثر مفکرین اور دانشوروں کی رائے ہے کہ جو انسان یا قوم ایک دوسرے کا شکر ادا نہیں کر سکتے وہ تو اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔

10۔ تصریف آیات

اگر آپ شکر کے لفظ کو قرآن پاک کے ذریعے مزید سمجھنا چاہتے ہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر کریں

البقرہ 172:2 ؛ النساء 147:4 ؛ ابراہیم 7:14 ؛ النحل 14:16 ؛ فرقان 62:25 ؛ النمل 40:27 ؛ العنکبوت 17:29 ؛ السبا 13:34 ؛ فاطر 30:35، 34؛ القمر 35:54 ؛ التغابن 17:64۔

گلشن پرست ہوں، مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں

جگر مرادآبادی

مال اور اولاد

یہ سب کچھ دنیا کا سامان اور کھیل تماشا ہے
جب کہ
آخرت کی زندگی مال اور اولاد
سے بہت ہی بہتر ہے القرآن

''مال اور اولاد ؟ دنیا کا کھیل تماشہ''

یہ ایک حتمی اور مکمل حقیقت ہے کہ دنیا کے اکثر انسان اپنی ذات، مال، اولاد پر اپنا بہت کچھ خرچ کر دیتے ہیں اور اسی دوڑ دھوپ میں اپنی پوری زندگی گزار کر اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں اور ان کو یہ حقیقت سمجھ ہی نہیں آتی کہ اس دنیا کی اصل حقیقت کیا ہے حالانکہ اس عظیم حقیقت کو اللہ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں ایک دفعہ بیان نہیں کیا بلکہ اسی بات کو کئی دفعہ بیان کیا ہے لیکن افسوس کہ اس کے باوجود بھی ہم غور وفکر سے کام نہیں لیتے کیونکہ صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے قرآن کو پڑھتے ہیں جبکہ مصنف کو 57 سال کی عمر میں پتہ چلا کہ ثواب کی اصل حقیقت کیا ہے۔

{هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ O} (المطففین 36:83)

''کیا کافروں کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں مل گیا۔''

ایک غریب انسان تو اپنے بنیادی حقوق اور اپنے بچوں کے بنیادی حقوق کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے لیکن حیرانی ان لوگوں پر ہوتی ہے جن کی ضرورت ایک دو اور تین فیکٹریوں سے بھی پوری نہیں ہوتی اور وہ تیس چالیس فیکٹریاں بنانے کے بعد بھی مزید بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں تا کہ ان کی ضرورت پوری ہو سکے لیکن افسوس کہ ان کی ہوس پوری نہیں ہوسکتی کیوکہ جہالت بھی ایک بیماری ہے۔

اولاد کے بارے میں اللہ پاک نے سورہ النساء میں ہمیں یوں حکم دیا ہے:

{يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ} (النساء 11:4)

''اللہ تعالیٰ کی تمہیں وصیت ہے کہ اپنی اولاد سے اچھا سلوک کرو''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ مال اور اولاد انسان کے لیے زحمت بھی ہوسکتی ہے اور رحمت بھی ہوسکتی ہے وہ اس طرح کہ اگر ہم اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق کرتے ہیں تو پھر وہ ہمارے لیے رحمت ہوتی ہے لیکن اگر ہم اللہ کے قوانین کو توڑ کر اپنے ذاتی مفادات پورے کرتے ہیں اور ان کی پرورش کرتے ہیں تو پھر وہی اولاد انسان کے لیے رحمت کی بجائے زحمت بن جاتی ہے جس معیار کی تعلیم وتربیت ہوگی اُس معیار کی اولاد ہوگی۔ جیسا کہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے یہ

عظیم حقیقت انسان کو بتائی ہے۔

{وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O} (الانفال 28:8)

''تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں تمہاری آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر یعنی بدلہ دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔''

اس آیت میں فتنہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا تعلق فتون سے ہے اور فتون اس کٹھالی کو کہتے ہیں جس میں عربی سنیارے سونا ڈال کر اس قدر حرارت دیتے ہیں کہ اصل سونا اور ملاوٹ دونوں الگ الگ ہوجاتے ہیں۔اسی طرح آزمائش میں سے گزرنے کے بعد انسان کا مال واولاد اس کے لیے رحمت اور زحمت بن جاتے ہیں۔

اللہ نے انسان کو خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے مال واولاد کی خاطر اپنی تمام صلاحیتوں کو اس قدر زیادہ خرچ نہ کریں کہ اس کو زندگی کے کسی موقع پر یا بڑھاپے میں پچھتانا پڑے جبکہ وقت گزر چکا ہوگا اور اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اللہ نے بعض لوگوں کے بارے میں انسان کو پہلے ہی اطلاع دی ہے کہ ہوشیار رہو اور اپنی مکمل احتیاط کریں۔مندرجہ ذیل سورہ منافقون کی آیات میں یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے پھر بھی اگر کوئی انسان اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی کوتاہی اور غفلت ہے جس کی وجہ سے انسان تباہی کا شکار ہوتا ہے

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ O وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O} (المنافقون 63:9-11)

''اے ایمان والو تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کا اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اُس وقت سے پیشتر خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو اُس وقت کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہوجاتا اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو پھر اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے خبردار ہے۔''

تصریف آیات

التوبہ 24:9، 55، 69، 88، 99، 103، 111؛ الکہف 46:18؛ لقمان 33:31؛ سبا 37:34۔

''علم اور خواہش ؟ لازم وملزوم''

جس طرح علم نے کائنات اور پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے اُسی طرح خواہشات نے انسان کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔ پہلے انسان کو اُس چیز کا علم ہوتا ہے اور پھر اُس چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے گویا کہ علم اور خواہش کا آپس میں بہت گہرا رشتہ ہے۔ اس لیے انسان کو ہمیشہ اُس چیز کی خواہش ہوتی ہے جس کا اُس کو علم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آم اور مچھلی کے انڈوں کی خواہش اُسی کو ہوگی جس کو ان دونوں چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو آم کو تو جانتے ہیں لیکن مچھلی کے انڈوں اور اُس کی افادیت کو نہیں جانتے کیونکہ اُن کو اس کا علم ہی نہیں ہوتا اس لیے اُن کو اس کی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔

ایشیا ، افریقہ اور امریکہ میں بے شمار اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتیں ہیں جو ایک ملک میں تو ہوتی ہیں لیکن دوسرے میں نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ اُن کو نہیں جانتے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ اعلان کیا ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ انسان کے پاس اتنا علم نہیں کہ اُن کو سمجھ سکیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ نعمتیں ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔

اگر ہم ذرا غور وفکر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ 100 سال پہلے وہ نعمتیں نہیں تھی جو آج کل انسان کو میسر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر 103 اور سورہ المائدہ کی آیت نمبر 7 اور 11 میں انسان کو بار بار یہ تاکید کی ہے کہ ''اللہ کی اُن نعمتوں کا ذکر کرتے رہا کرو جو اُن پر کی ہیں۔'' ان نعمتوں کی دو بڑی اقسام ہیں ایک تو ظاہری ہوتی ہیں اور دوسری باطنی !

مختصر الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو اللہ کی نعمتوں کا علم زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ اُن کو حاصل کر سکے کیونکہ جس قدر بھی انسان کو اللہ کی مادی اور روحانی نعمتوں کا علم ہوگا اُسی قدر اُس کے دل میں اُن کو حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوگی۔ اپنی خواہشات کی تکمیل میں انسان اپنی پوری زندگی گزارتے گزارتے قبر میں چلا جاتا ہے لیکن پھر بھی اُس کی خواہشات کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو اُنہیں لوگوں کا ہوتا ہے جو اللہ کی تسلیم ورضا کے سامنے اپنے سر کو جھکا دیتے ہیں اور صرف نفسِ مطمئنہ کو حاصل کرتے ہیں۔

ہزاروں خواہشیں ایسی، کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

''ادویات کی دنیا ؟ خالص اور ملاوٹ''

انسان کی زندگی میں ادویات کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ جیسے جیسے انسان مادی ترقی کرتا جارہا ہے ویسے ویسے وہ قوانینِ فطرت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے جس کی وجہ سے بیماریوں کا پیدا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یورپ میں آئے دن نئی سے نئی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں اور نئی نئی ادویات بھی دریافت ہورہی ہیں لیکن پھر بھی انسان کو سکون نصیب نہیں ہوتا۔

لیکن افسوس جدید ادویات کی ترقی میں مسلمانوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ اصول اور قانون ہے کہ جو بھی محنت اور کوشش کرے گا اُسی کو کامیابی ملے گی۔ اسی قانون کے تحت ترقی یافتہ ممالک دن بدن ترقی کرتے جارہے ہیں۔ انگلینڈ میں رہائش پذیر میرے تجربہ کار دوست راجا محفوظ نے میرے علم میں اضافہ کرنے کے لیے مجھے بتایا کہ مجھے یورک ایسڈ کی تکلیف ہے اور میں اُس کی دوائیاں اکثر استعمال کرتا رہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جب میں انگلینڈ کی بنی ہوئی دوائی MELOXICAM کی ایک گولی استعمال کرتا ہوں تو مجھے سات دن تک آرام رہتا ہے لیکن جب میں پاکستان کی بنی ہوئی وہی دوائی استعمال کرتا ہوں تو پھر مجھے وہی دوائی سات دن استعمال کرنی پڑتی ہے۔ میری عمر 65 سال ہے لیکن میں اپنے آپ کو بڑا صحت مند محسوس کرتا ہوں کیونکہ اس میں میری خوراک اور ادویات کا بہت بڑا دخل ہے۔

راجہ صاحب کی باتیں سن کر جب میں نے اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات پر غور وفکر کیا تو پھر مجھے بھی یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑی کہ یورپ سے لائی گئی ادویات اور پاکستان سے خریدی ہوئی وہی ادویات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن یہ فرق اُسی انسان کو محسوس ہوتا ہے جو دونوں دوائیوں کو استعمال کرے اور پھر اپنی غور وفکر اور بصیرت سے کام لیتا ہو۔ دنیا کا ایک انسان اپنی کوشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوائی بناتا ہے تاکہ وہ دوسروں کے لئے شفا اور صحت کا سبب بنے جبکہ دوسرا انسان اپنے ذاتی مفادات اور لالچ کے لیے اس دوائی میں ملاوٹ کرتا ہے جب کہ خالق کائنات کا قرآن میں یہ اعلان ہے کہ'' ایک انسان کی زندگی بچانا پوری انسانیت کی زندگی بچانا ہے جب کہ ایک انسان کو قتل کرنا پوری انسانیت کو قتل کرنا ہے ۔''انسان کون؟ .....مسلمان کون؟.....اپنے ضمیر کی آواز پر فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بہرہ، گونگا اور اندھا ہرگز نہیں بننا۔

فرقہ
اور
فرقہ بندی

اسلام میں فرقہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں

کیونکہ

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ

فرقہ بندی کی وجہ سے بے شمار قومیں تباہ ہو چکی ہیں

''فرقہ اور فرقہ بندی ؟ جہالت کی نشانی''

قرآن میں ایک خاص خوبی یہ ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں۔ وہ یہ ہے کہ تصریف آیات کے ذریعے کسی حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے یعنی ایک بات کو بار بار مختلف انداز اور مختلف طریقے سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ انسان کسی نہ کسی طرح ہدایت کے راستے پر آکر اپنی مادی اور روحانی صلاحیتوں کو بڑھا سکے لیکن افسوس کہ میں اور میرا معاشرہ نہ تو قرآن پر توجہ دیتا ہے اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ اللہ نے ہمیں بار بار یہ حکم دیا ہے کہ عقل اور تدبر سے کام لیا کرو۔ اللہ کے تمام احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اسلام میں نہ تو فرقہ بناؤ اور نہ ہی تفرقہ ڈالو کیونکہ یہ تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ قرآن میں یہ حکم ایک دو یا تین دفعہ نہیں دیا گیا بلکہ کئی دفعہ دیا گیا ہے مگر افسوس کہ ہم اس پر ذرا بھی توجہ نہیں دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ میری اور میرے معاشرے کے بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم فطری طور پر لکیر کے فقیر ہیں اور ضدی ہیں جس کی وجہ سے علم کے دروازے ہم پر بند ہیں اور کئی سالوں سے بند ہی آرہے ہیں۔ مصنف نے 19 سال تک بغیر سوچے سمجھے قرآن کو محض ثواب اکٹھا کرنے کے لیے پڑھا ہے۔

ہمارا تو اکثر صرف ایک ہی طریقہ کار ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اپنے آپ کو اپنے آباؤ اجداد، علماء حضرات اور معاشرے کے حوالے کر رکھا ہے جس طرح ہم ان سے باتیں سنتے ہیں اسی طرح ہم اندھا دھند ان کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر انسان کو اندھا، بہرہ اور گونگا بننے سے سختی سے منع کیا ہے اور اپنی بصیرت استعمال کرنے کی تاکید کی ہے تاکہ دنیا کے تمام انسان اپنے علم، تجربہ، مشاہدہ اور بصیرت کو استعمال کر سکے۔

{اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ O} (الانفال 22:8)

''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ بدترین بہرے اور گونگے وہ لوگ ہیں جو اپنے عقل سے کام نہیں لیتے یعنی اپنی سمجھ بوجھ کو استعمال نہیں کرتے۔''

اللہ نے سورہ آل عمران میں ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ صرف اور صرف اللہ کی رسی یعنی اللہ کا دامن پکڑ لو یہی سب سے مضبوط وہ دامن ہے جس سے انسان کبھی ناکامی کا شکار نہیں ہوتا نہ دنیا کی زندگی میں اور نہ ہی آخرت کی زندگی میں:

{وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا} (آل عمران 103:3)

''اور سب مل کر اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقے نہ بناؤ۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بنا لیے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو کر اپنے نبی ﷺ کے ذریعے کہتا ہے

{إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ O} (الانعام 159:6)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ یعنی فرقہ پیدا کیا اور کئی فرقے بن گئے آپ ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے اور وہی انہیں بتائے گا جو وہ کرتے تھے۔''

ایک ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن پاک نے آج سے پندرہ سو سال پہلے بیان کر دیا ہے کہ جن لوگوں نے

فرقے بنائے ہیں وہ اپنے ہی طریقے پر خوش وخرم ہیں۔ اگر دنیا کے تمام ممالک پر نظر ڈالی جائے اور تجزیہ کیا جائے تو پھر یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے اس وقت دنیا میں جتنے بھی فرقے ہیں سب اپنی جگہ پر مطمئن اور نازاں ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہے۔

{مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ O} (الروم 32:30)

''جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بہت سے فرقے بنالیے ہر فرقہ اپنے ہی طریقے پر نازاں یعنی خوش ہے۔''

مسلمانوں کے حالات کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی کو دیکھ، ان کی گرفتاری بھی دیکھ

چرچل کا خیال ہے کہ ''فرقہ بندی ایک جہالت اور اندھیرا ہے''

مصنف آپ سے اللہ کے واسطے اور اللہ کے نام پر یہ درخواست کرتا ہے کہ اپنی شخصیت کی نشوونما کے لیے آپ اندھا بہرہ اور گونگا بننے کی بجائے مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کریں اور جو بھی آپ کا اپنا فرقہ ہے اس کو صرف اس بنیاد پر ختم کردیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو یہ حکم دیا ہے اس سے آپ کی ایک بہت بڑی اصلاح ہوگی جس کا اجر اللہ ہی آپ کو دے سکتا ہے اور ضرور دے گا۔ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ نے انسان کو فرقہ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

البقرہ 2:131-135؛ آل عمران 3:64، 66، 67، 79، 80، 103، 105؛ الانعام 6:65، 66، 104، 107، 159، 160؛ الانبیاء 21:92-93؛ الحج 22:78؛ الفرقان 25:30؛ الروم 30:31-32؛ الزمر 39:45؛ المومن 40:12؛ الشوریٰ 42:13-14۔

غریبوں میں دولت تقسیم کر دینا نیکی ہے
لیکن امیروں سے دولت چھین لینا گناہ

واصف علی واصفؒ

فرقہ بندی

یہودیوں اور عیسائیوں کے بے شمار
فرقے بن چکے ہیں
لہٰذا
قرآن پاک میں مسلمانوں کو فرقہ بندی سے سختی
سے منع کیا گیا ہے
لیکن
افسوس کہ پاکستان کے اکثر علما حضرات فرقہ بندی
کا شکار ہیں اور فرقہ بندی سے پرہیز نہیں کرتے

''نفس اور نفسیات ؟ سوچ کی دنیا''

اس دنیا میں ہر سانس لینے والی چیز کو نفس کہتے ہیں ۔ یہ تمام نفس اللہ کی مخلوقات میں شامل ہوتے ہیں دنیا کے سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اس وقت دنیا میں 500 مختلف قسم کے نفس پائے جاتے ہیں جن میں سے تقریباً 250 نفس دریافت ہو چکے ہی لیکن دیگر نفوس ابھی تک دریافت نہیں ہو سکے اللہ نے قرآن میں کئی ایک مقامات پر انسان کو نفس کہہ کر پکارا ہے اور اپنی ہدایات بھی دی ہیں تا کہ وہ زندگی کی رہنمائی حاصل کر سکے ۔

نفس کے لغوی معنی : جان ، ضمیر ، جاندار چیز ، پوشیدہ چیز ، دنیا کی ہر سانس لینے والی چیز نفس میں شامل ہوتی ہے خواہ اس کا تعلق حیوانات نباتات یا جمادات سے ہو

نفس کے اصطلاحی معنی : قرآن میں انسان کے جسم اور روح کو نفس کہا گیا ہے یعنی جسم اور روح کا مجموعہ !

ماسٹر آیت

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ O} (المائدہ 105:5)

''اے ایمان والو ! تم اپنے نفس یعنی جان کی فکر کرو یعنی سوچ کوئی اور گمراہ ہو تو تمہارا کچھ نقصان نہیں اگر تم ہدایت پر ہو تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے ہو ۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو بھی انسان اللہ سے ڈرتا ہے یعنی اس کے احکامات و قوانین کی پابندی کرتا ہے اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے بچاتا ہے تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے ۔ اسی حقیقت کو قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے :

{وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى O} (النازعات :40:79)

''اور جس کسی نے بھی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی ۔''

نفس کی حقیقت کو قرآن میں ایک دوسری جگہ پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور یہ بوجھ اس لیے ڈالا جاتا ہے تا کہ اس نفس میں وُسعت پیدا ہو اس وقت جدید سائنس یہ ثابت کرتی ہے کہ جو بھی نفس جس طرح کے حالات و واقعات کے تحت پرورش پاتا ہے اسی طرح کی اس میں خصوصیات اور وُسعت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں ۔

{لاَ يُكَلِّفُ اللّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا} (البقرہ 286:2)

''اللہ تعالیٰ کسی بھی نفس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور اس لیے ڈالتا ہے تا کہ اس نفس میں وُسعت پیدا ہو ۔''

سائنس کے اس جدید زمانے میں بعض تعلیم یافتہ لوگ اس بات کا یقین نہیں کرتے کہ جب انسان موت کے بعد مٹی میں مل جائے گا تو پھر دوبارہ کیسے پیدا ہوگا ؟ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بہت ہی مشکل اور ناممکن کام ہے اس قسم کے

لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے اللہ پاک نے مندرجہ ذیل آیت میں وہ حقیقت بیان کر دی ہے جس کو ایک سائنسدان اپنی تحقیق کے ذریعے تو سچ ثابت کر سکتا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک کے بی اے۔ ایم اے پاس لوگ سچ تسلیم نہیں کر سکتے۔ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں کس انداز سے اس حقیقت کو سچ ثابت کیا ہے

{لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ O وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ O أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ O بَلَى قَادِرِينَ عَلَى أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ O} (القیامہ 75:1-4)

''نہیں، قسم قیامت کے دن کی اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی انگلیوں کے پور پور تک ٹھیک بنا دینے پر بھی قادر ہیں یعنی یہ طاقت بھی رکھتے ہیں۔''

نفس کی تین اقسام ہوتی ہیں

1۔ نفس امارہ: یہ حیوانی نفس ہوتا ہے اس میں شر، فساد، غصے اور لڑائی جھگڑے والے جذبات اور سوچ شامل ہوتی ہے یہ نفس انسان کو برائی کی طرف لے کر جاتا ہے اور اس نفس میں زیادہ تر جانوروں والی خصوصیات پائی جاتی ہیں

2۔ نفس لوامہ: یہ نفس انسان کو خیر، توبہ، اصلاح اور صلح کی سوچ اور جذبات کی طرف مائل کرتا ہے اس کی رہنمائی الکتاب یعنی وحی سے ہوتی ہے اس نفس کو اچھے کام کرنے سے خوشی اور برے کام کرنے سے گناہ کا احساس ہوتا ہے مختصر یہ کہ یہ نفس خیر اور شر کی تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

3۔ نفس مطمئنہ: خیر اور شر ہر زندگی کا وہ حصہ ہے جس سے ہر انسان کو واسطہ پڑتا ہے قرآن نے اس کو نفس امارہ اور نفس لوامہ کے نام سے پکارا ہے ان دونوں نفوس کے جنگ ہوتی رہتی ہے لیکن جو اللہ کے نیک بندے اپنے نفس کو مکمل اپنے قابو اور کنٹرول میں کر لیتے ہیں تو وہ انسان نفس مطمئنہ بن جاتے ہیں پھر ان کے سامنے دنیا کا نفع و نقصان اور زندگی اور موت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ ایسے ہی لوگوں کو یعنی نفس مطمئنہ کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

{ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O فَادْخُلِي فِي عِبَادِي O وَادْخُلِي جَنَّتِي O} (الفجر 89:27-30)

''اے اطمینان پانے والے اور مطمئن رہنے والے نفس۔
چل اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تُو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش!
پس اب میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

چند ایک نفس کی خاص آیات کو انتہائی مختصر الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی اگر کسی شخص کا دل مطمئن نہ ہو اور وہ مزید نفس کی حقیقت کو جاننا چاہتا ہو تو اسے مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر کرنا چاہیے۔

البقرہ 2:48، 72، 123، 130، 207، 231، 286؛ آل عمران 3:28، 30؛ النساء 4:79، 84، 110، 111؛ المائدہ 5:30، 45، 116؛ الانعام 6:151؛ الاعراف 7:205؛ یوسف 12:53، 68؛ بنی اسرائیل 17:14، 33؛ الفرقان 25:68؛ الاحزاب 33:37، 50؛ الفاطر 35:8؛ قٓ 50:16؛ النازعات 79:40؛ الفجر 89:27-30۔

{اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ} (رعد 28:13)

''یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل و دماغ یعنی نفسیات کو اطمینان ملتا ہے۔''

نفس اور نفسیات

انسان کو اپنے نفس اور نفسیات کو

ہمیشہ قرآن اور علم کے ذریعے مضبوط کرتے رہنا چاہیے

تاکہ وہ دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔

''اسلامی نفسیات'' ؟ انسان کی طاقت''

جس بھی انسان کے دل و دماغ میں اسلام، سلامتی اور امن پایا جاتا ہو یعنی اُس کی سوچ، خیالات اور نظریات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی توحید سے ہو ایسی سوچ رکھنے والا ہر انسان اسلامی نفسیات کا مالک ہوتا ہے۔ تمام نبی اور رسول اسلامی نفسیات ہی لے کر دنیا میں آئے تھے اور تمام الہامی کتابوں میں اسلام ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

نفسیات یعنی Psychology کا انسان کی زندگی اور صحت کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہوتا ہے جس قدر کسی انسان کی نفسیات مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے اسی قدر اس کی زندگی کامیاب اور خوشحال ہوتی ہے۔ انسان اور اُس کی نفسیات کی پرورش اور نشو ونما کا تعلق ہمیشہ اُس کی فکر، سوچ اور خیالات سے ہوتا ہے۔ مثبت خیالات یعنی Positive Thoughts سے ہمیشہ انسان کی نفسیات مضبوط ہوتی ہے جبکہ منفی خیالات Negative Thoughts سے کمزور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کامیاب انسان ہمیشہ مثبت سوچ سے کام لیتے ہیں یہ لوگ منفی سوچ کے نزدیک نہیں جاتے اور ایسی سوچ سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں۔ تمام انسانوں کی نفسیات کا تعلق کسی نہ کسی ضابطہ حیات (Code of Life) سے ضرور ہوتا ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن جس انسان کی نفسیات کا تعلق کسی نہ کسی الہامی کتاب یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن سے ہو وہ اسلامی نفسیات ہوتی ہے کیونکہ تمام رسولوں اور الہامی کتابوں نے انسان کو اسلام کی ہی دعوت دی ہے۔ اسلامی نفسیات میں ہمیشہ سلامتی، امن، ترقی اور Peace پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عظیم مفکرین کا تعلق ہمیشہ اسلامی نفسیات سے ہوتا ہے جو کہ بہت ہی مضبوط حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ جو لوگ دنیا میں اپنی نفسیات کی بنیاد پر بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں جیسا کہ تمام رسولوں علیہم السلام نے اپنے اپنے عہد میں ایسے اعلیٰ ترین کارہائے نمایاں انجام دیے کہ جن سے لوگ آج بھی رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

اگر دنیا کا کوئی انسان اپنی نفسیات کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہتا ہے تو پھر اُس کو چاہیے کہ وہ الہامی کتابوں کے اصل الفاظ اور خیالات کو اپنے باطن یعنی شعور، لاشعور اور تحت الشعور کے اندر جذب کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن پاک آج بھی ہمارے پاس اپنے اصل الفاظ کے ساتھ موجود ہے جن سے ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ان الفاظ کو سمجھنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے عربی زبان میں سمجھا جائے پھر اپنی زبان میں اور پھر انگلش میں سمجھا جائے تو پھر یہ الفاظ اور خیالات زیادہ سے زیادہ ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں۔

جب یہ الفاظ سمجھ میں آجائیں تو پھر ہمیں چاہیے کہ توحید کی عظمت اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان الفاظ اور آیات

کو اپنے شعور، لاشعور اور تحت الشعور میں اتارنے کی کوشش کریں اور یہ عمل بار بار کرتے رہیں کیونکہ جس قدر بھی خالقِ کائنات کے یہ الفاظ ہمارے ضمیر کے اندر پیوست ہوں گے اُسی قدر ہماری نفسیات مضبوط سے مضبوط تر ہوتی ہو گی جس سے ہمارے خون کے تمام سیلز (Cells) اور صحت پر بہت ہی اچھا اثر پڑے گا کیونکہ جس قدر کسی انسان کی نفسیات مضبوط ہوتی ہے اُسی قدر اُس انسان کا نظامِ مدافعت یعنی Immune System مضبوط اور صحت مند ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مقام بھی آئے گا کہ انسان موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی مسکرائے گا۔ ایسے ہی انسانوں کی نفسیات کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کچھ یوں کہا ہے:

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

یاد رکھیں اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں کہ خوشی، غم، مایوسی، شک، وہم، شوق، لگن، محبت، عشق اور خود اعتمادی کا علاج مختلف قسم کی اُن دوائیوں میں ہرگز ہرگز نہیں ہے جو دوائیاں یعنی میڈیسن مختلف قسم کے سائنسدانوں نے مختلف ناموں سے بنائی ہوئی ہیں کیونکہ یہ تو صرف خواب آور اور نشہ آور ہوتی ہیں۔ خیال رکھیں کہ مابعد طبیعات یعنی Meta physics کا علاج ہمیشہ انسان کی سوچ اور تعلیم و تربیت سے ہوتا ہے نہ کہ دوائیوں سے!

یہ حقیقت ہے کہ Physical بیماریوں کا علاج ہمیشہ مادہ Physical چیزوں سے ہوتا ہے اور غیر مادہ یعنی Meta Physics کا علاج غیر مادی چیزوں سے ہوتا ہے۔ جب دنیا کا کوئی بھی انسان اپنے دل و دماغ کی سوچ و خیالات یعنی نفسیات کو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی الہامی کتاب سے منسلک کر دیتا ہے تو پھر وہ ایک اعلیٰ اور مضبوط نفسیات کا مالک بن کر اپنے جسم کو بھی مضبوط بنا لیتا ہے۔.....نفسیاتی طور پر جو بھی انسان یا ملک بیمار ہوتا ہے اُس کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اُس میں جوش اور غصہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو انسان یا ملک نفسیاتی طور پر تندرست اور مضبوط ہوتا ہے وہ جوش اور غصے کی بجائے غور و فکر کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو **عملو االصلحت** کی بار بار تاکید کی ہے۔ اسلامی نفسیات کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے علامہ اقبالؒ نے انسانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ قرآن کو زیادہ سے زیادہ اپنے ضمیر میں اتارنے اور جذب کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اُن کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

تیرے ضمیر پہ، جب تک نہ ہو نزولِ کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

''نفسیاتی علاج ؟ قرآن پر غور وفکر''

2001 میں میرے ایک دوست ڈاکٹر چوہدری ریاض سروسز ہسپتال لاہور کے ایم ایس تھے میں اُن کے پاس مہینے میں ایک دو دفعہ چلا جایا کرتا تھا اوراُن کی وساطت سے میں مختلف ڈاکٹروں سے اپنا چیک اپ کرواتا رہتا تھا۔ ایک دن میں اپنا نفسیاتی علاج کروانے کے لئے پروفیسر ڈاکٹر ناصر سعید کے پاس چلا گیا۔ میرے تمام حالات دریافت کرنے کے بعد انہوں نے مجھے اپنے اسسٹنٹ کے ذریعے کونسلنگ (Councling) کی سہولیات دے دیں اور ساتھ ہی کچھ دوائیاں بھی دیں۔ دو دن استعمال کرنے کے بعد میں نے وہ دوائیاں چھوڑ دیں کیونکہ انہوں نے میرے جسم کے فطری نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔

آخر ایک دن میں نے اُسی ہسپتال کے اپنے ایک دوست ڈاکٹر اشفاق سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ تو اپنی نفسیات کا علاج قرآن پاک سے کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی نفسیات کا علاج قرآن پاک سے کرتے ہیں اُن کے مقابلے میں تو ڈاکٹر ناصر سعید خود بیمار ہے کیونکہ قرآن پاک پر ایمان اور یقین رکھنے والوں کی نفسیات، کردار اورقوتِ ارادی اس قدر مضبوط ہوجاتی ہے کہ جس کا کوئی نفسیات کا ڈاکٹر تصور بھی نہیں کرسکتا کیونکہ اگر ہم دنیا کے مختلف عظیم انسانوں پر غور وفکر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اُن کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی نہ کسی طریقے سے توحید سے ضرور ہوتا ہے..... 2017 میں مَیں اور میری بیوی اپنے بیٹے کا چیک اپ کروانے ڈاکٹر ناصر سعید کے پاس گئے۔ چیک اپ کروانے کے بعد میں نے اپنا علم بڑھانے کے لیے پانچ چھ سوالات کیے۔ قابلِ ذکر سوال یہ تھا کہ انسان کے دماغ کی بہترین ورزش کونسی ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا صبح کی سیر و سیاحت دماغ کی بہترین ورزش ہے۔ یہ سن کر میں بڑا حیران ہوا.....حسب عادت جب میں نے تحقیق سے کام کیا تو پھر مجھے معلوم ہوا کہ سیر و سیاحت سے ہمیشہ انسان کے پورے جسم کی ورزش ہوتی ہے لیکن دماغ کی ورزش ہرگز نہیں ہوتی۔ دل و دماغ کی ورزش ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکامات، غور وفکر، سوچ بچار، عبادت، ذکر، مراقبہ اور مثبت سوچ سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی نفسیات یعنی دل و دماغ کو مضبوط سے مضبوط کرنے کے لیے یہ حکم دیا ہے

{اَلَّذِیْنَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ O}

(الرعد 28:13)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے دل کا اطمینان حاصل کیا کرو۔
یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

''ایک سوال کا جواب ؟ علم کا اضافہ''

چند دن پہلے میں نے اپنا ایک مضمون اسلامی نفسیات کے نام سے تحریر کیا تو میرے ایک بہت ہی علم والے دوست خالد صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ آپ جو کچھ بھی تحریر کر رہے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے جس کو میں نے تسلیم کر لیا۔ آخر قرآن مجید میں سے تین دلیلیں ملیں جو میں پیش کر رہا ہوں آپ بھی ذرا ان دلائل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

خالقِ کائنات انسان کی رہنمائی کرتے ہوئے اس کو بتا رہا ہے کہ

{ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا O فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا O قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا O وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَاO} (الشّمس 91:7-10)

''قسم ہے اُس نفس کی جس کو ہم نے انتہائی توازن کے ساتھ بنایا اور پھر اُس نفس کو اچھائی اور برائی کا الہام کر دیا اور یقینا وہ نفس کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو بنایا اور سنوارا۔ یقینا وہ ناکام ہوگیا جس نے اپنے نفس کو خاک میں ملایا۔''

اگر دنیا کا کوئی بھی انسان ذرا بھی غور و فکر کرے تو پھر اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام نفس بشمول جانور اور انسان اپنے اپنے الہام کے پابند ہوتے ہیں جس کو ہم جبلت اور فطرت بھی کہہ سکتے ہیں۔ تمام مخلوقات میں سے واحد انسان ہی ایک ایسا نفس یعنی مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ آزادی اور اختیارات دیے ہیں۔ اس آیت میں انسان کے نفس کو 6 مرتبہ نفس کے ضمیر سے مخاطب کیا گیا ہے اور ایک مرتبہ نفس کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے تاکہ اُس کو اپنے الہام کی پیروی کرنے کی مکمل حقیقت اور اہمیت سمجھ آجائے۔ مندرجہ بالا آیت کی بنیاد پر ہر انسان کو اپنے الہام یعنی چھٹی حس کی پیروی کرنے کا اختیار ہے۔

میں نے انسان کی نفسیات میں تعصب کو ایک بہت بڑی بیماری کے طور پر پایا ہے اور بذاتِ خود بھی اس بیماری کا شکار رہا ہوں جس کی وجہ سے میں نے بہت زیادہ نقصان بھی اُٹھایا ہے۔ جب میرے دل و دماغ کی نظر اور بصیرت کی آنکھ نے قرآن پاک کو مذہب اور سیاست سے بلند ہو کر جائزہ لیا تو مجھے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جہالت اور کم علمی کی وجہ سے میں اور میری پوری قوم بھٹکی ہوئی ہے اور علامہ اقبال کا بھی یہی خیال ہے کہ ہم سب برائے نام اور پیدائشی مسلمان ہیں جو صدیوں کا سفر طے کرنے کے بعد مروجہ اسلام کے تحت خوابوں کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں کیوں کہ ہم براہِ راست قرآن پاک کو سمجھنے کی خواہش اور کوشش ہی نہیں کرتے۔

اگر کسی کو اُس کے علم کی کمزوری کی وجہ سے میری یہ مختصر سی تحریر سمجھ میں نہ آئے تو وہ بھی اپنی جگہ پر ٹھیک ہے کیونکہ ہر انسان کو اپنے اپنے علم کی پیروی کرنے کا حق ہے اور یہ حق اللہ نے اُس کو قرآن پاک کی سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 36 میں دے رکھا ہے:

{وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ}

''اور ایسی بات کے پیچھے نہ لگو یعنی اُس پر عمل نہ کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو''

لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم اپنے علم، تجربات اور مشاہدات کی بجائے دوسروں کے علم کی آنکھیں بند کر کے پیروی کرتے ہیں اور اپنے علم و عقل کو استعمال کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کو بہرہ، گونگا اور اندھا بننے سے کئی مرتبہ منع کیا ہے لیکن پھر بھی ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ ہم قرآن کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے بلکہ صرف اور صرف ثواب جمع کرنے کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُس کی جبلت اور فطرت کے ایک قانون کو سورہ اللیل کی آیت نمبر 1، 2، 3 میں قسمیں اٹھانے کے بعد آیت نمبر 4 میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے:

{اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى}

''اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ تم سب لوگوں کی کوششیں مختلف ہیں۔''

تعجب اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ صدیوں سے قرآن پاک کو پڑھنے والے اور سمجھنے والے بھی اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے اختلاف اور نظریات کو برداشت نہیں کرتے بلکہ لڑنے جھگڑنے کے ساتھ ساتھ مار کٹائی پر بھی اُتر آتے ہیں جو کہ کم علمی اور جہالت کی بہت بڑی نشانی ہے کیونکہ ہر انسان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ دوسرا اُن کے علم کی پیروی کرے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو علم و عمل کی آزادی دے رکھی ہے جو لامحدود کائنات کا خالق اور مالک ہے۔

سورہ الشّمس کی آیت 7 تا 10 اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 36 کی روشنی میں ہر انسان کو یہ اختیار اور حق حاصل ہے کہ وہ اپنے الہام اور اپنے علم کی پیروی کرے یعنی اُس پر عمل کرے۔ اگر کوئی انسان یا ملک ایسا نہیں کرے گا تو وہ تباہی اور زوال کی طرف جائے گا۔

خوف اور حزن

خوف وحزن کا نہ ہونا جنت کی نشانی ہے

کیونکہ

جنت میں خوف اور حزن نہ ہوگا۔

اگر کوئی انسان دنیا کی سیر و سیاحت کرے

تو پھر اس کو جنت کی کچھ نشانیاں نظر آجائیں گی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عظیم نصیحت

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پاتے وقت فرمایا کہ

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں:

1۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب۔

2۔ اپنی حدیث وسنت یعنی باتیں اور کام

''خیالات اور پودے ؟ پرورش ضروری ہے''

یہ ایک حقیقت ہے جس کو دنیا کے تمام میڈیکل اور نفسیات کے ڈاکٹر یعنی Psychologist اور Psychatrist تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کی سوچ اور خیالات میں ایک ایسی زبردست طاقت ہوتی ہے جو اُس کے پورے جسم پر اپنے اثرات ڈالتی ہے اور مکمل کنٹرول کرتی ہے۔ یہی وہ نفسیاتی طاقت ہے جس سے ایک عام انسان شیطان سے فرشتہ اور پھر فرشتے سے شیطان بن جایا کرتے ہیں کیونکہ جب کوئی بچہ یا انسان مثبت سوچتا ہے تو وہ ہمیشہ بہتری کی طرف جاتا ہے اور جب وہ منفی سوچ سے کام لیتا ہے تو وہ پھر زوال کی طرف جانا شروع ہوجاتا ہے۔

جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اُس کے گھر اور ماحول کے حالات و واقعات اُس کے خیالات کا حصہ بننا شروع ہوجاتے ہیں پھر تعلیم و تربیت کے ساتھ یہ سلسلہ پوری زندگی جاری رہتا ہے یہاں تک کہ انسان قبر کی آغوش میں چلا جاتا ہے جس بھی معیار کے انسان کے خیالات ہوتے ہیں اُسی معیار کی اُس کی زندگی بنتی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی بنے گی۔

انسان کے خیالات کی حیثیت بھی پودوں کی مانند ہوتی ہیں۔ بچے کی پیدائش کے وقت اُس کے خیالات نرسری اور گھاس کی مانند ہوتے ہیں جو وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ پودوں کی شکل اختیار کرتے رہتے ہیں اور آخر 30، 40 سال کی عمر میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اُسی انسان کے خیالات ایک تناور درخت کی مانند اس قدر مضبوط بن جاتے ہیں کہ جن کو تبدیل کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوکر رہ جاتا ہے۔

انسان کے خیالات میں تعصب ہی ایک ایسی بیماری ہے جو اُس کو حقیقت سے بہت دور لے جاتی ہے۔ یہ بیماری دنیا کے تمام ممالک اور انسانوں میں پائی جاتی ہے اور 5 فیصد سے لے کر 80 فیصد تک ہر انسان اور ہر ملک اس کا شکار ہوتا ہے لیکن زیادہ تر تعصب کی بیماری ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں پائی جاتی ہے کیونکہ یہ مرض کم علمی اور جہالت کی وجہ سے زیادہ پیدا ہوتا ہے اور ضد بازی کی وجہ سے یہ زیادہ پروان چڑھتا رہتا ہے۔

گو تعصب کا علاج کرنا کافی مشکل ہوتا ہے لیکن مضبوط قوتِ ارادی اور ایمان والوں اور بہادر انسانوں کے لیے مشکل یہ نہیں ہوتا اس بیماری کا علاج کرنے کا ایک آسان اور مستند طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی کتابوں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کے علم سے رہنمائی حاصل کرے یعنی اُن کی روشنی میں اپنے علم اور بصیرت کو مکمل استعمال میں لائے اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے علم پر عمل کرے۔.....انسان کی اپنی سوچ اور خیالات کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور احکامات پر جانچنا اور پرکھنا چاہیے تاکہ کمزور اور غلط خیالات ختم ہوسکیں۔ اقبال نے بھی عام انسانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے علم اور اپنی تحقیق کے ذریعے اپنے خیالات میں تبدیلی کرتے رہا کریں ورنہ انسان کی زندگی جمود اور جہالت کا شکار ہوجائے گی اور وہ کمال کی طرف نہ جاسکیں گے۔ ان کے اپنے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

آئین نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے، قوموں کی زندگی میں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی شخصیات کا 80 فیصد علم اُن کے باطن میں پوشیدہ ہوتا ہے اور 20 فیصد علم اُن کی ظاہری شخصیت میں ہوتا ہے ..... کرنا بھی ایسا ہی چاہیے کیونکہ جذبات اور احساسات کا مکمل اظہار کرنا کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی لیکن افسوس صد افسوس کہ موجودہ زمانے میں معاملہ اس کے برعکس ہے جس کی وجہ سے ہم حقیقت سے بہت دور جا چکے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کا فیصلہ بھی انسان کی پوشیدہ شخصیت یعنی نیت اور عمل کی بنیاد پر رکھا ہوا ہے۔ دنیا میں اُن ہی انسانوں اور مسلمانوں کی اہمیت ہوتی ہے جو دل و دماغ سے مسلمان ہوتے ہیں ۔ ظاہری مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اسی لیےعلامہ اقبال نے آج سے 90 سال پہلے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا تھا:

خرد نے کہہ بھی دیا، لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں، تو کچھ بھی نہیں

جنت کی حقیقت

دنیا اور آخرت کی جنت کا تعلق ہمیشہ انسان کے اعمال سے ہوتا ہے

اسی لیے علامہ اقبالؒ کا خیال ہے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں، نہ نوری ہے نہ ناری ہے

''جنت کی حقیقت ؟ علم وعقل سے بالاتر''

اللہ تعالیٰ نے جنت کے لفظ کو قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر استعمال کیا ہے یہ لفظ متشابہات میں آتا ہے محکمات میں شامل نہیں ہوسکتا کیونکہ کوئی بھی انسان جنت کی مکمل حقیقت عظمت اور اہمیت کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی یہ کسی کے بس کی بات ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ مختلف قرآن پاک کے مفسرین نے اپنی اپنی بصیرت اور صلاحیتوں کے مطابق اس لفظ کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت یہ گواہی دیتی ہے کہ کوئی بھی نفس حتمی اور مکمل طور پر جنت کو نہیں سمجھ سکتا اور اللہ نے یہ جنت کسی خاص قوم، نسل، قبیلہ اور ملک کے لوگوں کے لیے نہیں رکھی بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے رکھی ہے جو اس دنیا میں نیک اعمال کرتے ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ 861 مرتبہ قرآن پاک میں من کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے ''کون ہے''، ''جو کوئی بھی'' یہ من کا لفظ اور والذین کا لفظ استعمال کر کے پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے جنت کی حقیقت کا ایک رخ دیکھنے کے لیے مندرجہ ذیل آیت پر غور وفکر کریں

{فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O} (السجدہ 17:32)

''پس کوئی بھی نفس یہ نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ اُن کے اُن اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔''

جنت کا مادہ: ج ن ت

جنت کے لغوی معنی: پوشیدہ چیز، چھپی ہوئی چیز، باغ، باغیچہ، سرسبز آبادی۔

جنت کے اصطلاحی معنی: اللہ نے انسان کی موت کے بعد اچھے اعمال کرنے والے لوگوں کے لیے جو باغات اور نعمتیں بنائی ہوئی ہیں اُس کو جنت کہتے ہیں۔

جنت کی ضد: دوزخ، جہنم

قرآن میں کئی ایک مقامات پر ان لوگوں کی خصوصیات بیان کی ہیں جو جنت کے حقدار ہوں گے ان خصوصیات کو مختلف انداز اور طریقے سے بیان کیا گیا ہے تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ بات اس انسان کی سمجھ میں آجائے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو وہ ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں کہ کس طریقے سے اللہ نے انسان کو سمجھانے کی وہ کوشش کی ہے جس سے انسان جنت ہی میں داخل ہوسکتا ہے۔

{وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ O}

(البقرہ 82:2)

''اور جو بھی لوگ ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں یعنی ایسے اعمال کریں جن میں اصلاح اور صلح شامل ہو یہی لوگ جنت کے مالک ہوں گے جو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے''۔

اللہ پاک نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے تا کہ انسان بھٹکنے نہ پائے اور اس کی عظیم ہدایت حاصل کر کے جنت کا وارث بن سکے لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم ثواب ہی کو اکٹھا کرتے کرتے اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں اور ذرا بھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ قرآن میں کون کون سے عظیم احکامات وقوانین لکھے ہوئے ہیں۔ جبکہ انسانوں کی کتابوں کو تو سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین کتاب کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور اندھی تقلید کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے انسان کو ایک منفرد انداز سے یہ مشورہ دیا ہے کہ انسان جنت کے لیے اس طرح کوشش کرے جس طرح وہ کسی چیز کے پیچھے بھاگتا ہے اور لپکتا ہے کہ وہ چیز مجھے حاصل ہو جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جنت کی خواہش اور کوشش کے لیے اس کے پیچھے بھاگے ذرا دیکھیں مندرجہ ذیل آیت کیا کہہ رہی ہے

{وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ O}

(آل عمران 133:3)

''اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو۔ جس کا ارض آسمان و زمین کے برابر ہے اور جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے''

ایک دوسری آیت میں اس بات کو دوسرے طریقے سے بیان کیا گیا ہے:

{سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ O}

(الحدید 21:57)

''آگے بڑھو! اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف! جس کا ارض آسمان اور زمین کے ارض کی طرح ہے۔ اور جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔''

غور کرنے والی بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو لپکنے بھاگنے اور سبقت لے جانے کا مشورہ دیا ہے اور اس کیلئے وسارعوا اور سابقوا کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

جنت کی مکمل اور حتمی حقیقت، وسعت، اہمیت اور عظمت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کریں تا کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو مکمل استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ جنت کو سمجھ سکیں

البقرہ 25:2؛ آل عمران 15:3، 136، 195، 198؛ النساء 13:4؛ المائدہ 65:5، 119؛ التوبہ 72:9؛ یونس 9:10؛ الرعد 23:13؛ النحل 31:16؛ الکہف 31:18، 107؛ طٰہٰ 76:20؛ الفاطر 33:35؛ البروج 11:85؛ البینہ 8:98۔

قرآن ایک ایسا چراغ ہے جو انسان کو تاریک سفر میں راستہ بھی دکھاتا ہے اور منزل تک بھی پہنچاتا ہے۔

{وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ}

''ایمان والے لوگ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔''

دنیا میں جو بھی لوگ اللہ سے شدید محبت اور عشق کرتے ہیں ان کی زندگی جنت کے کیف وسرور سے روشناس ہوتی ہے۔

نکاح کا سکون

نکاح سنت ہے

مگر

جس نکاح سے انسان کو سکون اور تسکین

نصیب نہ ہو

وہ نکاح نہیں بلکہ ضیاع ہوتا ہے۔

''نکاح کا سکون ؟ انسان کی ضرورت''

اسلام میں نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے یہ دونوں کے لیے فرض بھی! واجب بھی اور سنت بھی ہے ۔ کیونکہ یہ دونوں انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے جس سے ان دونوں کی روحانی اور جسمانی زندگی کی نشو ونما ہوتی ہے اس کے علاوہ اس معاشرے کی بھی نشو ونما ہوتی ہے لیکن جس نکاح میں علم، عقل اور بصیرت شامل نہ ہوتو وہ اکثر عذاب بن جایا کرتا ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز علم کی محتاج ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اللہ نے نہ صرف انسانوں کے بلکہ حیوانات، نباتات اور جمادات کے بھی جوڑے بنائے ہوئے ہیں جیسا کہ قرآن پاک کی سورہ یٰس اور الذّٰریات میں تحریر کیا گیا ہے کہ

{سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُونَ O}

(یٰسن 36:36)

''پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے زمین کی نباتات اور خود انسانوں کے اور ان چیزوں کے جن کو وہ نہیں جانتے۔''

نکاح کا مادہ: ن ک ح

نکاح کے لغوی معنی: عقد اور معاہدہ نکاح کے اصطلاحی معنی : شریعت کے اصولوں کے مطابق نکاح کرنا جس سے میاں بیوی کے ازدواجی اور روحانی تعلقات کی نشو ونما ہو یہ ایک شرعی اور قانونی کام ہے ۔

نکاح کی ضد: سفاح یعنی بے وقوف ، نادان، حماقت وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نباتات ، جمادات اور حیوانات کے جو جوڑے بنائے ہیں اس میں ایک بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے کیونکہ محقق بتاتے ہیں کہ جوڑے بننے ہی کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز کی نشو ونما ہوتی ہے اور اسی سے دنیا کا تمام نظام اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

نکاح کے کئی بنیادی مقاصد ہیں جن کا تعلق انسان کی روحانی اور جسمانی زندگی سے ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جوڑے بنانے اور نکاح کرنے کا مقصد سکون، بہت زیادہ محبت اور رحمت اور نشوو نما حاصل کرنا بھی ہوتا ہے اگر یہ تین مقاصد پورے نہ ہوں تو پھر وہ نکاح نہیں بلکہ سفاح ہوتا ہے جو کہ نکاح کی ضد ہے۔

{وَمِنْ آیَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَکُم مِّنْ أَنفُسِکُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْکُنُوا إِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِیْ ذَلِکَ لَآیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَتَفَکَّرُونَ O} (الروم 21:30)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے تمہاری جنس میں سے ہی تمہارے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان سکون، محبت ، الفت اور رحمت پیدا ہو۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔''

اس آیت کے تین الفاظ پر غور کر کے فیصلہ آپ خود کریں کہ سچ کیا ہے؟

لتسکنو ا یعنی تسکین اور سکون حاصل کرنا مودہ یعنی محبت و الفت یعنی شدید محبت اور رحمۃ رحم اور رحمت

نکاح کی شرائط

1۔ ایجاب وقبول یعنی دونوں کی رضا مندی ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں کی دل اور زبان سے مکمل رضامندی کا ہونا ایک بنیادی شرط ہے اگر زبان اور دل میں سے ایک کی بھی رضامندی شامل نہ ہوتو وہ حقیقی نکاح ہو ہی نہیں سکتا چاہے تین کی بجائے 100 آیات پڑھ لی جائیں ۔ نکاح کی یہ شرط فرض بھی ہے واجب بھی ہے اور سنت بھی ہے ۔ پہلے مرد اپنی رضا مندی کا اظہار کرے گا اور پھر عورت اپنی رضا مندی کا اظہار کرے گی ۔لیکن افسوس کہ ہم قرآن جیسی عظیم کتاب کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے !!

2۔ قرآن کی آیات کا پڑھنا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ سورہ نساء کی آیت نمبر 1 ،آل عمران کی آیت نمبر 2 اور سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 70-71 کا پڑھنا ضروری ہے۔

3۔ حق مہر: یہ نکاح کی تیسری شرط ہے جس میں کوئی رقم اور تحفہ وغیرہ دیا جاتا ہے ۔جس طرح دونوں مطمئن ہوں یہ حق مہر فوراً یا بعد میں دیا جاسکتا ہے۔

4۔ دو گواہوں کا ہونا : ہر نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ پوشیدہ نکاح ہوتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔صرف دو گواہوں کا مطلب ہے کہ نکاح کا اعلان کرنا۔

نکاح کی حقیقت اور اہمیت وہ نہیں ہے جو عام طور پر ہمارے اکثر علماء اور لوگ سمجھتے ہیں حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات کو پڑھیں اور ان پر غور وفکر کریں جس قدر بھی غور وفکر اور تدبر کیا جائے گا اسی قدر حقیقت سمجھ میں آجائے گی کہ ہماری سوچ کیا ہے اور قرآن کیا کہتا ہے۔

البقرہ 2:235، 237؛ النساء :4:6 ، 22، ,24، 25، 128، 129؛ المائدہ 5:5؛ النور 24:33، 60 ، الروم 30:21؛ الاحزاب 33:49؛ الزاریات 51:49؛ القیامہ 75:39۔

''شادی کی حقیقت ؟ قرآن سے رہنمائی''

شادی ہر مرد اور عورت کی فطری، مادی اور روحانی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ خالق کائنات نے تمام حیوانات، جمادات اور نباتات کے ذوج یعنی جوڑے (Spouse) بنائے ہوئے ہیں۔جسکی وجہ سے دونوں اذواج کی ذاتی اور نسلی نشوونما ہوتی ہے اگر یہ سلسلہ نہ ہو تو پھر دنیا کی تمام حیوانات اور جمادات بشمول انسان کی پرورش نہیں ہوسکتی۔

تمام مخلوقات میں سے انسان ہی سب سے اعلیٰ مخلوق ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور علم سے نوازا ہوا ہے لیکن جب انسان کی عقل اور علم کی حدود ختم ہوتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ وحی یعنی الہامی کتابوں کے ذریعے انسان کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ انسان دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔

شادی کا اول مقصد سکینیت یعنی سکون اور دوسرا مقصد اولاد اور نسل کا بڑھانا ہوتا ہے اکثر رسولوں نے کئی کئی شادیاں کیں ۔لیکن مغرب والوں نے ایک شادی یعنی Monogamy کو حلال یعنی جائز اور زیادہ شادیاں یعنی Polygamy کو ناجائز حرام قرار دیا ہے جو کہ بائبل اور قرآن کے مطابق سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔دلیل یہ ہے کہ مغرب والے دوسری شادی کی اجازت تو نہیں دیتے لیکن شادی کے بغیر پوشیدہ تعلقات قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں جو ظلم ہے میرے ذاتی سروے کے مطابق غیر شادی شدہ لڑکے اور لڑکیاں 40 سال کی عمر تک 300 سے لے کر 400 مختلف لوگوں سے پوشیدہ تعلقات قائم کر چکے ہوتے ہیں جسکی وجہ سے وہاں پر نئی نئی نفسیاتی اور جسمانی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں۔

آخری الہامی کتاب قرآن مجید انسان کو چار شادیوں تک کی اجازت دیتا ہے جو کہ دونوں اذواج کے لیے ان کے حالات کے مطابق باعث سکون اور مفید ہے ۔کیونکہ یہ نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں سے بچاؤ بھی ہے۔اذواج یعنی مرد اور عورت کی فطری ضرورت کی کمی بیشی، بیماری اور مخصوص حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کی اجازت دی گئی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ تمام بنی اسرائیل کے رسولوں اور آخری رسول نبی پاک نے کئی ایک شادیاں کیں تاکہ دنیا کے انسانوں کے لیے آسانیاں پیدا ہوں لیکن مغرب والوں یعنی یورپ والوں نے ایک سے زیادہ شادیوں پر پابندی لگا کر فطرت کے قانون اور خالق کائنات کے قانون کو جھٹلایا ہے جسکی وجہ سے اُن کا معاشرہ خوشحالی کے باوجود مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہے۔

''مُتعہ کی حقیقت ؟ وقت کا تقاضا''

لغوی معنی: فائدہ اٹھانا، فائدہ پہنچانا، کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا یا فائدہ لینا یا دینا متع کا مادہ: م ت ع

اصطلاحی معنی: اس لفظ کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ایک انسان اپنے جسم، علم، نفس اور جنس سے دوسرے کو فائدہ دے یا خود حاصل کرنے کے لئے عارضی نکاح یعنی متع کرتا ہے۔ اس کے لیے دونوں کی رضامندی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ عربوں کی ایک رسم تھی کہ ایک انسان اپنی ضرورت اور دوسرا انسان اپنی مجبوری کے پیشِ نظر رکھتے ہوئے متعہ کرتے تھے۔ فتح خیبر سے پہلے گدھے کا گوشت اور متعہ دونوں حلال یعنی جائز تھے لیکن خیبر کی فتح کے بعد ان دونوں کو حرام قرار دے دیا گیا۔

متعہ کی ضد ضرر ہے: یعنی نقصان دینا یا لینا۔ کسی کو تکلیف دینا یا خود برداشت کرنا

دنیا کے کچھ لوگ متع کو حلال یعنی جائز سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ناجائز یعنی حرام سمجھتے ہیں دونوں مکتبہ فکر کے پاس اپنے اپنے دلائل موجود ہیں لیکن جن لوگوں کی زیادہ گہری تحقیق ہے وہ متع کو جائز سمجھتے ہیں کیونکہ مجبوری اور بنیادی حقوق کے لئے کئی ایک حرام چیزیں حلال یعنی جائز ہوجاتی ہیں۔ جس طرح کہ مجبوری میں مردہ گھوڑے کا گوشت انسان پر حلال ہوجاتا ہے۔

نکاح

نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں دونوں ایک دوسرے سے جسمانی، نفسیاتی اور جنسی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے سکون اور اولاد حاصل کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک کا حکم ہے لیکن اس معاہدے یعنی نکاح کی بنیادی شرط یہ ہے کہ دونوں کی رضامندی اور پسند شامل ہو لیکن اگر دونوں کی رضا مندی زندگی کے کسی موقع پر یا شادی کے بعد بھی شامل نہ ہو تو وہ زنا ہوتا ہے کیونکہ اسلام میں مرد کو عورت کا زبردستی وارث بننے کا حق نہیں دیتا چاہے کتنی ہی آیات کیوں نہ پڑھ لی جائیں اور کتنے ہی ولیمے، مہندیاں اور رسم و رواج کیوں نہ کر لی جائیں۔

یاد رہے کہ خاموشی، مجبوری اور زبردستی کا نکاح حرام یعنی ناجائز ہوتا ہے یہی وجہ ہے علمی اور ترقی یافتہ معاشروں میں رضامندی کے بغیر نکاح کرنے سے یا نکاح کے باوجود عورت سے کسی قسم کی زبردستی کرنے سے عدالت میں مقدمہ بھی چلتا ہے اور سزا بھی ہوتی ہے۔

خیال رہے کہ نکاح ہو یا مُتعہ دونوں کے لیے طرفین کی رضا مندی بہت ہی ضروری ہے ورنہ یہ دونوں ناجائز ہیں اس بات کو دنیا کی تمام ترقی یافتہ اقوام اور معاشروں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر دونوں کی رضامندی نکاح اور متع میں شامل نہ ہوں تو یہ دونوں نہ صرف حرام ہیں بلکہ یہ ایک ظلم اور جہالت کی نشانی ہے۔ ایک حقیقت یہ ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے کئی ایک ممالک میں 50 فیصد سے لے کر 70 فیصد تک نکاح ناجائز ہوتے ہیں کیونکہ غربت اور معاشرتی مجبوریوں کی وجہ سے اکثر لڑکیاں اپنی زبان نہیں کھول سکتیں کیونکہ اُن کے والدین اور خاندان کا اس قدر دباؤ ہوتا ہے کہ وہ

اپنے مرضی اور رضا مند نہ ہونے کے باوجود اس جگہ شادی کرنے پر مجبور ہوتی ہیں جہاں اُن کی مرضی نہیں ہوتی اور یہ نکاح کا ظلم برداشت کرتے کرتے اپنی زندگی گزار دیتی ہیں اور بچے بھی پیدا کرتی جاتی ہے۔

نکاح کی بنیادی شرط رضامندی ہے اگر نکاح میں رضامندی نہ ہوتو وہ سفاح ہوتا ہے جو کہ نکاح کی ضد ہے اور ہر چیز کی حقیقت کو پہچاننے کے لیے اس کی ضد کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔نکاح ہونے کے بعد بھی اگر دونوں کی مرضی کسی موقع پر شامل نہ ہوتو وہ نکاح بھی سفاح کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یورپ کے اکثر ممالک نے نکاح کے بعد بھی زبردستی کرنے والے انسان کو مجرم قرار دیا ہے اور عدالتوں میں اس کو سزا بھی دی جاتی ہے۔

ایک تلخ حقیقت

ایک تلخ اور کڑوی حقیقت یہ ہے کہ تقریباً ایک ہزار سال سے مسلمانوں نے اپنے اوپر اجتہاد کے دروازے بند کیے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آج کل کے جدید زمانے میں بے شمار مسائل اور جرائم نکاح اور متعہ کی آڑ میں پیدا ہو چکے ہیں۔

قرآن کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کریں۔ملکیت ہمیشہ تین قسم کی ہوتی ہے۔خرید کی گئی۔گفٹ دی گئی یا لی گئی، یا ویسے ہی کوئی کسی کو کوئی چیز دے دی جائے۔

{الا ماملکت ایمانکم}

''بے شک جو تمہاری ملکیت میں ہوں''

{فمن ماملکت ایمانکم}

''پھر جو تمہاری ملکیت میں ہوں''

{او ماملکت ایمانکم}

''یا جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔''

خیال رہے کہ ملکیت جاندار اور بے جان دونوں چیزوں کی ہوتی ہے۔

انسان کا آخری فیصلہ

انسان کو اپنا آخری فیصلہ ہمیشہ اپنے مشاہدات، تجربات، ضمیر، شعور، تحت الشعور کے مطابق کرنا چاہیے۔کیونکہ ہر انسان کا امتحان اللہ تعالیٰ نے اس کی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق لینا ہے۔جو انسان اپنے علم اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے فیصلے نہیں کرتا وہ بہرہ، گونگا اور اندھا ہوتا ہے جب کہ قرآن پاک میں انسان کو بے شمار آیات میں بہرہ، گونگا اور اندھا رہنے سے منع کیا ہے۔

انسان کو کسی مسئلے پر 10 کتابیں اور 10 علماء کی تقاریر سننے کے بعد بھی آخری فیصلہ ہمیشہ اپنے شعور، ضمیر اور الہام کی فیصلے پر کرنا چاہیے ورنہ انسان خاک میں مل کر ذلیل وخوار ہوجاتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا O فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا O قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا O وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا} (الشّمس 91:7-10)

''قسم ہے انسان کے نفس کی اور جیسا کہ اس کا بہترین توازن بنایا گیا پھر اس کو الہامی کر دی گئی

نیکی اور بدی!

یقیناوہ فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو بنایا اور سنوارا!

اور یقیناوہ ناکام ہوگیا جس نے نفس کو خاک میں ملا دیا''

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو یعنی انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے الہام کی پیروی کرے جب کہ الہام انسان کی چھٹی حس، بصیرت اور Six sense کو کہتے ہیں۔

پاکستان میں 99 فیصد طلاقیں ذاتی اور معاشرتی ضروریات

اور علماء حضرات کی سمجھ کے مطابق ہوتی ہیں

قرآن مجید کی تحقیق کے مطابق نہیں!

عمل کے بغیر علم ایک مردہ گھوڑے کی طرح ہوتا ہے

کیونکہ خالی علم سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اس لیے کسی نے سچ کہا ہے کہ

حقیقت میں ہر انسان کا علم وہی ہوتا ہے جس پر وہ عمل کرتا ہے۔

ڈاکٹر سید فیض الحسن

''طلاق کی غلط فہمیاں ؟ مجبوری کی نشانیاں''

طلاق قرآن کا لفظ ہے جس کا عام مطلب یہ ہوتا ہے کہ زوج یعنی میاں بیوی کا علیٰحدگی اختیار کر لینا یعنی الگ الگ ہوجانا اللہ نے ہمیں قرآن میں طلاق کا ایک مکمل طریقہ سلیقہ اور اصول بتا دیا ہے مگر افسوس کے ہم قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے خود ہی فیصلے کرتے ہیں اور سنی سنائی باتوں پر عمل کرتے ہیں جو کہ کم علمی اور جہالت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔

اسلام میں طلاق کو نا پسند کیا گیا ہے جب تک کوئی خاص مجبوری اور خاص وجہ نہ ہو اس وقت تک طلاق دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ غصے، ضد بازی اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ صبر وتحمل اور اللہ کی رضا کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔

مادہ: ط ل ق

لغوی معنی: الگ الگ ہونا یا کرنا، علیٰحدگی اختیار کرنا، چھوڑ دینا

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات اور شریعت کے مطابق میاں بیوی کا الگ الگ ہونا۔

ضد: نکاح

خیال رہے کہ طلاق دینے سے پہلے تین کام کرنے زوجین یعنی میاں بیوی کے لیے بہت ضروری ہوتے ہیں

1۔ طلاق کی وجہ کو افہام وتفہیم سے یعنی ایک دوسرے کو سمجھانے سے دور کیا جائے

2۔ اگر مسئلہ حل نہ ہو تو پھر اپنا بستر الگ کر لینا چاہیے

3۔ پھر بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر اخلاقی دباؤ ڈالنا چاہیے۔ غصے سے کام لینا، ہلکا پھلکا مارنا یعنی تھپڑ وغیرہ طلاق کی دھمکی دینا وغیرہ وغیرہ۔

اگر مندرجہ بالا تین طریقوں کے بعد بھی ناکامی ہوجائے تو پھر طلاق دی جاتی ہے لیکن خیال رہے کہ شریعت اور قرآن کے مطابق طلاق دینے کے تین مندرجہ ذیل مراحل ہوتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے۔

طلاق کا پہلا مرحلہ

{يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا O} (الطلاق 1:65)

''اے نبی جب تم لوگ بیویوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں دو اور عدت کو گنتے رہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جو تمہارا رب ہے عدت کے دوران ان کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں سوائے ایسی

صورت میں جب وہ کھلی بے حیائی کریں یہ اللہ کی حدیں یعنی قوانین ہیں جو اللہ کے قوانین سے آگے بڑھے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا تم نہیں جانتے شاید اللہ طلاق کے بعد کوئی موافقت کی صورت پیدا کردے۔''

اللہ نے انسان اور انسانیت کے حقوق کا خیال رکھنے کے لیے طلاق کے مضمون کو ایک دوسرے انداز میں بیان کیا ہے تا کہ کسی انسان کی حق تلفی نہ ہو اور یہ ناپسندیدہ کام بھی ایک اچھے طریقے سے مکمل ہو سکے۔ مندرجہ ذیل آیت پر ذرا غور کریں:

{أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىO} (الطلاق 6:65)

''جس عورت کو طلاق دینی ہو یعنی مطلقہ عورت کو اس جگہ رکھو جہاں تم خود رہتے ہو یعنی جیسی جگہ تم کو میسر ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے مت ستاؤ اور تم ان کے تمام خرچ کے ذمہ دار ہو مگر عدت کے دوران اگر عورت حاملہ ہو تو پھر بچے کی پیدائش کے دو سال بعد تک طلاق ممکن نہیں ہوتی کیونکہ بچے کے فطری دودھ پینے کا یہ تقاضا ہے کہ طلاق نہ ہو۔''

طلاق کا دوسرا مرحلہ

قاضی یعنی منصف کا مقرر کرنا میاں بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ باہمی رضامندی سے اپنا مشترکہ قاضی کو مقرر کریں یا اپنا الگ الگ قاضی مقرر کریں تا کہ مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے البقرہ آیت نمبر 228 کے مطابق میاں بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ عدت کی مدت کے دوران وہ آپس میں صلح کر لیں اور اصلاح کر کے راضی ہو جائیں۔

طلاق کا تیسرا مرحلہ:

عدت پوری ہونے کے بعد بھی اگر عملو الصالحات یعنی اصلاح اور صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکے تو پھر طلاق دے دی جائے۔ جیسا کہ اس حقیقت کو مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ کہ کس طرح طلاق دی جائے:

{فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاًO} (الطلاق 2:65)

''جب عدت پوری ہو جائے تو پھر اس عورت کو یا تو معروف طریقے سے رکھ لو یا پھر چھوڑ دو دونوں صورتوں میں مسلمانوں میں سے دو معتبر گواہوں کا اور قاضی کا ہونا ضروری ہے۔ اے لوگو! تم اللہ کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا، یہ باتیں اس شخص کو سمجھائی جا رہی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے راہ نکالے گا۔''

مندرجہ بالا طریقے سے جو طلاق دی جاتی ہے وہ ایک مکمل طلاق ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس طریقے سے تین یا چار یا پانچ طلاقیں ہو جائیں۔ خیال رہے کہ ایک وقت میں ایک طریقہ کار سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے کیونکہ طلاق

والی آیات کے الفاظ پر تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرّتین کا مطلب دو دفعہ ہوتا ہے اور ایک دفعہ یا دوسری دفعہ کی مدت میں لامحدود فاصلہ ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کی شروع کی آیات میں اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔

''قرآن اور حلالہ ؟ انسان کی غلط فہمی''

حلالہ مکمل طور پر فقہ کا ایک ایسا لفظ ہے جس کا قرآن پاک میں کوئی بھی نام ونشان اور ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی یہ لفظ کسی بھی جگہ استعمال ہوا ہے۔۔۔حیرانگی کی بات یہ ہے کہ حلالہ کا لفظ اور خیال صرف فقہ حنفی میں پایا جاتا ہے اور اس لفظ کو صرف اسی فقہ میں استعمال کیا گیا ہے جبکہ فقہ مالکی، فقہ حنبلی اور فقہ شافعی میں اس لفظ کا کوئی بھی ذکر نہیں ہے ان تینوں فقہا نے حلالہ کی سخت مخالف کی ہے۔

حلالہ کے متعلق مختلف احادیث کے حوالے دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے کئی قسم کی غلط فہمیاں صدیوں سے آرہی ہے حقیقت یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں حلالہ کی حمایت اور مخالفت یعنی دونوں قسم کی مختلف احادیث موجود ہیں جس کی وجہ سے ہر کوئی اپنی پسندیدہ حدیث کی پیروی کرتا ہے حلالہ فقہ کا ایک ایسا لفظ ہے جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں کئی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں کیونکہ ہم لوگ کئی صدیوں سے اندھا دھند اپنے بزرگوں اور علماء کی پیروی کرتے آرہے ہیں۔

قرآن میں صرف حِلٌّ اور حلالٌ کے لفظ ملتے ہیں جن کا مطلب حلال یعنی جائز ہوتا ہے اور ان دونوں لفظوں کا مادہ ح ل ل ہے۔

لیکن شریعت اور طریقت سے حلالہ کا ذرہ بھی اور کسی بھی قسم کا تعلق ثابت نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید میں اس کا کوئی نہ کوئی ذکر یا اشارہ مل جاتا۔۔۔۔خیال رہے کہ حلالہ کا تعلق صرف اور صرف فقہ حنفی سے ہے جبکہ فقہ کے معنی۔سمجھ اور سمجھنے سے ہوتا ہے۔فقہ حنفی کا تعلق حضرت امام ابوحنیفہ کی ذاتی فقہ یعنی ذاتی سمجھ بوجھ سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''افلاتعقلون'' اور ''افلا یعقلون'' کہہ کر تمام دنیا کے انسانوں کو اپنی عقل اور سمجھ بوجھ کو استعمال کرنے کی دعوت دی ہے۔

اب یہ انسان کی سوچ ہے کہ وہ اپنی عقل اور سوچ اور سمجھ کو استعمال کرتا ہے یا کہ آنکھیں بند کر کے اپنے اپنے امام اور علماء اکرام کی باتوں کی باتوں پر یقین کرتا ہے یا خود قرآن مجید کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بے شمار مرتبہ اپنی عقل، سمجھ، سوچ اور بصیرت کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

''غور وفکر اور فقہ کی باتیں ؟ اللہ تعالیٰ کی اجازت''

1۔ صرف اور صرف فقہ حنفی میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک وقت میں تین طلاق دینے سے ایک طلاق مکمل ہوجاتی ہے جو کہ نا قابل واپسی اور نا قابل رجوع ہوتی ہے خیال رہے کہ فقہ شافعی، فقہ حنبلی، فقہ جعفری اور فقہا اہل حدیث کے مطابق ایک ہی وقت میں دو، تین، چار یا کئی بار طلاق دینے سے ایک ہی طلاق مکمل ہوتی ہے جو کہ قرآن کے مطابق اور شریعت کے مطابق ہوتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ طلاق آیات نمبر البقرہ 228:2؛ سورہ طلاق آیت نمبر 1، 2 اور 6 کے مطابق ہو۔

2۔ حلالہ کے بارے میں قرآن میں کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کوئی لفظ ملتا ہے جس کی روشنی میں جائز قرار دیا جاسکتا ہے لیکن متعہ کا ذکر ہے لیکن فائدہ اٹھانے کے معنوں میں !

3۔ اگر احادیث کی مختلف کتابوں کا مختلف جائزہ لیا جائے تو پھر ہمیں حلالہ کی حمایت اور مخالفت میں یعنی دونوں قسم کی کئی حدیثیں ملتی ہیں۔ بخاری : کتاب النکاح حدیث نمبر 116 اور 103 کی روشنی میں پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ حلالہ کی ہرگز ضرورت نہیں۔

4۔ البقرہ کی آیت نمبر 227 اور آل عمران کی ہدایت کے مطابق طلاق ہمیشہ مشورے اور مشاورت کے بعد ہوتی ہے یعنی پہلے مشورہ کرنا ضروری ہے پھر عزم کرنا ضروری ہوتا ہے اگر ہم ان دونوں آیات پر غور وفکر کریں تو پھر ہمیں یہ حقیقت مکمل طور پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ ہمیں اپنے تمام زندگی کے کام کرنے سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے اور اس کے بعد اس کام کو کرنے کا عزم یعنی مکمل ارادہ کرنا چاہیے۔

5۔ النساء آیت نمبر 3 کے احکام کے مطابق یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسری شادی کے لیے بیوی سے اجازت لی جائے اگر بیوی سے اجازت لینے کی اجازت ہوتی تو ہمیں کوئی چھوٹا موٹا لفظ یا اشارہ ضرور مل جاتا۔

\# خیال رہے کہ پاکستان کے مفکرین اور قانون کے مطابق دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے جو کہ مروجہ اسلام کی ایک ضرورت ہے۔

خیال رہے کہ ہر انسان کو اپنی زندگی کے ضروری فیصلے غور وفکر اور تدبر کے بعد اپنے الہام یعنی چھٹی حس کے مطابق کرنے چاہئیں۔ لیکن بہرہ، گونگا اور اندھا بننے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ ہمیشہ اپنی بصیرت کو استعمال کرو اور اس کے مطابق اپنے فیصلے کیا کرو۔

امام کی حقیقت

دنیا میں کئی قسم کے امام یعنی رہنما ہوتے ہیں
لیکن
قرآن مجید انسان کے لیے امام اعظم کا درجہ رکھتا ہے۔

{وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ O}

(المنافقون 10:63)

"اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اُس میں سے اُس وقت سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو اُس وقت وہ کہنے لگے اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سے مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر دیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہوجاتا۔"

''امام کی حقیقت ؟ انسان کی ضرورت''

امام قرآن کا ایک ایسا لفظ ہے جس کو ہمارے معاشرے میں بہت کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے اور اس لفظ کو قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا ہے اور یہ ہمارے ملک میں بھی بہت کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اکثر پاکستان کی تمام مساجد میں امام حضرات ہی اپنے اقامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں تاکہ معاشرے کے لوگ اسلام یعنی سلامتی اور امن والی زندگی گزار سکیں جس طرح اور جس معیار کے امام ہوتے ہیں اس طرح کے اثرات وہاں کے معاشرے اور ملک کے لوگوں پر پڑتے ہیں۔ کیونکہ ایک امام اور رہنما ہی عوام کی رہنمائی کرکے اُن کو ترقی یا تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اس لفظ کو کس کس جگہ پر کن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

امام کا مادہ: ء م م

لغوی اور لفظی معنی: رہنما، لیڈر، امام، سردار، پیشوا، نمونہ۔

اصطلاحی معنی: قرآن کے احکام وقوانین کے مطابق رہنمائی کرنا

سیاسی اصطلاح میں امام کے معنی خلیفہ کے ہوتے ہیں

فقہ کی اصطلاح میں امام کے معنی امام ہی ہوتے ہیں

اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اللہ نے اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کو مختلف اقوام کا امام بنادیا ہے جو اپنے اپنے وقت میں لوگوں کی امامت کرتے رہے اور لوگ اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے رہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ نے تحریر کرکے ہمیں بتادیا ہے کہ کتاب بھی کسی قوم کی امام ہوتی ہے۔

{وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً} (الاحقاف 12:46)

''اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی امام یعنی رہنما اور رحمت بن کر آچکی ہے''

اسی طرح سورہ ھود 17:11 میں بھی لکھا ہے کہ ''اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب امام اور رحمت تھی۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام دنیا کے تمام لوگوں کے امام ہیں یعنی پیشوا اور رہنما ہیں ۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کہہ رہا ہے اور جو اللہ کہہ رہا ہے وہ قرآن میں لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے اور ٹھوس ثبوت ہے۔ لیکن پھر بھی اگر دوسرے رسولوں کے پیروکار اس بات کو تسلیم نہ کریں تو اس کا کیا علاج! کیونکہ قرآن سے بڑی دلیل اور حجت

کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ہوسکتی ہے۔

سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو یہ بات بتادی ہے:

{وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ O}(البقرہ 124:2)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے اُن پر عمل کر دکھایا اس پر اللہ نے فرمایا ''میں تم کو سب لوگوں کا امام یعنی پیشوا بناؤں گا'' ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''کیا میری اولاد کو بھی؟'' اللہ نے جواب دیا میرا یہ وعدہ اُن کے بارے میں نہیں جو ظالم ہوں گے۔''

قرآن میں کئی ایک مقامات پر قیامت کا ذکر کیا گیا ہے جہاں مختلف انداز میں انسان کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ وہ ہدایت حاصل کر کے اپنی آخرت کو کامیاب بنا سکے۔ بنی اسرائیل میں دیکھیں کہ اللہ ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔

{يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ}(بنی اسرائیل 71:17)

''اس دن لوگوں کو ان کے امام یعنی پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا۔''

سورہ فرقان کی آیت نمبر 73 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لئے ایک بڑی زبردست بات کو بیان کر دیا ہے اور پوری دنیا کے لوگوں کو نصیحت اور تاکید کی ہے کہ'' وہ میری آیات پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں گرتے'' کیونکہ اندھا اور بہرہ بن کر انسان دنیا کا کوئی بھی علم حاصل نہیں کر سکتا تو پھر قرآن کا علم کیسے حاصل کرے گا۔ لیکن پھر بھی ہم بغیر سوچے سمجھے پڑھتے ہیں اور صرف ثواب جمع کرنے کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں اور اسی طرح زندگی گزار کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال نے شوق کو صلوٰۃ یعنی نماز کا امام قرار دیا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ شوق کے ساتھ اگر نماز پڑھی جائے تو انسان کا مقام بہت بلند ہو جاتا ہے ہر انسان کی صلوٰۃ اور شوق کا اندازہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کر سکتی ہے جو نفسیات کی تمام نشیب و فراز کو جانتی ہے۔

شوق اگر تیرا نہ ہو، میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تصریفِ آیات: البقرہ 124:2؛ ھود 17:11؛ الحجر 79:15؛ بنی اسرائیل 71:17؛ الفرقان 74:25؛ یٰسین 12:36؛ الاحقاف 12:46۔

اعمال صالحہ

یہ انسان کے وہ نیک اعمال ہوتے ہیں
جن میں انسان کو اپنی ذاتی اصلاح
اور
دوسروں سے صلح کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ

قرآن میں ایمان کے ساتھ 95 فیصد
عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ کرنے کا حکم ہے
تاکہ
انسان اصلاح اور صلح والے اعمال کرے
لہٰذا
دنیا میں بھی یہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔

''عملو الصّٰلحٰت ؟ کامیابی کی نشانی''

یہ قرآن پاک کی ایک مشہور اصطلاح ہے یعنی ایک ایسا بنیادی لفظ ہے جس کو اللہ نے بے شمار مقامات پر استعمال کیا ہے یہ لفظ 60 سال کی عمر کے بعد سمجھ آیا ہے اور چاہتا ہوں کہ دوسروں کو بتاؤں تا کہ اگر کوئی میری غلطی ہو تو اس کی اصلاح ہو سکے۔

قرآن کے احکامات اور ہدایات کو سمجھنے کا شوق رکھنا بھی ایک بڑی بات ہے لیکن مجھے مکمل یقین ہے کہ اگر کوئی انسان صرف اس ایک لفظ عَمِلُوا الصّٰلِحٰت کو سمجھ جائے اور پھر اس پر عمل بھی کرے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کے مسائل 50 فیصد کم نہ ہوں۔

یہ لفظ سورہ محمد ، سورہ والتین اور سورہ محمد کی آیت نمبر 2 کے علاوہ تقریباً 50 مرتبہ مختلف آیات میں استعمال ہوا ہے۔

قرآن کی یہ اصطلاح دولفظوں کا مجموعہ ہے۔عمل اور اصلاح لیکن عمل کی جمع عَمِلُوا اور اصلاح کی جمع الصّٰلحٰت ہے۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰت ایسے سب کام جن میں اصلاح اور صلح کے ذریعے اپنا اور دوسروں کا فائدہ ہوتا ہو اس کو عَمِلُوا الصّٰلِحٰت کہتے ہیں۔

عمل اس کام کو کہتے ہیں جس کام میں انسان کا ارادہ شامل ہو اور فعل اس کو کہتے ہیں جس میں انسان کا ارادہ شامل نہ ہو یعنی غیر ارادی کام کو فعل کہتے ہیں۔

مصالحین : اپنی اصلاح اور صلح کرنے والے لوگ۔صلاحتوں والے اور فائدہ پہنچانے والے لوگ، نیک لوگ
مصلحین : جن لوگوں میں اصلاح اور صلح والی خصوصیات یعنی خوبیاں موجود ہوں اُن کو مصلحین کہتے ہیں۔

خیال رکھیں کہ قرآن کی کئی ایک آیات میں دنیا کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو آیات اَلَّذِیْنَ یا وَالَّذِیْنَ سے شروع ہوتی ہیں اُن میں دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے بات کو بیان کیا گیا ہے یہ تو ہر انسان کی ذاتی سوچ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کو یا اہل سنت، دیوبندی، اہل حدیث، دیوبندی،شیعہ حضرات یا اور کسی فرقے کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن عربی لفظ بتاتے ہیں اور بولتے ہیں کہ صرف ایمان والوں یعنی ماننے والوں اور یقین کرنے والے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

{اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ O} (الرعد 29:13)

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے عَمِلُوا الصّٰلِحٰت یعنی اصلاح والے کام اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے والے نیک کام کیے وہی خوش نصیب ہیں اور آخرت میں اُن ہی لوگوں کا اچھا ٹھکانہ ہے''

اللہ کی کتاب میں یعنی اللہ کے حکم، فرض اور قانون میں بہت بڑی طاقت ہے لیکن اس طاقت کو وہی لوگ

حاصل کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنی تمام کتابوں یعنی توریت، زبور، انجیل اور قرآن میں عمل پر بہت زور دیا ہے اور انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ عمل کرے۔ آپ ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں۔

{وَالَّذِيْنَ يُمَسَّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ O}

(الاعراف 170:7)

''اور جو بھی لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرتے ہیں یقیناً ہم اُن لوگوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔''

یاد رکھیں کہ عربی کے لفظ کتاب کے چار معنی ہیں

1۔ کاغذوں کی جلد میں بنی ہوئی کتاب۔ 2۔ تحریر۔ 3۔ فرض۔ 4۔ قانون اور حکم

کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے احکامات و ہدایات پر عمل کرنا کیونکہ دنیا میں علم کا نتیجہ عمل سے ہی نکلتا ہے۔ موجودہ تمام جدید ترقی علم پر عمل کرنے سے ہوتی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

خیال رکھیں کہ اصلاح اور صلح کا انسان کی زندگی کے ساتھ بہت گہرا اور مفید تعلق ہوتا ہے۔ ان الفاظ کو خالق کائنات نے بے شمار مقامات پر استعمال کیا ہے اور مختلف انداز سے بیان کیا ہے تاکہ ہر قسم اور ہر معیار کا انسان سمجھ سکے۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 160 سورہ فرقان کی آیت نمبر 70 اور 71 میں اللہ نے تو یہ اصلاح اور صلح کے الفاظ کو اکٹھے استعمال کر کے انسان کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اس میں خیر اور بہتری ہے۔

مگر جس کسی نے بھی توبہ کی، ایمان لایا اور پھر نیک کام کیے تو اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔..... القرآن

قرآن کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 128 میں اللہ نے ایک لفظ کو استعمال کر کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور یہ لفظ ہے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ''اور صلح میں ہمیشہ خیر ہوتی ہے''۔

وَالصُّلْحُ مادہ ص ل ح لغوی معنی: اصلاح کرنا، صلح کرنا

خَيْرٌ مادہ خ ی ر لغوی معنی بہتر کرنا، فائدہ پہنچانا

جدید زمانے کے جتنے بھی علم والے انسان ہیں اور جتنے بھی تعلیم یافتہ ممالک ہیں وہ اپنے تمام سیاسی، معاشرتی اور کاروباری تعلقات کو ہمیشہ بات چیت ہی کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ ایک تحقیق شدہ بات ہے کہ بات چیت کے دوران وہ ہمیشہ اپنی اصلاح اور دوسروں سے صلح رکھنے کی حکمت پر عمل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے پروجیکٹ کے اوپر سیمنار، کانفرنس، سمپوزیم، ورکشاپ اور میٹنگ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں پارٹیاں اصلاح اور صلح کی بنیاد پر ہی اپنے تمام کام کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کے لئے ان ہی دو قوانین کا خیال رکھا جاتا ہے اور جو انسان یا ملک اس کا خیال نہیں رکھتا ان کو غیر مہذب کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ امریکہ اور یورپ والوں نے جتنی بھی ترقی کی ہے اس میں اُن کی اصلاح اور صلح والے ماحول کا بہت اثر ہے۔

خیال رہے کہ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہوتا ہے یعنی وہ عمل جس میں انسان کی اصلاح اور صلح موجود ہو ایسے تمام کام عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں ہی آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ تحریر کر دیا ہے کہ تمام انسانوں کے درجے اعمال کی بنیاد پر ہی ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی! اس بات کو اللہ نے اپنی کتاب میں ایک دو تین جگہ پر تحریر نہیں کیا بلکہ کئی ایک آیات میں تحریر کر دیا ہے حالانکہ ایک جگہ پر بھی کافی ہوسکتا تھا۔

{وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ O} (الاحقاف:19:46)

''تمام لوگوں کے اعمال کے مطابق اُن کے درجے ہونگے تا کہ اللہ سب کو اُن کے اعمال کا بدلہ دے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔''

اس مضمون میں عَمِلُوا الصّٰلِحٰت کی اصطلاح سمجھ آجانی چاہیے اگر کسی کو سمجھ نہیں آسکی تو پھر تکلیف کر کے مندرجہ ذیل آیات کا جائزہ لیں۔

آلِ عمران 89:3؛ النساء 35:4، 114، 128، 146؛ الاعراف 35:7، 56، 85، 170؛ الانفال 1:8؛ التوبہ 20:9، 117-118؛ ھود 117:11، الرعد 23:13، 28؛ النحل 119:16؛ النور 5:24؛ المومن 8:46؛ الشوریٰ 40:42، الاحقاف 15:46؛ محمد 47:2؛ الحجرات 9:49-10؛ المنافقون 10:63۔

ہر انسان کے اعمال کی بنیاد ہمیشہ اُس
کے جذبات اور احساسات پر تعمیر ہوتی ہے۔
دنیا کی جو بھی قوم یعنی انسان یا ملک اپنی اصلاح نہیں کرتا وہ
ہمیشہ آہستہ آہستہ کمزور ہو کر تباہی کا شکار ہو جاتا ہے
کیونکہ
تقدیر کے قاضی کا، یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا، مرگِ مفاجات

علامہ اقبالؒ

جرمِ ضعیفی: کمزوری ایک جرم ہے۔ مرگِ مفاجات: اچانک موت

تقویٰ کا قانون

اللہ کی ہدایات، احکامات، کلمات

اور

قوانین کو تقویٰ کہتے ہیں

''تقویٰ کا قانون ؟ ایک عظیم قانون''

تقویٰ قرآن پاک کی ایک بہت ہی ضروری اصطلاح ہے کیونکہ اس اصطلاح کو اللہ نے بے شمار مرتبہ استعمال کیا ہے تا کہ کسی نہ کسی طریقے سے انسان کی سمجھ میں زندگی کی وہ حقیقت آجائے جس کی مدد سے وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

تقویٰ اس قدر زبردست اور معنی خیز لفظ ہے کہ اگر انسان صرف اسی لفظ کی پیروی کرے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ زندگی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس لفظ میں وہ وسعت و بلاغت ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اس اصلاح کو کئی مرتبہ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے تا کہ معمولی صلاحیت اور اعلیٰ صلاحیت والا انسان بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھا سکے۔ اب ہم قرآن کی مختلف آیات کے ذریعے اس بنیادی لفظ یعنی اصطلاح کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تقویٰ کا مادہ: ق و ی تقویٰ

تقویٰ کے لغوی معنی: ڈر، ڈرنا، بچنا، بچانا، پرہیز گاری اور خواہش کو پیدا کر کے اللہ کے احکامات وقوانین کی پابندی کرنا

تقویٰ کے اصطلاحی معنی: اللہ کی ہدایت اور احکامات کی اس طرح پابندی کرنا جس طرح قرآن میں تحریر ہے۔

لغوی تشریح: جب قرآن نازل ہوا تو اس زمانے میں عرب کے لوگ گھوڑوں کے پاؤں میں نعل لگوایا کرتے تھے تا کہ وہ مختلف قسم کی زمین اور سڑک پر بھی چل سکیں جس سے گھوڑا متقی ہو جاتا تھا۔ لہٰذا اسی طرح اگر انسان گھوڑے کی طرح تقویٰ یعنی اللہ کی ہدایات، احکامات وقوانین کا پابند ہو جائے تو پھر زندگی کے ہر میدان میں بے خوف و خطر بھاگ دوڑ کر سکتا ہے۔

سورہ الشمس کی آیت نمبر 8 میں تقویٰ اور اس کی ضد فجور کو ایک ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

تقویٰ کی ضد: فجور، اللہ کے احکامات اور ہدایات سے منہ موڑنا، پروا نہ کرنا، مخالفت کرنا

{فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا O} (الشمس 8:91)

''پھر ہم نے اُس کو فجور اور تقویٰ کا الہام کر دیا۔''

یعنی نیکی اور بدی کے راستے دکھا دیے

خیال رکھیں کہ تقویٰ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر بڑے سے بڑے کام کے لئے ہوتا ہے اور ضروری ہے۔ کھانا تیار کرنے سے لے کر ہوائی جہاز تیار کرنے تک آپ کو تقویٰ یعنی اللہ کی ہدایت کا ڈر، پرہیز گاری اور اللہ کی ہدایات اور احکامات یعنی قوانینِ فطرت پر عمل کرنے کی ضرورت پڑے گی جس قدر بھی آپ ان قوانین کی پیروی کریں گے اسی قدر آپ کو کامیابی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سائنسدان انسان کی خوراک، صحت اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں ترقی کرنے کے لئے صبح و شام تحقیق یعنی ریسرچ کر کے اللہ کے نئے نئے قوانین و ہدایات کو

دریافت کرتے رہتے ہیں تا کہ اُن پر عمل کر کے اپنی ذات اور انسانیت کو فائدہ پہنچایا جا سکے۔

یاد رکھیں کہ جدید زمانے کی تمام ترقی اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور فطرت کے قوانین پر عمل کر کے ہی ہوئی ہے یہودی، عیسائی، مسلمان یا صابی، شیعہ، سنی، اہل حدیث، دیوبندی اور نقش بندی بن کر ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کے قانون، ہدایت اور حکم کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے اپنی تمام الہامی کتابوں اور قرآن میں صاف صاف الفاظ میں کر دیا ہے۔ یہ وہی قوانین و ہدایات ہیں جو نہ صرف ہماری دنیا بلکہ پوری کائنات پر یکساں اثرات ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے سورج، چاند اور ستاروں کا نظام چل رہا ہے۔

تقویٰ یعنی اللہ کی ہدایات، احکامات و قوانین لامحدود ہیں کیونکہ انہوں نے پوری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور اسی وجہ سے کائنات اور دنیا کا نظام صبح و شام چل رہا ہے اس لئے کسی بھی انسان یا قوم کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مکمل تقویٰ اختیار کر سکے۔ اسی لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اتنا تقویٰ اختیار کرو جتنی تم میں طاقت اور استطاعت ہو۔ سورہ تغابن کی یہ آیت ملاحظہ کریں۔

{فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ} (التغابن 16:64)

''پس تم اس قدر اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس قدر تم میں استطاعت یعنی طاقت ہو۔''

اللہ کی خواہش ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے تا کہ اپنی زندگی اور دوسروں کی زندگیوں کو کامیاب بنا سکے کیونکہ تقویٰ کے اندر ہی بہت بڑی طاقت ہے جو انسان کو انفرادی اور اجتماعی یعنی دونوں طرح سے فائدہ پہنچاتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیت پر ذرا غور کر کے دیکھیں کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے۔

{كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ O} (البقرہ 187:2)

''اسی طرح اللہ اپنی آیات یعنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں''

یہ ایک حقیقت ہے کہ موت کے بعد ہر انسان نے اللہ کے پاس جانا ہے لیکن یہ حقیقت متشابہ ہے کہ کس طرح اور کس ماحول میں جانا ہے لیکن جانا تو ضرور ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی لفظ کو بار بار مختلف طریقے سے بیان کرتا ہے تا کہ کسی نہ کسی طریقے سے انسان سمجھ جائے۔ مندرجہ ذیل آیت میں دیکھیں کہ اللہ نے کس طریقے سے تقویٰ کے لفظ کو بیان کیا ہے۔

{وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُّلٰقُوهُ} (البقرہ 223:2)

''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی ہدایات اور احکام و قوانین کی پیروی کرو اور اس بات کا علم رکھو کہ یقیناً تم نے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔''

انسان جب اللہ تعالیٰ کی حدیث یعنی باتوں پر سوچتا اور غور و فکر کرتا ہے تو بعض اوقات تو وہ بہت حیران ہوتا ہے اور کبھی کبھی بڑا خوش بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے کس کس طریقے سے انسان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے تا کہ دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر کامیابی حاصل کر سکے لیکن افسوس کہ میں 19 سال تک بغیر سوچے سمجھے صلوٰۃ یعنی نماز پڑھتا رہا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے فائدہ پہنچایا۔ موجودہ اکثر علما حضرات نے ہمیں آخرت یعنی جنت کا سہارا دیا ہوا ہے تا کہ ہم اس

دنیا میں ظلم برداشت کرتے رہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کا یقین دلاتا ہے۔

اب میں ایک ایسی آیت کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جس میں اللہ نے تقویٰ کے لفظ کو دو مرتبہ استعمال کر کے انسان کو بتا دیا ہے کہ تقویٰ دنیا اور آخرت میں ہر انسان کو کامیابی سے سرفراز کرتا ہے ورنہ ہر انسان اپنا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کر کے دیکھ سکتا ہے۔

سورہ البقرہ کی آیت نمبر 197 میں اللہ تعالیٰ نے حج پر جانے والے لوگوں کو اپنے احکامات اور ہدایات بتائی ہیں۔ اس آیت کے آخر میں اللہ ان کو ہدایت دیتا ہے کہ حج پر جاتے وقت اپنا زادِ راہ یعنی راستے کا خرچ لے لیا کرو لیکن اے عقلمند لوگو! یاد رکھو کہ اصل زادِ راہ تو تقویٰ ہی ہے۔

تقویٰ کی اصطلاح قرآن کی ایک بہت بڑی اصطلاح ہے جس کو بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ تقویٰ اللہ کی تمام ہدایات، احکامات اور فطرت کے قوانین پر چھایا ہوا ہے اور ہماری زندگی کے جتنے بھی معاشرتی، معاشی، سیاسی اور سائنس کے مضامین ہیں اُن میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے انسان کے لئے ضروری ہے کہ اُس طرح کا تقویٰ اختیار کرے جیسے تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے البقرہ 177:2۔

اس آیت میں اللہ نیکی کی تعریف یہ نہیں بتاتا کہ نماز کے وقت اپنا منہ مشرق کی طرف کر لیا کرو یا مغرب کی طرف! بلکہ انسان کو 15 ہدایات اور احکامات دینے کے بعد کہتا ہے کہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور یہ ہی میرے متقی بندے ہیں۔ اس آیت کو پڑھیں اور اس پر غور و فکر کریں تا کہ تقویٰ کے تمام معاشرتی پہلوؤں کو سمجھ سکیں۔ تقویٰ کو مزید سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

البقرہ 1:2، 2، 24، 41، 48، 66، 80، 167، 177، 103، 203، 206، 212؛ آل عمران 76:3؛ النساء 77:4؛ الانعام 72:6؛ الانفال 34:8؛ الرعد 35:13؛ النحل 2:16؛ المومنون 53-52:23؛ الفرقان 16:25، 15؛ العنکبوت 16:29؛ الروم 32-31:30؛ الاحزاب 1:33، 37؛ الزمر 33-32؛ محمد 15:47، 17؛ الحجرات 13:49؛ نوح 4-3:71؛ الشّمس 8:91۔

مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے اور دشمن کا مقابلہ حکمت سے کرو۔

ایک یورپین مفکر ''ٹائن بی''

ایک مفکر نے زندگی کی ایک حقیقت کو شعر میں اس طرح بیان کیا ہے:

کوشش سے میں نے اپنے مشاغل نہیں چنے
میں جذبہ و سرشت سے مجبور ہوگیا

جذبہ و سرشت۔ جذبات اور فطرت

قرآن اور ظلم

کفر کے ساتھ انسان اور حکومت کا

کا نظام چل سکتا ہے

لیکن ظلم کے ساتھ

دونوں تباہ و برباد ہوجاتے ہیں

''وہ لوگ ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے ہیں اُن کو اللہ اچھا ٹھکانہ دیتا ہے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔افسوس کہ لوگ یہ علم رکھتے۔''

(النحل:41:16)

''قرآن اور ظلم ؟ انصاف کی ضرورت''

اس دنیا میں اکثر انسان اور ممالک اپنے اپنے مفادات کے لئے ظلم کرتے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے۔ کبھی تو یہ انسان کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ظلم کرتا ہے اور کبھی مفادات اور دولت کیلئے! لیکن اکثر ایسے بھی ہوتا ہے کہ کسی کو کمزور دیکھ کر اس پر ظلم کرنے کو دل کرتا ہے جو کہ اکثر کمینے اور گھٹیا انسانوں کا طریقہ ہوتا ہے۔ اسی لیے تو علامہ اقبال نے کہا تھا کہ:

تقدیر کے قاضی کا، فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا، مرگِ مفاجات

یہ حقیقت ہے کہ ظلم کی کئی ایک اقسام اور درجے ہوتے ہیں لیکن خیال رہے کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے کیونکہ اس ظلم کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے خالق اور مالک کو ہی نہیں پہچان سکتا۔ اب ہمیں چاہیں کہ قرآن پر غور وفکر کر کے معلوم کریں کہ ظلم کی حقیقت کیا ہے۔

ظلم کا مادہ : ظ ل م ظَلَمَ

ظلم کے لغوی معنی : زیادتی کرنا، ناانصافی کرنا، زبردستی کرنا۔ سرکشی کرنا۔

ظلم کی لغوی تشریح یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے جائز مقام سے ہٹا دینا۔

مثال کے طور پر اگر کتاب کو فرش پر رکھ دیا جائے اور جوتے کو میز پر رکھ دیا جائے تو یہ بھی کتاب اور جوتے کے ساتھ ظلم ہوگا۔ اس قانون کے تحت ہم دنیا کی ہر چیز کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔

ظلم کے اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات کی مخالفت کرنا

اللہ کی ہدایات اور احکامات کے خلاف کام کرنا ظلم ہے۔ جیسا جیسا ظلم ہوتا ہے ویسی ویسی سزا انسان اور ملک کو دنیا اور آخرت میں ملتی ہے۔

ظلم کی ضد: عدل وانصاف

مشتقات: مظلوم، ظالم، ظالمین

یہ ایک حتمی حقیقت ہے کہ اللہ نے تمام کائنات اور دنیا میں اسلام یعنی امن، سلامتی اور سکون کو قائم کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ سارا نظام چل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ نے اپنی کائنات میں عدل و انصاف کو قائم کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے بے شمار سورج، چاند، ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہیں۔ سورہ یٰسین میں ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے کام میں مداخلت کریں۔ یہ سب کچھ اللہ کے بنائے ہوئے فطرت کے قوانین کے مطابق خود بخود ہو رہا ہے۔

اللہ ظالم نہیں ہے اس لئے اس نے اپنے خلیفہ یعنی انسان کو بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے ظلم کے ایک پہلو کو اس طرح بیان کیا ہے:

{تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ O}

(آل عمران 108:3)

''یہ اللہ کی آیات ہیں۔ جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں، کیونکہ اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔''

اس میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ کی ذات تو انسان کی عقل سے زیادہ رحمان اور رحیم ہے کیونکہ رحمان اور رحیم کی آیات کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت ثابت ہے مزید برآں دنیا کے جن لوگوں نے اللہ کا دامن پکڑ کر اور اس کی تابعداری کر کے تجربات کیے ہیں وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ انسان ہی ظالم ہے اکثر کم علمی کی وجہ سے وہ اپنے ساتھ بھی ظلم کرتا ہے اور ذاتی مفادات کے لیے دوسروں کے ساتھ بھی ظلم کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں پھر بھی معاف کرتا ہوں۔ ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں۔

{وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ O}

(النمل 14:27)

''اس طرح انہوں نے ظلم اور گھمنڈ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ اُن کے دل حق کے قائل ہو چکے تھے پس دیکھو کیسا برا انجام ہوا ان فساد کرنے والوں کا۔''

اللہ تعالیٰ ہرگز ظالم نہیں ہے اس لئے وہ ظلم کو پسند نہیں کرتا اس لئے انسان کو ظلم کرنے اور ظلم برداشت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ قرآن کی عظمت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اور جہالت کی وجہ سے ہم ظلم سے باز نہیں آتے اور اپنے مفادات کے لئے سب کچھ کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک کے حکمران اور عوام دونوں تباہی اور بربادی کی طرف جا رہے ہیں مگر اُن کو احساس تک نہیں ہوتا۔

اگر ہم دنیا کے مختلف معاشروں اور ممالک کا جائزہ لیں تو پھر معلوم ہوگا کہ ہر ملک میں ظلم کا اپنا اپنا معیار ہے اور بعض ممالک میں اس قدر فرق ہے کہ دونوں ممالک کے عوام ایک دوسرے کو حیران اور پریشان ہو کر دیکھتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہندو پاک کے اکثر حکمران اپنے ملک کے بوڑھوں اور بچوں کو وظیفہ نہیں دیتے اور یہ وظیفہ نہ دینے کو ظلم نہیں سمجھتے بلکہ اپنی عوام کا فنی طریقوں سے خون چوستے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ یہاں کی عوام بھی اس کو ظلم نہیں سمجھتے۔ پھر یہ کہ جس ماحول میں انسان آنکھ کھولتا ہے اس کی سوچ اور ظلم کا معیار بھی معاشرے اور حکومت کی سوچ کے مطابق ہی ہوتا ہے کیونکہ پروپیگنڈہ کی وجہ سے وہ جھوٹ اور سچ کا فرق معلوم نہیں کر سکتے۔

ظلم کو مزید سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل آیات کا جائزہ لینا ضروری ہے

البقرہ 35:2، 92، 95، 124، 229، 231؛ النساء 10:4، 30، 75، 97، 148، 160؛ الانعام 82:6، 131؛ ھود 102:11، 107؛ النحل 28:16؛ الکہف 87:18؛ طٰہٰ 111:20-112؛ الحج 25:22، 45، 48؛ الفرقان 4:25، 27؛ النمل 11:27، 14؛ لقمان 13:31؛ الفاطر 32:35؛ الغفار 17:40، 31؛ الطلاق 1:65۔

''ہلاکو خان کا بغداد پر حملہ ؟ سبق آموز واقعہ''

آج سے تقریباً 700 سال پہلے ہلاکو خان نے بغداد پر ایک زبردست حملہ کر دیا کیونکہ اس وقت وہاں کے مسلمانوں کے تین بڑے فرقے رہائش پذیر تھے۔شافعی،حنفی اور شیعہ۔ یہ تینوں فرقے آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

لیکن بغداد دو بڑے فرقوں میں بٹا ہوا تھا یعنی شیعہ اور سنی۔ ان دونوں فرقوں میں زبردست اختلافات اور دشمنیاں تھیں جس کی وجہ سے گورنمنٹ کے ایک سرکاری وزیر علقمی نے ہلاکو خان کو دعوت دی اور ایک بار نہیں بلکہ بار بار دعوت دی کہ وہ آ کر بغداد کے حالات کو کنٹرول کرے۔

آخر کار مجبور ہو کر ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنا پڑا اور جب اس نے حملہ کیا تو پھر اس نے یہ نہیں دیکھا کہ کون شیعہ ہے اور کون سنی ہے۔ اس نے تمام مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے خون کی ندیاں بہا دیں اور تقریباً 6 لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا۔

ہلاکو خان نے بغداد میں مسلمانوں کا خون خرابہ کرنے اور امن و امان بحال کرنے کے بعد ایک سیمینار کا اہتمام کیا جن میں تمام مسلمان علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اس میں شامل ہو کر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ سیمینار کا عنوان یہ تھا کہ آپ کی رائے میں ''ظالم مسلمان حکمران بہتر ہیں یا عادل کافر حکمران'' بہتر ہیں۔ کچھ روز بحث مباحثہ ہوا۔ انجام کار اکثر بغداد کے علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ ظالم مسلمان حکمران سے عادل کافر حکمران بہتر ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں انسان کو ظلم کرنے اور ظلم برداشت کرنے دونوں سے منع کیا گیا ہے لیکن افسوس کہ ہم خود ظلم کرتے بھی ہیں اور پھر اُس ظلم کو بذاتِ خود برداشت بھی کرتے رہتے ہیں کیونکہ ہمیں اس چیز کا احساس ہی نہیں۔ اسی لیے تو پاکستان کے ایک عظیم شاعر قتیل شفائی نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا ہے:

دنیا میں قتیل اُس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

''ظالم مسلمان یا عادل کافر ؟ قانون کی عظمت''

اپنی بصیرت سے فیصلہ کر کے یہ ✔ نشان لگائیں

1	قرض لینے والے مسلمان حکمران	یا قرض دینے والا غیر مسلم حکمران بہتر ہے
2	جاہل مسلمان حکمران	یا علم والا غیر مسلم حکمران بہتر ہے
3	بنیادی حقوق کو فروخت کرنے والی مسلمان حکومت	یا بنیادی حقوق مفت دینے والی غیر مسلم حکومت
4	رشوت لے کر کام کرنے والا ملازمین	یا بغیر رشوت کے کام کرنے والا ملازمین
5	رشوت لے کر FIR کاٹنے والی پولیس	یا رشوت کے بغیر FIR کاٹنے والی غیر مسلم پولیس
6	وعدہ خلافی کرنے والا مسلمان	یا وعدہ کی پابندی کرنے والا غیر مسلم
7	بوڑھوں، بچوں کو وظیفہ نہ دینے والے مسلمان حکومت	بوڑھوں، بچوں کو وظیفہ دینے والی غیر مسلم حکومت
8	منافق مسلمان رشتہ دار	یا سچ بولنے والا غیر مسلم
9	بدتمیز مسلمان	یا خوش اخلاق غیر مسلم
10	خوراک اور دوائیوں میں ملاوٹ کرنے والا مسلمان تاجر	یا ملاوٹ نہ کرنے والا غیر مسلم تاجر
11	نفرت کرنے والی مسلمان بیوی یا شوہر	یا محبت کرنے والی غیر مسلم بیوی یا شوہر

سورہ مائدہ کی آیت نمبر 44، 45 اور 47 میں اللہ تعالیٰ یعنی خالق کائنات تمام دنیا کے انسانوں کو مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ {وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ O}

{وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ O}

{وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ O}

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں ''جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے یہی لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔''

''اللہ تعالیٰ کا سوال اور جواب ؟ ہدایت و رہنمائی''

اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ قرآن ایک عظیم کتاب ہے کیونکہ اس کے الفاظ کا انتخاب، اندازِ بیان اور خیالات ونظریات میں اس قدر وُسعت ہے کہ یہ کتاب صدیوں سے ہر قسم کے انسانوں کی مادی اور رُوحانی ضروریات کو پورا کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ جن کو قرآنِ پاک پر غور وفکر کرنے کی عادت تھی ایک دن وہ غور وفکر کرتے کرتے بے ساختہ پکار اُٹھے۔

فاش می گویم کہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

''میرے دل نے ایک چھپی ہوئی اس حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے کہ یہ قرآن کتاب نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بڑی کوئی اور ہی چیز ہے۔''

دنیا کے ریسرچ سکالرز کا خیال ہے کہ واقعی قرآن بڑی عجیب وغریب اور حیران کرنے والی کتاب ہے کیونکہ یہ انسان کو کائنات اور اُس کی ذات کے ایسے ایسے حقائق بتاتی ہے جن کو 1438 سال گزرنے کے بعد بھی انسان نے سچ تسلیم کیا ہے مگر صرف اُس انسان نے یہ عظیم کام کیا ہے جس نے اپنی محنت اور کوشش سے علم حاصل کیا ہے اور پھر اُس علم پر عمل بھی کیا ہے۔

قرآن انسان کو اُس کی غلطیاں اور بیماریاں بھی بتاتا ہے اور پھر خود ہی اُن بیماریوں کا علاج بھی بتاتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا امتحان نہیں ہے جو اپنے سوالات کے ساتھ ہی اپنے جوابات بھی تحریر کر دے اور تمام امیدواروں کو بتادے کہ اس طرح سوالات کے جوابات دینے سے تم امتحان میں کامیاب ہو سکتے ہو۔

مثال کے طور پر سورہ البقرہ کی 155-157 میں انسان کو پہلے ہی بتادیا گیا ہے کہ زندگی میں تم پر فلاں فلاں مصیبتیں آئیں گی اور پھر خود ہی اللہ تعالیٰ نے جواب بھی بتا دیا ہے کہ ایسے مواقع پر انسان کو کیا کرنا چاہیے جس سے وہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن میں ایک حقیقت کو بیان کرنے کے لیے مختلف طریقے اور انداز اختیار کیے گئے ہیں۔ مختلف مثالیں اور دلائل بھی دیئے گئے ہیں اور سب سے بڑھ کر قدیم اقوام کے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح انسان ہدایت حاصل کر سکے۔

''ظلمات اورنور ؟ اندھیرا اور اُجالا''

یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ ظلمات اورنور پوری کائنات کا حصہ ہیں اور ہماری اس دنیا کا بھی حصہ ہیں کیونکہ اگر ہم پوری کائنات کا جائزہ لیں تو پھر معلوم ہوگا کہ پوری کائنات میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں لیکن فرق صرف یہ ہوگا کہ کسی جگہ پر ظلمات زیادہ ہیں اور کسی جگہ پر نور! یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں الفاظ کا قرآن میں بہت ذکر آیا ہے اور مختلف انداز میں ذکر آیا ہے تا کہ انسان زیادہ سے زیادہ ان اصطلاحات یعنی بنیادی الفاظ کو سمجھ سکے اور اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ سکے۔

ظلمات کا مادہ: ظ ل م ظَلَمَ

لفظی اور لغوی معنی: اندھیرا، تاریکی، جہالت، جاہل، زیادتی

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کی ظاہری یا پوشیدہ مخالفت کرنا

مشتقات: ظالم، ظالمین، مظلوم، ظلم

نور کا مادہ: ن ور

لفظی اور لغوی معنی: روشنی، ہدایت، نور، رہنمائی، اندرونی خوبیاں اور خصوصیات، صفات

اصطلاحی معنی: قرآن اللہ کے احکامات اور ہدایات کو اختیار کرنا، ایمان کی روشنی، بصیرت کی روشنی

مشتقات: منور، نوری، نورین، انور

پوری کائنات میں ظلمات یعنی اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن خالقِ کائنات نے اپنی قدرت اور طاقت سے ایک نظام قائم کر دیا جس کی وجہ سے پوری کائنات نور سے جگمگا اٹھی۔ وہ اس طرح کہ اللہ کے اپنے حکم اور قانون سے بے شمار سورج کائنات میں قائم کر دیئے جس کی وجہ سے پوری کائنات روشن ہوگئی۔ ہم جس نظام شمسی کی دنیا میں رہتے ہیں اس کا ایک سورج ہے جس نے 9 مختلف قسم کے سیاروں کو روشن کیا ہوا ہے اور اپنے سیاروں کو نور، طاقت اور بے شمار دیگر فائدے پہنچا رہا ہے جس سے تمام مخلوق اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق فائدے اٹھا رہی ہے کوئی تو سورج کی کرنوں سے اپنے گیلے کپڑے خشک کر رہا ہے اور کوئی سورج سے Solar System بنا رہا ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا کا ہر انسان اپنی اپنی عقل کے مطابق سورج کی حرارت سے فائدہ اٹھا رہا ہے کیونکہ ہر ایک کے پاس اپنا اپنا علم اور اپنی اپنی عقل ہے۔

ایک تو ظاہری نور یعنی روشنی ہے دوسرا ہدایت اور رہنمائی کا نور ہوتا ہے جس سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ نے انسان کے جسم اور روح کی پرورش کے لئے بے شمار نعمتیں پیدا کیں جن میں سب سے بڑی نعمت الہامی کتابیں اور رسالت کا سلسلہ ہے۔ توحید اور رسالت کے نور سے بھی ہر انسان صدیوں سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

{يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا O} (النساء 174:4)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آچکی ہے
اور ہم نے تمہاری طرف صاف صاف نور یعنی قرآن نازل کیا ہے''

خیال رکھیں کہ اللہ کی تمام الہامی کتابیں نور اور ہدیات سے بھر پور ہوتی ہیں اور ہر زمانے میں انسان کی مکمل رہنمائی کرتی ہیں تا کہ یہ بھٹکا ہوا انسان ظلمات سے نکل کر نور میں آئے اور اس دنیا میں بھی کامیاب ہو اور مرنے کے بعد بھی۔ جب دوسری دنیا میں جائے یعنی جب اس کو دوسری آخرت کی زندگی ملے تو اس میں بھی کامیاب ہو سکے۔ ظلمات اور نور یعنی ہدایت اور گمراہی کو مکمل سمجھنے کے لئے سورہ المائدہ کی آیت نمبر 15 اور 16 کو غور سے پڑھیں اور پھر ذرا سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ آپ کے ایمان کو مزید طاقت مل سکے۔

انسان جب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو فطرت کے تقاضوں اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق اس کی نشو ونما ہوتی رہتی ہے۔ ہوش وحواس میں آنے کے بعد اس کے اندر اچھائی اور برائی کی تمیز پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن انسان کی ایک کمزوری ہے کہ وہ برائی اور گناہ کی طرف جلدی راغب ہوتا ہے اور اچھائی کی طرف جاتے کافی دیر لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعمیری کاموں کے لئے بڑی کوشش اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ تباہی و بربادی کے کام بڑی جلدی اور فوراً ہوجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جو بلڈنگ ایک سال میں تیار ہوتی ہے اس کو تین چار دنوں میں گرایا جاسکتا ہے۔

میرے تجربے اور مشاہدے میں کچھ ایسے لوگ بھی آئے ہیں جو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں سے اپنی زندگیوں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں لیکن جب اُن کو اپنے چاروں طرف موت کے سائے نظر آتے ہیں اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے تو پھر وہ اُمید کی آخری کرن سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے نور یعنی اس کی کتاب کا سہارا پکڑ لیتے ہیں۔

میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ایسے لوگوں کی زندگیوں میں آہستہ آہستہ انقلاب آنا شروع ہوجاتا ہے اور ان کے تباہ شدہ جسم اور روح میں جان پڑنی شروع ہوجاتی ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ یہ لوگ کامیاب انسان بن کر اپنی زندگی گزارتے ہیں کیونکہ قرآن کا نور تو مردہ اور بے جان جسم میں بھی جان ڈال دیتا ہے جیسا کہ خالق کائنات نے اس آیت میں کہہ دیا ہے کہ قرآن کے نور سے تو مردہ جسم میں بھی جان پڑ جاتی ہے۔

{أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O} (الانعام 122:6)

''دیکھو! کیا ایک شخص جو مردہ تھا اس کو ہم نے زندگی دی اور ایسا ایمان کا نور عطا کیا جس کی روشنی میں وہ ہدایت پا کر لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا وہ اس انسان کی طرح ہوسکتا ہے جو کفر اور گمراہی کے اندھیروں میں پڑا ہو اور ان سے نکل نہ سکتا ہو اصل بات یہ ہے کہ کافروں کی نظر میں اُن کے اعمال خوشنما بنا دیے گئے ہیں''

اس دنیا میں قرآن ایک بہت بڑا نور ہے۔ یہ ایک ایسا نور ہے جو بصیرت کا، خودی کا اور ان باطنی خصوصیات کا مجموعہ ہے کہ جس کے نور سے انسان کی روح اور جسم میں ایسی طاقت اور کرشمہ پیدا ہوجاتا ہے کہ انسان کو خود بھی سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا چیز بن گیا ہے لیکن اس تمام نور اور روشنی اور طاقت کا انحصار اس بات پر ہے کہ یہ نور یعنی قرآن کس حد تک

اس کے شعور اور ضمیر پر اُترا ہے اور اس انسان نے کس قدر اور کس حد تک اس پر کوشش اور محنت کی ہے۔ کوشش اور محنت کرنے سے انسان کے اندر یہ نور بڑھتا ہے لیکن غفلت اور کوتاہی کرنے سے یہ نور کمزور ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی الفاظ میں قرآن کی سورہ المائدہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

{قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ O} (المائدہ 15:5)

''اس میں ذرہ بھی شک وشبہ نہیں کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آ گیا ہے
جو صاف صاف ایک کتاب کی شکل میں ہے''

تاریخ پر نظر ڈالنے سے اور موجودہ زمانے پر نظر ڈالنے سے مجھے اور آپ کو بڑی آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے الہامی کتابوں کے نور کو اپنے ضمیر یعنی شعور اور لاشعور کے اندر اتارا ہوتا ہے وہ لوگ ایک عظیم طاقت بن کر بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ قرآن کا نور بوڑھے اور کمزور انسانوں کو بھی جوان بنا دیتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں ہی تو علامہ اقبال نے یہ کہا تھا کہ

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

کربلا کے شہدا سے لے کر غازی علم الدین شہید تک بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں غور وفکر کرنے کے بعد فیصلہ آپ خود کریں کہ اللہ تعالیٰ کے باطنی اور ظاہری نور میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔

علامہ اقبال جو کہ مشرق کے ایک عظیم مفکر ہیں اور انہوں نے قرآن پاک کے احکامات اور ہدایات کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ تھوڑی بہت عقل اور سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی تڑپ کر رہ جاتا ہے اُن کا خیال ہے کہ قرآن کا انسان کے ضمیر پر اترنا بہت ضروری ہے ورنہ اس کے مسائل بڑے سے بڑا دین کا عالم بھی حل نہیں کرسکتا۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

علامہ اقبالؒ

گرہ کشا: یعنی مسئلہ حل کرنے والا

ظلمات اور نور کی حقیقت کو مزید سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

البقرہ 257:2؛ النساء 174:4؛ الانعام 91:6، 122-123؛ التوبہ 32:9؛ الرعد 16:13؛ ابراہیم 5-1:14؛ النور 35:24؛ الاحزاب 43:33؛ الفاطر 35:19-22؛ الزمر 22:39، 69۔

ظلمات اور نور

اللہ نے انسان کی رہنمائی کے لیے اپنی چار الہامی کتابیں نازل کیں
تا کہ
انسان کو ظلمات یعنی اندھیرے سے نکال کر
نور یعنی روشنی میں لایا جا سکے۔

جب دنیا کا کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کے قوانین
یعنی
قوانینِ فطرت کو چھوڑ دیتا ہے تو پھر وہ ظلمات کی تاریکیوں
میں ٹھوکریں کھانے لگتا ہے اسی لیے علامہ اقبالؒ کا یہ مشورہ ہے کہ

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

''غفار اور غفور ؟ اللہ تعالیٰ کی صفات''

یہ دونوں الفاظ قرآن کے بنیادی الفاظ ہیں اور بار بار ان لفظوں کو دہرایا گیا ہے۔ جو کہ قرآن کا ایک طریقہ کار ہے۔ مسلمانوں میں یہ دونوں نام بہت مقبول ہیں اور کئی لوگوں کے ہیں ۔ ان دونوں الفاظ کا مادہ ایک ہی ہے۔ غفار اور غفور اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اس کا کچھ رنگ اختیار کرے جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 138 میں ہے کہ اللہ کا رنگ قبول کرو اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے۔ اب ہم اللہ کی آیات ہی کے ذریعے غفار اور غفور کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

غفار اور غفور کا مادہ: غ ف ر غَفَرَ

لفظی اور لغوی معنی: بخش دینا، معاف کرنا، درگزر کرنا، غلطی پر پردہ ڈالنا۔ برداشت کرنا

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات کے مطابق کسی کی غلطی معاف کرنا۔

لغوی تشریح: انسان اپنے سر کو محفوظ رکھنے کے لئے سر پر جو ہیلمٹ پہنتے ہیں اس کو غَفَرَ کہتے ہیں۔ سر جسم کا نازل حصہ ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ سفر کے دوران اس کو محفوظ رکھا جائے۔

یہ ایک حتمی حقیقت ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس لئے دنیا کے ہر ملک کا انسان غلطی کرتا ہے فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں کم غلطیاں ہوتی ہیں جب کہ ترقی پذیر ممالک میں زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں لیکن غلطیاں دنیا کے ہر انسان سے ہوتی ہیں کیونکہ انسان کے کمال اور عروج کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان صدیوں سے ترقی کی ارتقائی منزلیں طے کر رہا ہے اس لئے اللہ نے ہر انسان کو یہ مندرجہ ذیل دعا سکھائی ہے کیونکہ ہر انسان فطری طور پر ظالم ہوتا ہے اور دانستہ اور نادانستہ ظلم کرتا رہتا ہے اس لیے اس کو بخشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

{رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ O} (الاعراف 23:7)

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تُو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو پھر ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

دنیا کے اکثر انسان پوری زندگی دولت اکٹھی کرنے میں لگے رہتے ہیں تا کہ کوٹھیاں، گاڑیاں اور فیکٹریاں بنائیں اور اسی بھاگ دوڑ میں اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں اور ان کو یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ زندگی کا مقصد کیا ہے حالانکہ اللہ نے اپنی تمام الہامی کتابوں میں زندگی کی پوری حقیقت کو ایک دو تین مرتبہ نہیں بلکہ بار بار بیان کیا ہے لیکن افسوس کہ ہم پھر بھی نہیں سمجھتے اور دنیا کا سامان جمع کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب 5-10 فیکٹریاں بن بھی جاتی ہیں تو پھر بھی نہ پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی آنکھیں بھرتی ہیں اور صبح و شام زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ زیادہ دولت جمع کرنے والوں کے بارے میں قرآن کے الفاظ پر ذرا غور و فکر کریں۔

{وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ O}

(آل عمران 157:3)

''اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤ یا وفات پا جاؤ، دونوں صورتوں میں تمہیں اللہ کی طرف سے جو معافی اور رحمت نصیب ہوگی وہ اس مال و دولت سے بہتر ہے جس کو لوگ دنیا میں جمع کرتے ہیں''

القصص 60,61/28 اور سورۃ جمعہ کے آخر میں بھی اسی مضمون کو پھر بیان کیا گیا ہے **اکثر** مسلمان لوگ جانتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ روزانہ 70 مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے یعنی کہ اللہ سے معافی مانگا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ تو اللہ کے نبی ﷺ ہیں اور رسول ہیں۔ آپ کو اس قدر معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے اس پر آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا کہ کیا میں اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کروں ۔اب آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود انسان کو یہ دعا سکھا رہا ہے اور انسان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے۔

{وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا O} (النساء 106:4)

''اور اللہ سے بخشش مانگیں اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''

انسان فطری طور پر ہی ظالم ہے اور ظلم کرتا ہے یہ ظلم انسان اپنے ساتھ بھی کرتا ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی کرتا ہے۔ اس ظلم میں اکثر انسان کی کم علمی اور جہالت اور مفاد پرستی بھی شامل ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی خوبی ہے کہ وہ کبھی بھی انسان پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ہماری غلطیوں سے درگزر کرتا ہے اور ہمیں معاف کرتا رہتا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ انسان کو نیک کام کرنے کا حکم دینے کے بعد پھر کہتا ہے کہ میں تم کو فلاں فلاں انعام دوں گا۔ حالانکہ اس کام کے کرنے میں مکمل طور پر انسان کا فائدہ ہوتا ہے اللہ کا فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی ذات تو ہر نفع ونقصان سے بے نیاز ہے۔ جب کہ انسان قدم قدم پر محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر انسان کو ہجرت کرنے اور جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ہے کیونکہ اس سے انسان کو کئی ایک جسمانی اور روحانی فائدے ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس انداز میں نہ صرف ہجرت اور جہاد کرنے والوں سے بلکہ جو لوگ ہجرت اور جہاد کرنے والوں کی مدد اور تعاون کریں گے اُن کے ساتھ بھی وعدہ کر رہا ہے۔

{وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ O} (الانفال 74:8)

''اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اُن کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی۔ یہ سب لوگ سچے مومن ہیں ایسے لوگوں کے لئے بخشش یعنی معافی اور بہترین رزق ہے۔''

اس آیت سے ہر انسان بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ ہجرت کرنا ، جہاد کرنا اُن کی مدد کرنا اور ان کو پناہ دینا عظیم نیکی ہے۔ **اللہ** نے انسان کی مغفرت کی بے شمار دعائیں بتادی ہیں کیونکہ وہ پاک ذات انسان کی عقل وشعور سے زیادہ غفور بھی ہے اور غفار بھی ہے ہم اپنی صلوٰۃ یعنی نماز کے دوران ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا پڑھتے ہیں جو کہ سورہ ابرہیم کی آیت 40 اور 41 میں بیان کی گئی ہے۔ یہ عظیم دعا رَبِّ اجْعَلْنِيْ سے شروع ہو کر يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَاب پر

ختم ہوتی ہے۔

اس عظیم دعا میں انسان اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور تمام مومن لوگوں کے لئے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ حساب والے دن سب کو بخش دینا یعنی معاف کر دینا۔

اللہ بھی بڑی شان اور جلال والا ہے کہ انسان کو بار بار اور مختلف طریقوں سے ہدایت دیتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ انسان کامیابی کی طرف آجائے۔ ایک آیت میں تو اللہ تعالیٰ انسان کو ہدایت دینے کے بعد پھر انسان سے بڑا خوبصورت سوال کرتا ہے۔

{ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ O} (النمل 46:27)

''اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے؟''

قرآن پاک میں اکثر اللہ تعالیٰ تمام دنیا کی مخلوق سے مخاطب ہوکر بات کرتا ہے لیکن ہمارے علما حضرت اپنی اپنی سوچ کے مطابق کچھ اضافی لفظ لگا دیتے ہیں جو نامناسب ہے اور کم علمی کی نشانی ہے کیونکہ ہر انسان کو اللہ اُس قدر ہی بڑا نظر آتا ہے جس قدر اُس کے پاس علم ہوتا ہے اس لیے اللہ کی معرفت یعنی پہچان کے لیے علم ضروری ہے۔

{قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ O} (الزمر 53:39)

''اے میرے بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنے اوپر زیادتی کی ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

غفار اور غفور کی مزید آیات یہ ہیں

البقرہ 58:2، 173، 175، 199، 253، 284، 285، 286؛ آل عمران 17:3، 31، 135، 155، 157، 129؛ النساء 23:4، 48، 64، 110، 116، 137، 152، 168؛ الاعراف 22:7، 155، 169؛ الانفال 29:8، 38، 70؛ التوبہ 81:9، 114؛ یونس 10:10، 41؛ الشوریٰ 37:42، 43؛ الجاثیہ 10:45؛ الاحقاف 31:46؛ الفتح 2:48؛ الممتحنہ 4:60؛ الصّف 12:61؛ المنافقون 6:63؛ التغابن 17:64؛ النوح 4:71؛ 10۔

غفار اور غفور

اللہ تعالیٰ انسان کی سوچ سے بہت ہی زیادہ
غفار اور غفور ہے
اللہ ہماری پردہ پوشی کرتا ہے۔
زمین پر اللہ کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے

ہمیں بھی دوسروں کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔

مشورے

کے

فائدے

یہ اللہ تعالیٰ کا وہ قانون ہے جس کے ذریعے جاہل
لوگ بھی بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں

''مشورے کے فائدے ؟ کامیابی کے طریقے''

اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ انسان کے لئے تعلیم و تربیت بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ علم حاصل کرنے کے بعد تجربات اور مشاہدات کے ساتھ انسان کی شخصیت کی بہت زیادہ نشوونما ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں کہ ہر ایک انسان تمام علوم کا ماہر نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک مضمون کا ماہر دوسرے مضمون میں ہمیشہ جاہل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ڈاکٹر اور ایک انجینئر اپنے اپنے میدان میں تو کام کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر ان کی گاڑی خراب ہوجائے تو پھر اپنی جاہلیت کی وجہ سے دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں ۔ ان حالات میں اُن کو گاڑی کا علم رکھنے والے مکینک کے پاس ہی جانا پڑے گا کیونکہ اس کے پاس گاڑی کو ٹھیک کرنے کا علم ہے۔

عام لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مشورہ کرلیا کریں۔ کیونکہ یہ ایک نہایت آسان طریقہ ہے۔ جس کی مدد سے ایک عام انسان بھی بڑے بڑے کام کرسکتا ہے اگر ہم اپنے اردگرد ماحول کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ بے شمار غریب اور ان پڑھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف اور صرف مشورے کرتے کرتے بڑے اونچے مقام پر پہنچ گئے ہیں ۔

مشورہ کا مادہ: ش ور

لغوی اور اصطلاحی معنی : ایک دوسرے کی رائے اور خیالات معلوم کرنا

ضد : صرف اپنی مرضی کرنا اور کسی دوسرے سے مشورہ نہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم ترین رسول اور بندے کو وحی کا علم دینے کے بعد بھی یہ حکم دیا ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ ''اور تم اُن سے مشورہ کیا کرو''

خیال رہے کہ اس لفظ میں فعل امر کا صیغہ ہے جو کہ حکم کے معنی میں آتا ہے۔ اس سے ہم بخوبی اور نہایت ہی آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مشورہ کرنے اور مشورہ لینے کے کس قدر فائدے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی انسان نہایت ہی آسان طریقہ سے کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کو چاہیے کہ وہ مشورہ کرنے کو اپنی عادت بنالے کیونکہ یہ وہ عظیم ہدایت ہے جو اللہ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو دی ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ذرا تکلیف کرکے مندرجہ ذیل آیت پر تدبر کریں۔

{وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ O}

(آل عمران:159:3)

''اور معاملات میں اُن سے مشورہ کیا کریں پھر جب کسی کام کا فیصلہ کرلیں تو پھر اللہ کے بھروسے پر اس کام کو کرگزریں۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اللہ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں''

مشورہ کرنے کی ہدایت ایک ایسی ہدایت ہے جس کا سلسلہ کئی صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ خیال رکھیں کہ جب انسان مسائل کا شکار ہوتا ہے تو پھر اس کو کچھ سمجھ نہیں آتی کیونکہ مسائل کا شکار انسان نفسیاتی طور پر بھی مفلوج ہوکر مختلف

بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

سورہ شوریٰ میں بھی اللہ نے انسان کو مشورہ کرنے کے لئے کہا ہے مگر ایک دوسرے انداز میں کہا ہے ذرا الفاظ ملاحظہ کریں۔

{وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ O}

(الشوریٰ 38:42)

''ایمان والے لوگ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرتے ہیں اپنے کام باہمی مشوروں سے کرتے ہیں ہم نے جو کچھ اُن کو دیا اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ بھی کرتے ہیں۔''

ایک حیرانا ور خوش ہونے والی بات ہے کہ چھوٹے موٹے عام مشورے تو مفت مل جاتے ہیں جس طرح کہ ڈاکٹر کونسا بہتر ہے۔ عالم کونسا اچھا ہے یا کس مضمون پر کون سی کتاب بہتر ہے یا سیاست کدھر جارہی ہے۔

لیکن بعض مشورے بڑے قیمتی ہوتے ہیں اُن کے لئے لاکھوں اور کروڑوں تک فیس ہوسکتی ہے جس کو کنسلٹنسی فیس (Consultancy fee) کہتے ہیں۔ عام طور پر کوٹھی بنوانے کی مشورے کی فیس 2 سے 10 لاکھ ہوتی ہے اور فیکٹری لگانے کا مشورہ تو کروڑوں میں ہوتا ہے۔

سیاسی وکیل حضرات، جسٹس حضرات، بیوروکریسی کے افسران اور سیاستدانوں کے وہ مشیر جو دوسرے ممالک میں بیٹھ کر ان کو یہ مشورے دیتے ہیں کہ اگر آپ اپنے ملک کے لئے یہ پالیسی بنائیں گے تو آپ کو اتنے ارب روپوں کی بچت ہوگی۔ یہ بھی کروڑوں کی مشورہ فیس لیتے ہیں۔

یہ مکمل اور حتمی حقیقت ہے کہ نبی پاک ﷺ وحی کے بارے میں کبھی بھی مشورہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی صحابی کو یہ جرأت ہوتی تھی کہ وحی کے متعلق مشورہ کریں کیونکہ وحی انسان کے علم وعقل سے بہت ہی زیادہ بلندتر ہوتی ہے لیکن دیگر روزمرہ کے کاموں میں آپ صحابہ کرام سے مشورے کیا کرتے تھے۔

جب جنگ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کا وقت آیا تو نبی ﷺ کا خیال تھا کہ خندق شہر کے اندر کھودی جائے۔صحابہ کرام نے پوچھا کہ یہ آپ کا ذاتی فیصلہ ہے یا کہ آپ کو وحی آئی ہے اس پر آپ نے جواب دیا کہ یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے آپ کو مشورہ دیا کہ مناسب یہ ہے کہ خندق شہر کے باہر کھودی جائے۔ یہ مشورہ آپ کو پسند آیا اور آپ نے بڑی خوشی سے یہ مشورہ قبول کرلیا۔

میرے ایک نہایت ہی مخلص دوست شجاع شیرازی ہیں۔ اُن کا خلوص میں کئی مرتبہ آزما چکا ہوں۔ وہ امریکہ میں رہتے ہیں اور بڑے اچھے بزنس مین ہیں۔

2002ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن میں نے بات چیت کے دوران ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر ترقی کس طرح کی ہے تو انہوں نے فوراً بے ساختہ جواب دیا کہ مجھے یہ عادت ہے کہ میں مشورے بہت زیادہ کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد میری نظر سے وہ آیات گزریں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ اور تمام انسانوں کو مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

یاد رکھیں کہ جب اللہ کی ہدایات پر دانستہ یا نادانستہ، علم کے ساتھ یا علم کے بغیر جیسا بھی عمل کیا جاتا ہے تو ویسا ہی نتیجہ ہمیشہ نکلتا ہے کیونکہ اللہ کے کلمات یعنی ہدایات، احکامات اور قوانین نہ تو تبدیل ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں ترمیم ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ تمام کائنات اور دنیا پر اپنے یکساں اثرات ڈالتے ہیں۔

اپنے ضمیر کی آواز کو سنو اور اس پر عمل کرو

کیونکہ

انسان کا ضمیر اس کی سب سے بڑی عدالت ہے

قرآن کے مفکر ڈاکٹر اسرار احمد کا خیال

عربوں کا رواج

نبی پاک ﷺ کے زمانے میں شعر و شاعری کا عام رواج تھا
لہٰذا جب بھی کوئی اچھا شعر پڑھا جاتا تھا تو لوگ سجدہ کیا کرتے
تھے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک کی خاص آیات پر انسان کو سجدہ
کرنے کا حکم دیا ہے جو 14 مقامات پر ہے۔

عبادت کی طاقت

عبادات سے انسان کے نفس اور نفسیات کو جو شفا نصیب ہوتی ہے

وہ

اس کے عقل وفہم سے بہت بلند ہوتی ہے۔

روح کے انقلاب کے بغیر جسم کا انقلاب کبھی بھی انقلاب نہیں ہوتا

کیونکہ

انسان کی روح، نفسیات، خیالات اور ایمان اُس کے پورے جسم کو کنڑول کرتا ہے

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر، جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

علامہ اقبالؒ

''عبادت کے فائدے ؟ باطن کی صفائی''

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور ساتھ ہی یہ اختیار بھی دے دیا کہ وہ اگر چاہے تو اس کی عبادت کرے اور اگر چاہے تو نہ کرے یعنی انسان کو صاحب اختیار بنا دیا کیونکہ وہ پاک ذات دیکھنا چاہتی ہے کہ بغیر دیکھے میری ذات کو کون تسلیم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ الکہف میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ ''اگر تم چاہو تو میری ذات کو تسلیم کرو اور اگر نہ چاہو تو نہ کرو مگر اس کا انجام سوچ لو۔''

{وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ ۙ} (الکہف 29:18)

''اور آپ اعلان کر دیں کہ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لہٰذا جس کا دل چاہے اسے تسلیم کرے اور جس کا دل چاہے وہ اس سے انکار کر دے۔''

یہ ایک حقیقت ہے جس کو دنیا کے کافی لوگوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے سے تسلیم کیا ہے کہ اللہ کے احکامات و قوانین کی پیروی کر کے انسان کے اندر جو روحانی اور جسمانی طاقت پیدا ہوتی ہے وہ اور کسی ضابطہ حیات یعنی زندگی گزارنے کے طریقے سے ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ اسلام کے ضابطہ حیات سے انسان کی فطری صلاحیتوں میں دو سے چار گنا تک اضافہ ہوجاتا ہے لیکن اس کا انحصار انسان کی اپنی اُس محنت، کوشش اور مشقت پر ہوتا ہے جو وہ اپنے دل و دماغ اور اعمال سے کرتا ہے کیونکہ نفسیات کے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہر انسان کے جسم کو اُس کا دل و دماغ ہی مکمل کنٹرول کرتا ہے اسی لیے دماغ کو جسم کا کنٹرول روم بھی کہا جاتا ہے۔

عبادت کا مادہ: ع ب د عَبَدَ

لغوی معنی: بندگی، تابعداری، غلامی، حکم ماننا

اصطلاحی معنی: ایک اللہ کی بندگی اور غلامی کرنا، عبادت کرنا، پوجا، پرستش کرنا

ضد: سرکشی، بغاوت، نافرمانی،

مشتقات: عابد، معبود، عابدہ

یہ ایک حتمی حقیقت ہے کہ ہر انسان کو صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے اور اس عبادت میں کسی قسم کی ذرہ بھر آمیزش اور ملاوٹ ہرگز نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے:

{قُلۡ اِنِّىۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ O وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ O}

(الزمر 39:11، 12)

''اے نبی ﷺ کہہ دیجیے! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں اور اس کے دین یعنی ضابطہ حیات کے مطابق زندگی گزاروں۔ اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے خود مسلم یعنی بندہ تسلیم و رضا بنوں۔''

{قُلِ اللّٰهَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِىۡ O} (الزمر 39:14)

''اے نبی کہہ دیجیے کہ میں اپنے دین یعنی ضابطہ حیات کو اللہ کی عبادت کرتے کرتے گزاروں گا۔'' 1

علامہ اقبال نے عبادت کی حقیقت کے ایک پہلو کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ عبادت کی عظمت اور وسعت نہایت واضح ہوکر ہمارے سامنے آجاتی ہے لیکن کسی عظیم شخصیات کو ہی یہ مقام حاصل ہوتا ہے کیونکہ دنیا کے جو بھی انسان اپنے مفادات اور خواہشات سے بالا تر ہوکر اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ عام انسان نہیں ہوتے بلکہ وہ خاص اور عظیم انسان ہوتے ہیں ایسے انسانوں کی عظمت کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ باطن کی دنیا ظاہر کی دنیا سے بہت زیادہ مختلف ہوتی ہے۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(علامہ اقبال)

عبادت کی مزید اہمیت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل آیات پر بھی کچھ غور وفکر کیا جائے۔

آل عمران 79:3؛ بنی اسرائیل 5:17؛ الصفات 40:37، 74، 128، 160، 169؛ الزمر 10:39-15؛ الزخرف 18:43؛ الدخان 18:44۔

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر وپر نیاں ہوجا

(علامہ اقبال)

عبادت انسان کے قلب یعنی دل ودماغ کی ایک ایسی بہترین ورزش ہے جس سے اُس کے جسم اور روح کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔

''شَآء کی حقیقت ؟ عظیم قانون''

لوگوں کو اکثر قرآن کی اصطلاحات کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی ہیں کیونکہ جب کسی لفظ کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس کے معیار کا دوسری زبان میں لفظ کا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ کسی ایک زبان کے جذبات، احساسات اور تصورات دوسری زبان میں بیان نہیں ہوسکتے اس لئے کسی غلط فہمی کا پیدا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں۔

شَآئَ: مادہ شَ یَ ئَ

لغوی معنی: چاہنا، ارادہ کرنا، پسند کرنا، خواہش کرنا، تمنا، مشیت

اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات وقوانین کے مطابق چاہنا

مشتقات: شَآئَ: اس نے چاہا، اس نے ارادہ کیا، اس نے پسند کیا

شِئْتَ: تم نے چاہا، تم نے ارادہ کیا

شِئْتُمْ: تم سب نے چاہا، ارادہ کیا، تم سب نے پسند کیا۔

یشا: وہ چاہتا ہے تشا: تم چاہتے ہو

یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ اپنی تمام مخلوقات میں سے جو آزادی اللہ نے انسان کو دی ہے وہ اور کسی دوسری مخلوق کو نہیں دی گئی۔ انسان کو ارادے اور اختیارات کی آزادی صرف اس لئے دی گئی ہے کیونکہ یہ زندگی انسان کا امتحان ہے۔ کیونکہ خالق کائنات یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون کون سے ایسے انسان ہیں جو میری نشانیاں دیکھ کر مجھ پر ایمان لاتے ہیں جس کسی انسان کو قرآن کی تھوڑی بہت بھی سمجھ بوجھ ہو وہ تو حیران بھی ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے کس قدر عظیم اور وسیع طریقے سے انسان کی ہدایات دینے کی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی اختیارات کی آزادی بھی دے دی ہے تاکہ انسان اپنی خواہش، ارادے اور پسند کے مطابق کام کرے اور اس پر کسی قسم کی سختی اور پابندی نہ رہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں۔

{اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O} (حم السجدہ 40:41)

''تم لوگ جس طرح کے عمل چاہو کرو لیکن یہ یاد رکھو تم جو بھی کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔''

اس بات کو اللہ ایک دوسری آیت میں اور ایک دوسرے انداز میں بیان کرتا ہے تاکہ یہ حقیقت زیادہ واضح ہوکر لوگوں کے سامنے آسکے اور انسان کو اپنے مکمل اختیارات اور آزادی کی سمجھ آسکے۔

{فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ} (الزمر 15:39)

''پس تم اللہ کے سوا جس کسی کی بھی بندگی کرنا چاہو کرسکتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ زبردستی کسی کو بھی ہدایت نہیں دیا کرتا وہ تو ہمیشہ اس کو ہدایت دیتا ہے جو چاہتا ہے یعنی جس کی خواہش ہوتی ہے کیونکہ وہ تو غنی ہے جب کہ انسان اس کا محتاج ہے۔

{ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآئُ} (الزمر 23:39)

''یہ تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور وہ اس کو ہدایت دیتا ہے جو کوئی چاہتا ہے۔''

سورہ شوریٰ کی آیت نمبر 13 میں بھی اللہ نے یہی بات دوسرے انداز میں کہہ دیا ہے تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

{وَیَھۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ}

''اور وہ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔''

اللہ کے اختیارات اور اللہ کا چاہنا اس قسم کا ہوتا ہے کہ جس کا تصور انسان نہیں کرسکتا کیونکہ انسان کا علم اور عقل محدود ہے اور محدود چیز کسی بھی لامحدود چیز کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ کیونکہ ہر انسان کے پاس اتنا علم ہی ہوتا ہے جس قدر اس کی سوچ، کوشش اور محنت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے درجات اور علم کے بارے میں جو کچھ بتاتا ہے وہ اور کوئی نہیں بتا سکتا:

{نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ وَفَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ O} (یوسف 76:10)

''ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کردیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہوتا ہے۔''

اب میں ایک ایسی آیت کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جس میں اللہ نے ایک مرتبہ شَآءَ اللّٰہُ کا لفظ اور دو مرتبہ مَنۡ یَّشَآئُ کے الفاظ کو استعمال کیا ہے۔

خیال رکھیں کہ شَآءَ اللّٰہُ کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ کا چاہنا، پسند کرنا، ارادہ کرنا اور مَنۡ یَّشَآءُ کا مطلب ہوتا ہے کہ انسان کا چاہنا، پسند کرنا اور ارادہ کرنا۔ اب آپ اس آیت پر غور وفکر کریں۔

{وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنۡ یُّضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ وَلَتُسۡـَٔلُنَّ عَمَّا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ O} (النحل 93:16)

''اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ گمراہ کرتا ہے جو انسان گمراہ ہونا چاہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا ہے جو انسان ہدایت چاہتا ہے اور تم سب سے تمہارے اعمال کے متعلق ضرور سوال کیے جائیں گے۔''

یہ سچ ہے کہ اللہ کی شان بھی بڑی عجیب وغریب چیز ہے لیکن اس شان کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب کوئی انسان قرآن کے الفاظ پر غور کرتا ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ میں تمہارے اعمال یعنی کاموں کے بارے میں تم سے سوال کرونگا اور قرآن کی ایک دوسری آیت میں انسان سے کہتا ہے کہ جنت میں تو سب کچھ ملے گا اور یہ میرا وعدہ ہے اور اگر میں نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو تم بھی مجھ سے سوال کر لینا۔ اس آیت میں اللہ نے وَعۡدًا مَّسۡئُوۡلًا کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی ایسا وعدہ جس کے پورا نہ ہونے پر سوال کیا جاسکے۔

قرآن میں کئی ایک دوسرے مقامات پر یہ بھی کہا گیا ہے:

{اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ}

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا''

جنت کا لفظ متشابہ ہے یعنی کہ ایسا لفظ ہے جس کی مکمل تشریح اور تفسیر بیان نہیں ہوسکتی ویسے جنت کے لغوی اور

لفظی معنی باغ اور باغات کے ہوتے ہیں جنت کے اصطلاحی معنی سے مراد وہ جنت ہے جو اللہ نے اپنے متقی لوگوں کے لئے بنائی ہوئی ہے۔ احادیث کی کتابوں میں اور دیگر کتابوں میں جنت کی منظر نگاری ضرور کی گئی ہے لیکن مکمل اور حقیقی طور پر کوئی بھی انسان جنت کی تصویر کشی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ انسان کی عقل اور فہم سے بہت بلند ہے۔

ماضی میں اور موجودہ زمانے میں بھی لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جنت میں انسان کو کیا کچھ ملے گا قرآن نے کئی ایک مقامات پر بتایا ہے کہ فلاں فلاں نعمت ملے گی لیکن ایک مقام پر تو اللہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ انسان کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش اور تمنا کرے گا۔

{لَهُمْ مَّا يَشَآئُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ} (ق 35:50)

''وہاں اُن کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو بھی وہ پسند کریں گے اور جو اُن کی خواہش ہوگی اور ہمارے پاس تو اس سے بھی زیادہ ہے۔''

{وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ} (الحج 40:22)

''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اُس کی مدد کرتے ہیں۔''

شَآئَ کو مزید سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کیا جا سکتا ہے:

البقرہ 20:2، 58، 70، 105، 220، 223؛ الاعراف 155:7، 161؛ النحل 31:16، 93؛ النور 62:24؛ الزمر 15:39، 23؛ حٰم السجدہ 40:41؛ الشوریٰ 22:42؛ ق 35:50۔

" جو لوگ اللہ کی چاہت کو اپنی چاہت بنا لیتے ہیں
وہ دنیا کے عظیم لوگ ہوتے ہیں۔ "

دل ہے مسلماں، تیرا نہ میرا
تو بھی نمازی، میں بھی نمازی

اقبالؒ

شفا اور صحت

صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اللہ اور فطرت کے قوانین کی پابندی کیا کریں

کیونکہ

کائنات اور دنیا کا پورا نظام ان ہی قوانین کی وجہ سے چل رہا ہے۔

ایک انٹرنیشنل حقیقت

''شفاء اور صحت ؟ اللہ کے قوانین سے''

شِفَاء قرآن کا لفظ ہے اس کا اردو میں ترجمہ صحت اور تندرستی ہی ہوسکتا ہے۔لیکن شفا کا لفظ کچھ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔حکیم اور پڑھے لکھے لوگ اس لفظ کو زیادہ استعمال کرتے ہیں ۔خیال رہے کہ شفا عام طور پر دو قسم کی ہوتی ہے۔

1۔ نفسیات کی شفا یعنی دل و دماغ کی صحت مندی

2۔ جسم کی شفا یعنی جسمانی اعضا کی صحت مندی

جب انسان کے دل و دماغ اور جسم دونوں ٹھیک کام کریں تو پھر وہ تندرست کہلاتا ہے لیکن ان دونوں میں سے اگر کوئی ایک چیز بھی کام نہ کرے تو پھر وہ انسان بیمار ہوتا ہے اور اس کے علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے دنیا کے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ زندگی کے ان دونوں اجزا یعنی حصوں کا خیال رکھا کرے اور ان کی نشو ونما کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا رہے تا کہ عمر گزرنے کے ساتھ کوئی کمزوری اور بیماری پیدا نہ ہوسکے۔

شفا کے بارے میں قرآن کے حقائق

شفا کا مادہ: ش ف یٰ شَفَاَ

شفا کے لغوی اور لفظی معنی: صحت ،تندرست ،تندرستی

اصطلاحی معنی: اللہ اور فطرت کے قوانین کے مطابق زندگی گزارنا

ضد: مَرَضَ ،بیماری

قرآن کی سورہ حٰم السجدہ کی آیت نمبر 44 میں خالق کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم دعویٰ ہے کہ اس قرآن میں ہدایت اور شفا صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کو اپنے دل و دماغ سے تسلیم بھی کرتے ہیں یعنی مانتے بھی ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں ۔لیکن جن لوگوں کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں ان کے لئے قرآن میں کوئی ہدایت اور شفا نہیں ہے۔اللہ نے یہ ایک بہت خوبصورت بات قرآن میں بیان کر دی ہے۔

اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غور وفکر کر کے اپنے اپنے ایمان مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کریں تا کہ ہم اس قرآن سے زیادہ ہدایت اور شفا حاصل کر سکیں۔ایمان کو مضبوط کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات پر غور و فکر کریں اور توحید کا مراقبہ یعنی غور وفکر بھی کیا کریں تا کہ ہمیں یہ علم ہوسکے کہ اس قرآن کا مصنف کس عظمت کا مالک ہے۔

اس بات کا خاص خیال رکھیے کہ جس قدر بھی ہمارا توحید کا علم زیادہ ہوگا اُس قدر ہمیں قرآن سے زیادہ ہدایت اور شفا نصیب ہوگی کیونکہ دنیا، کائنات اور آخرت کی ہر ایک چیز علم کی بنیاد پر ہے اور علم ہی کی محتاج ہے۔اس لئے توحید کا علم اور توحید کی سائنس ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔

قرآن ایک دوسرے مقام پر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ اس میں شفا اور رحمت ہے لیکن صرف دنیا کے ان لوگوں کے لئے جو اس پر ایمان لاتے ہیں یعنی اپنے دل و دماغ سے اس کتاب کو تسلیم کرتے ہیں یعنی مانتے ہیں جو کہ بہت ہی

ضروری ہے کیونکہ دنیا کی کسی بھی چیز سے فائدہ اٹھانے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ہم اس چیز کو دل سے زبان سے اور اپنے عمل سے تسلیم کریں اور مانیں تو پھر اس چیز کا فائدہ ہم حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کس قدر عظیم حقیقت کا انکشاف کر رہا ہے کہ کن لوگوں کو شفا نصیب ہوتی ہے اور کن کو نہیں۔

{وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا O}

(بنی اسرائیل 82:17)

''ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے مگر ظالم لوگوں کو اس سے نقصان کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

خیال رکھیں کہ لفظ ظالم کے لفظی اور لغوی معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے جائز مقام سے ہٹا دینے کو ظلم کہتے ہیں اور جو یہ کام کرتا ہے وہ ظالم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر قلم کو فرش پر اور جوتے کو میز پر رکھا جائے تو یہ قلم اور جوتے کے ساتھ ظلم ہوتا ہے۔

پورے قرآن میں چار آیات ہیں جن میں اللہ نے شفا کا لفظ استعمال کیا ہے اور ان ہی آیات میں شفا کے ساتھ ہدایت اور رحمت کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ قرآن میں شفا ہے۔ ہدایات ہے اور رحمت ہے!

اگر علم اور سائنس کے ذریعے تحقیق کی جائے تو پھر قرآن کی بات 100 فیصد سچ ہے کہ قرآن میں شفا ہے کیونکہ قرآن کے احکامات وقوانین پر غور وفکر کرنے سے انسان کے DNA، Cells اور خون متاثر ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے خیالات اس کے دل و دماغ پر براہ راست اثرات ڈالتے ہیں جس سے پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر ہمارے منفی خیالات ہونگے تو جسم پر منفی اور بُرا اثر پڑے گا لیکن اگر ہمارے خیالات مثبت، توحید اور الہامی کتابوں کے احکامات کے مطابق ہونگے تو پھر ہمارا جسم تندرست ہوگا اور اس معیار کا تندرست ہوگا جس معیار کے خیالات ہوں گے اُسی معیار کی جسمانی نشوونما اور صحت ہوگی۔

تمام دنیا کے ڈاکٹرز اور نفسیات کے ماہرین اس عظیم حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ انسان کے خیالات اور خوراک کا اس کے جسم پر بڑے گہرے اثرات ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام علم والے اور عقل والے لوگ اپنے خیالات اور اپنی خوراک پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ اگر آپ کا دل و دماغ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے تو پھر آپ بھی اپنے خیالات اور اپنی خوراک پر خاص توجہ دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں 19 مرتبہ انسان کو یٰاَیُّھَا النَّاس کہہ کر بات کی ہے جس کا مطلب ہے اے لوگو! اس

میں تمام دنیا کے لوگ شامل ہیں جو کہ قرآن کی ہدایات پر عمل کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اٹھا رہے ہیں۔ اب میں سورہ یونس کی دو آیات کو بیان کرنے لگا ہوں۔ اگر آپ نے ان آیات پر غور وفکر کر کے حقائق کو اپنے شعور، لاشعور، تحت الشعور اور نفس کے اندر اتار لیا تو پھر آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آ سکتا ہے اور یہ انقلاب آپ کو ایک عظیم انسان بنا دے گا۔

{يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ O قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ O}

(یونس 10:57-58)

''اے لوگو! یقینا تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے اس میں تمہارے صدور یعنی دل و دماغ کی شفا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدیات اور رحمت ہے۔

لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں کہ یہ قرآن اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے جس پر لوگوں کو خوش ہونا چاہیے کیونکہ یہ ایک بہتر چیز ہے۔ اُن تمام چیزوں سے جو یہ لوگ دنیا میں جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔''

میرے ذاتی تجربات اور مشاہدات اس بات کی 100 فیصد گواہی دیتے ہیں اور اس حقیقت کو سچ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کے احکامات وقوانین میں شفا ہے یعنی نفسیاتی بیماریوں اور جسمانی بیماریوں کیلئے اس کتاب میں صحت ہے۔ لیکن کس قدر اور کتنی شفا ہے اس کا تعین کرنا مشکل ہے کیونکہ ہر انسان کے علم، ایمان، کوشش اور صلاحیتوں کا معیار الگ الگ ہوتا ہے ان ہی خصوصیات کی بنیاد پر ہر انسان کی شفا کا انحصار ہوتا ہے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ! اسی طرح کسی کو جلدی اور کسی کو دیر سے شفا ملتی ہے لیکن یہ ایک یقینی بات ہے کہ شفا ہر کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

☆ اگر کوئی انسان تجربہ کرنا چاہتا ہے تو وہ صرف تین ماہ کے لئے ایک اسلامی کورس یعنی ضابطہ حیات کو اپنے دل و دماغ پر نافذ کر کے دیکھے اور پھر تین ماہ گزرنے کے بعد آپ اپنے دل اور ضمیر کی آواز پر خود فیصلہ کرے کہ آپ کو کتنا فائدہ ہوا ہے یا کہ نقصان۔

☆ اگر آپ کوئی اپنا ذاتی تجربہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ اُن لوگوں سے ملاقات کریں اور اُن لوگوں کی محفل میں بیٹھا کریں جو اللہ کا ذکر و اذکار کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کا انٹرویو لینے سے اور تمام حقائق پر غور وفکر کرنے سے آپ کو اپنے دل ہی کی طرف سے گواہی مل جائے گی کہ واقعی قرآن میں شفا یعنی صحت اور تندرستی ہے۔

قرآن اور شفا

قرآن میں بار بار یہ اعلان کیا گیا ہے

کہ

اس میں شفا یعنی روحانی، نفسیاتی اور جسمانی

صحت مندی ہے لیکن

پھر بھی ہم اس عظیم کتاب سے

کوئی فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہیں کرتے

جو کہ

ہماری کم علمی اور بدنصیبی ہے۔

''علاج کے طریقے ؟ خالص اور ملاوٹ''

دنیا میں علاج کے دو بڑے طریقے ہیں۔

1۔ ترقی یافتہ ممالک کا طریقہ

2۔ غیر ترقی یافتہ ممالک کا طریقہ

☆ ترقی یافتہ ممالک کے ہسپتالوں میں علاج کے طریقے بہت ہی قابل تعریف ہیں مگر صرف اُن لوگوں کے لیے جو انسانیت کی ضروریات اور اقدار کو سمجھتے ہوں اور اُن کو وہاں سے علاج کروانے کا تجربہ اور مشاہدہ بھی رکھتے ہوں۔

☆ میں دسمبر 1974 میں اوسلو یونیورسٹی میں سٹوڈنٹس تھا اور پارٹ ٹائم ایک فیکٹری میں کام بھی کرتا تھا۔ ایک دن مجھے اطلاع ملی کہ والد صاحب بیمار ہیں اور اُن کا آپریشن ہونا ہے لہٰذا میں نے فیکٹری میں چھٹی کی درخواست دے دی اور اپنے نارویجن ورکرز یعنی ساتھیوں کو بھی بتایا کہ میں پاکستان جارہا ہوں تا کہ اپنے والد کا علاج کر واسکوں۔ میری یہ باتیں سن کر میرے نارویجن ساتھی بڑے ہی حیران اور پریشان ہوگئے جب میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے کیا آپ ڈاکٹر ہیں؟ میں نے کہا نہیں تو کہنے لگے تو پھر تم پاکستان جا کر کیا کرو گے؟ .....اس پر میں نے اُن کو بتایا کہ میں اُن کو دوائیاں خرید کر دوں گا اور کھانا ہسپتال میں پہنچاؤں گا اور پھر ہسپتال میں رہ کر اُن کی خدمت کروں گا۔ یہ سن کر وہ مزید حیران ہوگئے اور کہنے لگے کیا تمہارے ملک میں ایسے ہسپتال بھی ہیں جہاں پر دوائیاں اور خوراک مریض کو دینے کے بعد اُس کے ساتھ بھی رہنا پڑتا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں یہی ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قانون ہے۔

☆ مختصر یہ کہ ہر انسان اور ہر معاشرے کا اپنا اپنا سچ اور جھوٹ ہوتا ہے جس میں اُس نے آنکھ کھولی ہوتی ہے۔ حقیقی اور حتمی سچ تو وہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں کر دیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک اور غیر ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کے لیے ایک دوسرے کو سمجھنا بہت ہی مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہوتا ہے جس طرح کہ اگر پاکستان کے لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ تمام ترقی یافتہ ممالک میں دوائیاں، خون اور خوراک دینا مکمل ہسپتال کی ذمہ داری ہوتی ہے تو وہ یقین نہیں کریں گے کیونکہ اُنہوں وہ نظام دیکھا ہی نہیں۔ ایک حقیقت یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کے سرکاری ہسپتالوں کا معیار لاہور کے ڈاکٹرز ہسپتال اور ڈیفنس کے نیشنل ہسپتال سے بھی زیادہ معیاری ہے اور ادویات میں ملاوٹ کا تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ یہ تمام سہولیات ایک عام شہری کے لیے فری ہیں لیکن اگر کوئی غیر ملکی بھی وہاں جا کر اچانک بیمار ہو جائے تو اُس کے لیے بھی یہ سہولیات مفت ہیں لیکن پھر بھی وہ کافر؟؟؟؟

''فلاح کی اہمیت ؟ محنت کی بنیاد پر''

☆ فلاح قرآن پاک کا ایسا لفظ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کئی مرتبہ استعمال کیا ہے اور یہ ہر بار ایک مختلف انداز میں کیا ہے تا کہ انسان کسی نہ کسی طرح اس لفظ کو سمجھے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ یہی وجہ ہے کہ اذان میں یہ لفظ بار بار آتا ہے۔

فلاح کا مادہ: ف ل ح

لُغوی معنی: زمین کو اور کسی بھی چیز کو اس قدر قابل بنانا اور سنوارنا کہ وہ بہتر پیداوار دے سکے (بنانا، سنوارنا اور ترقی دینا)

اصلاحی معنی: اللہ کی ہدایات اور احکامات کے مطابق اس طرح زندگی گزارنا کہ انسان کو دنیا اور آخرت میں اُس کا پھل حاصل ہو سکے۔ اس لفظ کے مکمل معنی یہ ہیں کہ دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کو فلاح کہتے ہیں۔

☆ قرآنِ حمید میں فلاح کے لفظ کو کئی ایک آیات میں بیان کیا گیا ہے لیکن سورہ روم کی آیت نمبر 38 میں اللہ تعالیٰ فلاح پانے والے لوگوں کی نشانیوں کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ

''فلاح پانے والے لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو اُن کا حق ادا کرتے ہیں یہ اُن لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا یعنی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

☆ انسان کو ہر نماز سے پہلے اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے یعنی اذان میں یہ لفظ دہرائے جاتے ہیں کہ حی علی الفلاح ''آؤ فلاح کی طرف'' یعنی دونوں جہانوں کی کامیابی کی طرف!

☆ لہٰذا پڑھنے، سمجھے اور اس پر عمل کرنے کے بعد یہ گارنٹی دی جاتی ہے کہ انسان فلاح پائے گا لیکن اگر کوئی انسان پڑھنے کے بعد سمجھنے یعنی نماز کے احکامات پر عمل کیے بغیر مکمل فلاح کی اُمید رکھے گا تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے گا۔ مختصر یہ کہ جس قدر بھی کوئی انسان نماز کے تقاضے یعنی ضروریات کو پورا کرے گا اُسی قدر اُس کو کامیابی نصیب ہوگی۔ صرف پڑھنے سے بھی کامیابی ہوتی ہے لیکن یہ کامیابی بہت ہی معمولی قسم کی ہوتی ہے۔

سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر 3 میں فلاح کو ایک دوسرے طریقے سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون ''اللہ کا تقویٰ یعنی اللہ کے احکامات وقوانین اختیار کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

☆ تمام ترقی یافتہ قوموں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین پر عمل کر کے ہی فائدہ اُٹھایا ہے۔ جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے صرف دو ابتدائی قوانین یعنی وقت کی پابندی اور وعدے کی پابندی پر بھی عمل نہ کر سکے حالانکہ ہمیں آزاد ہوئے 70 سال گزر چکے ہیں جبکہ ترقی یافتہ ممالک انہی قوانین پر عمل کر کے کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہیں۔

☆ فلاح کی دیگر آیات جن کے ذریعے آپ تقویٰ کو مزید سمجھ سکتے ہیں۔ البقرہ 5:2؛ آلِ عمران 200:3؛ التوبہ 88:9؛ الروم 38:30؛ المومنون 117,1:23۔

''علم اور شکل ؟ مختلف صفات''

☆ مارچ 1967 کا ذکر ہے اُس وقت میں اسلامیہ کالج سول لائن کا سٹوڈنٹ تھا۔ ہمارے کالج کے سامنے سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کا آفس تھا وہاں ہمارا ایک کلاس فیلو فاروق رہتا تھا کیونکہ اُس کے والد پولیس میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے ایک دن خالی پیریڈ میں فاروق مجھے اپنے ساتھ گھر لے گیا جب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو وہاں اُن کے تین کزن بیٹھے ہوئے تھے۔فاروق کا ایک کزن جو سب سے زیادہ سمارٹ خوبصورت اور خوش لباس تھا جب اُس سے میں نے اُس کی تعلیم کے بارے میں پوچھا ؟ تو وہاں پر موجود سب لڑکوں نے اس قدر قہقہے لگائے کہ اُن کے پیٹ میں بَل پڑ گئے۔اس پر میں یہ سمجھا کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔

☆ تھوڑی دیر کے بعد جب حالات معمول پر آئے تو میں نے اُن سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ جس کی تعلیم کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو یہ تو کورا اَن پڑھ ہے اس پر میں حیران بھی ہوا اور پریشان بھی کیونکہ وہ لڑکا سب سے زیادہ صحت مند، خوبصورت اور خوش لباس تھا۔

☆ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ علم اور شکل وصورت یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں اِن دونوں کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے لیکن اگر موازنہ کیا جائے تو علم کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے یعنی لامحدود ہے اسی لیے ہمیں کسی کی شکل اور دولت سے متاثر نہیں ہونا چاہیے بلکہ شکل وصورت کی بجائے علم وحکمت والے لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے۔جیسا کہ علامہ اقبال کا انسان کو مشورہ ہے کہ

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

علامہ اقبال

تقویٰ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا قانون ہے جس پر عمل کرنے سے انسان دنیا اور آخرت میں فلاح یعنی کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔

دعا اور دعائیں

دعا کرنے سے پہلے علم اور عمل کے تقاضے پورے کرنا

ضروری ہوتا ہے

لیکن

بیمار انسان اور قومیں علم اور عمل کے بغیر

دعائیں کرتے کرتے دم توڑ دیتی ہیں

جبکہ

تاریخ پر نظر ڈالنے سے

یہ سب کچھ ہمیں نظر آجاتا ہے۔

دعاؤں کی حقیقت

اگر صرف دعاؤں سے کام چلنا ہوتا

تو پھر

یہ سب رسول اور نبی

جہاد یعنی کوشش اور عمل نہ کرتے

دعا کے ساتھ ساتھ علم اور عمل

بھی ضروری ہوتا ہے

''دُعا اور دُعائیں ؟ علم اور عمل کے ساتھ''

☆ گزشتہ پچاس سال سے میں اور میری پوری کی پوری قوم دُعاؤں پر لگی ہوئی ہے لیکن دعائیں قبول نہیں ہو رہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی! دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے مجھے دُعا پر غور وفکر کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ قرآن میں دعا کا لفظ کافی مرتبہ استعمال ہوا ہے جس سے اس لفظ کی اہمیت اور افادیت کا علم ہوتا ہے۔ اللہ نے خود انسان کو مختلف دعائیں سکھائی ہیں اور پھر اُن دعاؤں کا جواب بھی دیا ہے کہ اس طرح تمہاری دعائیں قبول ہوں گیں۔

☆ قرآن کی ابتدا سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے جو کہ ایک بہت بڑی دعا ہے۔ یہ وہ عظیم دعا ہے جو کہ ہماری صلوٰۃ یعنی نماز کا فرض حصہ بھی ہے۔ اگر یہ دعا نہ پڑھی جائے تو پھر صلوٰۃ یعنی نماز مکمل ہی نہیں ہوسکتی اور اس حقیقت کو تمام دنیا کے اسلامی ممالک تسلیم کرتے ہیں۔

☆ اللہ کی شان دیکھیں کہ قرآن کی پہلی سورت میں انسان کو دعا سکھائی گئی ہے اور پھر اس دعا کا جواب خود ہی قرآن کی 113 سورتوں میں دے دیا گیا ہے۔ یہ جواب اس قدر وسیع ہے کہ صدیوں سے ہر زمانے اور ہر انسان کی ضروریات پوری کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اُن الفاظ کا انتخاب کیا ہے جو فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے بہت ہی موزوں ہیں۔ اب ہم دعا کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

دعا کا مادہ: د ع ء۔ دعا

دعا کے لغوی معنی: پکار، پکارنا، درخواست کرنا، التجا کرنا، عرض کرنا

دعا کے اصطلاحی معنی: قرآن کی ہدایات کے مطابق اللہ کو پکارنا اور دعا کرنا ہوتا ہے

اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ دعا صرف اور صرف اللہ سے کی جاتی ہے اور کسی بھی ذات سے ہرگز ہرگز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ صرف اللہ کا حق ہے اور اس کو ہی زیب دیتا ہے جو پوری کائنات کا خالق ہے۔ جس کی عظمت اور صفات ہماری عقل میں نہیں آسکتیں۔ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ بذاتِ خود ہم سے مخاطب ہوکر کہہ رہا ہیالرعد 14:13؛ المومن 60:40۔ ان آیات کے مندرجہ ذیل ترجمے پر غور وفکر کرنے کے بعد فیصلہ آپ خود کریں۔

''صرف اور صرف اللہ کو پکارنا درست ہے اس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ اپنے پکارنے والوں کو جواب نہیں دے سکتے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ پانی اس کے مُنہ تک پہنچ جائے۔ حالانکہ وہاں تک پہنچنے والا نہیں۔ اس طرح کافروں کی دعا بے فائدہ ہے''

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہماری دعا کو سنتا ہے اور آخرت میں بھی سنے گا کیونکہ دونوں جہانوں کا مالک ہے اور انسان کا آقا، مالک اور سرپرست ہے۔ سب لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے لیکن اُن لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے جو اس کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرتے ہیں سورہ حم سجدہ میں اللہ کے الفاظوں پر غور کریں۔

{ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ O} (حٰم السجدہ 31:41)

''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی اور سرپرست ہیں اور آخرت میں بھی! وہاں تمہارے لئے سب کچھ ہے جو بھی تم چاہو گے اور تمہارے لئے ہر چیز ہے جس کی تم دعا کرو گے۔''

☆ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی تمام فطرت، خوبیوں اور خامیوں کو بخوبی جانتا ہے اسی لئے کہتا ہے کہ انسان اپنی بہتری کے لئے اس قدر زیادہ دعائیں مانگتا ہے کہ دیکھنے والا پریشان ہوجاتا ہے مانگنے والا نہیں تھکتا وہ تو صبح شام دعاؤں پر لگا ہوا ہے۔ لیکن اس کو یہ علم نہیں کہ علم اور عمل ہر دعا کا بنیادی حصہ ہوتے ہیں۔

انسان کو اس کی فطرت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ

{لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَؤُوسٌ قَنُوطٌ O}

(حٰمٓ السجدہ 31:49)

''انسان اپنے لئے بھلائی کی دعائیں مانگتے نہیں تھکتا مگر جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو پھر مایوس اور دل شکستہ ہوجاتا ہے۔''

☆ اللہ انسان کو بتاتا ہے کہ میں جس مقام پر بھی ہوتا ہوں اور تمہاری دعاؤں کا جواب دیتا ہوں جب بھی میرا بندہ میرے سامنے دعا کرتا ہے۔

{وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ O} (البقرہ 186:2)

''جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ﷺ اُن سے کہہ دیں ''میں اُن کے بہت قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ ہدایت پائیں۔''

پوری دنیا کے مسلمان ممالک بہت زیادہ دعاؤں کا سہارا لیتے ہیں مگر دعائیں بھی اپنا اثر نہیں رکھتیں کیونکہ جب صبح شام دعائیں مانگی جائیں پھر بھی کوئی انسان یا ملک ناکامی اور ذلالت کا شکار ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دعا مانگنے والے میں کسی چیز کی کمی یا کمزوری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید تمام کمزوریوں سے بالاتر ہے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ دعا مانگنے والے میں تو کوئی کمی ہوسکتی ہے لیکن دعا قبول کرنے والے میں تو کسی چیز کی کمی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ پاک ذات تو انتہائی عظمت والی اور تمام خامیوں سے پاک ہے اور انسان کے ساتھ بہت زیادہ رحم، محبت اور معاف کرنے والی ذات ہے۔ اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ کسی انسان اور کسی ملک کی دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں۔

1۔ اللہ کے احکامات اور قوانین میں بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے اسی لیے اُن پر عمل کرنے سے دنیا کے اکثر انسانوں اور ممالک کی دعائیں قبول ہوجاتی ہیں چاہے وہ اللہ پر ایمان لائیں یا نہ لائیں جیسا کہ چین، روس اور یورپ والوں کی دعائیں قبول ہورہی ہیں۔

2۔ خیال رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے سے زیادہ طاقت اس کے احکامات اور قوانین پر عمل کرنے سے ہوتی ہے ان ہی کے تحت انسان اور ممالک کی زندگی رواں دواں ہے۔

3۔ جس کام کی دعا کرنی ہو پہلے اس کے لئے علم حاصل کریں پھر اس پر عمل کر کے دعا مانگیں تو ضرور قبول ہوگی مثلاً اگر چائے بنانی ہو تو پہلے چائے بنانے کا علم چاہیے اور اگر ہوائی جہاز بنانا ہو تو پہلے اس کا بھی علم چاہیے۔ پھر اس علم پر عمل کر کے دعا مانگیں۔ انشاء اللہ ضرور چائے بھی بنے گی اور جہاز بھی بنے گا۔

4۔ لیکن اگر آپ صرف زبان سے صبح و شام دعائیں ہی مانگتے جائیں گے اور عمل یعنی کام نہ کریں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ غیب سے مدد کرے گا اور جنہوں نے چائے تیار کی ہوگی اور ہوائی جہاز بنایا ہوگا وہ اپنی مرضی سے اور اپنے مفادات کے لئے آپ کو تیار ہوائی جہاز F-16 دے دیں گے۔ کیونکہ اُنہوں نے جہاز بنانے کا علم اور عمل حاصل کیا ہے۔

تاریخ کے تین مشہور واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زبانی دعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات پر عمل نہ کیا جائے یہ دھوکے کی بات ہے۔

1۔ ہلاکو خان کا حملہ اور ختم خواجگان

1250 ء کی بات ہے کہ بغداد میں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس وقت وہاں چار بڑے فرقے تھے۔ حنفی، شافعی، شیعہ اور سنی۔ حالات یہ تھے کہ حنفی اور شافعی اختلافات کی وجہ سے آپس میں لڑتے رہتے تھے اور دوسری طرف شیعہ اور سنی فرقہ بھی آپس میں ہی برسرِ پیکار تھے۔ جس کی وجہ سے بغداد کا ماحول کافی خراب تھا۔ شیعہ رہنما علقمی نے بار بار ہلاکو خان کو حالات ٹھیک کرنے کی دعوت دی۔ آخر کار جب ہلاکو خان حملہ کرنے لگا تو مسلمانوں نے ختم خواجگان دلانا شروع کیا اور اللہ کو بہت مدد کے لئے پکارا اور دعائیں مانگیں لیکن ہلاکو خان نے جب حملہ کیا تو سب کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور تقریباً 6 لاکھ مسلمانوں کو قتل کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعائیں قبول نہ کیں۔ مزید تفصیلات کے لئے تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ پڑھا جاسکتا ہے۔

2۔ نپولین کا حملہ اور بخاری شریف کا ختم

تقریباً 1830 ء کا واقعہ ہے کہ مصر کی حکومت اس قدر کمزور اور مفلوج ہوگئی کہ نپولین نے حملے کا منصوبہ کیا۔ مصر کی حکومت نے اللہ کے احکامات و قوانین پر عمل کرنے کی بجائے بخاری شریف کے ختم پر زور دیا اور اللہ سے دعائیں کرنے لگے لیکن اللہ نے کوئی مدد نہ کی۔ آخر کار نپولین نے مصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا۔

3۔ بخارا اور سمرقند پر کمیونسٹوں کا حملہ

تیسرا مشہور واقعہ یہ ہے کہ 1915 ء میں کمیونسٹوں نے پہلے زارِ روس کو قتل کی اور پھر وسطی ایشا کی ریاستوں، بلخ، بخارا، سمرقند اور تاجکستان کی مسلمان ریاستوں پر حملے کا فیصلہ کیا جس پر مسلمانوں نے فوراً دعائیں کرنا شروع کر دیں اور ساتھ ہی مختلف قسم کے وظیفے کرنے شروع کر دیے اور صبح و شام گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگے لیکن کمیونسٹوں نے ایک نہ سنی اور حملہ کر کے 4 ہزار مسلمانوں کو ذبح کر کے شہر کو لوٹ لیا گیا لیکن مسلمانوں کی دعائیں اُن کے

کام نہ آسکیں۔ افغانستان کے موجودہ حالات بھی اسی قسم کے ہیں۔

یادرکھیں کہ دعائیں ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہیں

1۔ گداگروں کی دعائیں 2۔ مجاہدوں کی دعائیں

1۔ گداگروں کی دعائیں

جولوگ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیئے بغیر یعنی علم اور عمل کے بغیر دعائیں کرتے ہیں وہ گداگر ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی غیب سے ہی مدد کردے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بھی کرتا ہے کہ غیب کے ایسے وسائل بن جاتے ہیں کہ دعائیں قبول ہوجاتی ہیں اور اُن کی وہ لوگ مدد کرتے ہیں جو اللہ کے احکامات پر عمل کرکے کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک صرف دعائیں مانگنے والے غریب ممالک کی مدد کرتے ہیں۔

2۔ مجاہدوں کی دعائیں

جولوگ اللہ کے احکامات وقوانین کے مطابق دعائیں کرتے ہیں وہ اس طرح کرتے ہیں کہ جس چیز کے لئے دعا کرنی ہو پہلے اس کا علم حاصل کرتے ہیں پھر اس علم پر عمل کرنے کے بعد اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ کامیابی نصیب کر جیسا کہ تمام رسولوں، مومنوں اور مجاہدین نے دعائیں کیں۔

مجاہد اپنی دعا کی تکمیل کے لئے اپنی بھرپور کوشش محنت، ہمت اور جدوجہد کرنے کے بعد پھر اللہ سے دعا کرتا ہے۔

یہ ایک ایسا دعا کا طریقہ ہے جو تمام رسولوں اور رسول اکرم ﷺ سے چلا آرہا ہے نبی پاک ﷺ ایسے ہی دعائیں کیا کرتے تھے۔ دنیا کے کچھ انسان اور ممالک دعائیں کیے بغیر اللہ کے احکامات اور قوانین پر عمل کرتے ہیں۔ اس طریقے پر عمل کرکے امریکہ اور یورپ والوں نے جو ترقی کی ہے وہ پوری دنیا کے سامنے ہے۔

یادرکھیں کہ اگر اللہ مخالفت کرے تو امریکہ اور یورپ کی مجال ہی نہیں ہے کہ وہ ترقی کرسکیں کیونکہ اللہ کائنات کی ایک بہت بڑی طاقت کا نام ہے مگر افسوس کہ اللہ ان کی مخالفت نہیں کرتا مگر دنیا کے جو انسان یا ممالک گداگروں کی طرح دعائیں مانگ رہے ہیں وہ سب آج اُن کے محتاج ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین پر عمل کرتے ہیں۔

یہ ایک حتمی حقیقت ہے کہ علم اور عمل کے بغیر انسان
زندگی کے کسی بھی مقام پر کامیابی حاصل نہیں کرسکتا
صرف مسجدوں اور گھروں میں بیٹھ کر اگر کامیابی ملتی تو پھر رسول اور نبی
عمل کے میدان میں کبھی بھی اپنے قدم نہ رکھتے

علامہ اقبال نے بھی کامیابی حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ
نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

''وفات کی حقیقت ؟ زندگی کا قانون''

☆ وفات قرآن پاک کا ایک ایسا لفظ ہے جس سے دنیا کے اکثر انسان ڈرتے ہیں اور خوف زدہ رہتے ہیں اور اس سے محفوظ رہنے کے لئے مختلف طریقے سوچتے رہتے ہیں۔ میڈیکل کی دنیا میں جتنی بھی ترقی ہو رہی ہے وہ اس لئے ہو رہی ہے کہ انسان کو اپنی جان بہت پیاری ہے اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ وہ فوت ہو جائے یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑے سخت جان اور ظالم لوگ بھی فوت ہونے سے گھبراتے ہیں سوائے اُن لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قانون کو سمجھتے ہیں اور وفات کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ علم والے اور ایمان والے ہوتے ہیں کیونکہ علم ہی میں اس قدر طاقت ہے جو انسان کو زندگی کی خوشی اور وفات کے خوف سے بے نیاز کرتی ہے۔

☆ آیئے ذرا ہم بھی کوشش کریں اور قرآن سے وہ علم حاصل کریں جو ہمیں وفات کی حقیقت بتائے تا کہ وفات کا علم آنے کے بعد ہمارا وہ خوف دور ہو سکے جو کم علم لوگوں اور علماء کرام نے صدیوں سے ہمارے دل و دماغ میں بٹھایا ہوا ہے۔

وفات کا مادہ: وف ء

لفظی اور لغوی معنی: ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، منتقل ہونا، تبدیل ہونا

اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کی ایک دنیا سے انسان کا دوسری دنیا میں چلے جانا

ضد: حیات۔ زندگی

مشتقات: وفا، وفاداری

☆ انسان کی پیدائش اور وفات کے بارے میں جو حقائق اللہ تعالیٰ انسان کو بتاتا ہے وہ اور کوئی انسان یا نظریہ ہرگز نہیں بیان کر سکتا ہے کیونکہ قرآن کے کئی حقائق کے متعلق سائنس نے کافی ریسرچ کی ہے اور پھر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اس کتاب کی ہر بات سچی اور نا قابل تردید ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم قرآن کے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اللہ سے زبانی معافیاں اور دعائیں مانگ مانگ کر گزارہ کرتے رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی کئی ایک آیات میں وفات کا ذکر کیا ہے اور انسان کو بتایا ہے کہ زندگی اور وفات کیا ہے اور یہ ضرور تمہیں آ کر رہے گی۔ سورہ النحل میں اس طرح وفات کو بیان کیا گیا ہے:

{وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ O} (النحل 70:16)

''لوگو! اللہ ہی نے تم سب کو پیدا کیا اور وہی تم سب کو وفات دیتا ہے تم ہی میں سے کچھ لوگوں کو بڑھاپے کی اس عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد بھی کسی چیز کو نہیں جانتا۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ علم والا اور طاقت والا ہے۔''

☆ یہ حقیقت ہے کہ شروع سے ہی لوگ الہامی کتابوں کی مخالفت کرتے آرہے ہیں اور یہ ہر زمانے میں االلہ کے رسولوں سے مختلف سوالات کیا کرتے تھے کہ ہم کس طرح دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اللہ نے کئی ایک آیات کے ذریعے کافروں کے اس سوال کا جواب دیا ہے۔ ہر جواب مختلف طریقے اور الفاظ سے دیا گیا ہے۔ سورہ السجدہ میں یہ جواب اس طرح دیا گیا ہے۔

{وَقَالُوا أَئِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَئِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ بَلْ هُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ O قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ O} (السجدہ 32:10-9)

''اور وہ کہتے ہیں جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ اصل میں وہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کو نہیں مانتے۔ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیں: موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہی تمہاری جان قبض کرے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

☆ یہ ایک مکمل اور حتمی حقیقت ہے کہ نیند میں یعنی رات کو سوتے وقت تمام انسان وفات پا جاتے ہیں کیونکہ اُن کے جسموں سے روح نکل جاتی ہے لیکن صبح کو جب وہ اٹھتے ہیں تو ان کی روح ان کے جسم میں واپس آجاتی ہے تا کہ اللہ کے اذن سے یعنی اللہ کے حکم اور قانون کے مطابق جو اُن کی عمر مقرر ہے اس کو وہ پورا کریں۔ اس عظیم حقیقت کو سورۃ الانعام کی مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ ذرا غور وفکر کر کے دیکھیں۔

{وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ O} (الانعام 60:6)

''اور وہی تو ہے جو رات کو نیند میں تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ بھی تم دن کو کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے پھر تم سب کو اُس کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ بھی تم دنیا میں کرتے رہے۔''

نوٹ کریں کہ سورہ الزمر کی آیت نمبر 42 میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ نیند کی حالت میں تمام روحیں اللہ کے پاس چلی جاتی ہیں۔

☆ اس دنیا کے اکثر لوگ دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے اللہ ہی انسانوں کے دل کی سوچ کو جانتا ہے اس لئے اللہ نے اس سوال کا جواب قرآن کی کئی آیات میں دیا ہے۔ سورہ الحج کی آیت نمبر 5 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں شک کرتے ہو؟ پھر اس سوال کے جواب میں پوری دنیا کے انسانوں کو بتایا گیا ہے کہ ہم نے تم سب کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر انسان کو پیدائش سے لے کر آخر تک وہ منزلیں بتائیں گئی ہیں جن کو آج کی جدید سائنس 100 فیصد سچ ثابت کر چکی ہے اور اس ریسرچ پر لاکھوں ڈالر خرچ ہوئے ہیں لیکن قرآن نے آج سے 1434 سو سال پہلے یہ حقائق تمام انسانوں کو بتائے۔ ایک آیت میں اللہ کے الفاظ ہیں کہ

{وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا} (الحج 5:22)

''تم میں سے کوئی شخص پہلے مرجاتا ہے اور کوئی بڑھاپے کی ایسی نکمی حالت تک پہنچا دیا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا۔''

نوٹ: سورہ المومن کی آیت نمبر 67 میں بھی اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ **حیران کن** اور خوشی کی بات یہ ہے کہ قرآن کی تمام باتوں پر موجودہ زمانے کی جدید سائنس نے گہری ریسرچ کی ہے اور کئی کئی سال تحقیق کرنے کے بعد ان حقائق کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی انسان توحید اور رسالت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر یہ اس انسان کی بدقسمتی اور بدنصیبی ہے جس کی وجہ سے اس کے دل پر تالہ لگا ہوا ہے۔

☆ **حقیقت** یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو تحقیق کے بغیر اور تحقیق کرنے کے بعد یعنی دونوں طریقوں سے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس چیز کا انحصار ہر انسان کی سوچ، علم اور بصیرت پر ہوتا ہے۔

سورہ اعراف کی آیت نمبر 37 میں بھی اللہ تعالیٰ نے وفات کی حقیقت کو ایک مختلف انداز اور مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تا کہ کوئی انسان اپنی عقل کو استعمال کر سکے۔

''اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں کرے یعنی اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے ؟''

{نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ} (الواقعہ 57:56)

''ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تم دوبارہ پیدا ہونے کو سچ کیوں نہیں مانتے؟''

☆ **اس وقت** دنیا کا اکثر سائنسدان اور محققین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ الہامی کتابوں کے اندر جس قدر انسان اور کائنات کا علم موجود ہے وہ دنیا کی اور کسی کتاب میں نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر سائنسدان تحقیق کرنے سے پہلے بنیادی نکات اور باتوں کے لئے الہامی کتابوں کا سہارا لیتے ہیں تا کہ ان کو ریسرچ کرنے میں آسانی رہے۔ قرآن کی عظمت اور گہرائی کا جائزہ لینے کے بعد ہی علامہ اقبال نے بے ساختہ کہہ دیا تھا کہ

فاش می گویم کہ در دل مضمر است
ایں کتابِ نیست چیزے دیگر است

میرے دل کے اندر سے ایک پوشیدہ راز مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ کتاب ہی نہیں بلکہ کتاب سے بھی بہت بلند کوئی اور چیز ہے

وفات کی حقیقت

دنیا کے تمام انسان رات کو فوت ہو جاتے ہیں

اور دوسرے دن پھر ہم دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں۔

{وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ} (الانعام 60:6)

''اور وہی تو ہے جو رات کو تم سب کو وفات دیتا ہے۔''

''رسولوں کی دعائیں ؟ توحید کی نشانیاں''

☆ یہ ایک مکمل اور حتمی حقیقت ہے کہ جتنے بھی رسول اس دنیا میں تشریف لائے وہ تمام کے تمام توحید اور انسانیت کے لیے کام کرتے رہے تاکہ انسان صراط مستقیم پر اپنی زندگی گزارتے ہوئے جنت میں داخل ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے تمام رسولوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں تاکہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ اسلام یعنی سلامتی اور Peace قائم ہو سکے۔

☆ لیکن انسان نے اپنی فطرت اور مفاد پرستی کے مطابق مختلف فرقے بنا لیے جیسا کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ یہ تینوں دنیا کے بڑے بڑے فرقے ہیں لیکن اِن کے اندر بھی بے شمار فرقے ہیں جو اپنی اپنی سوچ اور خیالات کے مطابق ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے بھی کرتے ہیں ایشیا اور افریقہ میں تو فرقے ایک دوسرے قتل کر دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے تمام رسولوں نے انسان کو فرقہ بندی سے منع کیا ہے۔

☆ اس وقت دنیا میں قرآن واحد اور مستند ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے اصلی الفاظ کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس میں تمام الہامی کتابوں کا خلاصہ اور مقصد بھی موجود ہے یہ ہمیں ایک ہی اسلام کی دعوت دیتی ہے اور یہی دعوت تمام رسولوں نے دی یہاں پر ہم کچھ رسولوں کی ایسی دعائیں پیش کر رہے ہیں جو دنیا کے تمام انسانوں کی رہنمائی کرتی ہیں تاکہ انسان اپنی ذات، معاشرے اور ملک میں اسلام نافذ کر سکے۔

1۔ آدم علیہ السلام کی دعا:

{رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ O} (الاعراف 23:7)

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو پھر ہم خسارہ یعنی نقصان اٹھائیں گے۔''

2۔ نوح علیہ السلام کی دعا:

{رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ O} (القمر 10:54)

''میں مغلوب ہوں تو ہی میں میرا بدلہ لے۔''

3۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

{رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ O رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ O} (ابراہیم 12:40-41)

''اے ہمارے رب! اُس دن بخش دینا مجھ کو، میرے والدین کو اور مومنین کو جس دن حساب کتاب قائم ہو۔''

4۔ لوط علیہ السلام کی دعا:

{رَبِّ انصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ O} (العنکبوت 29:30)

''اے میرے رب! ان بگڑے ہوئے لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما''

5۔ یعقوب علیہ السلام کی دعا:

{فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظاً وَھُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ O} (یوسف 12:64)

''پس اللہ ہی بہترین نگہبان اور وہی بہترین رحم کرنے والا ہے۔''

6۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

{رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ O وَیَسِّرْ لِیْ أَمْرِیْ O وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّن لِّسَانِیْ O یَفْقَھُوا قَوْلِیْ O} (طٰہٰ 20:25-28)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب ! میرے سینہ کھول دے، میرا کام میرے لیے آسان کردے میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ لیں۔

7۔ فرعون کی بیوی آسیہ کی دعا:

}رَبِّ ابْنِ لِیْ عِندَکَ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ} (التحریم 66:11)

''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک شاندار گھر بنا دیں۔''

8۔ شعیب علیہ السلام کی دعا:

{وَمَا تَوْفِیْقِیْ إِلاَّ بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَإِلَیْہِ أُنِیْبُ O} (ہود 11:88)

''اور مجھے اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق ملے گی اور اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

9۔ یوسف علیہ السلام کی دعا:

{ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ أَنتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ O} (یوسف 12:101)

''اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جب بھی میں وفات پاؤں تو فرمانبرداری کی حالت میں اور دوبارہ زندگی ملے تو تیرے نیک بندوں کے ساتھ۔''

10۔ یونس علیہ السلام کی دعا:

{لَّا إِلَہَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَکَ إِنِّیْ کُنتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ O} (یونس 10:87)

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تُو ہی پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔''

11۔ ایوب علیہ السلام کی دعا:

{وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ O} (الانبیاء 83:21)

''اور جب پکارا ایوب نے اے میرے رب! مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ہی بہترین رحم فرمانے والا ہے۔''

12۔ زکریا علیہ السلام کی دعا:

{رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ O} (آل عمران 38:3)

''اے میرے رب مجھے اپنی جناب سے نیک اولاد عطا فرما بے شک تو ہی دعائیں سنتا ہے۔''

13۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا:

{رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O} (البقرہ 201:2)

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔''

ہر دعا کے ساتھ اُس کے علم اور عمل کا ہونا ضروری ہوتا ہے

جو انسان یا قوم علم اور عمل کے بغیر دعائیں مانگتے ہیں

وہ ہمیشہ ان کے محتاج اور غلام ہو جایا کرتے ہیں

جن کی دعاؤں میں علم اور عمل شامل ہوتا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا تمام دعاؤں سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ تمام سول مسلمان ہیں اور اُن کے امتی بھی!

شہید اور شہادت

کسی انسان کے شہید ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ

صرف اور صرف اللہ نے کرنا ہے

جس کے سامنے کسی صدر مملکت کا فیصلہ یا کسی قوم کا فیصلہ

ذرہ بھر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

”قرآن کی فریاد ؟ غوروفکر کا مقام“

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہُوں
تعویذ بنایا جاتا ہُوں، دھو دھو کے پِلایا جاتا ہُوں
جُزدان حَریر و ریشم کے، اور پُھول ستارے چاندی کے
پھر عِطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبُو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح طوطا مَینا کو، کُچھ بول سِکھائے جاتے ہیں
اِس طرح پڑھایا جاتا ہُوں، اِس طرح سِکھایا جاتا ہُوں
جب قَول و قسم لینے کے لیے، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہُوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں، پڑھ پڑھ کے سُنایا جاتا ہُوں
نیکی پہ بَدی کا غلبہ ہے، سچّائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اِک بار ہنسایا جاتا ہُوں، سو بار رُلایا جاتا ہُوں
یہ مُجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یُوں بھی مجھے رُسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہُوں
کِس بزم میں مُجھ کو بار نہیں، کِس عُرس میں میری دُھوم نہیں
پھر بھی مَیں اکیلا رہتا ہُوں، مُجھ سا بھی کوئی مظلُوم نہیں

ماہرالقادری

''قبر کا عذاب ؟ تحقیق طلب بات''

☆ اس وقت دنیا میں بڑے بڑے عالم، پیر اور مرشد موجود ہیں لیکن یاد رکھیں کہ قرآن حکیم سے بڑا عالم اور مرشد کوئی بھی نہیں ہے کیونکہ اس کا مصنف لا محدود اختیارات اور صفات کا مالک ہے۔ اس لیے تمام لوگ اس کتاب سے اُسی قدر علم حاصل کرتے ہیں جس قدر اُن کے دل و دماغ میں صلاحیتیں ہوتی ہیں۔

☆ پاکستان کے اکثر علماء حضرات نے لوگوں کو اس بات سے ڈرایا ہوا ہے کہ قبر میں یہ یہ سوالات اور عذاب ہوگا جس کی وجہ سے کئی لوگ بیمار بھی رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سورہ الرحمن کی آیت نمبر 39، 40 اور 41 میں صاف صاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہوا ہے کہ ''اُس دن کسی بھی جن اور انسان سے اُس کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں، کرشموں اور قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔ مجرم اپنے چہروں سے پہچان جائیں گے''

☆ حقیقت یہ ہے کہ موت کے بعد انسان کی روح عالمِ برزخ میں چلی جاتے ہے اور برزخ کی حقیقت انسان کی عقل سے بہت ہی بالا تر ہے۔

☆ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 28 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو موت اور زندگی کے بارے میں بتایا ہے کہ

''لوگو تم اللہ تعالیٰ کی ذات کا کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مرے ہوئے تھے اُس نے تمہیں زندگی دی پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے۔''

☆ اسی حقیقت کو سورہ الحج کے آیت نمبر 66 میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''وہی پاک ذات ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی دے گا۔ بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

ان دونوں آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی دو زندگیاں اور دو موتیں ہیں۔ تیسری زندگی کا کوئی بھی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے کسی غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اب آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قرآن کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ بالا آیات پر غور و فکر کریں اور پھر اپنے ضمیر اور الہام کی آواز پر اپنا فیصلہ خود کریں لیکن بہرہ، گونگا اور اندھا ہرگز نہ بنیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے علم اور عقل کو مکمل استعمال کیا کریں۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ امت روایات میں کھو گئی

(علامہ اقبال)

قرآن اور ہم

قرآن حمید ہمیشہ کائنات اور زندگی کی بنیادی باتوں کو بیان کرتا ہے
لیکن
جزئیات اور تفصیلات کو ہرگز نہیں!
لہٰذا اجتہاد کے ذریعے
جزئیات کو پورا کرنا انسان کا کام ہوتا ہے۔

قرآن کے انبیاء، رسول اور مومنین

قرآن حکیم کے وہ انبیاء، رسول اور مومنین جنہوں نے وحی اور اسلام کے علم کو بنی نوع انسان تک اس قدر پہنچایا کہ جسکے اثرات آج بھی دنیا میں دیکھے جا سکتے ہیں۔۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ جس قدر بھی جس انسان یا قوم نے الہامی علم اور حکمت پر عمل کیا اسی قدر اس نے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کی ہے۔

آدم علیہ السلام ابوالانبیاء	عمر 930 سال۔ بیٹے قابیل، ہابیل اور شیث علیہ اسلام
شیث علیہ السلام	عمر 912 سال
ادریس علیہ السلام	مقام کوفہ۔عمر 365 سال
نوح علیہ السلام	مقام عراق۔عمر 950 سال۔ چار بیٹے مگر ایک بیٹا نافرمان جو

	طوفان نوح کا شکار ہوا
لقمان علیہ السلام	ایک عظیم مومن
صالح علیہ السلام	قوم ثمود کے رسول
ھود علیہ السلام	قوم عاد کے رسول) (عمر 464 سال
ابراہیم علیہ السلام	زوجہ حاجرہ بی بی علیہ السلام۔ زوجہ سارہ علیہ السلام
	مقام عراق۔ عمر 175 سال
لوط علیہ السلام	مقام فلسطین ۔ چار بیٹے
اسحاق علیہ السلام	مقام فلسطین ۔ عمر 180 سال
اسماعیل علیہ السلام	مقام فلسطین ۔ عمر 137 سال۔ مدفن مکہ مکرمہ
یعقوب علیہ السلام	مقام فلسطین ۔ عمر 148 سال مدفن کنعان
یوسف علیہ السلام	مقام فلسطین ۔ عمر 110 سال وفات مصر
داؤد علیہ السلام	نبی اور بادشاہ
سلمان علیہ السلام	نبی اور بادشاہ
موسیٰ علیہ السلام	عمر 120 سال
ہارون علیہ السلام	عمر 123 سال
زکریا علیہ السلام	-----
یحییٰ علیہ السلام	-----
مریم بی بی	-----
عیسیٰ علیہ السلام	عمر 33 سال
محمد صلی اللہ علیہ السلام	عمر 63 سال ۔ مدفن مدینہ شریف

''تمام نبی اور رسول مسلمان ؟ ایک ہی اسلام''

☆ ایک دفعہ میرے ایک بزرگ دوست حاجی پرویز صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ
''کیا تمام رسول بشمول عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام مسلمان تھے؟''

کچھ غور وفکر کرنے کے بعد میں نے کہا کہ یہ ایک حتمی اور مکمل حقیقت ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی پاک ﷺ تک تمام نبی اور رسول مسلمان تھے لیکن تاریخ کے ارتقائی عمل اور انسانی سوچ کی وجہ سے کوئی یہودی، کوئی عیسائی اور کوئی مسلمان بن گیا۔ پھر کئی صدیاں گزرنے کے بعد یہ تصور اکثر لوگوں کے شعور اور لاشعور کا حصہ بن گیا۔ جس کی وجہ سے ان تینوں کا دین اور اسلام الگ الگ ہو کر رہ گیا۔

☆ سورہ الزمر کی آیت نمبر 12 میں تمام دنیا کے انسانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ''تم سب مسلم بنو''

سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 میں اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کو مخاطب ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ ''جو شرع اور شریعت ہم نے نوح علیہ السلام کو دی وہی تمہیں، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دی ہے تو تم اپنے فرقے نہ بنایا کرو۔'' یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام الہامی کتابوں یعنی توریت، زبور، انجیل اور قرآن میں اسلام یعنی دینِ واحد کو بیان کیا ہے اور مختلف دلائل اور آیات کے ذریعے یہ بات انسان کو سمجھائی ہے تاکہ انسان کی جسمانی نعمتوں کے ساتھ ساتھ اُس کے دماغ کی عظیم نعمت یعنی اسلام کو بھی مکمل کیا جائے کیونکہ دماغ انسان کے تمام جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔

سورہ البقرہ کی آیت نمبر 132، 133 اور 136 میں بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان تینوں آیات میں مسلمون کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ آپ بھی غور وفکر کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ مندرجہ ذیل الفاظ اور آیات پر غور وفکر کریں تو پھر آپ اپنے ضمیر کی آواز پر اپنا فیصلہ کریں لیکن اندھی تقلید ہرگز نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر انسان کو اندھا بہرہ اور گونگا بننے سے منع کیا ہے اور اپنی عقل اور بصیرت کو استعمال کرنے کی دعوت دی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام: بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ کہ ہم مسلمان ہیں۔ آل عمران 52:3، 64، 67؛ المائدہ 111:5
اللہ کا حکم: هُوَ سَمّٰكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ'' اللہ ہی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے'' الحج 78:22
اہلِ کتاب کو حکم: وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ اور ہم اسی کے مسلمان ہیں۔ آل عمران 84:3، العنکبوت 46:29

مزید تحقیق کے لیے: البقرہ 128:2؛ آل عمران 67:3؛ الانعام 162:6-163؛

''شہید اور شہادت ؟ مومن کی شان''

☆ اسلام اور ہمارے معاشرے میں شہید اور شہادت کے مقدس الفاظ بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں۔ علماء حضرات ان دونوں الفاظ کے ذریعے عوام کے جذبات اور خون کو گرم کرتے رہتے ہیں جس سے انسان کی زندگی میں ایسا جوش وخروش پیدا ہوتا ہے کہ ایک کمزور سے کمزور انسان کے مردہ جسم میں بھی جان پڑ جاتی ہے کیونکہ نفسیات کے تمام ڈاکٹر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ خیالات مکمل طور پر انسان کے جسم کو کنٹرول کرتے ہیں اس لئے ہمیں اپنے خیالات پر مکمل توجہ دے کر ان کی نشو ونما کرتے رہنا چاہیے کیونکہ پاک وصاف اور اعلیٰ خیالات انسان کا بہت بڑا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں خاص کر وہ خیالات جن کا تعلق توحید سے ہوتا ہے۔

شہید کا مادہ: ش ح د

لفظی اور لغوی معنی: گواہی دینے والا، ظاہر کرنے والا، گواہ، حاضر، موجود

اصطلاحی معنی: اللہ کی راہ میں کوئی بھی کام کرتے کرتے جان دینے والے یا قتل ہونے والے کو شہید کہتے ہیں۔

مشتقات: شاہد، مشاہد، شاہدہ، مشہود، شاہدین، شہادت

☆ دنیا کا جو بھی انسان اللہ کی ذات اور صفات یعنی توحید کی سربلندی اور عظمت اور حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے کام کرتے کرتے موت کو قبول کرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ مزید برآں جو بھی لوگ اپنی زبان، قلم، عمل، مال کے ذریعے توحید کا کام کرتے رہتے ہیں اور یہ کام کرتے کرتے اپنی جان تک اللہ کی راہ میں دے دیتے ہیں۔ وہ تمام لوگ بھی شہید ہوتے ہیں اللہ پاک نے اپنی تمام الہامی کتابوں میں شہدا سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور یہ بھی قرآن میں لکھا ہے کہ جو ہماری راہ میں جان دے دیتے ہیں ان کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 154 میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔ قرآن کی کئی ایک آیات میں اسی حقیقت کو دوسرے انداز میں انسان کو سمجھایا گیا ہے۔

☆ شاہد اس انسان کو کہتے ہیں جو کسی حقیقت یا بات کو ظاہر کرے یعنی گواہی دے۔ یہ گواہی عدالت میں بھی ہوتی ہے۔ معاشرے میں بھی، ملک میں بھی اور پھر پوری دنیا میں بھی دی جاسکتی ہے۔ نبی پاک ﷺ اور تمام رسولوں نے پوری دنیا میں توحید کی گواہی دی اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ سے پہلے 25 رسولوں کو بھی بھیجا تا کہ انسانیت کو ہدایت مل سکے۔ ہر انسان اپنی جان و مال اور اعمال کے ذریعے توحید کے کسی کام میں حصہ لے کر شہادت حاصل کر سکتے ہیں۔

{يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيْراً O وَدَاعِيَاً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِيْراًO} (الاحزاب 33:45-46)

''اے نبی ﷺ ! ہم نے آپ کو حق کی گواہی دینے والا یعنی حق کو ظاہر کرنے والا، خوشخبری سنانے والا،

خبردار کرنے والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے"

اسی بات کو الفتح 8:48 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

☆ **قرآن پاک** کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ابراہیمؑ کو ایک بہت بڑے شہید کا مقام حاصل ہے کیونکہ انہوں نے توحید کو ظاہر کرنے کے لئے اپنے آباؤ اجداد کی بت پرستی کے خلاف نعرہ لگایا اور توحید کی عظمت کے لئے پوری زندگی کام کرتے کرتے اپنی جان قربان کر دی کیونکہ وہ اپنی زندگی کے آخری سانس تک اسلام اور توحید کے لئے کام کرتے رہے جیسا کہ قرآن کی سورہ الانبیاء کی آیت نمبر 56 سے معلوم ہوتا ہے۔

{قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَى ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ O}

(الانبیاء 56:21)

"ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات کی گواہی دینے والا ہوں۔"

☆ جب سے یہ دنیا معرضِ وجود میں آئی ہے اللہ نے ہر زمانے میں انسان کی ہدایت اور رہنمائی کا بندوبست کیا ہے۔ تمام نبیوں اور رسولوں نے اس بات کی گواہی دی ہے اس گواہی یعنی شہادت کا ذکر ایک مقام پر نہیں بلکہ کئی مقام پر کیا گیا ہے اللہ نے یہ بھی کہا کہ وہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

{وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ O} **(القصص 51:28)**

"ہم نے لوگوں کے لئے پے در پے اپنا کلام بھیجا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

اس دنیا میں کئی اقسام کی گواہی ہوتی ہے جیسے توحید کی گواہی۔ انسانوں کی گواہی۔ سچائی کی گواہی

☆ **خیال** رہے کہ سب سے عظیم گواہی توحید کی گواہی ہوتی ہے جو کئی ایک طریقوں سے دی جاسکتی ہے لیکن توحید کی گواہی کے مندرجہ ذیل طریقے زیادہ مشہور ہیں۔

1۔ انسان اپنی زبان سے توحید کے کلمات ادا کر کے گواہی دیتا ہے۔

2۔ انسان اپنے قلب سے یعنی دل و دماغ سے اللہ کی توحید اور وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے۔

3۔ انسان اپنے قلم اور تحریر سے ایسے کام کر جاتا ہے جس سے توحید کی تقویت اور مدد ملتی ہو یعنی ایسی کتابوں کو تحریر کرنا جس سے توحید کو فائدہ ہوتا ہو اس کی عظمت ظاہر ہو۔

4۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس قدر مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے۔

5۔ بعض دل والے لوگ اپنی جان اللہ کی راہ میں پیش کر کے توحید کی شہادت دیتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اپنا معیار ہے لیکن شہادت کا فیصلہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہے۔

☆ **سورہ آل عمران** آیت نمبر 52 میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر پر تلے ہوئے ہیں تو پھر انہوں نے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنتا ہے؟ تو آپ کے حواریوں نے یعنی صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں اللہ کے دین کے خادم! ہم اللہ پر ایمان لائے آپ گواہ رہنا کہ ہم مسلم ہیں۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے حواری مسلم تھے۔

پھر دوسری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے جو دعا مانگی وہ مندرجہ ذیل ہے۔

{رَبَّنَآ آمَنَّا بِمَآ اَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ O} (آل عمران 53:3)

''اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تُو نے نازل کی ہم نے تیرے رسول کی پیروی قبول کی۔ ہمارا نام دین حق کی شہادت یعنی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت رہنمائی کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔ یعنی جسم کے لئے خوراک اور روح کے لئے علم کا انتظام کر دیا تا کہ انسان کامیاب سے کامیاب زندگی گزار سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کی طرف اللہ کے رسول آئے جنہوں نے اپنی پوری کی پوری زندگیاں لوگوں کی ہدایت کے لئے وقف کر دی تھیں۔

☆ سورہ المزمل میں اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ اور ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ میں نے اُس طرح تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

{ إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولاً شَاهِداً عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً O}

(المزمل 15:73)

''یقیناً ہم نے ہی تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تمہاری طرف حق کی گواہی دیتا ہے یعنی حق کو بیان کرتا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔''

☆ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ جس بھی زمانے کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہدایات کی شہادت یعنی گواہی دی انہوں نے بہت ہی کامیاب زندگی گزاری اور اس سے دوسرے لوگوں کو بھی بہت فائدہ ہوا جو کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہے اس لئے ہمیں بھی اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی زبان، اپنے دل اور اپنے قلم کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول کے حق کی گواہی دیتے رہا کریں تا کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوسکیں۔ غالب کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے دینا بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا غالب

تکلیفیں اور مصیبتیں زندگی کا وہ آئینہ ہوتی ہیں جن کے ذریعے انسان اُن حقائق

سے روشناس ہوتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کیا ہے۔

"موت کا قانون"

موت کے خوف نے انسان کو اپنی
لپیٹ میں لے رکھا ہے
لیکن
توحید پرست انسان مسکراتے ہوئے
موت کو گلے لگا لیتے ہیں

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی، صبح دوامِ زندگی

علامہ اقبالؔ

''موت کا قانون ؟ زندگی کا انجام''

☆ موت اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا حکم اور قانون ہے جو ہزاروں سال سے چلا آرہا ہے اس وقت دنیا کی آبادی تقریباً 7 ارب کے قریب ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ روزانہ بے شمار لوگ پیدا ہوتے ہیں اور بے شمار لوگ مرتے ہیں کیونکہ جو بھی جاندار چیز پیدا ہوتی ہے اس نے ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے لیکن باذن اللہ سے مرنا اور جینا ہوتا ہے یعنی اللہ کے حکم اور قانون سے ! لیکن انسان صدیوں سے ان قوانین کو تلاش کرنے اور اُس پر عمل کرنے کے بعد صحت یاب ہورہا ہے۔

☆ مثال کے طور پر افریقہ اور ایشیا میں علم کی کمی سے اللہ کے حکم اور قانون پر وہ عمل نہیں ہوتا جو یورپ میں ہوتا ہے اس لئے افریقہ میں موت کی شرح بہت زیادہ ہے کیونکہ اس دنیا اور پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ کے قوانین فطرت یعنی حکم اور قانون نے گھیر رکھا ہے ان ہی قوانینِ فطرت میں سے کچھ کو انسان نے دریافت کرلیا ہے جس کی وجہ سے تمام جدید ترقی ہوئی ہے اور مسلسل ہورہی ہے اسی کی وجہ سے حیوانات، نباتات اور جمادات کی موت اور زندگی کا سارا نظام چل رہا ہے۔

اب ہم قرآن کی روشنی میں موت کا جائزہ لیتے ہیں:

موت کا مادہ: م و ت

لفظی اور لغوی معنی: بے جان، بے حرکت، مرنا، مرجانا

اصطلاحی معنی: اللہ کے قانون اور حکم سے کسی چیز کا بے جان ہوجانا۔

ضد: حیات

مشتقات: میت، اموات، میتون

☆ یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ نیند کی حالت میں تمام روحیں اللہ کے پاس چلی جاتی ہیں اور جب انسان کی موت آتی ہے تو پھر بھی تمام روحیں اللہ کے پاس چلی جاتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ نیند کے بعد روح واپس جسم میں آجاتی ہے لیکن موت کے بعد روح جسم میں واپس نہیں آئے گی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ نیند کے بعد اور موت کے بعد روح اللہ کے پاس ہوتی ہے۔ قیامت والے دن تمام حساب کتاب اور جزا وسزا کا سلسلہ انسان کے ساتھ ہوگا۔ نیک روح جنت میں جائے گی اور بد روح جہنم میں! جو کہ قرآن کا فیصلہ ہے۔

☆ سورہ الانعام کی آیت نمبر 6 اور سورہ الزمر کی آیت نمبر 42 میں ایک ہی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ نیند کی حالت میں تمام روحیں اللہ کے پاس جاتی ہیں اور اس طرح موت کے بعد بھی روحیں اللہ کے پاس جاتی ہیں۔

{وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُم بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى أَجَلٌ مُّسَمًّى}

(الانعام 60:6)

''اور وہی پاک ذات ہے جو رات کو نیند میں تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ بھی تم دن میں کرتے ہو وہ اُسے بھی جانتا ہے۔ وہی تمہیں صبح کو اٹھا کھڑا کرتا ہے تا کہ اس طرح تمہاری عمر کی مدت پوری ہو۔''

☆ تمام نفس نے موت کا مزا چکھنا ہے۔ ہر زندہ چیز اور سانس لینے والی چیز کو نفس کہتے ہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں تقریباً 500 نفس موجود ہیں جن میں سے 250 نفوس کو دریافت کر لیا گیا ہے ان میں سے ایک نفس انسان بھی ہے یہ واحد نفس ہے جو قرآن کو پڑھ بھی سکتا ہے اور سمجھ بھی سکتا ہے اور پھر اس پر عمل بھی کر سکتا ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ اس نفوس کو مرنا ہے۔

اس حقیقت کو سورہ العنکبوت کی آیت نمبر 57 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

{ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ O} (العنکبوت 57:29)

''یاد رکھو! ہر نفس یعنی جان کو موت کا مزا چکھنا ہے پھر تم سب کو ہماری ہی طرف آنا ہے۔''

☆ اللہ نے موت اور زندگی کو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اس حقیقت کو قرآن میں صاف صاف لکھ دیا گیا ہے تا کہ ہر زمانے کا انسان اس کو سمجھ کر اور پھر اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھا سکے۔ یہ سب اللہ کی ہدایات ہیں جن کو اللہ نے اپنی آیات میں بیان کر دیا گیا ہے تا کہ انسان اپنی دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کو کامیاب سے کامیاب تر بنا سکے جو کہ ایک عظیم کامیابی ہے۔

سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ انسان کو خود بتاتا ہے کہ تمہاری زندگی کا مقصد اور منزل کیا ہے۔

{الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ O}

(الملک 2:67)

''اور وہی پاک ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے اچھے سے اچھے عمل کون کرتا ہے اور وہ زبردست اور معاف کرنے والا ہے۔''

☆ قرآن میں اللہ تعالیٰ انسان کو حکم بھی دیتا ہے ہدایات بھی دیتا ہے۔ اختیارات بھی دیتا ہے، مشورے بھی دیتا ہے۔ انسان سے سوال بھی کرتا ہے اور پھر سوال کا جواب بھی خود ہی دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر ہر طریقے سے اللہ انسان کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ حی علی الفلاح۔ آؤ دنیا اور آخرت کی کامیابی کی طرف!

☆ اب میں ایک ایسی آیت بیان کرنا چاہتا ہوں جس میں اللہ نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ جو کچھ بھی ہم نے تم کو رزق یعنی دولت، علم اور صلاحیتیں دی ہیں ان کو خرچ کرو کیونکہ اس میں تمہارا فائدہ ہے تا کہ تمہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

{وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ O} (المنافقون 10:63)

''اور جو کچھ ہم نے تم کو رزق یعنی دولت اور علم دیا ہے اس کو خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے پھر وہ کہے اے میرے رب! تُو نے مجھے کچھ مہلت کیوں نہ دی میں صدقہ کرتا اور

نیک لوگوں میں شامل ہوجاتا۔''

☆ **آپ** ذرا سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کس قدر عظمت والا، رحمت والا اور مہربان ہے جس نے انسان کو پوری زندگی توبہ کی مہلت دی ہوتی ہے کیونکہ یہ اس پاک ذات کا اعلان ہے کہ موت کا وقت آنے سے پہلے انسان کے لئے توبہ کے دروازے کھلے رہتے ہیں جس وقت وہ چاہے توبہ کرسکتا ہے لیکن جب موت انسان کے سامنے آموجود ہوتی ہے یعنی جب موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر توبہ کے تمام دروازے بند ہوجاتے ہیں اس وقت توبہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی توبہ قبول ہوتی ہے کیونکہ یہ اللہ کا حکم اور قانون ہے جس کو اللہ نے سورہ منافقون میں بیان کردیا ہے۔ اب جس کا دل چاہے وہ اس کا اثر قبول کرے اور جس کا دل چاہے وہ قبول نہ کرے کیونکہ اللہ نے انسان کو اختیارات کی آزادی دی ہوئی ہے۔

{ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْساً إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ O} (المنافقون 11:63)

''جب کسی نفس یعنی انسان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا کیونکہ اللہ جانتا ہے ان اعمال کو جو تم کرتے ہو۔''

☆ **موت** اللہ تعالیٰ کا ایک دستور، قانون، حقیقت اور فیصلہ ہے اس لئے جو بھی دنیا کے علم اور عقل والے لوگ ہیں وہ موت سے ہرگز نہیں ڈرتے بلکہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہتے ہیں ایسے لوگوں کی نظر صرف اور صرف اپنے کام، مشن اور زندگی کے مقاصد پر لگی ہوتی ہیں جس کے لئے وہ صبح و شام بھاگ دوڑ کرتے ہیں تاکہ اُن کا کوئی احسن عمل اللہ قبول کرلے۔

☆ **موت** سے گھبرانا اور ڈرنا بزدلی، کمزوری اور بے ایمان لوگوں کا کام ہوتا ہے توحید پرست لوگ تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی مسکراتے رہتے ہیں کیونکہ موت کی حقیقت کو جاننے اور سمجھتے ہیں اور جب بھی کوئی انسان کسی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے تو پھر اس کا خوف ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی انسان محنت اور کوشش کرکے مومن مرد بن جائے تو پھر وہ موت کے وقت بھی مسکراتا ہے جو کہ ایک عام انسان کے لئے ایک مشکل کام ہے جیسا کہ علامہ اقبال کا خیال ہے

نشانِ مردِ مومن با تو گویم　　چو مرگ آید تبسم بر لب اُوست

☆ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیرونی شخصیت کے ساتھ ساتھ اپنی اندرونی شخصیت پر بھی توجہ دے اور اس کی نشوونما کرے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہوسکے۔ موت کو مزید سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل پر غور وفکر کرنا ضروری ہے۔

البقرہ 19:2، 56، 94، 133، 164، 180، 243، 259، 260؛ آل عمران 143:3، 168، 185؛ النساء 15:4، 78؛ الانعام 94:6؛ الانبیاء 21:34-35؛ المومنون 23:15-16 الفرقان 25:3؛ الزمر 39:30، 42؛ الدخان 44:56؛ ق 50:19؛ الرحمن 55:26-27؛ الواقعہ 56:60۔

کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت

گلشنِ ہستی میں مانند نسیم، ارزاں ہے موت
کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت
دہشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت
(علامہ اقبالؒ)

''اللہ کا ایک قانون ؟ غور وفکر کی بات''

☆ قرآنِ پاک دنیا کی ایک ایسی عظیم کتاب ہے جو تحریر بھی ہے، حفظ بھی ہے فرض بھی ہے اور قانون بھی کیونکہ اس میں کائنات اور انسان کے بے شمار ایسے قوانین کو بیان کیا گیا ہے جن کی مدد سے انسان بہت زیادہ ترقی کر سکتا ہے یہاں پر میں قرآن کے صرف ایک جامع اور ہمہ گیر قانون کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

سورہ الشّمس کی آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک قانون کو بیان کیا ہے

{قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا O}

لغوی اور لفظی ترجمہ:

قد: یقینا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں

افلح: یہ لفظ فلاح سے بنا ہے جس کا مطلب ہے دنیا اور آخرت کی کامیابی۔

منْ: جو کوئی بھی یعنی تمام دنیا کے انسان

زکاھا: یہ لفظ تزکیہ سے بنا ہے اور تزکیہ کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی چیز کو بنانا، سنوارنا، پاک کرنا، نشوونما کرنا

اس آیت میں فعل مضارع یعنی حال اور مستقبل کا ذکر ہے۔

تفسیری ترجمہ: ''یقینا دنیا کا جو کوئی بھی انسان تزکیہ کرتا ہے وہی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرتا ہے''

☆ یاد رکھیں کہ تزکیہ انسان اپنا بھی کرتا ہے اور تمام حیوانات، نباتات اور جمادات کا بھی کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ علم اور تحقیق کے بعد عمل کرنے سے ہوتا ہے جس سے اُن چیزوں کی صلاحیتیں بڑھ جاتی ہیں۔ لوہے، لکڑی اور کپڑے کا انسان نے جو تزکیہ کیا ہے وہ آج تمام دنیا کے سامنے ہے۔ صرف اُسی انسان اور ملک نے تزکیہ کیا ہے جس نے محنت او رکوشش سے کام لیا ہے۔

☆ قابل غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں من کہہ کر اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے انسانوں کو وہ قانون بتا دیا ہے جس کی بنیاد پر وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اب یہ فیصلہ آپ خود اپنے علم، تجربہ، مشاہدہ اور الہام کی بنیاد پر کر سکتے ہیں جو کہ آپ کا فطری حق ہے اور یہ آزادی آپ کو اللہ نے دی ہوئی ہے۔

مزید اگر آپ دنیا کے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک پر غور وفکر کریں تو پھر آپ کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ کہاں کہاں انسانوں نے اپنا اور حیوانات، نباتات اور جمادات کا تزکیہ کیا ہوا ہے یعنی کہ اُن کو بنایا، سنوارا، پاک کیا اور

اُن کی نشوونما کی ہے اور کس کس ملک نے اپنا کتنا کتنا کردار ادا کیا ہے۔

☆ انسان کو انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ہمیشہ نئے نئے خیالات کی ضرورت ہوتی ہے جن کو علم اور تحقیق کی مدد سے حاصل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے کہ

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

(علامہ اقبالؒ)

شرافت کی حقیقت ؟ حقیقی اور مجبوری

☆ شرافت کا لفظ ہمارے معاشرے اور ملک میں بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی انسان یا خاندان کے معیار کو اسی لفظ کی بنیاد پر جانچا اور پرکھا جاتا ہے جب کسی انسان یا خاندان کے بارے میں اس لفظ کو بار بار استعمال کیا جاتا ہے تو یہ اُس کی شرافت کی سند بن کر اُس کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

☆ شرافت اور اُس کی حقیقت کو مکمل سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم تمام پہلوؤں سے کسی کی شرافت کا جائزہ لیں کیونکہ کم علم اور غیر تعلیم یافتہ ماحول میں غلط فہمیوں کا پیدا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔

عام طور پر ہمارے مہذب معاشرے میں یہ لفظ امیروں کے لیے بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا شریف ہے لیکن اگر کوئی غریب شخص کتنا بھی شریف النفس کیوں نہ ہو اُس کو شریف کہنے سے لوگ گھبراتے ہیں ویسے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ غربت میں شرافت کی اقدار کمزور پڑ جاتی ہیں اور اگر یہ غربت کے اثرات کسی شریف انسان پر مسلسل پڑتے رہیں تو ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ شرافت بیماریوں کا شکار ہوکر یا تو دم توڑ دیتی ہے اور یا یہ شرافت جرائم کی گود میں پرورش پانے لگتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ شریف انسان بھی مجرم بننے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

☆ حقیقت میں شریف انسان تو وہ ہوتا ہے جو تمام اختیارات اور وسائل رکھتے ہوئے بھی اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کرے لیکن اگر کوئی انسان کمزور، بزدل اور بیمار ہوکر شرافت کا دعویٰ کرے تو وہ شریف کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ شرافت کے لیے تندرست جسم، روح اور طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ وہی انسان شرافت کے مستحق ہوتے ہیں جو اپنے جذبات، احساسات اور غصے کو تمام وسائل ہونے کے باوجود اپنے قابو میں رکھے اور اللہ کا خوف رکھتے ہوئے صبر سے کام لے۔

☆ اکثر حقیقی اور معیاری شریف لوگوں کا تعلق الہامی کتابوں سے ہوتا ہے اس شرافت کو دنیا کے وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جن کا توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان بہت مضبوط ہوتا ہے اور یہ لوگ اپنی زبان، دل اور عمل سے الہامی کتابوں کے احکامات وقوانین کو تسلیم کرتے ہیں ان لوگوں کا ظاہر و باطن ہمیشہ ایک ہوتا ہے ایسے لوگوں کی قوتِ برداشت بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے چھوٹی موٹی باتوں اور نقصان کو وہ خاطر میں نہیں لاتے اور نہ ہی چھوٹی موٹی باتوں میں الجھنا

پسند کرتے ہیں لیکن اگر زندگی کے کسی موقع پر حالات اُن کو شرافت اور صبر چھوڑنے پر مجبور کر دیں تو وہ مکمل ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ وہ موت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ موت کیا چیز ہے یعنی کہ ایک دنیا سے دوسری دنیا میں چلے جانے کو موت کہتے ہیں جیسا کہ ہر انسان رات کو وفات پا جاتا ہے اور قرآن بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ

{وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ} (الانعام 60:6)

''وہی تو ہے جو رات کو تم سب کو وفات دیتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو۔''

☆ جس شریف انسان کو لڑنا، مرنا اور اپنے دشمن کے ساتھ جنگ کرنا نہیں آتی وہ انسان شریف نہیں ہوتا بلکہ بزدل، کمزور اور کسی نفسیاتی یا جسمانی بیماری کا شکار ہوتا ہے اور اُس نے شرافت کا لبادہ اوڑھا ہوتا ہے کیونکہ سورہ البقرہ کی آیت 216 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو لڑائی اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے:

{كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ}

''لڑائی اور جنگ کو تم پر فرض کر دیا گیا ہے گو کہ تمہیں یہ ناپسند ہے۔''

دنیا کے جو بھی لوگ موت اور قتل ہونے سے گھبراتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ اُن سے مخاطب ہو کر خالقِ کائنات قرآن عظیم میں مندرجہ ذیل نصیحت کرتا ہے:

{قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذاً لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيْلاً O} (الاحزاب 16:33)

''اے نبی پاک آپ یہ اعلان کر دیں کہ اگر تم موت سے یا قتل ہونے سے فرار ہوتے ہو تو یہ فرار ہونا تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر تم ایسا کرو گے تو دنیا سے چند دن اور فائدہ اٹھا لو گے۔''

دنیا کے اکثر مفکرین کا خیال ہے کہ اگر کوئی انسان قرآن پاک کی ایک آیت پر عمل کرے تو اس کی زندگی میں ایک ایسا انقلاب آ سکتا ہے جس سے وہ دنیا اور آخرت میں 100 فیصد کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ایسی ہی ایک آیت میں پیش کر رہا ہوں۔ شاید میرے کسی بھائی کو سمجھ آ جائے:

{ إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرّاً وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ O} (فاطر 29:35)

”یقیناً جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں کبھی بھی نقصان نہیں ہوسکتا۔“

مقام برزخ

قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے
دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان ہوتی ہے
جہاں ہر روحوں جنت اور دوزخ میں جانے سے پہلے رہتی ہیں

یہ زندگی انسان کے عقل سے بالاتر ہے۔

موت اور توبہ

موت کا ملک یعنی فرشتہ دیکھنے کے بعد
کسی بھی انسان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی
کیونکہ وہ انسان کا آخری وقت ہوتا ہے

اس لیے موت کے وقت فرعون نے بھی توبہ کی
لیکن وہ قبول نہیں کی گئی۔

آخرت کی زندگی

یہ زندگی انسان کے علم و عقل سے بہت
ہی زیادہ بلند و بالا ہے
کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے جنت کی زندگی کو

انسان کی نظروں سے کافی حد تک پوشیدہ رکھا ہوا ہے

آخرت کی زندگی ؟ ہمیشہ کی زندگی"

☆ جب دنیا میں انسان کی زندگی ختم ہوجاتی ہے یعنی جب کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو پھر اس کی آخرت کی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اس کے بھی دو درجے ہیں۔ ایک عالم برزخ یعنی موت سے قیامت تک کا انتظار اور دوسری جنت اور دوزخ کا زندگی یعنی جب انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس دنیا میں کچھ لوگ آخرت کی زندگی کو تسلیم کرتے ہیں اور کچھ لوگ تسلیم نہیں کرتے لیکن جو بھی لوگ اللہ کی الہامی کتابوں یعنی توریت، زبور، انجیل اور قرآن کو تسلیم کرتے ہیں وہ سب کے سب آخرت کی زندگی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کو آخرت کی زندگی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ایمان لانا پڑتا ہے کیونکہ اللہ نے اس عظیم حقیقت کو قرآن میں کئی مرتبہ بیان کیا ہے اور ہر مرتبہ نئے الفاظ اور نئے انداز سے بیان کیا ہے تاکہ اس حقیقت کا کسی نہ کسی طرح انسان کی یقین آجائے اور وہ اپنی آخرت کے لئے ایسے کام کر سکے جس سے اس کی آخرت کی زندگی کا درجہ بلند ہو سکے۔

آخرت کا مادہ: ء خ ر

لفظی اور لغوی معنی: آخر، انجام، آخرت کی زندگی

اصطلاحی معنی: اللہ کا حساب کا دن، اللہ کی دوسری دنیا جس میں جزا و سزا ہوگی

☆ اس دنیا میں کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ جب ہم مر گئے اور ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوجائیں گی تو پھر دوبارہ کس طرح پیدا ہوں گے ایسے لوگوں کے سوالات کا جواب اللہ نے مندرجہ ذیل آیات میں دیا ہے۔

{قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً أَوْ حَدِيْداًO أَوْ خَلْقاً مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْO}

(بنی اسرائیل 17:50-51)

"اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیں خواہ تم مٹی میں مل کر پتھر ہو جاؤ یا لوہا بن جاؤ یا کوئی اور شے جو تمہارے خیال میں ان سے بھی زیادہ سخت ہو جب بھی تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔"

☆ جیسا کہ قرآن کا طریقہ ہے کہ ایک ہی بات کو بار بار مختلف انداز میں بیان کرتا ہے تاکہ اگر کسی انسان کی سمجھ میں ایک طریقے سے بات نہیں آتی تو دوسرے طریقے سے آجائے کیونکہ اس دنیا میں تمام لوگوں کے دل و دماغ ایک طرح کے نہیں ہوتے بلکہ مختلف معیار کے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ بہت زیادہ ذہین ہوتے ہیں اور کچھ درمیانے درجے کے اور کچھ کند ذہن کے بھی ہوتے ہیں اس لئے اللہ نے ایک ہی بات کو مختلف انداز اور مختلف طریقے سے بیان کیا کیونکہ اللہ کی یہ کتاب تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے جو لوگ دوبارہ زندہ ہونے اور اپنے اعمال کا بدلہ لینے پر یقین اور ایمان نہیں رکھتے ان لوگوں کو مندرجہ ذیل طریقے سے بتایا گیا ہے۔

{كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهُ وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَO} (الانبیاء 21:104)

"جس طرح ہم نے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اُسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے۔

یہ تو ہمارے ذمے وعدہ ہے ہم تو اس وعدے کو پورا کر کے ہی رہیں گے۔''

☆ جدید زمانے میں بھی اگر انسان اپنی پیدائش کے مختلف مراحل پر غور وفکر کرے تو پھر یہ انسان حیران پریشان ہوکر رہ جاتا ہے کہ انسان کی زندگی شروع میں صرف ایک جرثومہ ہوتی ہے اور اس جرثومے کے اندر پوری زندگی پوشیدہ ہوتی ہے مختلف ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد آخر ایسا وقت آتا ہے کہ وہ جرثومہ Cell ایک مکمل انسان کی شکل میں کھڑا ہوکر اللہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور اس حقیقت کو سچ ماننے پر تیار نہیں ہوتا کہ اللہ مجھے دوبارہ زندگی دے گا۔

مختصر طور پر اسی حقیقت کو پھر دوبارہ بیان کیا جارہا ہے اور انسان سے سوال کیا جارہا ہے۔

{نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ O} (الواقعہ 57:56)

''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر تم دوبارہ پیدا ہونے کو سچ کیوں نہیں مانتے؟''

☆ انسان اللہ تعالیٰ کی اُس قدر اور عظمت کو نہیں پہچان سکا جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے کیونکہ ہم توحید کا علم نہیں رکھتے لیکن جب کوئی انسان قرآن کے الفاظ کے اندر جا کر غور وفکر اور مراقبہ کرتا ہے تو پھر انسان کی عقل وبصیرت حیران ہوکر رہ جاتی ہے اور پکار اٹھتی ہے سبحان اللہ!

☆ کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرے یا نہ کرے مگر سچ یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں انسان کا ولی یعنی سرپرست اللہ ہی ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

{نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ O} (حٰمٓ السجدہ 31:41)

''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے سرپرست، آقا اور مددگار ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی! وہاں تمہارے لئے سب کچھ ہوگا جو تم پسند کرو گے اور تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جس کی تم دعا یعنی طلب کرو گے''

☆ یہ دنیا کی زندگی تو صرف ایک کھیل تماشہ ہے اور دھوکہ ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے لیکن جب ہم 80 یا 90 سال کے بزرگ سے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے اتنی طویل عمر پائی ہے آپ کا زندگی کے بارے میں کیا خیال ہے تو اکثر بزرگ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ہماری گذشتہ زندگی تو صرف ایک خواب ہے اور کھیل تماشہ ہے اب دیکھتے ہیں کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے

{وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ O} (العنکبوت 64:29)

''یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشہ ہے آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے کاش! وہ اس حقیقت کا علم رکھتے یعنی اس کو جانتے''

الانعام **32:6** میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے جس کو العنکبوت 64:29 میں بھی بیان کیا گیا ہے بس تھوڑا سا عربی الفاظ اور اندازِ بیان میں فرق ہے۔

☆ سچ بات یہ ہے کہ ہماری اس دنیا کی زندگی تو صرف چند دن کا کھیل تماشا ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی

ہے جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔

☆ **اکثر** لوگ جانتے ہیں کہ تمام نباتات کے بیج ہوتے ہیں جو زمین میں کاشت کرنے سے کچھ عرصہ پہلے مختلف قسم کے ماحول میں پڑے رہتے ہیں۔ آخر ایک وقت آتا ہے کہ بیج کو زمین میں دبا دیا جاتا ہے تو پھر وہی بیج ایک نئی زندگی لے کر ایک نئی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ خیال رکھیں کہ اس طرح جب کسی انسان کی موت واقع ہوتی ہے اور ایک بیج کی طرح اس انسان کو دبایا جاتا ہے تو پھر اس بیج ہی کی طرح اس انسان کی نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جو کہ اس کی اصل اور ہمیشہ کی زندگی ہوتی ہے۔ اب ذرا آپ غور کریں کہ قرآن میں اللہ کیا کہہ رہا ہے۔

{ يَاقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ O} (المومنون 39:40)

''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو چند دنوں کی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آخرت ہی ہمیشہ کی منزل ہے۔''

☆ **دنیا** کے اکثر لوگ کافی دلائل اور حقائق کے باوجود بھی آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں لاتے اور اس زندگی کو تسلیم نہیں کرتے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایک نئے طریقے سے پھر سمجھانے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ سورہ المرسلت 77 کی آیت نمبر 14 میں اللہ انسان سے پہلے یہ سوال کرتا ہے کہ ''تم کیا سمجھتے ہو کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟'' پھر آیت نمبر 15 میں اللہ خود ہی انسان کو جواب دیتا ہے کہ

{وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ O} (المرسلٰت 15:77)

''اس دن تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔''

☆ **حیران کن** بات یہ ہے کہ اس آیت کو ان ہی الفاظ کے ساتھ 10 مرتبہ دہرایا گیا ہے اور ہر دفعہ یہ آیت دہرانے سے پہلے نئی دلیل دی گئی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی انسان آخرت کی زندگی کو تسلیم نہیں کرتا یعنی آخرت کو نہیں مانتا تو پھر اللہ کو کیا پروا ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تو بے نیاز ہے محتاج تو ہم انسان ہی ہیں۔

آخرت کے متعلق دیگر آیات

آل عمران 25:3؛ بنی اسرائیل 45:17، 49، 50، 51؛ الانبیاء 104:21؛ المومنون 96:23، 115-116؛ الواقعہ: 47:56، 48، 49، 50، 57-62؛ النحل 30:16؛ التین 95:7-8۔

علم کی اہمیت

علم میں بھی اک سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حُور نہیں

موت کی حقیقت

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی، صبح دوامِ زندگی

علامہ اقبالؒ

علامہ اقبال کا قول

''اصل اور حقیقی اسلام کے اوپر علمائے کرام
کی سینکڑوں کتابوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔''

حصہ سوم

علم اور سائنس کی باتیں

نوٹ:

قرآن مجید ہی علم اور سائنس کا ایک عظیم مجموعہ ہے

دانشواروں کی رائے

حسین احمد شیرازی (مصنف اینڈ سینئر بیوروکریٹ)

علم حاصل کرنا مسلمان عورت اور مرد پر فرض ہے۔ مزید برآں علم یا حکمت مومن کی میراث ہے اسے جہاں سے ملے ضرور حاصل کرے۔ علم ہر اچھائی کی بنیاد اور جہالت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (حدیث) ہمارے سوچنے سمجھنے والے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کہا کہ بے علم آدمی تو خدا کو بھی شناخت نہیں کر سکتا لیکن شاید ہم اسلام کی دوسری اہم باتوں پر کونسا عمل کرتے ہیں کہ ان احکامات کی پیروی کا بھی سوچیں۔

آج مسلمان ملکوں میں عمومی طور پر علم کا قحط ہے۔ ابنِ سینا نزع کی حالت میں بھی فلسفیانہ مسائل پر بحث کر رہا تھا تو اس کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ آپ تو اس دنیا کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، اب اس بحث اور فلسفیانہ گتھیوں کو سلجھانے کا کیا فائدہ! تو ابنِ سینا نے جواب دیا کہ نادان علم کے حصول کے دوران سانس نکلنے کا مطلب دونوں جہاں میں سرخروئی ہے۔ فدا حسین شاہ صاحب نے کتاب کے صفحہ نمبر 572 میں یہ بیان کر کے کہ قرآن پاک پر سب سے زیادہ تحقیق مغرب میں کی گئی ہے، ہماری زبوں حالی کی وجوہات کی عملی تصویر پیش کر دی ہے۔ اس طرح ایک دوسرے مقام پر ظالم مسلمان یا عادل کافر کی خصوصیات بیان کر کے مسلمانوں کو ان کی بنیادی کوتاہیوں سے بڑے خوبصورت اور دلنشین انداز میں آگاہ کیا ہے۔

اُن کی یہ کتاب مسلمانوں کو غور و فکر اور عمل کی ترغیب دیتی ہے۔ وہ ہر طرح کی گروہی منافرت سے دور رہتے ہوئے کتاب کے آغاز میں ہی فرماتے ہیں گزارش ہے کہ فہرست مضامین کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر غور و فکر کریں جس بات کو آپ اپنی عقل اور قرآن پاک کے خلاف سمجھیں اس کو چھوڑ دیں کیونکہ عقل کل نہ تو میں ہوں اور نہ ہی آپ ہیں۔ میں اس شاندار کاوش پر مصنف کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

رضا حسن

Executive - (B.C.C.I) Bank Dubai.

میں کافی عرصہ سے جانتا ہوں کہ شاہ صاحب کو قرآن پر ریسرچ کرنے اور کتابیں لکھنے کا شوق ہے میں نے کافی عرصہ پہلے ان کی کتاب ''عقل کی دنیا'' کو بھی پڑھا تھا۔ جس سے ان کی وسعت نظری اور بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان کی یہ کتاب ''قرآن کی دنیا'' دوسری کتابوں سے کافی مختلف ہے کیونکہ اس کتاب میں ان کی تمام تحریر کا محور قرآن حکیم ہی ہے اس کتاب کے تمام مضامین کا تعلق بلواسطہ یا بلاواسطہ قرآن پاک سے ہی قائم ہے۔ غور و فکر کرنے سے اس کتاب کی عظمت اور اہمیت کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ بس تھوڑی سی اس محنت اور غور و فکر کی ضرورت ہے جس کا

حکم اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار دیا ہے۔

میاں عبدالوحید

Chairman National Peace & Justice Council

Govt. of Pakistan

''قرآن کی دنیا'' فدا حسین شاہ کی ایک بہترین کوشش ہے جس میں مصنف نے قرآن مجید کے بہت سے حوالات جات سے ریسرچ کی ہے یہ اپنی طرز کی ایک بہترین کتاب ہے جسمیں علم اور سائنس کی باتوں کو قرآن مجید کی رہنمائی میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اس سے بچوں بڑوں اور خاص طور پر طالب علموں کو رہنمائی حاصل ہوگی۔

میں فدا حسین صاحب کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور انہیں اسطرح دین کی خدمت کرنے کی مزید ہمت عطا فرمائے۔آمین

دعا گو!

میاں عبدالوحید

نسیم ارشد وڑائچ

ایک توحید پرست اور رسالت پرست دانشور

میں نے ''قرآن کی دنیا'' کا ادھورا سا مطالعہ کیا ہے میں چونکہ ایک ان پڑھ آدمی ہوں اس کتاب کے لحاظ سے میں اپنے آپ کو ان پڑھ ہی تصور کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کائنات میں کئی سورجوں کے مالک ہیں اتنے سورجوں، زمینوں، آسمانوں اور اس پوری کائنات میں جو بھی ہے۔ وہ اس کے مالک ہیں میں ایک قطرہ ہوں میری کیا حقیقت ہے میں کیا رائے دے سکتا ہوں کتاب کے مطابق دنیا میں کوئی بھی بشر اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتا۔

مجھ جیسے ان پڑھ انسان کے لیے قرآن مجید جیسی عظیم کتاب کے بارے میں مکمل رائے دینا بڑا مشکل ہے۔

اس کتاب ''قرآن کی دنیا'' میں مصنف نے مالک حقیقی کی وحدانیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

عام انسان اور دنیاوی انسان کے سمجھنے کے لیے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ عام الفاظ میں اس کتاب میں توحید اور رسالت کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

خواجہ نذیر احمد

M.A, L.L.B Advocate High Court

محترم فدا حسین شاہ صاحب 1973 سے ملک ملک پھرتے رہے اور دنیا کی بے ثباتی کا تماشہ دیکھتے رہے اور اس

کے نشیب وفراز کی بھٹی سے پگھلتے رہے اور اس میں سے کندن بن کر ابھرے۔ دنیا ان کی نظروں میں حقیر ہوگئی۔تو پھر وہ ہر چیز کو چھوڑ کر اہل علم یعنی دین کی پناہ میں آگئے اور انہوں نے اس کے اندر اپنے آپ کو غرق کر لیا۔

جن سے مل کر زندگی میں پیار ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

جناب فدا حسین شاہ کی نئی تصنیف ''قرآن کی دنیا'' میرے زیر مطالعہ ہے آپ نے قرآن پاک کے ایک طالبعلم کی حیثیت سے اس پر بہت محنت کی ہے اور اس میں سے اتنے بے شمار عنوانات تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ یہ ایک بڑی علمی و دینی کاوش ہے کیونکہ آجکل کے دورِ نفسا نفسی میں لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں کہ وہ لائبریریوں میں جا کر تحقیق کی روشنی حاصل کریں۔

قرآن پاک اور اس کے علوم کی نشر و اشاعت ایک با سعادت اور با برکت عمل ہے جو کہ صرف اور صرف اللہ کے فضل و کرم سے ہی ہوسکتا ہے۔ یہ ایک منفرد علمی و دینی کاوش ہے اور اتنی دل نشین ہے کہ عربی زبان ولغت پر مکمل عبور نہ رکھنے والے اور اوسط درجہ کا ہر پڑھا لکھا آدمی بھی اس سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

اگر اس پورے کام میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو یقینا بشری کوتاہی کے سبب ہے اور اگر اس میں کوئی خوبی ہے تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی مہربانی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس کاوش میں برکت عطا فرمائے۔

محمد فاروق اکرم

ایم اے انگلش، اسلامیات، ایم بی اے مارکیٹنگ

وائس چیئر مین ایسوسی ایشن آف ورلڈ پیش ہیومن اینڈ سول رائٹس لاہور

کائنات کے اندر جو بھی علوم وفنون پائے جاتے ہیں ان کے رہنما اصولوں کی کتاب کا نام قرآن مجید ہے۔

فدا شاہ صاحب نے جس انداز میں ترجمہ کیا ہے یہ ایک نئی سمت میں روشنی کی راہ دکھاتی ہے لوگ روایتی انداز میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں لیکن ان کا ترجمہ ایک منفرد انداز میں لوگوں کو تعلیم کے میدان میں کامیابی کے نئے راستے دکھاتا ہے یوں لگتا ہے کہ کتابوں کی دنیا میں قرآن سب سے اچھی اور اونچی کتاب ہے جو امت مسلمہ کا ایسا اثاثہ ہے۔ جس کا ان کو احساس نہیں۔جس کی وجہ سے وہ زوال کی طرف جارہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف عبدالغنی

International Medicine, Management & Project Engineer

Served in Twenty Different Countries.

''قرآن کی دنیا'' جناب فدا حسین صاحب کی قرآن مجید سے قابل تحسین محبت کا ایک نمونہ ہے جو پوری انسانیت کے لیے تا قیامت رہبر حیات ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخری نبی حضرت محمدؐ

تک تمام نبیوں کو ان کے وقت کے انسانوں کے لیے دیئے گئے احکامات کو تصدیق کرتے ہوئے مکمل کر دیا ہے۔ جو بھی انسان اس کتاب کے مطالعہ سے علم حاصل کر کے اپنی زندگی اور آخرت کو سنوارے گا وہ انشاء اللہ دنیا اور آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہوگا۔

ڈاکٹر سعید احمد ملک

MDS., HDDRCPS., FDSRCS (UK)

زمانہ اور حالات بدلتے رہتے ہیں۔ نت نئی ایجادات اور اصطلاحات جنم لیتی رہتی ہیں مگر قرآن کی آیات اور الفاظ ابدی اور مسلم ہیں۔ ان میں تغیر ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس کے باوجود قرآن کا ایک ایک لفظ موجودہ زمانے کی سائنس کو اپنے محیط میں لیے ہوئے ہے۔ سائنس کے بل بوتے پر نئی نئی ایجادات جنم لے رہی ہیں اور قرآن کے الفاظ خود بخود ان پر منطبق ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جو قرآن کی ابدیت اور صداقت پر دلیل ہے۔

مگر اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے قرآن کے روائتی تراجم اکثر کام نہیں دیتے۔ مثلاً جب علم الجنین (Embryology) کا طالب علم قرآن میں لفظِ ''علق'' پڑھتا ہے جس کا ترجمہ ''جمے ہوئے خون کا لوتھڑا'' کیا گیا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس روائتی ترجمے سے ہٹ کر لفظ علق کی گہرائیوں اور وسعت پر غور کیا جائے تو جدید Embryology کے تمام حقائق اس ایک لفظ ''علق'' میں سمائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور یہی لفظ قرآن کی حقانیت پر دلیل بن جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ قرآن کے اکثر ترجمہ نگار ابھی تک خون کے لوتھڑے سے باہر نہیں نکل سکے۔ کتاب ''قرآن کی دنیا'' کا مطالعہ ایسی بہت ساری غلط فہمیوں اور الجھنوں کا حل پیش کرتا ہے۔ یہ کتاب ناسمجھی کی تاریک سرنگوں کو علم و ادراک کی روشنیوں سے منور کر دیتی ہے۔ اس طرح ''قرآن کی دنیا'' نے موجودہ زمانے میں ملت اسلامیہ کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

اکثر مسلمان قرآن اس لیے پڑھتے ہیں کہ انہیں ثواب مل جائے۔ پڑھتے وقت انہیں شاید ہی احساس ہوتا ہو کہ انہوں نے پڑھا کیا ہے اور سمجھا کیا ہے۔ بلکہ اکثر تو اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ''تم قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے، کیا تمہارے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔'' لیکن غور تو تب کیا جائے جب سمجھ آئے۔ قرآن پڑھتے ہوئے انہیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ کتاب علم و ہدایت کا سرچشمہ ہے،

دنیا و آخرت کی کامیابیوں کا نسخہ ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں نے صرف ثواب پر ہی قناعت کر لی۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگی داماں بھی ہے

فدا حسین صاحب نے ''قرآن کی دنیا'' میں انہیں مسائل کو موضوع سخن بنایا ہے اور قرآن کے الفاظ اور اصطلاحات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پڑھنے سے صرف علم میں اضافہ ہوگا بلکہ ان شاء اللہ دنیا و آخرت میں بھی کامیابی ملے گی۔

مصنف نے جگہ جگہ علامہ اقبال کے اشعار کے حوالے دے کر اصحاب ذوق کے اذہان کی خوب آبیاری کی ہے بلکہ

یوں کہئے کہ سیل نور میں جگمگاتے ستاروں کے چراغ ڈال کر پوری کتاب کو بقعہ نور بنا دیا ہے۔

اس قدر اعلیٰ اور اہم کتاب میں کمپوزنگ کی غلطیاں کھٹکتی ہیں اور اس احساس کو بھی اجاگر کرتی ہیں کہ مجموعی طور پر اُمتِ مسلمہ دل لگا کر محنت سے کام کرنے کی عادی نہیں رہی جس کے نتائج پوری قوم بھگت رہی ہے۔

ڈاکٹر سعید احمد ملک (لندن)

ملک معراج (قرآن کا ایک دانشور)

شاگرد ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

مفسر قرآن (حسنِ قرآن) سابق وائس چانسلر بہاولپور یونیورسٹی

پہلے میں نے اس کتاب کو خود پڑھا ہے اور پھر کئی ایک دوستوں کو دی ہے تا کہ وہ بھی اپنی رائے دے سکیں۔ اکثر نے کہا ہے کہ ویسے تو یہ کتاب ہر انسان کے علم میں کچھ نہ کچھ اضافہ تو ضرور کرے گی۔ لیکن اس کتاب سے زیادہ فائدہ وہ لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جو اپنے معاشرے اور ملک کے متعصّبانہ سوچ سے بالاتر ہو کر اس کتاب کو پڑھیں گے۔ خاص کر وہ لوگ زیادہ فائدہ اٹھائیں گے جو غیر ممالک میں رہ کر وسعت النظری اور فراخ دلی سے توحید پر غور وفکر کریں گے۔ کیونکہ توحید کی عظمت اور وسعت پر غور وفکر کرنے سے ہی قرآن کی ہدایات اور احکامات کی اہمیت واضح ہوتی ہے لیکن فائدہ صرف وہی لوگ اور ممالک اٹھا رہے ہیں جو اس عظیم کتاب کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔

ہادی اقبال حسین (ممبر پاکستان ریلوے بورڈ)

میں نے اس کتاب کا سرسری سا جائزہ لیا ہے۔ میرے خیال میں فدا صاحب کو دانشوروں اور پروفیسروں سے رائے لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ دنیا کی ہر کتاب خود بخود اپنی اہمیت منواتی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام انہوں نے اپنے شعور اور لاشعور کو مطمئن کرنے کے لیے کیا ہے کیونکہ اس سے انسان کو سکون اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔

قرآن پاک کا شمار دنیا کی عظیم ترین کتابوں میں ہوتا ہے کیونکہ اس کتاب سے لوگ کئی صدیوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن ہر کوئی اپنے اپنے علم اور صلاحیتوں کے مطابق استفادہ حاصل کرتا ہے۔ غور وفکر اور بصیرت کرنے والے لوگوں کے لیے یہ کتاب ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کی روح اور جسم دونوں کی پرورش بیک وقت کرتی ہے۔

محمد طارق قریشی

سیکرٹری پنجاب (BSA)

کسی زمانے میں بچوں کا ایک رسالہ ''بچوں کی دنیا'' کے نام سے نکلتا تھا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے اُسی رسالے کے نام سے متاثر ہو کر اپنی کتاب کا نام ''قرآن کی دنیا'' رکھا ہے جس طرح اُس رسالے میں جگہ جگہ بچوں کا ذکر تھا اُسی طرح شاہ صاحب کی کتاب میں بالواسطہ اور بلاواسطہ قرآن کا ذکر ہے۔

ان کی کتاب کا جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کتاب کا مصنف قرآن پاک کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال سے بھی بہت متاثر ہے یہی وجہ ہے اُس نے اپنی تحریر میں آیات اور علامہ اقبال کے اشعار کے حوالے دیئے ہیں جس کو پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ اور اکثر یورپ کے لوگ پسند کریں گے کیونکہ ان کے علم میں ترقی یافتہ ممالک کے تجربات اور مشاہدات شامل ہوتے ہیں اور ان کو صرف اپنی تھوڑی سی بصیرت استعمال کرنی پڑتی ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں دولت کی سخاوت کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے لیکن ایسے بہت کم لوگ دیکھنے میں آئے ہیں جو اپنے علم سے سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوں۔ فدا حسین کا شمار بھی انہی چند لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنے علم کے ذریعے سخاوت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ علم کی سخاوت دولت کی سخاوت سے بہت ہی زیادہ عظیم تر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شوق کی خاطر اپنی کتابوں کو 1990 سے مفت تقسیم کرتے آرہے ہیں جو کہ انسانیت کی ایک بہت ہی بڑی خدمت ہے کیونکہ علم ہی ایک ایسی طاقت اور دولت ہے جس سے قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک تمام لوگ صدیوں سے فائدہ اٹھاتے آرہے ہیں۔

صاحبزادہ مسعود چشتی

سینئر ڈپٹی کمشنر پاکستان (GSA)

میں نے زندگی میں اس قدر نصابی اور غیر نصابی کتابیں پڑھی ہیں کہ مجھے خود بھی ان کی تعداد کا علم نہیں لیکن اس کتاب یعنی ''قرآن کی دنیا'' کی فہرست مضامین کا حلقہ سا جائزہ لینے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ کتاب تمام دوسری کتابوں سے سراسر مختلف ہے کیونکہ ابھی تک میری نظر سے کوئی ایسی کتاب نہیں گزری جس میں مصنف نے فہرست مضامین کے سامنے سوالیہ نشانات ڈالنے کے بعد اُسی کے آگے دو تین الفاظ میں ہی اس کا جواب بھی تحریر کر دیا ہوں جس کی وجہ سے اس کتاب کو پڑھتے وقت قاری کو ایک قسم کی جدت اور انوکھا پن کا احساس ہوتا ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے سے ہر قاری کو فائدہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس کتاب کا بنیادی طور پر تعلق اللہ تعالیٰ کی اُس عظیم اور آخری کتاب سے ہے جس پر تحقیق اور عمل کرنے کے بعد دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک نے ترقی کی ہے اور مسلسل کر رہے ہیں میری خواہش ہے کہ خالقِ کائنات مصنف کو مزید ایسے اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میاں مرید حسین

سینئر سیشن جج اینٹی کرپشن پنجاب

جب یہ کتاب میرے ہاتھ ڈاکٹر جمیل حیدر مہروی نے دی تو مجھے فوراً قدرت اللہ شہاب کا ''شہاب نامہ'' اور حسین احمد شیرازی کا ''بابو نگر'' یاد آ گیا کیونکہ ان کتابوں کا حجم بھی ''قرآن کی دنیا'' کے برابر ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ان کے مضامین کا تعلق ہماری معاشرتی زندگی سے ہے جب کہ اس کتاب کا تعلق قرآن پاک سے ہے۔

اس کتاب میں تقریباً 250 مختلف مضامین کو نہایت ہی مختصر طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ قاری تک زیادہ سے زیادہ علم پہنچ سکے۔ کئی ایک مقامات پر مصنف نے پڑھنے والوں کو بھی غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ تاکہ وہ اللہ

تعالیٰ کی دی ہوئی ذاتی صلاحیتوں کو استعمال کر کے ترقی کی منزلیں طے کر سکیں۔

بہرحال مجموعی طور پر یہ ایک اچھی کتاب ہے لیکن تعصب اور منفی سوچ رکھنے والے لوگ اس کتاب سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ تعصب اور منفی سوچ ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جو انسان کو حقیقت سے دور رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے حکمرانوں کو انسانیت کے لیے ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

منیر احمد فاروقی

ڈسٹرکٹ سیشن جج، اسلام آباد

ہمارے گھر کا ماحول بڑا ہی مذہبی قسم کا ہے جسکی وجہ سے میں نے اسلام کے متعلق کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور ان پر غور و فکر بھی کیا ہے لیکن یہ کتاب یعنی ''قرآن کی دنیا'' مجھے دیگر کتابوں سے کافی مختلف معلوم ہوتی ہے اس کتاب کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا کسی بھی فرقے سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

اس کتاب کی ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ اس کتاب کو فرقہ بندی اور فرقہ بازی سے بالا تر ہو کر تحریر کیا گیا ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار فرقہ بنانے سے منع کیا ہے لیکن ہم پھر بھی باز نہیں آتے۔ کیونکہ ہم کئی کئی سالوں سے بغیر سمجھے قرآن پاک پڑھتے رہتے ہیں جسکی وجہ سے ہمارا، ہمارے معاشرے اور ہمارے ملک کا بہت نقصان ہوتا ہے اور مسلسل ہو رہا ہے یہ سب کچھ قرآن سے لاعلمی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب سے وسیع و نظر لوگ کافی فائدہ اٹھائیں گے کیونکہ مصنف نے اس کتاب کو مفت تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے اس نیک ارادے میں کامیابی عطا فرمائے۔

کرنل (ر) محمد سرور ایم۔ ایس۔ سی زیالوجی

پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور

ہماری قوم کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کرپشن اور بے راہ روی کو قبول کر لیا ہے جس کی وجہ سے گھروں، سکولوں، مسجدوں، الغرض تمام معاشرے کا نظام درہم برہم ہو کر تباہی و بربادی کا شکار ہو گیا ہے۔

قرآن مجید جو مختلف علوم کی ایک عظیم کتاب ہے اس کو ہم عقل اور شعور کی آنکھیں بند کر کے پڑھتے ہیں جبکہ انسانوں کی تحریر کردہ تمام کتابوں کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور پھر مختلف امتحانات پاس کرتے ہیں ان حالات میں علماء حضرات نے اپنے علم کے مطابق لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کروا دی ہے کہ تم صرف نیک کام کرتے جاؤ اور کامیابی کے لیے آخرت کا انتظار کرتے رہو جبکہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں اور اذان میں ''فلاح'' کے لفظ کو بار بار استعمال کیا ہے جس کا مطلب دنیا اور آخرت یعنی دونوں کی کامیابی ہوتا ہے۔

ان حالات میں قرآن کی دنیا کے مصنف فدا حسین شاہ نے معاشرے اور وقت کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اپنی کتاب لکھی ہے انھوں نے بہت موثر اور سادہ طریقے سے عام انسان کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی

ہے قرآن کی اصطلاحات یعنی بنیادی الفاظ کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔

مزید برآں انھوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے تجربات اور مشاہدات کے ذریعے اسلام کے مختلف ایسے پہلوؤں (Shades اور Vision) کو بیان کیا ہے جن کا اسلام سے گہرا تعلق ہے امید ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ اس کتاب سے ضرور فائدہ اٹھائے گے لیکن ان کے لیے شرط صرف یہ ہے کہ وہ اپنے علم اور بصرت کو مکمل استعمال کریں

Syed Niaz Ali Shah

Professor of Law

&

Author of Books on Public International Law

Comments:

It is an attempt to bring back Islamic Tenets in the ordinary lives of the muslims speifically (which they have forgotten) and others in general as it is a relgion of love and peace for all.

The diffrent topics and experiences and mutual dealings inculded in the book remind us the preachings and sayings and doings of the prophet of Allah (PBUH) as a man. As a result the reaction of the listener or of the seer and the doer was always possitive and seldom negative, which would change the life, thinking and attitude or life of the listener, seer or the doer or the follower.

We are grateful to Fida Hussain Shah, a selfless person in this economy conscious world who is making an effoert to revive and propogate the sprit of love and peace among the general public universally and is striving to find some hidden pearls in the name of Allah not for any economic gain or benifit or fame but in the name of Allah

The different short one page articles , experinces or stories of diffrent people responding to the Quranic Injunctions in the world of the Qur'an are intersting for the new reader . It is an effert to change the mind and trend of the new muslim generation all over the world to fight the economic terrorism in the present world with meagre resources

کرنل (ر) سحر حجاز خان ڈائریکٹر لائبریری

زیڈ بلاک ڈی۔ایچ۔ایلاہور کینٹ

فصاحت و بلاغت اور طرز بیان کی انفرادیت کے لحاظ سے قرآن کی عظمت و وقار کا کوئی ثانی نہیں۔قرآن کریم و سعت مضامین کو سمیٹے ہوئے ایک ایسی کتاب حیات ہے جس کا ہر موضع بذات خود ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب فکر و تحقیق کے نظریہ سے پڑھا جائے تو قرآن کے موضوعات دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور قاری پر نئے سے نئے در کھلتے جاتے ہیں۔قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کے ہر موضع پر بے شمار کتب تحریر ہو چکی ہیں اور یہ ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے۔

زیر نظر کتاب ''قرآن کی دنیا'' انہیں بے شمار کتب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جو عقیدت اور اصلاح کی نیت سے ایک سیدھے سادھے مسلمان کی انتہائی آسان زبان اور سادہ الفاظ میں لکھی گئی تحریر ہے۔

مصنف نے عام فہم انداز بیان میں افکار و سائنس کی آسان اصطلاحات کا سہارا لیتے ہوئے مذہبی، اخلاقی، معاشی ، سیاسی اور سماجی معاملات کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تشریح کرنے کی قابل تعریف کوشش کی ہے۔ یہ ان تمام لوگوں کے لیے ایک ترغیب عمل کا پیغام ہے جو اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے فلسفہ کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف نماز کو ہی کو راہ نجات تصور کرتے ہیں۔ امید ہے صرف حصول ثواب کے لیے کی گئی یہ کوشش پڑھنے والوں کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

حافظ وصی محمد خان ایم۔ایس۔سی ماہر زراعت ولائیوسٹاک

Project Exective Punjab Live Stock,
Dairy Development Board Lahore.

''قرآن کی دنیا'' کے عنوان سے محترم فدا حسین شاہ کی زیر نظر تصنیف قابلِ قدر مشاہداتِ روحانی کا مرقع ہے۔ اللہ رب العزت نے ''سورۃ التین'' میں اپنے خالقِ مُطلق ہونے کے باوجود چار((4 مقامات مقدسہ کی قسم کھانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا{**لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**}''کہ ہم نے انسان کو بہترین صلاحتوں کے ساتھ پیدا کیا''

فاضل مصنف نے بھی اسی پس منظر میں حضرت انسان کی توجہ قرآن مجید کی آیات کی جانب مبذول کرانے کی بہترین سعی کی ہے ۔ ان کی یہ سعی قابلِ قدر ہے ۔ انھوں نے قرآن اور حدیث نبوی ﷺ کو الگ الگ پیرائے میں بیان کیا ہے تا کہ معاملات آسان فہم انداز میں ہر ذی نفس تک واضح انداز میں پہنچ جائیں۔لیکن ہمیں یہ امر اور حقیقت سامنے رکھنا ہوگی کہ آپ ﷺ کی احادیث درحقیقت قرآن مجید فرقان حمید کی سرتا سر وضاحت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس حقیقت کی واضح دلیل اللہ عزوجل نے ''سورۃ النجم'' میں بیان فرما دی'' آپ ﷺ تو اپنی طرف سے کچھ ادا ہی نہیں فرماتے سوائے وحی کے۔محترم فدا حسین شاہ نے قرآن و حدیث کو اقبالؒ کے جس روحانی تعلق کو جوڑا ہے وہ انتہائی قابلِ ستائش ہے۔

اقبال کے ابتدائی کلام کو جو برصغیر کے معروضی حالات پر ہے کو الگ کر دیا جائے تو اقبال نے صرف اور صرف آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کو ہی اپنے اشعار میں پرو کر امر کر دیا ہے۔ اسی بنا پر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قرآن کا پیغام آفاقی، حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات آفاق اور اسی عظیم تعلق کی وجہ سے اقبال کا کلام بھی آفاقی بن گیا ہے۔

کتاب کے آخری حصے میں فاضل مصنف نے ترقی یافتہ اقوام اور خاص طور پر اہل مغرب اور امریکا کی دنیاوی ترقی کا جو حوالہ دیا ہے وہ مستند اور احکام الٰہی کے حوالے سے معتبر ہے۔ مگر شک یہ ہے کہ اقبال کا ''ملا'' اور عہد حاضر کا ''مولوی'' اس حوالے سے کوئی فتوی نہ صادر فرما دے اسی خدشے کی حقیقت کو محترم فدا حسین شاہ نے خود ہی کتاب کے ایک مضمون ''قرآن اور قانون'' میں بیان کر دیا ہے یہی حقیقت ہمارے مشاہدات اور تجربات میں روز انہ کی بنیاد پر آتی ہے۔ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف نے دین فہمی کو قارئین کے لیے آسان بنا دیا ہے بقولِ اقبالؒ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

محمد خلیق عامر ایم فل۔ اسلامیات

اسسٹنٹ ریسرچ سکالر FMRI تحریک منہاج القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم..... اللہ رب العزت کی اس وسیع وعریض کائنات میں قدرت کی نشانیاں ہر سو بکھری پڑی ہیں۔ آخری وحی قرآن مجید جہاں بنی نوع انسان کے لیے حتمی وقطعی ضابطہ حیات ہے وہاں اس کائنات ہست وبود میں جاری و ساری قوانین فطرت بھی انسان کو الوہی ضابطہ حیات کی طرف متوجہ کرتے نظر آتے ہیں ۔ قرآن مجید خارجی کائنات کے ساتھ ساتھ نفس انسانی کے باطن کی طرف بھی ہماری توجہ دلاتا ہے اور اُن دونوں عوامل قوانین قدرت الٰہیہ کی یکسانی میں غور وفکر کے بعد اپنے خالق کے حضور سر بسجدہ ہونے کا حکم دیتا ہے ۔ قرآنی علوم کے نور سے صحیح معنوں میں فیض یاب ہونے کے لیے ہمیں قرآنی آیات میں جا بجا بکھرے ہوئے حقائق پر غور وفکر کرنا ہوگا۔

زیر نظر کتاب ''قرآن کی دنیا'' مصنف کا قرآن کے ساتھ تعلق قلبی ظاہر کرتی ہے ۔ مصنف نے قرآن فہمی کو موجودہ زمانے کی ضرورت قرار دیا۔ مختلف نوعیت کی تحریروں کو مصنف نے یکجا کر دیا جو کہ متلا شیان حق کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔ نئی نسل کی ذہانت صدیوں سے مسلط عالمی محکومی کے زیر اثر دب کر رہ گئی ہے۔ دور حاضر میں تشکیک زدہ ایمان کو

سنبھالا دینے کی واحد صورت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی عقلی و سائنسی تفسیر و تفہیم سے آگاہی رکھتے ہوئے سائنسی دلائل کے ساتھ مستحکم کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام کے آفاقی پیغام کو سمجھنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازے تاکہ ہم علمی و فکری اور سائنسی و تہذیبی پسماندگی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر اپنی عظمت رفتہ کو بحال کر سکیں۔

علم اور سائنس کی باتیں

کائنات کی کسی بھی چیز کی جان پہچان، واقفیت اور سمجھ بوجھ کو علم کہتے ہیں اور جس علم میں انسان کے تجربات اور مشاہدات شامل ہو جائیں اُس کو سائنس کہتے ہیں

یہ حقیقت ہے کہ
خالقِ کائنات نے اپنی چاروں آسمانی کتابوں میں
انسان کو علم اور سائنس کی تاکید کی ہے
لہٰذا

اُن ہی انسانوں اور ممالک نے ترقی کی ہے جنہوں نے علم اور سائنس پر اپنی پوری توجہ دی ہے۔

''علم اور سائنس ؟ ایک ہی چیز''

☆ سائنس دنیا کی ہر اُس چیز کی حقیقت کو کہتے ہیں جس کو انسان کے حواسِ خمسہ یعنی آنکھ، کان، ناک، احساسات اور دل و دماغ قبول کرے اور تصدیق کرے اُس کو سائنس کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں 756 آیات ایسی ہیں جن کا مضمون اور مقصد یہ ہے کہ انسان تخلیق اور تسخیر کائنات کے لیے کوشش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں سائنس کے تمام علوم کا ذکر ملتا ہے اسی لیے اس کتاب کو ام الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ علم یعنی کسی چیز کی جان پہچان اور سمجھ کو انگریزی زبان میں سائنس (Science) کہتے ہیں۔ سائنس کا ایک وسیع مضمون بیالوجی یعنی حیاتیات ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان بائیالوجی پر تحقیقات کر رہے ہیں تاکہ اس شعبے میں زیادہ سے زیادہ برکت یعنی ترقی اور اضافہ ہو سکے۔ سائنس کے اس مضمون کے بارے میں قرآن پاک کے بنیادی نکات یعنی Codes یہ ہیں:

{وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O}

(النور 45:24)

''اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے کوئی دو پاؤں کے بل پر چلتا ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

☆ تمام دنیا کی مخلوقات دو طریقوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس عظیم حقیقت کا انکشاف مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے:

{يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ O} (الروم 19:30)

''وہ زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے اور مُردے میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد

زندگی بخشتا ہے اسی طرح تم لوگ بھی نکال لیے جاؤ گے۔''

☆ **Biology** یعنی حیاتیات کے حقائق کو بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ انسان کے جسم میں 70 فیصد سے لے کر 80 فیصد تک پانی ہوتا ہے۔قرآن گارنٹی دیتا ہے کہ ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے اور سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کیونکہ یہ بات تجربات سے ثابت شدہ ہے۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ زمین کو گول ثابت کرنے کے لئے انسان کو کئی صدیوں تک محنت کرنی پڑی اور جس پر لاکھوں ڈالر بھی خرچ ہوئے اور وقت بھی ضائع ہوا حالانکہ اس حقیقت کو اللہ نے قرآن میں 1438 سال پہلے ہی قرآن میں بیان کر دیا تھا اور زمین کی شکل بھی بتا دی تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

{وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا O} (النازعات 30:79)

اور زمین کو بعد میں ہموار کیا۔''

☆ **اس آیت میں دَحَاهَا** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی شتر مرغ کے انڈے کے ہوتے ہیں اس انڈے کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتایا ہے کہ زمین کی شکل دَحَاهَا جیسی ہے جو کہ دونوں کناروں سے پچکا ہوتا ہے اگر اس زمین کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ زمین قطب شمالی اور قطب جنوبی سے شتر مرغ کے انڈے کی طرح تھوڑی سی پچکی ہوئی ہے۔

☆ **نباتات**، جمادات اور حیوانات کی ایک حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی محنت اور جہاد یعنی کوشش سے تلاش کر سکتا ہے کہ کن کن چیزوں کے جوڑے ہیں اس حقیقت کو سورہ یٰس کی آیت 36 میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی دوسری آیات میں اسی بات کو دہرایا گیا ہے:

{سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ O}

(یٰس 36:36)

''پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کے اپنے نفس میں سے یا اُن چیزوں میں سے جن کو تم نہیں جانتے۔''

☆ **قرآن پاک** میں علم اور سائنس سے متعلق بے شمار آیات ہیں جن کو تلاش کر کے اور اُن پر عمل کر کے ہم بھی ترقی کی وہ منزلیں طے کر سکتے ہیں جیسے یورپ والوں نے ترقی کی ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر غور و فکر اور تحقیق کے ذریعے وہ حقائق حاصل کریں جو ہماری دنیاوی زندگی اور اُخروی

زندگی میں مددگار ثابت ہو۔ چند ایک آیات کے نمبر دیے جا رہے ہیں۔ ان آیات کا تعلق علم یعنی سائنس سے ہے۔ الانعام 99:6؛ طٰہٰ 53:20؛ الاعراف 58:6؛ الروم 19:30، 20، 30؛ نوح 15:71، 16، 17، 18؛ النبا 13-12:78؛ الذاریات 31-30:79۔ [1]

انسان اور اللہ کا علم

فلسفہ اور سائنس انسان کا وہ علم ہے جو اس نے اپنی محنت اور بھاگ دوڑ سے حاصل کیا ہے جدید زمانے کی تمام ترقی فلسفہ اور سائنس کے علوم کی وجہ سے ہی ہوئی ہے لیکن اس قدر ترقی کے باوجود انسان کا علم محدود ہے اس لیے ایک حد پر جا کر اس کا علم ختم ہو جاتا ہے تو پھر انسان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ یعنی خالق کائنات نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے وحی کے علم کو نازل کیا۔ تاکہ انسان کی حتمی اور مکمل رہنمائی ہو سکے۔

مندرجہ ذیل 8 سوالات ایسے ہیں جن کا جواب جدید زمانے کے انسان اور سائنسدان ہرگز نہیں دے سکتے اور نہ ہی کبھی مستقبل میں دیں گے۔ لیکن ان سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب یعنی قرآن پاک میں دے دیا ہے جس کو دنیا کے عظیم سائنسدان اور محققین تسلیم کرتے ہیں۔

۱۔ دنیا کی مجموعی حیثیت کیا ہے؟
۲۔ اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟
۳۔ دنیا کا انجام کیا ہوگا؟
۴۔ انسان کے دل و دماغ اور موجودات کی حقیقت کیا ہے؟
۵۔ ہم کیا ہیں؟
۶۔ ہم کہاں سے آئے ہیں؟
۷۔ موت کے بعد ہم نے کہاں جانا ہے؟
۸۔ ہماری زندگی اور موت کا مقصد کیا ہے؟

مندرجہ بالا انسانی فطرت کے وہ سوالات ہیں جو ہر عقلمند انسانوں اور سائنسدانوں کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ ان کا جواب نہیں دے سکتے کہ سورج، ہوا، حیوانات، نباتات اور فطرت کے قوانین انسان کی زندگی کو کیوں فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

انسان نے اپنی کوشش اور محنت سے مختلف مذاہب اور دین دریافت کیے ہیں جن میں سے ہندومت، بدھ مت، اور کیمونزم قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ بھی فلسفہ اور سائنس کی بنیاد پر مندرجہ بالا سوالات کا جواب نہیں دے سکتے۔ لہذا دنیا

کے محققین اور سائنسدانوں نے الہامی کتابوں اور قرآن مجید پر ریسرچ کر کے ان جوابات کو حاصل کر لیا ہے۔

کیا اللہ موجود نہیں ؟ غور وفکر کی ضرورت

ایک دن مجھے اصغر حمید بھٹہ سینئر ترین ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے بتایا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے اکثر عوام اور حکمرانوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان بہت کمزور ہو چکا ہے۔ جسکی وجہ سے ہم دن بدن زوال کا شکار ہوتے جا رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو شک وشبہات اور تذبذب کا شکار ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں آپکو کچھ تحریر کرنا چاہیے۔ میں نے بھی اپنی رضامندی کا اظہار کیا کیونکہ میرے ذاتی علم، تجربات اور مشاہدات سے اگر کسی ایک انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت مل گئی تو میرے لیے یہ ایک خوشی اور اعزاز کا مقام ہوگا۔

اللہ کی تعریف :

لامحدود کائنات کے خالق اور مالک کا ذاتی نام اللہ ہے لیکن اس کے صفاتی نام 99 ہیں۔ سائنس کا ایک قانون ہے کہ جسطرح دنیا کی ہر مادی اور غیر مادی چیز کا کوئی نہ کوئی خالق ہوتا ہے اسی طرح کائنات کا بھی ایک خالق ہے لیکن یہ خالق اس قدر وسعت اور عظمت کا مالک ہے کہ وہ انسان کے علم اور عقل میں اتنا ہی آ سکتا ہے جتنا اس انسان کے پاس علم ہوتا ہے لہٰذا جو انسان اس عظیم ہستی کو اپنے ذاتی علم کی حدود میں لانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اکثر پریشان ہو کر ڈگمگا جاتے ہیں لیکن جو انسان غیب کو تسلیم کرتے ہیں یا تحقیق کرتے ہیں وہ مطمئن ہو کر اپنی کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔ یعنی دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ انسان کو مل جاتا ہے۔

اس کائنات کا جو خالق ہے اس کو عربی زبان میں اللہ فارسی میں خُدا، انگلش میں Godاور بے شمار دیگر ناموں سے پکارا جاتا ہے جبکہ ہیگل Hagelاور دیگر سائنسدان اللہ کو Creater of the universe کے نام سے تسلیم کرتے ہیں اور اسی ہی کی عبادت کرتے ہیں جس سے اُنکے روح اور جسم کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ممالک کے لوگ اس عظیم ذات یعنی Creater of the universe کے احکامات پر عمل کر کے فوراً فائدے حاصل کر لیتے ہیں۔ جبکہ دیگر ثواب جمع کرنے والے لوگ اپنی زندگی میں معمولی اور اپنی موت کے بعد زیادہ فائدے اٹھائیں گے۔

قرآن مجید کی کئی ایک آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ

''ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ بغیر دیکھے ہمیں کون سا انسان تسلیم کرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا وجود ظاہر اور باطن دونوں شکلوں میں موجود ہے۔ دنیا کے اکثر مفکرین اور سائنسدان اسکی آیات یعنی نشانیوں، قوتوں یعنی فطرت کے قوانین (Natural Fundamental Law) کے ذریعے اس عظیم ترین ہستی کو پہچان لیتے ہیں۔ اور پھر اس پر عمل کر کے اپنی ذات اور انسانیت کو ایسا فائدہ پہنچاتے ہیں کہ لوگ صدیوں تک ان کی خدمات کا اعتراف کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ارسطو۔ بقراط۔ جبران۔ ابن سینا۔ ہیگل۔ ٹائن بی۔

مجدد الف ثانی۔ شاہ ولی اللہ خاں۔ سر سید احمد خاں۔ شیکسپیئر، علامہ اقبال اور عبدالستار ایدھی کے نام تو قابل ذکر ہیں۔

جب کوئی انسان دنیا کی کسی بھی چیز کا علم حاصل کر کے اور اس پر اپنے تجربات اور مشاہدات کر لیتا ہے تو وہ چیز اس انسان کے لیے سائنس کا درجہ اختیار کر لیتی ہے اسی طرح جن مفکرین اور محققین نے قرآن اور بائیبل کی آیات پر اپنے تجربات اور مشاہدات کیے ہیں وہ ان کتابوں کو عظیم سائنس اور ایک شاہکار تسلیم کرتے ہیں۔ جن میں اکثر ترقی یافتہ ممالک کے مفکرین اور سائنسدان شامل ہیں۔

عربی زبان کے اندر بہت ہی زیادہ فصاعت و بلاغت کے ساتھ ساتھ کافی وسعت ہے جس کی وجہ سے قرآن پر تحقیق یعنی ریسرچ کرنے کے لیے کافی محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ پاکستان کے علماء حضرات اور لوگوں کی عام عادت ہے کہ جو چیز ان کی سمجھ میں نہیں آتی اسکو جھوٹا قرار دیتے ہیں لیکن تحقیق اور ریسرچ کرنے کو ہرگز پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ غور و فکر کرنا پسند نہیں کرتے۔ جبکہ قرآن میں لکھا ہے کہ ''اس میں شفا ہے'' ''زمین گردش کرتی ہے اور گول ہے'' ''ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے'' ''ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں''

لیکن افسوس صد افسوس کہ مسلمان علماء قرآن کے ان مندرجہ بالا حقائق پر تحقیق نہیں کر سکے جب کہ ترقی یافتہ ممالک نے قرآن مجید کے حقائق پر ریسرچ کرنے کے لیے عربوں ڈالروں کی لیبارٹریاں یعنی ریسرچ سنٹر بنائے ہوئے ہیں جن سے پوری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی عظیم کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''قد اَفلَحَ مَن تزکیٰ'' سورۃ الاعلیٰ 14/87 تزکیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی چیز کو بنانا، سنوارنا، نشوونما کرنا اور ترقی کرنا ہوتا ہے۔ تزکیہ انسانوں کا بھی ہوتا ہے اور تمام بے جان چیزوں کا بھی ہوتا ہے۔

اب یہ فیصلہ دنیا کا ہر انسان اپنے اپنے علم، تجربے، مشاہدے اور غور فکر کے زریعے کر سکتا ہے کہ کن کن لوگوں اور ممالک میں اپنا تزکیہ کیا ہے اور لوہے، لکڑی اور زمین کے تمام ذخائر کا تزکیہ کیا ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ اور ممالک ترقی کی منزلیں طے کرتے جا رہے ہیں جبکہ اللہ تعالی نے انسان کو بار بار غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ قرآن پاک کے 55 نام ہیں اگر ان کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کر کے تحقیق کی جائے تو وہ سب عالمگیر حقائق Universal Truth ثابت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ بائیبل اور قرآن کی صداقت کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔

قرآن میں جن حقائق کو آج سے 15 سو سال پہلے بیان کیا گیا تھا۔ ان کو امریکہ۔ یورپ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کے تمام مفکرین اور سائنسدان اپنے اپنے تجربات کے ذریعے سچ ثابت کر چکے ہیں۔ چند ایک حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ زمین اور کائنات کے تمام سیارے اور ستارے گردش کرتے ہیں۔ حوالہ آیت نمبر سورۃ یٰسین 36/40

۲۔ ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ حوالہ آیت نمبر سورۃ الانبیاء 21/30

۳۔ ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔ اس میں تمام نبات حوالہ آیت نمبر سورۃ یٰسین 36/36
حیوانات اور جمادات شامل ہیں۔

۴۔ دوبارہ زندگی کے بارے میں سورہ نوح میں ہمیں بتایا گیا ہے۔ حوالہ آیت نمبر سورۃ نوح 17/18-17

۵۔ فزکس اور کمیسٹری سائنس کے دو بنیادی علوم ہیں وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مادہ یعنی Matter (Mass) کبھی بھی فنا نہیں ہوتا بلکہ Matter سے Energy اور Energy سے Matter میں تبدیل ہوتا رہتا ہے

جسطرح کہ سمندر کے پانی اور نباتات کا نظام (Seed & Plant System) چل رہا ہے۔ فزکس کے اس قانون کے تحت انسان کا جسم تو موت کے بعد مٹی میں تباہ و برباد ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح تباہ نہیں ہوتی بلکہ ایک نئی دنیا یعنی عالم برزخ میں چلی جاتی ہے جو انسان کے علم و عقل سے بہت ہی زیادہ بالاتر ہے۔

۶۔ حضرت ذوالقرنین کے واقعہ میں تانبے کا ذکر کر کے اسکی افادیت کو بیان کیا گیا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ سائنسدان خلائی شکل کو ہمیشہ تانبے یعنی (Copper) سے جوڑتے ہیں کیونکہ تانبے کا جوڑ انتہائی مضبوط ہوتا ہے۔

۷۔ قرآن میں ان تمام رسولوں اور اقوام کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو صدیوں پہلے گزر چکے ہیں جبکہ عام انسان کے لیے ان کو بیان کرنا ناممکن ہے۔

۸۔ انسان کے خون میں بے شمار ایسے اجزاء ہوتے ہیں جو آنکھ سے نہیں دیکھے جا سکتے ان کو Microscop کے ذریعے دیکھنے اور گہرائی کے ساتھ غور و فکر یعنی Research کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فطرت کے قوانین کی عظمت کا احساس ہوتا ہے خون کے سنکیڑوں اجزا اور خلیوں (Cells) کی عمر کم سے کم 90 دن اور زیادہ سے زیادہ 120 دن تک ہوتی ہے۔ یہ ایک فطری نظام کے تحت روزانہ پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں ان تمام خون کے اجزاء کا تعلق انسان کے دل و دماغ اور خیالات سے بہت ہی گہرا اور قریبی ہوتا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ منفی خیالات انسان کی صحت پر بُرے اثرات اور مثبت خیالات انسان کی صحت پر بہت اچھے اثرات ڈالتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام ڈاکٹر اور جدید سائنسدان بھی اس حقیقت کو سچ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ انسان کی ابتدا صرف ایک سیل CELL یعنی جرثومہ سے ہوتی ہے۔

۹۔ سائنس کی بنیاد پر اگر ہم تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں 10 اللہ کو ماننے والے لوگوں اور 10 نہ ماننے والوں لوگوں کا انٹرویو لیں اور ان کے چہرے کا مشاہدہ یعنی Face Reading بھی کریں۔ تو پھر ہمیں خود بخود یہ علم ہو جائے گا کہ دونوں گروپوں میں سے کون زیادہ پرسکون اور خوشی کی زندگی گزار رہا ہے۔

۱۰۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز پر جتنا بھی غور و فکر کیا جائے گا اسی قدر اس کی حقیقت ہمارے سامنے آئے گی یہ ہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مفکرین اور سائنسدانوں کو یہ عادت ہوتی ہے اور ترقی یافتہ ممالک نے تحقیق یعنی Research کے لیے بے شمار لیبارٹریاں بنا رکھی ہیں

۱۱۔ ان آیات میں بھی زندگی اور موت کی تمام حقیقت کو بیان کر دیا گیا ہے۔

حوالہ آیت نمبر سورۃ طارق 6,7,8/86,5 سورۃ واقع 57,58,59,60/56

قرآن پاک کا سورہ حم سجدہ کی آخری آیت میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ''اگر تم اپنے نفس اور آفاق یعنی کائنات پر مسلسل غور و فکر کرتے رہو تو پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہیں ہماری ذات یعنی حق کا یقین آ جائے گا۔''

دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر ہم سورۃ مُلک کی آیات نمبر 2,3,4 کا ترجمہ اردو اور انگلش میں پڑھیں تو پھر کسی ماہر فلکیات سے حقائق دریافت کریں تو پھر بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کا وجود، طاقت، قدرت اور عظمت سمجھ میں آ جائے گی۔

۱۲۔ قرآن پاک کا کلام پورے کا پورا ایک سائنس ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیت کو تسلیم نہیں کرتے حیرانگی کی بات ہے کہ پاکستان ایک مسلمان ملک ہے لیکن یہاں پر کوئی بھی سائنس کا ایسا ادارہ نہیں ہے۔ جو اس عظیم کتاب پر تحقیق کرتا ہو لہٰذا اگر امریکہ سے یا کسی بھی ترقی یافتہ ملک سے تحقیق کروائی جائے تو پھر بھی ہمیں اللہ کی عظمت اور قدرت کا احساس ہو جائے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ لوگ اور ممالک قرآن کو سائنس کی کتاب

تسلیم کر چکے ہیں مصنف نے بھی 31 سال میں کئی ایک ذاتی تجربات اور مشاہدات کیے ہیں جن کی بنیاد پر وہ قرآن پاک کو سائنس کی کتاب تسلیم کرتا ہے۔

قرآن کی عظمت کو تو دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ Harward University امریکہ میں ایک ہال کی پیشانی پر Muhammad لکھ دیا ہے۔ دنیا کی ایک عظیم کتاب One Hundred Great Live میں جب عظیم شخصیات کا انتخاب کیا گیا ہے اس کتاب میں بھی سب سے پہلا نام Muhammad کا لکھا ہوا ہے۔ اور یہ حیرانگی کی بات ہے کہ اس کتاب کا مصنف ایک ٹھوس عیسائی ہے۔

۱۳۔ قرآن پاک میں چار مقامات پر خالق کائنات نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس عظیم کلام میں شفاء یعنی صحت کے راز پوشیدہ ہیں۔ وہ اسطرح کہ جب بھی کوئی انسان اس عظیم کتاب کے خیالات ونظریات کو اپنے دل و دماغ کے اندر اُتارتا ہے۔ اور پھر جس بھی معیار سے ان پر عمل کرتا ہے اس کے اثرات انسان کے خون اور خلیوں کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ پورے جسم کو میں انقلاب پیدا کرتے ہیں۔

جدید زمانے کے تمام ترقی یافتہ ممالک نے الہامی کتابوں کے علم پر اپنے اپنے اجتہاد کے بعد جیسا جیسا عمل کیا ہے ویسے ویسے ہی ترقی کی ہے۔ لیکن وہ مکمل اور حتمی ترقی نہ کر سکے۔ کیونکہ مکمل ترقی کے لیے مادی اور روحانی ترقی میں مناسب توازن کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ توازن نہ ہوتو دولت بھی انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ مادی ترقی کے بعد روحانی ترقی بہت مشکل ہو جایا کرتی ہے۔ جبکہ ایک مکمل اور مثالی زندگی کے لیے مادی اور روحانی ترقی میں توازن کا ہونا اور رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

۱۴۔ خالق کائنات کے حقیقی اور اصلی اسلام کی ایک نشانی یہ ہے کہ اسکے اندر اس قدر مقناطیسی کشش، جاذبیت اور سکون ہوتا ہے۔ کہ اُن غیر اسلامی ممالک کے عوام اور حکمرانوں کو اپنے طرف کھینچتا ہے جہاں پر مروجہ اسلام اور کمزور اسلام ہوتا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ کمزور اور برائے نام اسلامی ممالک کے لوگ ترقی یافتہ ممالک میں بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں اور وہاں جا کر اپنا علاج معالجہ کروانا پسند کرتے ہیں۔

دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک اپنی تحقیق یعنی ریسرچ پر بہت زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ یعنی خالق کائنات نے بائیبل اور قرآن میں انسان کو بار بار سوچنے، غور وفکر کرنے اور اپنے عقل کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علم وحکمت پر بہت زیادہ جہاد اور اجتہاد کیا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے شمار وہ نعمتیں حاصل کر رہے ہیں جن کے بارے میں قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''اگر تم میری نعمتوں کا احاطہ کرنا چاہو یعنی ان کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔''

دنیا کا کوئی بھی ایسا ضابطہ حیات یعنی Code of Life نہیں ہے جو مندرجہ ذیل تین سوالات کا جواب دے سکے جب کہ قرآن مجید میں ان سوالات کے جوابات کو بار بار مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ اس لامحدود کائنات کو بنانے والا کون ہے؟

۲۔ ہماری زمین اور ہمارے نظام شمسی کو کون چلا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسکے تمام نظام ایک ترتیب سے چل رہے ہیں۔

۳۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟

مندرجہ بالا تحریر اور دلائل کے بعد بھی اگر کسی انسان کا ایمان کچھ مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتا اور نہ اس پر کوئی اثر ہوتا

ہے تو اس میں اور جانور میں کوئی بھی زیادہ فرق نہیں ہے کیونکہ جانور بھی عقل، علم اور بصیرت سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے جسم اور اپنے بچوں کی پرورش کرتے کرتے دنیا سے اپنا سفر مکمل کر کے موت کی آغوش میں چلے جایا کرتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ

تجربات اور مشاہدات

کا ایک مجموعہ

☆ اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ علامہ اقبال کی قرآنِ حکیم پر بہت ہی گہری نظر تھی کیونکہ ایک فلاسفر اور مفکر کی حیثیت سے اُن کو غور و فکر کرنے کی بہت عادت تھی لہٰذا توحید اور رسالت کے جن حقائق کو انہوں نے فارسی اور اردو شاعری میں بیان کر دیا ہے وہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک چراغ سے کم نہیں لیکن اس چراغ سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کو ایک تو اپنے بنیادی حقوق کی فکر نہ ہو اور دوسرا وہ اپنے شخصیت کی مزید نشو و نما چاہتے ہوں۔

☆ ہند و پاک کے مسلمانوں کی معاشرتی اور مذہبی زندگی کا تجزیہ کرنے کے بعد اپنے خیالات مندرجہ ذیل اشعار میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان کو اپنی اصلاح کا ایک بہترین موقع مل جاتا ہے۔

یہ بندہِ صوفی و مُلا اسیری
حیات از حکمت قرآں نگری
بآیا تش ترا کارے جز ایں نیست
کہ اُز یاسیں، او آساں بیری

ترجمہ:

اے مسلمان! تو صوفی و ملا کی قید میں اس قدر گرفتار ہے کہ تُو قرآن پاک سے زندگی حاصل نہیں کرتا۔ قرآن کی آیات سے تو تمہارا صرف اتنا ہی واسطہ ہے کہ مرتے وقت سورہ یٰسین پڑھ لے تا کہ جان آسانی سے نکل جائے۔

''انسان کی پیدائش ؟ جدید علم''

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے تمام مراحل کو اس طریقے سے بیان کیا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کے تمام سائنسدان اور ڈاکٹرز اس حقیقت کو 100 فیصد سچ تسلیم کرتے ہیں ۔قرآن پاک کی سورالدھر کی آیات نمبر 1 تا 2 کے علاوہ دیگر مقامات پر اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ تحقیق کرنے والے انسان بھی بے ساختہ سبحان اللہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن افسوس کہ مسلمان قرآن پاک پر تحقیق کرنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس نہ تو علم ہے اور نہ تحقیق کرنے کے لئے شوق اور بجٹ !!

☆ کائنات کے دیگر نظام کی طرح انسان کی زندگی اور موت کا نظام بھی فطری قوانین کے تحت چل رہا ہے ۔ جو انسان یا قوم اللہ کے قوانین اور احکامات کی پیروی کرتی ہیں وہاں شرح اموات ہمیشہ کم ہوتی ہیں لیکن جو انہی قوانین کو پامال کرتی ہیں وہاں پر یہی شرح بڑھ جاتی ہے ۔ دنیا میں جو بھی ڈاکٹرز ایمانداری سے کام کرتے ہوئے ملاوٹ سے پاک دوائیاں استعمال کرتے ہیں وہاں کے لوگوں کی زندگی زیادہ ہوتی ہے لیکن جب وہی ڈاکٹرز غفلت کے ساتھ ملاوٹ والی دوائیاں استعمال کراتے ہیں تو پھر انسان کی زندگی کم ہوجاتی ہے ۔خیال رہے کہ انسان کی صحت اور بیماری کی طرح ترقی اور زوال کا تعلق بھی اللہ کے قوانین اور احکامات سے وابستہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی ذات جو ہماری عقل اور فہم وفراست کی حدود سے بہت زیادہ بلند اور بالا تر ہے اُس نے اپنی کتاب یعنی قرآن حکیم میں بے شمار ایسے حقائق کو بیان کیا ہے جن کی مدد سے انسان زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن افسوس کہ ہم اس عظیم کتاب کو ثواب کے لیے تو پڑھتے ہیں مگر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے نہیں پڑھتے جس کی وجہ سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر ذلیل وخوار ہورہا ہے۔

☆ خیال رہے کہ جو بھی انسان یا ملک اس عظیم ترین کتاب پر تحقیق کرتا ہے اور پھر اس پر عمل بھی کرتا ہے وہ دنیا میں ضرور کامیاب ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا کیونکہ یہ کسی انسان کی کتاب نہیں ہے بلکہ ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی کی تصنیف ہے جس کو دنیا کے تمام سائنسدان تسلیم تو کرتے ہیں مگر مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کے کلمات یعنی فطرت کے قوانین کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال ہے:

ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر بوئے گل کا باغ سے، گلچیں کا دنیا سے سفر

مشکل الفاظ: قانونِ عالمگیر: فطرت کے قوانین بوئے گل: پھول کی خوشبو گلچیں: پھول توڑنے والا

''اللہ کی زمین ؟ کائنات کا ایک معمولی سیارہ''

اللہ تعالیٰ کی کائنات اس قدر وسیع وعریض ہے کہ دنیا کے مفکرین اور سائنسدانوں کو ابھی تک اُس کا دوسرا کنارا نہیں مل سکا کیونکہ کائنات کے اندر بے شمار ایسے سپر کلسٹرز، کلسٹرز، کہکشائیں اور نظام شمسی ہیں جن کے بارے میں انسان کا علم بالکل خاموش ہے۔ ہم جس نظامِ شمسی میں رہائش پذیر ہیں اُس میں سورج کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ سورج میں اس قدر طاقت اور کشش ہے جس کی وجہ سے 9 سیارے صدیوں سے اُس کے اردگرد چکر لگا رہے ہیں ان میں سے ایک ہماری زمین (Earth) ہے۔

زمین کے بارے میں جدید ماہرِ فلکیات کہتے ہیں کہ ہماری زمین کا سائز پوری کائنات میں Space time string کے برابر ہے اس سے بڑا نیوٹرونو پروٹون Newtronono Proton ہوتا ہے اس سے بڑا کواکس Quarks ہوتے ہیں اس سے بڑا نیوٹرون Neotron ہوتا ہے اور اس سے بڑا وہ Atom ہوتا ہے جس کے نام سے اکثر تعلیم یافتہ لوگ واقف ہیں۔

ہماری زمین کا سائز جو کہ Space time sting کے برابر ہے اس کو جس خوردبین سے دیکھا جاسکتا ہے وہ خوردبین افریقہ اور ایشیا کے کسی بھی ملک کے پاس نہیں ہے کیونکہ یہ بہت ہی طاقت ور اور خاص خوردبین ہوتی ہے جو صرف دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے پاس ہی موجود ہے۔

زمین کی بنیادی معلومات

1۔ ہماری زمین کا Radious یعنی لپیٹ 25000 میل اور ڈایا یعنی قطر 8000 میل ہے۔

2۔ زمین پر 3 حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے۔

3۔ خشکی اور پانی دونوں میں تقریباً 500 قسم کی مختلف مخلوقات پائی جاتی ہیں جن میں سے تقریباً 250 مخلوقات کا علم انسان کے پاس ہے اور دیگر ابھی تک پوشیدہ ہیں۔

4۔ زمین اپنے محور کے گرد گھومتی رہتی ہے اور 24 گھنٹے میں اپنا چکر پورا کرتی ہے تاکہ دن اور رات کا نظام قائم ہوسکے۔

5۔ 9 سیاروں سمیت زمین سورج کے گرد بھی گھومتی رہتی ہے اور ایک سال میں اپنا یہ چکر پورا کرتی ہے جس سے موسم بنتے ہیں۔

''قرآن اور انسان ؟ ایک مضبوط رشتہ''

☆ جس طرح کائنات کی کوئی حد نہیں ہے اسی طرح قرآن کے علم کی بھی کوئی حد نہیں لہٰذا اس وقت دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان، مفکر اور فلاسفر نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اُس نے حتمی طور پر قرآن حمید کو سمجھ لیا ہے کیونکہ قرآن کا علم لامحدود ہے جب کہ انسان کی عقل اور اس کا علم محدود ہے۔قرآن کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر مکمل طور پر کوئی بھی انسان نہیں سمجھ سکتا اور اس قدر ہی سمجھ سکتا ہے جس قدر اُس کے دل و دماغ میں صلاحیتیں ہوتی ہیں۔

1۔لغوی معنی:

☆ قرآن کے ہر لفظ کے لغوی معنی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہوتے ہیں اور جس مقام پر کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے وہاں پر سیاق و سباق کے لحاظ سے اُس کے معنی تبدیل ہوجاتے ہیں۔مثال کے طور پر کسی مقام پر زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے کے ہوتے ہیں کسی مقام پر کسی چیز کو بڑھانے کے ہوتے ہیں اور کسی جگہ مال نکالنے کے ہوتے ہیں۔

2۔ اصطلاحی معنی:

☆ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں تقریباً 20 قسم کی مختلف اصطلاحات کو استعمال کیا ہے ان کے معنی بھی سیاق و سباق کے لحاظ سے ہر مقام پر تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

3۔ نکتہ نظر یعنی اندازِ فکر:

☆ ہر آیت کے اکثر تین، چار، پانچ مختلف اندازِ فکر ہوتے ہیں اس لیے ہر انسان اپنے علم اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق ہر لفظ اور ہر آیت کو سمجھتا ہے جو کہ اُس کا فطری حق ہے۔مثال کے طور پر دنیا کا ایک عام آدمی اور ترقی یافتہ ملک کا سائنسدان!۔قرآن پاک سے تو دونوں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں لیکن اپنی اپنی سوچ، بصیرت اور صلاحیتوں کے مطابق! کیونکہ دونوں کے عقل وفہم میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لہٰذا اپنے اپنے مقام پر دونوں سچے ہوتے ہیں۔اس لئے ہمیں ایک دوسرے کے فہم اور عقل کو تسلیم کرنا چاہیے۔

4۔ فصاحت و بلاغت:

☆ قرآن مجید کے الفاظ میں بہت زیادہ فصاحت و بلاغت اور ذخیرہ الفاظ ہیں اس لیے باریک سے باریک چیزوں کے لیے بھی الگ الگ الفاظ اور نام ہیں۔ان کو ہر انسان اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق سمجھتا ہے۔مثال کے طور پر سورہ کوثر میں جو کوثر کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد جنت میں ایک حوض اور نہر ہے اور کوثر کے معنی میں دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں بھی شامل ہیں۔

5۔ تمام زمانوں کی کتاب

☆ قرآن پاک کو نازل ہوئے تقریباً 1438 سال ہو چکے ہیں اور یہ وہ عظیم کتاب ہے جو ہر زمانے میں انسان

کو ہدایات اور احکامات دیتی آئی ہے اور آج بھی دے رہی ہے اور نہ جانے کتنے سال دیتی رہے گی۔ ہر زمانے کے انسانوں نے اپنی اپنی صلاحیتوں اور علم کے مطابق اس سے فائدہ اُٹھایا ہے اور ہمیشہ اُٹھاتے رہیں گے۔ اس لیے کسی ایک انسان کے لیے یہ کیسے ممکن ہوسکتا کہ وہ حال اور مستقبل کے تمام علوم سے واقف ہو۔ اسی لیے تو دنیا کے ایک مفکر اور مفسر نے کہا تھا کہ

"I can understand Quran according to my poor mind."

''میں تو اپنے محدود اور غریب دل و دماغ کے مطابق قرآن کو سمجھ سکتا ہوں۔''

6۔ اُم الکتاب

☆ قرآنِ مجید میں ایک خوبی یہ ہے کہ یہ کتاب اُم الکتاب ہے یعنی کہ تمام کتابوں کی ماں ہے کیونکہ اس میں تمام علوم کے بنیادی نکات یعنی کوڈز کو بیان کیا گیا ہے۔ اب یہ انسان کی صلاحیتوں پر ہے کہ وہ کن بنیادی نکات سے اپنی صلاحیتوں کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اکثر ان نکات سے مفکر اور سائنسدان ہی زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہم جیسے تو صرف نماز پڑھ کر ہی گزارا کرتے ہیں۔

مشرق کے ایک عظیم مفکر علامہ اقبال کے خیال کے مطابق قرآن پاک کا علم سمندر سے زیادہ گہرا ہے لہٰذا ہر انسان اس سے اتنا ہی فائدہ اٹھاتا ہے جتنی وہ محنت اور کوشش کرتا ہے۔ اُنہوں نے خود بھی قرآن کے سمندر میں غوطہ زنی کی ہے اور پھر دوسرے مسلمانوں کو بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ قرآن کے سمندر میں غوطہ زن کیا کریں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن ، اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا، جدتِ کردار

7۔ انسان کا فہم:

☆ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دماغ دیا ہے اُس کا اُس نے صرف 10 فیصد حصہ استعمال کیا گیا ہے اور باقی ویسے کا ویسا ہی کورا پڑا ہوا ہے اور اس کو بھی اُن لوگوں نے استعمال کیا ہے جنہوں نے الہامی کتابوں کے احکامات اور ہدایات پر عمل کرتے ہوئے مختلف قسم کی ایجادات کیں ہیں لہٰذا کسی ایک انسان کے لیے مکمل قرآن حمید کو سمجھنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

☆ مندرجہ بالا دلائل کی بنیاد پر کسی بھی عالم، مفکر یا فلاسفر کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر سکے میں نے اس کتاب کو مکمل سمجھ لیا ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر انسان اس عظیم کتاب کو اتنا ہی سمجھ سکتا ہے اور فائدہ اٹھا سکتا ہے جتنی اس میں صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ تعلیم یافتہ اور علم والے لوگ جانتے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک الہامی کتابوں پر بہت زیادہ تحقیق کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے احکامات کو زیادہ سے زیادہ سمجھا ہے اور پھر انہی احکامات پر عمل کر کے اُنہوں نے اپنے ملک کے انسانوں اور معاشرے کو خوشحال کر دیا ہے لیکن افسوس کہ وہ مادی طور پر تو بہت زیادہ ترقی کر گئے ہیں لیکن اپنی روحانی زندگی پر زیادہ توجہ نہیں دے سکے جس کی وجہ سے مادیت اور روحانیت میں وہ توازن نہ قائم کر سکے جس کی قرآن پاک میں انسان کو بار بار تاکید کی گئی ہے کیونکہ انسان آخر کار پھر انسان ہی ہوتا ہے اس لئے غلطیاں کرتا ہے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے
کہ
تمام رسولوں کی تعلیم یہ ہے کہ انسانوں کی اپنی جسمانی زندگی
کے ساتھ ساتھ اپنی روحانی زندگی کی بھی نشو ونما کرنا چاہے
اور
موجودہ سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ
پاکیزہ خیالات سے انسان کے جسم اور روح کو طاقت ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم اور تاکید

کچھ لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں سے ایسی محبت کرتے ہیں
جیسی کہ
اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اُن کو تاکید کی جارہی ہے
{وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ}
''اے ایمان والو! اللہ سے شدید محبت کرو۔''
(البقرہ ۱۶۵)

''سورج کی بنیادی معلومات ؟ تھوڑا سا علم''

1۔ سورج کا قطر 884000 میل ہے۔

2۔ سورج کے مرکز میں درجہ حرارت 2 کروڑ سینٹی گریڈ اور باہر کی طرف 1 کروڑ سینٹی گریڈ درجہ حرارت رہتا ہے۔

3۔ سورج کے اندر اس قدر شدید مقناطیسی کشش ہوتی ہے کہ 9 سیارے اس کے اردگرد چکر لگانے پر مجبور ہیں۔

4۔ سورج کا نظام اس قدر مشکل اور پیچیدہ ہے کہ سائنسدانوں کے پاس اس کا بہت کم علم ہے۔

5۔ سورج اپنے 9 سیاروں سمیت پوری کائنات میں گردش کر رہا ہے۔

6۔ ہماری کہکشاں میں بے شمار ایسے سورج ہیں جو ہمیں اور سائنسدانوں کو ابھی تک نظر نہیں آ رہے۔

7۔ سورج اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی وجہ سے دنیا کے کچھ لوگ اس کی پوجا بھی کرتے رہے ہیں۔

8۔ سورج کی کرنوں اور حرارت کے زمین پر نہایت ہی خوشگوار اثرات پڑتے ہیں جس کی وجہ سے بے شمار ممالک کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے لیکن اس کا انحصار اُن کے علم اور حکمت پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک تو اس سے بجلی پیدا کر لیتے ہیں جب کہ علم و حکمت سے محروم ممالک اپنے گیلے کپڑے ہی خشک کر کے خوش ہو جاتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کو بار بار علم و حکمت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بھی بدعت اور فروعی مسائل میں ہی الجھ کر رہ گیا ہے کیونکہ حکومت اس عظیم کتاب کے علم و حکمت کے فروغ کے لیے کوئی اس طرح کے جدید ادارے نہیں بنا سکی جس طرح کے تحقیقی ادارے ترقی یافتہ ممالک میں بنائے جاتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نظام تحریری طور پر تو اسلامی نظام ہے لیکن سورہ مائدہ ۴۴، ۴۵، ۴۷ کی روشنی میں یہ نظام قرآن کے نام پر ایک دھبہ ہے

ایک مفکر قرآن : محمد حنیف وڑائچ قرآن سنٹر ۱۱۳ سی ماڈل ٹاؤن لاہور

''حیوان اور انسان ؟ بے شمار فرق''

☆ موجودہ زمانے میں جدید سائنس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ اس دنیا میں بے شمار قسم کے نفوس یعنی مختلف قسم کی مخلوقات پائی جاتی ہیں جن کی فطرت، خصوصیات، قدریں اور جسم مکمل طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان تمام مخلوقات میں سے انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جس میں سب سے زیادہ مختلف قسم کی خصوصیات پائی جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان شیر کی طرح بہادر لومڑی کی طرح مکار اور سانپ سے زیادہ زہریلا بھی ہوتا ہے۔ غور و فکر اور تحقیق کر کے آپ انسان کی مزید اقسام کو دریافت کر سکتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کی حقیقت کو سورہ والتین میں آیت نمبر 4-5 میں یوں بیان کیا ہے:

{ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ O}

ہم نے انسان کو بہترین ساخت یعنی خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

{ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ O}

''پھر ہم نے اُسے پھینک دیا سب سے نیچوں سے نیچے۔''

☆ دنیا کے مفکرین اس حقیقت کو بھی سمجھتے ہیں کہ انسان جب اپنے خالق کے قوانین اور احکامات کی پیروی کرتا ہے تو احسن تقویم بن کر عظیم سے عظیم تر کام بھی کر سکتا ہے لیکن جب باغی اور سرکش ہو کر انہی قوانین کو توڑتا ہے تو پستی کے نچلے درجے میں چلا جاتا ہے۔ انسان کے اندر حیوانی اور جانوروں کی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں اُن خصوصیات کی ابتدا ہمیشہ غصے اور غیض و غضب سے ہوتی ہے جو بعد میں انسان کو جانور بناتے بناتے قتل و غارت اور خون ریزی پر مجبور کر دیتی ہے۔ دنیا کی تمام جنگیں اس کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انسان تو جانوروں سے بھی بدتر اور گھٹیا ہوتے ہیں جیسے سورہ الانفال کی آیت 22 میں ہے:

''کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام جانوروں سے بدتر وہ بہرے اور گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔''

قرآن پاک کی دیگر آیات یعنی البقرہ 171:2؛ الانعام 39:6؛ الاعراف 179:7؛ الفرقان 73:25 میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

''ایک حقیقت ؟ عقل کا استعمال''

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان اور شناخت کے لیے بے شمار آیات یعنی نشانیوں ،صفات اور خصوصیات کو تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں بیان کیا ہے تا کہ انسان کو کائنات اور زندگی کے اُن حقائق کا علم ہو سکے جو انسان کی عقل سے بالا تر ہیں ۔ یہ وہی حقائق ہیں جن کے ذریعے انسان دنیا اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہوسکتا ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات یعنی نشانات، صفات اور خصوصیات کو بیان کیا ہے اُسی طرح اُس پاک ذات نے دنیا کی تمام مخلوقات یعنی حیوانات، نباتا ت اور جمادات کی آیات یعنی نشانیاں ، صفات اور خصوصیات کو مقرر کیا ہے جن کے ذریعے انسان اُن تک پہنچ سکتا ہے اور اُن سے فائدے بھی اُٹھا سکتا ہے۔ یہ فائدے انسان کئی صدیوں سے اٹھاتا آرہا ہے اور ہمیشہ اٹھاتا رہے گا۔

☆ مختصر یہ کہ اس دنیا میں بے شمار مخلوقات میں سے انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو ظاہر سے تو ایک ہی طرح کا نظر آتا ہے لیکن اُس کی بے شمار اقسام ہیں لہٰذا اُس کو پہچاننے اور جانچنے کے لیے بھی اُن ہی آیات کو دیکھنا پڑے گا جو انسان میں موجود ہوتی ہیں اور اُن ہی کی بنیاد پر ہمیں کسی انسان کے معیار کا تعین کرنا پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم، عقل اور بصیرت کے ساتھ وہ اختیارات دیئے ہوئے ہیں جو اور کسی بھی مخلوق کو نہیں دیے گئے۔ان داخلی خصوصیات ہی کی بنیاد پر مختلف انسانوں کے معیار کا تعین ہوتا ہے۔

☆ اگر ہم افریقہ، ایشیا، یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا ذرا سا بھی جائزہ لیں تو پھر ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ ایک انسان اور دوسرے انسان میں زمین آسمان کا فرق بھی ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے جس کی بنیاد پر افریقہ اور یورپ میں رہنے والے انسان ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان دونوں کو سوچ، خوراک اور معاشرتی زندگی میں بے شمار فرق پایا جاتا ہے ۔ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے یعنی اُس کی پہچان حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اُس کی آیات یعنی نشانیوں ، صفات اور خصوصیات پر غور وفکر کریں اور اُن کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہا کریں ۔ اس کے لیے کافی محنت اور یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے ۔جیسا کہ علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

مٹا دے اپنی ہستی کو، اگر کچھ مرتبہ چاہیے

کہ دانہ خاک میں مل کر ، گل و گلزا ر ہوتا ہے

گفتگو یعنی بات چیت کرنے کے طریقے

☆ قرآن حکیم کائنات اور زندگی کے بے شمار حقائق کو بیان کرتا ہے۔ ان میں سے ایک ضروری حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ایک انسان کو دوسرے انسان سے کس طرح گفتگو یعنی بات چیت کرنی چاہیے جس کی وجہ سے وہ دنیا میں کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔ اس بنیادی اور ضروری حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے مختلف الفاظ اور آیات کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ اگر ہم دنیا کے تمام ممالک اور سات ارب انسانوں کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ صرف وہی انسان، معاشرہ اور ممالک دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں جو خالقِ کائنات کے مندرجہ ذیل قوانین اور اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ قول، کلمہ، بات چیت اور گفتگو ہم معنی چیزیں ہیں۔

1۔ {وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا O} (البقرہ 83:2)

''لوگوں کے ساتھ حسین، اچھے اور بہترین طریقے سے بات چیت کیا کرو۔''

Talk with good and nice word

2۔ **کلمہ طیبہ** ابراہیم 25-14:14

قولِ طیب یعنی خوشگوار، پاک، موزوں اور پسندیدہ طریقے سے بات کرنا یعنی ایسی بات کرنا جس سے انسان کے حواس خمسہ اور نفس یعنی جسم اور روح دونوں خوش ہوں اور فائدہ اٹھائیں۔ (Aesthetic Pleasure)

3۔ {وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا O} (الاسراء 23:17)

قول کریم یعنی ایسی بات جس سے دوسرے کو لطف و سرور محسوس ہو۔ کریم کا مادہ ک رم ہے جو تمام حسین صفات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس میں لطف و بخشش، لطافت و اخلاص، عزت و احترام وغیرہ وغیرہ کے معنی پائے جاتے ہیں چنانچہ رب رحمن کا حکم ہے کہ وہ اپنے والدین اور دوسروں سے ہمیشہ لطف و کرم سے بات کریں۔

4۔ {يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا O} (الاحزاب 70:33)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور محکم اور واضح بات کیا کرو۔

قولا سدیدا یعنی مناسب وقت پر مناسب بات کرنا

سدید کا مادہ س د د ہے

5۔ **قولِ معروف** (البقرہ 263:2؛235:2)

امام راغب اور ابن فارس کے نزدیک جو بات عقل اور طبیعت کو اچھی لگے اور اُن کے لیے خوشگوار ہو وہ معروف ہوتی ہے۔ انگلش میں معروف کے معنی Soft, kind and polite کے ہوتے ہیں۔ اگر ہم دنیا کے مختلف ممالک کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ کن کن ممالک کے لوگ اس طریقے سے باتیں کرتے ہیں۔

6۔ **قول بلیغ**

وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِيٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلاً بَلِيْغاًO (النساء 63:4)

اورانہیں نصیحت کریں اور ایسی باتیں کیا کریں جو مؤثر اور دلوں میں اتر جانے والی ہوں

7۔ **قول میسور (الاسراء 28:17)**

میسور کا مادہ ی س ر ہے جس کے معنی ہیں آسانی، سہولت اور نرمی ۔ اگر کسی انسان کو دوسروں کے ساتھ مالی لطف و کرم کرنے کی استطاعت نہ ہو تو وہ سائل سے خوشگوار لہجے میں یعنی نرم اور لطیف گفتگو سے اس کی دل جوئی کرے ۔

8۔ **قول لیّنا (طٰہٰ 44:20)** یعنی نرم اور نازک لہجے میں بات کرنا

یہ حقیقت ہے کہ تمام نبی اور رسول ہمیشہ نرم اور لطیف لہجے میں بات کیا کرتے تھے ۔ جدید زمانے میں بھی دنیا کے عظیم انسان ہمیشہ نرم و نازک لہجے میں ہی بات کرتے ہیں ۔

9۔ **قول سلاما یعنی امن وسلامتی والی گفتگو**

{سَلٰمٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍO} (یٰسین 58:36)

''سلامتی! یہ ندا ربِّ رحیم کی ہوگی (جنت میں لوگوں کے لیے)''

10۔ **برائی کا جواب اچھائی سے دینا**

{اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط} (المومنون 96:23)

''آپؐ برائی کو اچھی بات سے دُور کیا کریں۔''

ایک تحقیق کے مطابق دنیا کا ہر وہ انسان اسلام کے دائرہ کار میں آتا ہے جس کے ہاتھ، زبان اور عمل سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بدکلامی سے سب سے بڑا نقصان انسان کی اپنی ذات کا ہی ہوتا ہے کیونکہ اس سے انسان کے حواس خمسہ اور دل و دماغ کا توازن بگڑ جاتا ہے جس کا اثر براہ راست اُس کے قلب اور معدہ پر پڑتا ہے جس سے اُس کی صحت کا متاثر ہونا لازم ہوجایا کرتا ہے۔ اسی لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اطمینانِ قلب حاصل کرنے کے لیے اپنی گفتگو کے انداز کو بھی بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

زندگی کی کامیابی کا فیصلہ زندگی کے اختتام پر ہی ہوسکتا ہے

واصف علی واصفؒ

اللہ تعالیٰ کے انسان سے سوالات

☆ اللہ نے قرآن میں کئی ایک آیات میں ''اَفَلَا'' کہہ کر انسان کو مخاطب کیا ہے یعنی انسان کے ضمیر کو حیرانگی سے جھنجھوڑ کر اُس سے چند سوالات کیے ہیں تا کہ یہ انسان کسی نہ کسی طرح ہدایت کے راستے پر آ کر خوشحالی کی زندگی گزار سکے لیکن اگر پھر بھی کوئی انسان اللہ کے ان سوالات کا اثر قبول نہیں کرتا تو پھر یہ اُس کی اپنی کم علمی اور بدقسمتی ہے۔

1۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ.....النساء 82:4؛ محمد 24:47

وہ قرآن پر تحقیق اور چھان بین کیوں نہیں کرتے ؟

2۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْن.....البقرہ 44:2-76

تم اپنی عقل یعنی سمجھ بوجھ سے کام کیوں نہیں لیتے ؟

3۔ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ.....ہود 30:11؛ النحل 17:16 الجاثیہ 23:45

تم ذکر یعنی نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے ؟

4۔ اَفَلَا یَتُوْبُوْن.....المائدہ 74:5

وہ توبہ یعنی توجہ سے کام کیوں نہیں لیتے ؟

5۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ.....القصص 72:28؛ الزخرف 51:43

تم اپنی بصیرت یعنی دل کی آنکھ سے کیوں نہیں دیکھتے ؟

6۔ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ.....الغاشیہ 17:88

وہ دیکھتے کیوں نہیں یعنی وہ غور کیوں نہیں کرتے ؟

7۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْن تم سنتے کیوں نہیں؟.....القصص 71:28

8۔ اَفَلَا یَفْقَهُوْنَ وہ فقہ یعنی سمجھ سے کام کیوں نہیں لیتے.....القرآن

لیکن افسوس کہ ہم نہ تو قرآن کا علم حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی اُس پر عمل کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم انفرادی اور قومی طور پر غربت اور ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

''غوروفکر کی بات ؟ ترقی کا قانون''

☆ یہا یک حقیقت ہے کہ دنیا کے عظیم انسانوں اور سائنسدانوں کا کوئی بھی فرقہ نہیں ہوتا اسی لیے دنیا کی ہر کتاب کو وہ صرف انسان بن کر پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عظیم انسان اور سائنسدان الہامی کتابوں سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ یہودی، عیسائی، پروٹیسٹنٹ، کیتھولک، مسلمان، شیعہ، سنی، اہل حدیث، وہابی، احمدی، بریلوی، یہودی، چشتی، سہروردی اور قادری بن کر الہامی کتاب پڑھنے سے کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہر انسان کو ہوسکتا ہے لیکن مکمل فائدہ اور حقیقی مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا۔

☆ جب انسان تمام فرقوں سے بے نیاز ہوکر صرف اور صرف انسان بن کر اللہ تعالیٰ کی کوئی الہامی کتاب پڑھتا ہے تو پھر اُس کو قرآن مجید کی عظمت اور وسعت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

☆ اس لیے اگر کوئی انسان قرآن کو واقعی سمجھنا چاہتا ہے تو پہلا کام اسے یہ کرنا چاہیے کہ اُسے اپنے ذہن کو پہلے سے قائم کیے ہوئے تصورات اور نظریات سے خالی کرے اور پھر سمجھنے کا خالص مقصد لے کر قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا شروع کر دے۔ ایسا کرنے سے اس کے خیالات میں اور زندگی میں ضرور انقلاب آئے گا جو کہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ زندگی اور انقلاب کے متعلق علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

جس میں نہ ہو انقلابِ موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکش انقلاب

تحقیق کرنے والے لوگ قرآن کو ایک عظیم معجزہ تسلیم کرتے ہیں
کیونکہ
اس کتاب میں علم اور سائنس کے اعلیٰ ترین حقائق پائے جاتے ہیں۔

مصنف

''دل و دماغ کی طاقت ؟ غور و فکر کی ورزش''

☆ خیال رکھیں کہ دل و دماغ کی طاقت کو نفسیاتی طاقت بھی کہتے ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ توحید کائنات کی ایک بہت بڑی طاقت ہے دنیا کا جو بھی انسان جس معیار کا تعلق اور رشتہ اس طاقت کے ساتھ قائم کرتا ہے اسی معیار کے اس کے دل و دماغ اور نفسیات پر اُس کے اثرات پڑتے ہیں لیکن ہر انسان پر توحید کے اثرات مختلف پڑتے ہیں ۔اس کا انحصار ہر انسان کی محنت اور کوشش پر ہوتا ہے ۔

☆ دنیا میں جتنے بھی بڑی بڑی شخصیات ہوتی ہیں ان میں اکثر کا تعلق توحید سے ہی ہوتا ہے لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ وہ اس کو بیان کریں یا نہ کریں اور کسی کو یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے ۔ایسے لوگوں میں خود اعتمادی اور ایمان و یقین کی طاقت اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ زندگی اور موت سے بے نیاز ہوجاتے ہیں جیسا کہ منصور حلاج، صدام حسین، قطب شہید اور دیگر بے شمار مجاہدین کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جن پر غور و فکر کر کے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس انسان کا کس حد تک توحید سے رشتہ ہوتا ہے ۔

☆ 1994 کی بات ہے کہ جہلم سے میرے مخلص دوست خالد فاروق اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ ہمارے گھر آئے کیونکہ وہ ہمیں ساتھ لے کر لاہور کے قریبی گاؤں ہلوکی جانا چاہتے تھے جہاں وہ اپنے مریض کا ایک پیر صاحب سے علاج کروانا چاہتے تھے ۔مختصر یہ کہ جب ہم پیر صاحب کے گھر پہنچے تو لوگوں کا بہت بڑا رش تھا کیونکہ ہر کوئی اپنے اپنے مسائل کا حل پوچھنے کے لئے بے چین تھا ۔آخر کار میری 80 سالہ والدہ نے بھی کچھ اپنے متعلق پوچھا ۔تھوڑا سا جائزہ لینے کے بعد پیر صاحب نے بتایا کہ آپ کو تو جنوں کا سایہ ہے اور فلاں وجہ سے ہے اس پر میری والدہ کی ایمانی طاقت فوراً بول پڑی کہ مجھے کوئی سایہ وغیرہ نہیں ہوسکتا کیونکہ میں تو پیروں کی بیٹی ہوں ۔اپنی والدہ کے منہ سے بے ساختہ یہ جملہ سن کر تمام حاضرین حیران رہ گئے اور پیر صاحب بھی تھوڑے سے پریشان ہوگئے ۔

☆ ایک حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا جو بھی انسان توحید سے اپنا رشتہ قائم کر لیتا ہے اُس کے دل و دماغ پر پیروں اور نفسیات کے ڈاکٹروں کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ کمزور دل و دماغ کے غریب لوگ پیروں کے پاس اور امیر لوگ نفسیات کے ڈاکٹروں کے پاس جا کر اپنا سکون حاصل کرتے ہیں کیونکہ توحید اور رسالت پر اُن کا علم اور ایمان اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ زمانے کے عقلمند لوگ اُن کو اپنا مرید بنا لیتے ہیں ۔

خالق کائنات کی حمد

☆ اگر لفظوں پر غور و فکر کرنے کے بعد اس حمد کو سنا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تصور کیا جائے تو پھر آپ یقین کریں کہ انسان کی روح اور ایمان کو وہ طاقت نصیب ہوتی ہے جو دُنیا کی دولت سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ روح کی غذا سے یعنی علم سے انسان کی نفسیات مضبوط سے مضبوط تر ہوتی ہے۔

دو عالم میں پھیلی ہے تیری ہی عظمت
خلاؤں میں شمع جلا کر تو دیکھو

اگر دیکھنے ہیں خدا کے کرشمے
کسی ایک ذرے میں کھو کر تو دیکھو

درختوں میں بھی اُس کی قدرت ہے پنہاں
کوئی ایک پتہ پکڑ کر تو دیکھو

مہکتی ہیں کیسے چمن کی فضائیں
کسی اک کلی کو چٹکتے تو دیکھو

عجائب کا تم کو جہاں اک ملے گا
زمیں کے جگر میں اُتر کر تو دیکھو

ہزاروں برس سے چمکتا ہے سورج
کبھی اس کی کرنیں پکڑ کر تو دیکھو

ملی ہے بہت تم کو جسمانی طاقت
کبھی روح کی طاقت کو پاکر تو دیکھو
زمانے سے نظریں ہٹا کر دیکھو
ذرا اپنی گردن جُھکا کر تو دیکھو

زمین سے فضاؤں میں جاکر تو دیکھو۔
خلاء سے فضاؤں میں آکر تو دیکھو۔

ستاروں میں دیکھو سیاروں میں دیکھو
زماں و مکاں سے نکل کر تو دیکھو

دو عالم میں پھیلی ہے تیری عظمت
خلاؤں میں شمع جلا کر تو دیکھو

فدا حسین شاہ، ایم اے

''اللہ کا آئین ؟ کائنات کی ضرورت''

☆ دنیا کے تمام قوانین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اُس آئین پر رکھی جاتی ہے جس کو فطرت کا آئین اور قانون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا آئین کائنات کا ایک ایسا زبردست آئین ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی یہ وہی آئین اور قانون ہے جو نہ صرف ہماری دنیا، ہمارے نظام شمسی اور ہماری کہکشاں پر نافذ ہے بلکہ پوری کائنات پر نافذ العمل ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نظام کی بنیاد فطرت کے اُن بے شمار آئین اور قوانین پر رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے تمام سیاروں اور ستاروں کا نظام قائم اور رواں دواں ہے۔ یہ وہی آئین ہے جو کروڑوں سالوں سے چلا آرہا ہے۔

☆ جس دنیا میں ہم رہتے ہیں اس میں بھی وہی اللہ تعالیٰ کا آئین ہے جو نہ صرف پوری کائنات بلکہ تمام نباتات، جمادات اور حیوانات پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔ اللہ کے آئین کو مکمل اور کلی طور پر سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس آئین کی شقیں سیاروں اور ستاروں کی تعداد کی طرح بے شمار ہیں۔

☆ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس دنیا میں رہنے والے انسانوں کو بھی اپنا تھوڑا سا آئین اور قانون سمجھا دے تاکہ اس کی اس عظیم مخلوق یعنی انسان میں سے جو چاہتا ہے وہ اس آئین پر عمل کر کے اپنی اور اپنی قوم کی زندگی کو کامیابی سے سرفراز کرے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام الہامی کتابوں اور قرآن کے ذریعے اپنے اس آئین کو دنیا میں نازل کیا اور اپنے رسولوں کے ذریعے اس کو نافذ بھی کر کے دکھا دیا تاکہ انسان کو کسی قسم کی مشکل اور دشواری پیش نہ آئے..... حیرانگی اور تعجب کی بات ہے کہ ہم اللہ کے اس عظیم آئین اور قانون کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام کام اور خواہشات صرف دعاؤں کے ذریعے پورے ہوجائیں اور ہمیں کچھ بھی نہ کرنا پڑے یعنی کہ علم اور عمل کے بغیر ہی ہمارے تمام کام ہو جایا کریں جبکہ پوری دنیا کا نظام، اسی کے قانون یعنی علم اور عمل کی بنیاد پر چل رہا ہے۔

☆ **قابل غور حقیقت** یہ ہے کہ اللہ کے اس آئین پر عمل ہر زمانے اور ہر ملک میں ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا مگر فرق صرف یہ ہے کہ کسی ملک میں 90 فیصد، کسی میں 70 فیصد، کسی میں 50 فیصد اور کسی میں 10 فیصد ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا زمانہ بھی آیا کہ انسان نے اللہ کے آئین کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا پھر اللہ تعالیٰ کو ضرورت پیش آئی کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعے اپنے آئین کی تجدید کرے۔

☆ **اکیسویں صدی** میں جدید اقوام نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ اللہ کے آئین وقوانین پر عمل کر کے ہی کی ہے اور اس سے خود بھی فائدہ اٹھایا ہے اور دوسری قوموں کو بھی فائدہ پہنچایا ہے۔ مثال کے طور پر ٹیلی فون، ٹرین، ہوائی جہاز اور دیگر ایجادات اللہ کے آئین وقوانین کے تحت ہی معرضِ وجود میں آئے لیکن صرف انہیں انسانوں اور اقوام نے یہ ایجادات کیں ہیں جنہوں نے تحقیق کے ذریعے اللہ کے آئین اور قوانین کو دریافت کیا اور پھر اس پر عمل کر کے پوری دنیا کو فائدہ پہنچایا.....#اس وقت دنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں ہے جس نے اللہ کے آئین وقوانین پر عمل کیے بغیر ترقی کی

ہو کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ اللہ کے قوانین یعنی قوانینِ فطرت کو توڑ کر کوئی انسان، ملک یا قوم ترقی کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں لکھ دیا ہے۔ ہمارے کلمات یعنی احکامات وقوانین نہ تو تبدیل ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں ترمیم ہوتی ہے یعنی فطرت کے قوانین!

{وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ} (الانعام 34:6)

''اللہ تعالیٰ کے کلمات یعنی قانون، اقوال اور باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں ہے۔''

اس بات کو دوسرے انداز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

{لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط} (یونس 64:10)

''اللہ تعالیٰ کے کلمات یعنی آئین اور قوانین کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتے۔''

سورۃ ق کی آیت نمبر 29 میں اسی مضمون کو صاف صاف بیان کر دیا ہے تا کہ کسی کو غلط فہمی نہ رہے۔

''ہمارے ہاں قول، بات یعنی قوانین بدلا نہیں کرتے''

☆ اگر پھر بھی کسی کو اللہ کے قانون، کلمات، قول اور باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں تو پھر مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کریں: الکہف 27:18؛ الاحزاب 62:33؛ فاطر 43:35؛ الفتح 23:48۔

☆ لہٰذا جس بھی انسان قوم اور ملک نے ترقی کرنی ہو اس کو چاہیے کہ اللہ کے آئین کا جو اعلان ہے یعنی الہامی کتابیں..... جو بھی انسان ان کتابوں کا علم حاصل کرے پھر اس پر عمل کرے وہ کامیاب ہوسکتا ہے اس کا کسی خاص دین یا مذہب یا مسلک سے تعلق رکھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا عظیم قرآن تمام انسانوں اور قوموں سے مخاطب ہے اور ان سے برابری کا سلوک کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اثرات بھی پوری دنیا پر یکساں پڑتے ہیں۔ اللہ کے آئین یعنی فطرت کے قوانین پر تحقیق کرنے کے بعد دنیا کے سائنسدانوں اور مفکرین نے اس حقیقت کو سچ تسلیم کیا ہے۔.....# مصنف نے بڑی تیز رفتار زندگی گزاری ہے اور اپنے 55 سال کے ذاتی تجربات اور مشاہدات سے بھی اس حقیقت کو سچ تسلیم کیا ہے کہ اللہ کے آئین اور قوانین پر عمل کرنے سے انسان کو ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے اور ان قوانین کو توڑنے سے انسان کا ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کو ہمیشہ اپنا تمام فائدہ اور نقصان نظر آئے یا سمجھ آئے کیونکہ مادی فائدے اور نقصان تو نظر آ سکتے ہیں لیکن روحانی فائدے اور نقصان نظر نہیں آتے ان کو تو صرف محسوس ہی کیا جا سکتا ہے.....۔

''دھوکہ اور کھیل تماشا ؟ دنیا کی عظیم حقیقت''

☆ الکتاب یعنی قرآن مجید کا اعلان ہے کہ یہ دنیا دھوکہ اور کھیل تماشا ہے لیکن جو لوگ اس پر یقین نہیں کرتے اُن کو چاہیے کہ وہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر 185 ، سورہ الانعام کی 32 اور سورہ الحدید کی آیت نمبر 20 کو پڑھیں ، سمجھیں اور پھر اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات پر غور و فکر کرنے کے بعد بذاتِ خود اپنا فیصلہ کریں لیکن بہرہ، گونگا اور اندھا بننے کی کوشش نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے ہر انسان کو نہایت سختی سے منع کیا ہے اور بار بار منع کیا ہے۔

☆ سورہ آل عمران کی آیت 185 میں غَرَرَ یعنی غرور کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی دھوکہ، فریب اور چالبازی کے ہوتے ہیں جبکہ سورہ الانعام لعب و لھو کے الفاظ کو بیان کیا گیا ہے جس کے معنی کھیل، تماشا، شغل اور مشغلہ کے ہوتے ہیں ۔ اس کے بعد انسان کو مزید سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورہ الحدید کی آیت نمبر 20 میں ان دونوں الفاظ کو اکٹھا استعمال کیا ہے تا کہ کسی نہ کسی طرح یہ حقیقت انسان کی سمجھ میں آجائے ۔

☆ میں صرف ایک ہی آیت سورہ الانعام کی آیت نمبر 32 پیش کر رہا ہوں لیکن شوقین حضرت دوسری آیات کو بھی خود پڑھ کر اور سمجھ کر اپنا فیصلہ کر سکتے ہیں ۔

{وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ O}

''یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے البتہ آخرت کا گھر متقی لوگوں یعنی پرہیز گاروں کے لیے بہتر ہے۔''

تم اپنا عقل یعنی سمجھ کو استعمال کیوں نہیں کرتے ؟

☆ مندرجہ بالا آیات میں غور و فکر کرنے کے بعد ہم سب کو چاہیے کہ ہم دنیا کو صرف ضرورت سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنا مقصد سمجھ اپنی زندگی گزاریں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مال و اولاد کے چکر میں پوری زندگی گزار دیں ..... ہمارے حکمرانوں ، سیاستدانوں اور جاگیرداروں کو یہ آیات سمجھنے کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اُن کے پیٹ دو ، تین اور چار سو ارب ہونے کے باوجود بھی نہیں بھرتے جبکہ ترقی یافتہ ممالک کے اکثر حکمران اللہ تعالیٰ کی اس حقیقت کو پا چکے ہیں جس کی وجہ سے وہ عوام کے بنیادی حقوق پر اربوں روپے خرچ کرتے ہیں ۔

☆ جہاں ہمارے حکمران اتنی چیزیں ترقی یافتہ ممالک سے امپورٹ کرتے ہیں وہاں ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ اُن کی اخلاقی اور قومی اقدار کو بھی امپورٹ کر لیا کریں ۔

''بار بار آنکھیں کھولنے والی آیات ؟ غور وفکر کی ضرورت''

☆ اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی کی حقیقت سمجھانے کے لیے قرآن میں بے شمار دلائل دیے ہیں تا کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہدایت حاصل کر کے دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

قرآن میں بعض مقامات پر اللہ نے مختلف دلائل دینے کے بعد ایک ہی آیت کو بار بار دہرایا ہے تا کہ انسان بصارت اور بصیرت کی آنکھیں کھول کر اپنی کامیاب زندگی گزارے۔

1۔ (31) مرتبہ سورۃ رحمن میں اس آیت کو دہرا گیا ہے:

{فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ O}

''تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں، کرشموں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟''

2۔ (9) مرتبہ سورۃ المرسلت میں یہ آیت دہرائی گئی ہے

{وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ} ''اس دن تباہی ہوگی جھٹلانے والوں کے لیے۔''

3۔ (7) مرتبہ مختلف دلائل دینے کے بعد اللہ نے انسان کو بتا دیا ہے۔

{وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِيْنَ O} ''مگر پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

4۔ (4) مرتبہ آنے والی آیت

{وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ}

''یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا اور مہیا کر دیا ہے تو پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

تمام رسولوں کا ایک ہی اعلان۔

5۔ {وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O}

''میں تم سے اس کام کا کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے پاس ہے۔''

''دنیا کی ایک عظیم حقیقت ؟ سوچیں اور فیصلہ کریں''

☆ انسان کسی سچ اور حقیقت کو تلاش کرنے میں اپنی عمر کا ایک حصہ لگا دیتا ہے لیکن جس کتاب میں کائنات اور انسان کی زندگی کے تمام حقائق موجود ہیں اُس کو ذرہ بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اس سے میری مراد قرآن پاک ہے۔ یہ کتاب علم کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم تمام بنیادی حقائق تھوڑی سی محنت سے معلوم کر سکتے ہیں جبکہ تحقیق کے دیگر طریقوں پر خرچ بھی بہت آتا ہے اور وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دنیا کو گول ثابت کرنے پر اور دنیا کی گردش کو ثابت کرنے پر لاکھوں ڈالر خرچ ہوئے اور کئی سالوں کی محنت ضائع ہوئی پھر اس حقیقت کو ثابت کیا گیا ہے۔

☆ مصنف نے اپنی 45 سالہ تجربات اور مشاہدات سے اس حقیقت کو پایا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی فریب، دھوکہ اور صرف کھیل تماشا ہے۔ دنیا کے اکثر دانشور اور مفکر بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ اس حقیقت کو قرآن پاک نے آج سے 1438 سال پہلے تحریر کر دیا گیا تھا۔ قرآن میں دنیا کی زندگی کے بارے میں لحب ،لہو اور غرور کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔

کسی کو علم ہو یا نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس بات کی تصدیق قرآن پاک کر دیتا ہے وہ کبھی بھی جھوٹ نہیں ہو سکتی لیکن کم عقل اور بے وقوف لوگ اپنے تجربات اور مشاہدات میں 20، 30 اور 50 سال ضائع کر کے کسی حقیقت کو حاصل کرتے ہیں۔

☆ پاکستان کے ایک مزدور سے لے کر امریکہ کے صدر اوبامہ تک دنیا کے اکثر انسان ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دے کر اپنے مفادات پورا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ یہ حقیقت کسی کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں ایسے لوگوں کا تناسب بہت زیادہ ہے اگر کوئی بھی انسان اپنے تجربات اور مشاہدات پر زور دیتے ہوئے فکر اور تدبر کرے تو وہ بھی اس حقیقت کو حاصل کر سکتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی ایک فریب، دھوکہ اور کھیل تماشا ہے

☆ دنیا کے وہ ممالک جنہوں نے جہاد کر کے یعنی کوشش اور محنت کر کے اللہ کی کتابوں کے ذریعے مختلف علوم حاصل کیے ہوئے ہیں وہ اپنے علم اور عقل کے زور پر جاہل ممالک کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں اور اس قدر حکمت کے ساتھ غلام بناتے ہیں کہ غریب اور جاہل ممالک کو خبر تک نہیں ہوتی آخر کار وہ آزادی آزادی کا نعرہ لگاتے لگاتے اپنے زندگیاں گزار دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک نے اکثر افریقہ اور ایشیا کے ممالک کو اپنا غلام بنایا ہوا

ہے ان میں سے ایک میرا اپنا ملک بھی ہے۔جو ظاہر طور پر آزاد ہے لیکن اندرونی طور پر غلام!!! چند حکمرانوں کو اس حقیقت کی خبر ہے لیکن وہ خوف اور ذاتی مفاد کی وجہ سے خاموش ہیں۔

☆ اس دنیا میں کامیاب ممالک اور لوگ وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی الہامی کتابوں سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں ۔ دنیا کی زندگی کو دھوکہ، فریب اور کھیل تماشہ سمجھنے والے لوگ اس زندگی کو اتنی ہی توجہ دیتے ہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین ہیں ۔ یہ لوگ اس دنیا کے قیام کو عارضی ٹھکانہ سمجھتے ہیں اور آخرت کو اپنا مستقل ٹھکانہ سمجھتے ہیں جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر تحریر کر دیا ہے۔اور یہ وہی حقیقت ہے جس کو توریت، زبور، انجیل میں بھی لکھا گیا ہے تا کہ انسان دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی میں مکمل کامیابی حاصل کر سکے۔

دولت اور اختیارات کے نشے میں
جو بھی انسان یا ملک اللہ تعالیٰ کے
احکامات یعنی قوانینِ فطرت کو توڑتے ہیں
وہ آئے دن نئی نئی بیماریوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں
جیسا کہ
اکثر امیر خاندانوں اور امیر ممالک میں ہوتا ہے۔

سپریم کورٹ کے ایک سینئر قانون دان فیروز شاہ گیلانی کا اپنے تجربات اور مشاہدات کے
بنیاد پر یہ دعویٰ ہے کہ
ہم ایک انتہائی کافرانہ اور غیر جمہوری نظام میں زندگی گزار رہے ہیں

قرآن کا اعلان

جو چیز ایک دفعہ پیدا ہوجاتی ہے وہ فنا نہیں ہوتی لہٰذا
انسان کو دوبارہ زندگی دی جائے گی
آئن سٹائن اپنی ریسرچ کے ذریعے
قرآن کے اعلان کو سچ تسلیم کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ مادہ انرجی میں
اور انرجی مادہ میں تبدیل ہوتی ہے
اس طرح انسان کی حالت بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے اور
ہمیشہ ہوتی رہے گی

غلام اور غلامی

غلامی دل و دماغ کی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی!
جو بھی لوگ اپنے دل و دماغ اور صلاحیتوں کو
استعمال نہیں کرتے
وہ ہمیشہ دوسروں کے غلام ہوتے ہیں

غلاموں کو ہے، پیروں کی کرامت کا سودا
بندۂ آزاد، خود ایک زندہ کرامات

علامہ اقبال

انٹرنیشنل انصاف اور ظلم

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں الہامی کتابوں میں علم پر بہت زور دیا ہے کیونکہ دنیا کی ہر مادی اور غیر مادی چیز علم ہی کی محتاج ہوتی ہے۔ انٹرنیشنل انصاف اور ظلم کا فیصلہ بھی علم ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے اسی لیے ہر انسان اور ہر ملک کے انصاف اور ظلم کے اپنے اپنے معیار ہوتے ہیں جو اُن کے ذاتی، سوچ اور معاشرتی تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ حیرانگی والی بات یہ ہے کہ ایک ملک کا ظلم دوسرے ملک کا انصاف ہوتا ہے اور دوسرے ملک کا انصاف تیسرے ملک کا ظلم ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل چارٹ کا ذرا غور وفکر سے جائزہ لیں اور فیصلہ اپنے ضمیر کی آواز پر کریں۔

اسلامی اور ترقی یافتہ ممالک کا انصاف	غیر اسلامی اور غیر ترقی یافتہ ممالک کا انصاف
1۔تمام بچوں کو پیدائش سے لے کر 18 سال تک کی عمر تک وظیفہ ملتا ہے۔	1۔کچھ بھی نہیں ملتا۔
2۔بنیادی تعلیم کا مفت اور ایک معیار ہوتا ہے۔	2۔تقریباً تین چار مختلف معیار ہوتے ہیں۔
3۔تمام شہریوں کو بیماری الاؤنس ملتا ہے۔	3۔کچھ بھی نہیں ملتا۔
4۔تمام شہریوں کو بے روزگاری الاؤنس ملتا ہے۔	4۔کچھ بھی نہیں ملتا۔
5۔گداگروں کی تعداد 5 فیصد ہوتی ہے۔	5۔گداگروں کی تعداد 20 سے 40 فیصد ہوتی ہے۔
6۔غریب اور امیر کے لیے ایک قانون ہوتا ہے	6۔جیسی مالی حالات ہوتے ہیں ویسا قانون ہوتا ہے
7۔اپاہج اور مفلوج لوگوں کو وظیفہ ملتا ہے۔	7۔ایسے لوگوں کو کچھ بھی نہیں ملتا۔
8۔تمام شہریوں کو بنیادی حقوق مفت ملتے ہیں۔	8۔بنیادی حقوق کی خرید وفروخت ہوتی ہے
9۔جمہوریت میں لڑائی جھگڑا اور قتل نہیں ہوتے۔	9۔یہاں پر لڑائی جھگڑے اور قتل ہوتے ہیں۔
10۔کسی کو بھی قرضہ معاف کرنا ظلم ہے۔	10۔حکمرانوں کو قرضے معاف کرانے کا حق ہے۔
11۔سرکاری پراپرٹی کی الاٹمنٹ کرنا ظلم ہے۔	11۔بڑے افسروں کو پراپرٹی الاٹمنٹ کرنا انصاف ہے
12۔موت پر ہر شہری کو وظیفہ ملتا ہے۔	12۔کچھ بھی نہیں ملتا۔
13۔خوراک اور دوائیوں میں ملاوٹ نہیں ہوتی۔	13۔کافی حد تک ملاوٹ ہوتی ہے۔
14۔عدالتوں میں سفارش اور رشوت نہیں چلتی۔	14۔عام چلتی ہے ورنہ جائز کام بھی نہیں ہوتا۔

''امریکہ سے ایک پیغام ؟ علامہ اقبال کی سوچ''

☆ میرا ایک 17 سال پرانا دوست شجاع شیرازی ہے جو کہ کافی عرصہ سے امریکہ میں کامیاب بزنس کر رہے ہیں کیونکہ اُن کی بصیرت عام انسان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اس لیے وہ دنیا کے بزنس کے حقائق کو سمجھتے ہیں اور قرآن پاک کے ایک قانون کے مطابق مشورے بھی بہت زیادہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کافی کامیاب زندگی گزار رہے ہیں اور دوستوں کے بھی دوست ہیں۔

☆ وہ مجھے اکثر مختلف قسم کے آڈیو اور ویڈیو پیغامات بھیجتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے میں اور میری فیملی اپنے علم میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے ایک ایسا پیغام بھیجا جو کہ میرے دل کی آواز ہے اور یہ آواز میری کافی محنت کے بعد تحریر کی شکل میں آ رہی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ شیرازی صاحب کا وہ پیغام بھی میں یہاں بیان کر دوں۔

علامہ اقبال دنیا کے تمام تعلیم یافتہ انسانوں کو یہ نصیحت کر رہے ہیں کہ

''تُو جاہل صوفی اور کاہل مُلا کے پھندے میں ایسا پھنسا ہے کہ تُو نے قرآنِ مجید سے ہدایت لینا چھوڑ دی۔ قرآن کی آیات سے تجھے بس اتنا ہی کام رہ گیا ہے کہ جب تیرے بوڑھے بزرگوں کی روح موت کے وقت اٹک جائے تو پھر تُو سورہ یٰسین لے کر بیٹھ جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ روح آسانی سے نکل جائے گی۔

☆ مجھے تو افسوس تجھ پر یہ ہے کہ جس کا ایک ایک لفظ انسان کو زندگی دیتا ہے اس سے بھی تُو نے مرنا ہی سیکھا جس قرآن سے تُو نے مرنا سیکھا کاش اسی قرآن سے تُو نے جینا بھی سیکھ لیا ہوتا کیونکہ یہ تو زندوں کو ہدایت دیتا ہے۔''

اگر کوئی انسان علامہ اقبال کے مندرجہ بالا قول سے راہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ قرآن کو ہمیشہ سوچ سمجھ کر پڑھے اور اُس پر عمل کرے۔

قرآن ام الکتاب ہے یعنی تمام کتابوں کی ماں ہے کیونکہ اس کتاب میں تمام علوم کے بنیادی نکات یعنی کوڈز کو بیان کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عظیم ترین سائنسدان اس کتاب پر تحقیق کرتے ہیں اور اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

''امریکہ سے ٹکراؤ ؟ علم وحکمت کی ضرورت''

میرے ایک محترم دانشور دوست کموڈور (ر) ہیں ۔ 17 اکتوبر 2011 کو ان کا ایک مضمون روزنامہ خبریں میں شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا ''امریکہ سے ٹکراؤ۔''

پاکستان کے حالات و واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے کموڈور صاحب نے حکومت کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اُس کو امریکہ سے ٹکرا جانا چاہیے یعنی جنگ شروع کر دینی چاہیے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ امریکہ سے کولڈ وار سے ٹکرانا چاہیے یا ہاٹ وار سے؟ پاکستان کے کچھ مفکر اور دانشور لوگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ پاکستان کو امریکہ سے ٹکرانا چاہیے یعنی جنگ کرنی چاہیے ۔ میں مندرجہ ذیل چند بنیادی حقائق کو بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ امریکہ اور پاکستان کو اپنی حقیقت ، حیثیت اور اوقات کا کچھ اندازہ ہو سکے:

		پاکستان	امریکہ
1۔	سالانہ بجٹ	4.46 بلین ڈالر	3.8 ٹرلین ڈالر
2۔	یونیورسٹیاں یعنی علم وحکمت کے مراکز	150 عدد	4140 عدد
3۔	سائنس کا بجٹ	1 کروڑ 60 لاکھ ڈالر سالانہ	156 بلین ڈالر
4۔	فی کس آمدن	5106 ڈالر	57436 ڈالر
5۔	GDP یعنی قومی آمدنی	283.7 بلین ڈالر	18.57 ٹریلین ڈالر
6۔	فوجی بجٹ	8 ارب 70 کروڑ ڈالر	598 ارب ڈالر
7۔	جنگی ہوائی جہاز	907 عدد پرانے	11264 عدد جدید

مندرجہ بالا حقائق پر غور وفکر اور تحقیق کرنے کے بعد امریکہ سے ٹکرانا ایک بہت بڑی جہالت ہے۔

تمام الہامی کتابوں اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ علم وحکمت سے کام لیا کریں اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو یعنی ساز وسامان کو تیار رکھو الانفال 60:8۔

دنیا میں وہی ممالک کامیابی سے سرفراز ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قوانین کا علم حاصل کر کے اُن پر عمل بھی کرتے ہیں یعنی جیسا علم وعمل ویسی کامیابی ! لیکن جو ممالک اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پامال کرتے ہیں اور صرف دعاؤں کا سہارا لیتے ہیں اُن کا انجام وہی ہوتا ہے جو چنگیز خان نے بغداد اور نپولین نے مصر میں مسلمانوں سے کیا تھا اور آج کل امریکہ نے عراق، لیبیا اور افغانستان میں کیا ہے۔

''غریب کی آواز ؟ کمزور آواز''

☆ افریقہ اور ایشیا کے غریب مما لک کے مفکرین اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ غریب انسان اور غریب ملک کی آواز کو کوئی نہیں سنتا بلکہ ایک غریب ملک کی خاطر دوسرے غریب مما لک آواز اُٹھانا بھی پسند نہیں کرتے جیسا کہ عراق، لیبیا، مصر اور افغانستان پر ترقی یافتہ مما لک نے ظلم وستم کیا تو پھر دنیا کے کسی بھی غریب ملک کے حکمران نے اپنی آواز نہیں اُٹھائی کیونکہ اپنے اپنے تحفظ اور ذاتی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے سب نے خاموش رہنا ہی پسند کیا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں غریب انسان ہونا یا غریب ملک ہونا بھی کسی جرم سے کم نہیں ہے ۔ اسی حقیقت کو ایک دفعہ لاہور ہائی کورٹ کے کسی جسٹس نے کہا تھا کہ پاکستان میں غریب ہونا ایک ایسا جرم ہے جیسے انسان 302 کا جرم یعنی قتل کا مجرم ہوتا ہے لیکن دُنیا کے ترقی یافتہ مما لک میں ایسا ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ وہاں پر تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کی ذمہ داری حکمرانوں نے اور حکومت نے اپنے سر پر لی ہوتی ہے۔

☆ غریب اور کمزور معاشروں میں کچھ ایسے بھی انسان ہوتے ہیں جو اپنی شاعری اور تحریر کے ذریعے اپنی آواز دوسروں تک پہنچاتے رہتے ہیں لیکن وہ بھی ایک حد تک !! یہ وہی نیکی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں کیا ہے۔

☆ کتاب کی آواز ہی ایک ایسی آواز ہے جس کو لوگ صدیوں تک سن سکتے ہیں اور اُس سے فائدہ بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ کتاب ہی کے ذریعے آج ہم تمام رسول علیہم السلام کی آواز کو سن رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں انصاف اور ظلم وستم کے نشیب وفراز کا علم ہوتا ہے۔ جس ملک میں ظلم وستم کا بازار گرم ہوتا ہے وہاں ادیب، شاعر ومفکر زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم صرف گزشتہ 200 سال کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت ہماری سمجھ میں آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فکر وعمل یعنی سوچ اور عمل کی مکمل آزادی دی ہے تاکہ وہ اپنی مرضی سے زندگی گزار سکے۔ سورہ الدھر کی آیت نمبر 3 میں اللہ تعالیٰ خود انسان کو یہ آزادی اور اختیار دے رہا ہے:

☆ {اِنَّاهَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّاشَاكِرًّوَّاِمَّاكَفُوْرًاO} (الدھر 76:3)

☆ میں نے تمہیں سیدھے راستے یعنی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کردی ہے، اب اگر تم چاہو تو میرا شکر ادا کرو یا اس پر چلنے سے انکار کردو یعنی تمہیں آزادی ہے۔

''اسلام کی کشش ؟ فطرت کا قانون''

☆ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ یعنی خالقِ کائنات نے اپنی پوری کائنات میں نافذ کیا ہوا ہے اور ان ہی قوانین فطرت کے تحت پورا نظام رواں دواں ہے جس کی وجہ سے کائنات میں کھربوں ستارے اور سیارے گردش میں تو ہیں لیکن ایک دوسرے سے ٹکرانے کی بجائے اپنے اپنے محور اور مدار یعنی Axix اور Orbit میں چکر لگا رہے ہیں۔

☆ جس طرح کائنات کے تمام سیاروں اور ستاروں کے درمیان کشش ثقل موجود ہے اُسی طرح حقیقی اسلام یعنی سلامتی اور امن میں بھی وہ کشش موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا میں کروڑوں انسان ایک ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں ہجرت کرتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ اپنی عقل اور بصیرت کی وجہ سے کرتے ہیں۔

☆ اگر ہم ذرا غور وفکر اور تحقیق کرتے ہوئے پوری دنیا کے ممالک کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں محسوس ہوگا کہ اکثر لوگ مروجہ اسلامی ممالک سے ہجرت کر کے حقیقی اسلامی ممالک کا رخ کرتے ہیں جس کی وجہ سے بے شمار لوگ وہاں آباد ہوجاتے ہیں۔ میرے ایک دوست معرج احمد ملک ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے شاہد محمود ملک کو 2004 میں لندن روانہ کیا تھا تا کہ وہ وہاں سے ایل ایل ایم کر کے اپنے وطن کی خدمت کر سکے۔ 5 سال کے بعد بیٹے نے جب اپنی تعلیم مکمل کی اور تعصب سے پاک ہو کر وہاں کے معاشرتی اور معاشی نظام کا جائزہ لیا تو واپس آنے سے انکار کر دیا حالانکہ اُن کے والد نے پاکستان میں اُن کے لیے اعلیٰ ملازمتوں کا بندوبست کیا ہوا تھا۔

☆ جب والد نے اپنے بیٹے پر زیادہ دباؤ ڈالا تو اُس نے کہا کہ آپ کو جتنے پیسوں کی ضرورت ہے وہ آپ مجھ سے لے سکتے ہیں لیکن میں پاکستان کے حرام اور لوٹ کھسوٹ والے ماحول میں نہیں رہنا چاہتا کیونکہ میرا ضمیر ایسی ذلت برداشت نہیں کرسکتا۔ مزید برآں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو میڈیکل ، خالص آب ہوا، خالص خوراک اور خالص دوائیوں کی جو سہولیات مجھے یہاں دی ہوئی ہیں میں اللہ کی اُن نعمتوں کو ٹھکرانا نہیں چاہتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ٹھکرانا بھی ناشکری ہوتی ہے۔ میرے کافی دوست اس کا خمیازہ بھگت بھی چکے ہیں..... آخر میں بیٹے نے اپنے باپ سے یہ سوال کیا کہ ابا جان اگر میرے پاس پاکستان میں پانچ کروڑ روپے ہوں تو کیا آپ مجھے مندرجہ بالا سہولیات دلا سکتے ہیں؟ جب باپ ذرا خاموش رہا تو پھر بیٹے نے خود ہی کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو پاکستان کے حکمران اپنا علاج ہمیشہ پاکستان سے کرواتے اور اپنی جائیدادیں یورپ میں نہ بناتے۔

''ظلم کی نشانیاں ؟ اصلاح کی ضرورت''

ویسے تو ظلم اور زیادتیوں کی بے شمار اقسام ہیں لیکن سب سے بڑا ظلم شرک ہے اور سب سے چھوٹا ظلم یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ مقررہ وقت پر ملاقات کا وعدہ کرنا اور پھر وقت پر نہ پہنچنا۔ بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کے تمام محکموں میں سے فوج ہی ایک ایسا محکمہ ہے جو یہ چھوٹا ظلم نہیں کرتا۔ دیگر اکثر محکموں کے افسران اور عام ملازموں کے لیے یہ ظلم، ظلم نہیں ہے کیونکہ اُن کے پاس اتنا شعور اور عقل ہی نہیں ہے کہ ظلم کو پہچان سکیں۔

ظالمانہ معاشرے کی چند ایک نشانیاں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اگر کسی کے ساتھ ظلم ہو اور وہ شکایت لے کر پولیس اسٹیشن جائے تو پولیس افسران سفارش اور رشوت کے بغیر FIR یعنی رپورٹ درج نہ کرتے ہوں۔

2۔ اگر کوئی ملزم پولیس اسٹیشن کی حوالات میں بند ہو تو اُس کو کھانا دینے کے لیے کانسٹیبل کو کچھ پیسے دینے پڑتے ہوں۔

3۔ اگر مقدمہ عدالت میں زیرِ سماعت ہو تو فریقین کو سفارش اور رشوت کا سہارا تلاش کرنا پڑتا ہو۔

4۔ جیلوں میں ملزم اور مجرم دونوں کو تعلقات اور رشوت کی بنیاد پر اپنے حقوق حاصل کرنے پڑتے ہوں۔

5۔ معصوم بچوں اور عورتوں سے کام کروانے کے بعد بہت کم مزدوری دی جاتی ہو۔

6۔ غریب ہونا اس قدر جرم ہو کہ غریب عورت پولیس اسٹیشن جانے سے ڈرتی ہو۔

7۔ خوراک اور دوائیوں میں ملاوٹ کرنے کے بعد نماز پڑھی جاتی ہو اور اللہ سے دعائیں کی جاتی ہوں کہ اے اللہ ہم پر رحم کر۔

دنیا کے جس بھی ملک یا معاشرے میں مندرجہ بالا 7 نشانیاں پائی جاتی ہوں وہ اسلام اور قرآن کی نظر میں ظالمانہ معاشرہ ہوتا ہے، چاہے وہ ہزاروں رکعت نماز ہی کیوں نہ پڑھتے ہوں۔

نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ ہی تم کسی کے ظلم کو برداشت کرو!! (القرآن)

''کتاب جرم ہے ؟ بیمار معاشرے کی نشانی''

☆ جس ملک میں 54 فیصد عوام غربت کی لائن یعنی Line of Poorty لائین سے نیچے رہتے ہوں اور 13 کروڑ 68 لاکھ افراد غربت کی لائین کو چھوتے ہوں نیز اکثر عوام کو صاف پانی بھی میسر نہ آتا ہو وہاں پر سکولوں کی کتابیں اور خاص کر اسلامی کتابوں کو فروخت کرنا بھی جرم ہونا چاہیے بشرطیکہ بیوروکریٹس اور حکمرانوں کے اندر انسانیت کے کچھ ایسے جراثیم ہوں جس سے وہ اسلامی اقدار کو پہچان سکے۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں یعنی بائیبل اور قرآن میں علم اور حکمت پر بہت زیادہ زور دیا ہے تا کہ انسان علم کی دولت سے مالا مال ہو کر دنیا اور آخرت میں کامیاب زندگی گزار سکے۔ تحقیق کرنے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں نے اسلام کی تبلیغ کے لیے کبھی بھی کسی سے اپنا معاوضہ یعنی اجر نہیں مانگا۔

☆ لیکن افسوس کہ ہم جیسے برائے نام اور رسمی مسلمانوں نے اپنی تقریر، تحریر اور تبلیغ کو بھی اپنا کاروبار بنا لیا ہے کیونکہ ہم قرآن اور اسلام کی حقیقی روح سے نا واقف ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم جہالت کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اس بات کو تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں کہ ہم کم علمی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے میڈیکل اور انجینئرنگ کی کتابیں اور اُن کا علم مختلف طریقوں سے امپورٹ کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ تک تمام رسولوں کا ایک ہی اعلان تھا کہ

''ہمارا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' القرآن۔

علامہ اقبال نے اسلام کی تبلیغ کرنے اور عبادت کرنے والوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

''دنیا کی مصیبتیں اور اُن کا علاج ؟ نفسیات کی طاقت''

{ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمَوَالِ وَالْاَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ O اُولٰـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ O}(البقرہ2:155-157)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اس لفظ کا مادہ: ب ل و

و کا مطلب اور ہوتا ہے اور ل تاکیدی ہے جس کا مطلب ضرور ہوتا ہے

بَلَوَا: آزمانا، آزمائش، امتحان

لغوی تشریح: کسی چیز کا کسی ایسے طریقہ کار سے تجزیہ کرنا کہ اُس کی تمام خصوصیات الگ الگ ہوجائیں جس طرح دودھ کا بلونا کر کے دہی، لسی اور مکھن یعنی تمام اجزا کو الگ الگ کیا جاتا ہے۔

با محاورہ ترجمہ: اور ہم تم سب کا ضرور امتحان لیں گے یعنی تم سب کو ضرور آزمائیں گے۔

{بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَات}

خوف کے ساتھ، بھوک کے ساتھ، مال اور جان کے ساتھ اور دنیا کی تمام نعمتوں کے ساتھ۔

{وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ O الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ O}

''اور خوشخبری دے دو اُن صبر کرنے والوں کو جن پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ یقینا ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقینا ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

{أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ O} (البقرہ2:155-157)

''یہی ہیں وہ لوگ جن پر اُن کے رب کی رحمتیں ہیں اور یہی ہیں وہ لوگ جو ہدایت حاصل کر چکے ہیں۔''

اگر کوئی انسان مندرجہ بالا 5 قسم کی مصیبتوں اور بیماریوں کا شکار ہے تو اُس کو چاہیے کہ مندرجہ بالا تینوں آیات کو نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کے بعد تین تین مرتبہ غور وفکر اور تدبر سے پڑھے اور پھر اِن آیات کو اپنے شعور، لاشعور اور تحت الشعور میں اُتارنے کی یعنی پیوست کرنے کی کوشش کرے تو یقینا وہ شفا، ہدایت اور رحمت حاصل کرے گا۔

قرآن اور میڈیکل سائنس کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان کے خیالات اُس کے جسم کے نظر نہ آنے والے تمام خلیات

(Cells) کو متاثر کر کے خون کی حالت اور ٹشوز کو تبدیل کر دیتے ہیں جس سے انسان کے شفاء ہونے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے تمام خلیات یعنی سلز کی عمر 90 دن سے لے کر 120 دن تک ہوتی ہے۔ عام آنکھ سے نظر نہ آنے والے یہ سلز روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے رہتے ہیں لیکن ان کی پیدائش، نشوونما اور موت میں انسان کے خیالات اور خوراک کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے اس لیے ہر انسان کو اپنے خیالات اور خوراک پر خاص توجہ دینی چاہیے کیونکہ جس معیار کے خیالات اور خوراک ہوتی ہے اس معیار کا انسان کا خون پیدا ہوتا ہے اور نشوونما ہوتی ہے۔

ایک حقیقت

قرآن انسان کا ایک ایسا ضابطہ حیات ہے
جو زندگی کے ہر مقام پر اس کی مکمل
رہنمائی کرتا ہے لیکن تھوڑے سے جہاد
یعنی کوشش اور محنت
کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن کے ایک مشہور مفسر امین احسن اصلاحی کا قول ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کی صورت میں ایک عظیم توپ عطا فرمائی ہے لیکن
یہ ہماری کم علمی اور بدنصیبی ہے کہ ہم اس سے مچھر مارنے کا کام لیتے ہیں

''شاعری کی طاقت ؟ انسان کی سوچ''

دنیا میں کافی انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاعر تو نہیں ہوتے لیکن اُن کو اشعار سننے کا بہت شوق ہوتا ہے میں بھی اُن میں سے ایک ہوں۔ میں بھی بہت سے لوگوں سے اشعار سنتا رہتا ہوں لیکن کچھ اشعار ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کے دل و دماغ پر ایسے گہرے اثرات ڈالتے ہیں جن کو انسان بیان نہیں کرسکتا کیونکہ جذبات اور احساسات کو بیان کرنا اور تحریر میں لانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جو انسان حج بیت اللہ پر جاتے ہیں اگر ان سے وہاں کی کیفیت کا پوچھا جائے تو اُن کے لئے بیان کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے کیونکہ ہر انسان کی کیفیت مکمل طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔

میرے ایک مہربان شاعر ملک افتخار ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان ہیں ۔ عام بات چیت میں تو وہ بڑے گمنام اور خاموش انسان معلوم ہوتے ہیں لیکن جب اُن سے قانون سے ہٹ کر شاعری اور انسانیت کی بات شروع ہوتی ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اندر کس قدر عظیم انسان پوشیدہ ہے کیونکہ انسان کی حقیقت اور عظمت تو اس کی باطنی شخصیت میں چھپی ہوتی ہے جو کہ آسانی سے کسی کو بھی نظر نہیں آسکتی ..... یہ اسی وقت نظر آتی ہے جب کسی انسان سے واسطہ پڑتا ہے۔

شاعری جب موسیقی کا لباس پہن لیتی ہے تو پھر سننے والے پر اس قدر گہرے اثرات پڑتے ہیں کہ انسان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں اور انسان بے خود ہوکر رہ جاتا ہے۔ ملک صاحب کے پاس ایسے بے شمار اشعار کا مجموعہ ہے جو انسان کی شخصیت پر کیف وسرور کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔ اس لیے جب کبھی مجھے موقع ملتا ہے میں بغیر کسی کام کے اُن کے پاس چلا جاتا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کی اس روحانی نعمت سے فائدہ اٹھا سکوں جس کو دولت سے نہیں خریدا جاسکتا۔ یہ وہی دولت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان تک پہنچانے کے لیے اپنی توحید اور رسالت کا سلسلہ قائم کیا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا خیال ہے:

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

''اسلام کی ایک حقیقت ؟ کائنات کی ضرورت''

☆ اسلام کائنات کی ایک بہت ہی عظیم حقیقت اور طاقت ہے لیکن دنیا کا ہر انسان اس کو اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے مطابق سمجھتا ہے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے علم بہت ہی ضروری ہے جس قدر بھی کسی کے پاس علم ہوگا اسی قدر وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھے گا۔ لہٰذا ایشیا کے ایک مزدور سے لے کر ایک سائنسدان تک ہر کوئی اپنے اپنے علم اور بصیرت کے ساتھ اسلام کو سمجھتا ہے۔

☆ خیال رکھیں کہ نوح علیہ السلام سے لے کر نبی پاک تک تمام رسول اور نبی ایک ہی دین یعنی اسلام لے کر آئے تھے جیسا کہ سورۃ النساء 4-163 اور سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو وحی کے علم کے ذریعے کائنات کا وہ علم دیا جس کو انسان اپنی عقل سے نہیں سمجھ سکتا۔ ان سب رسولوں نے انسانوں کو اسلام ہی کی دعوت دی تا کہ یہ انسان کامیاب سے کامیاب زندگی گزارنے کے بعد آخرت میں بھی اعلیٰ زندگی گزار سکے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ کے لیے تمام رسولوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔

☆ یاد رکھیں تمام کے تمام رسول مسلمان تھے اس لئے ان کی اکثر خصوصیات مشترک تھیں یعنی کہ وہ سب کے سب صادق اور امین تھے اور اپنے وعدے کے سچے تھے اُن سب نے انسانوں کو توحید کی دعوت دی تا کہ انسان اپنے جسم کے ساتھ ساتھ اپنی روح کی بھی پرورش کر سکے کیونکہ انسان کی زندگی کے لئے جسم اور روح دونوں بہت ضروری ہوتے ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز بھی کمزور ہو تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔

☆ افسوس صد افسوس کہ انسانوں نے اپنے علم اور مفادات کی بنیاد پر مختلف ممالک اور فرقے بنا لیے ہیں جس کی وجہ سے یہ دنیا قتل و غارت اور خون خرابے کا شکار ہو رہی ہے۔ حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ افریقہ اور ایشیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی جان دینے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اپنی جان قربان بھی کر دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین زرا بھی عمل نہیں کرتے جبکہ اسی دنیا میں یعنی ترقی یافتہ ممالک کے لوگ اپنی جان دینے سے بہت گھبراتے اور ڈرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین پر عمل کر کے اپنی دنیا کی زندگی کو خوشحالی سے گزارتے ہیں ..... جنت اور دوزخ میں کون جائے گا؟ یہ فیصلہ اُس عظیم ترین ہستی نے کرنا ہے جہاں کسی عالم کا فیصلہ ذرہ بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

لیکن افسوس کہ ترقی یافتہ ممالک اور انسان اپنی روحانی زندگی پر وہ توجہ نہیں دے سکے جتنی اُن کو دینی چاہیے تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بھی مختلف قسم کے مسائل کا شکار ہو رہے ہیں۔

''مسلم بنو ؟ انسان کی ضرورت''

حضرت آدم علیہ اسلام سے لیکر نبی پاک ﷺ تک جتنے بھی رسول دنیا میں تشریف لائے ان کا اور ان کی تمام الہامی کتابوں کا ایک ہی مقصد تھا کہ دنیا کے انسان مسلم یعنی مسلمان بن کر اپنی زندگی گذاریں اس مقصد کے لیے انہوں نے اور ان کے ماننے والوں نے اپنی اپنی پوری پوری زندگیاں وقف کردی لیکن پھر بھی کچھ مسلمان ہوئے اور کچھ نہ ہوسکے۔

قرآن پاک میں سورۃ حج کی آیت نمبر 78 میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف یہ اعلان کیا ہے کہ

{**هوسمكم المسلمين**} ترجمہ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ''اللہ نے ہی تم سب کا نام مسلم رکھا ہے''

خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں تحریر کر کے ہمیں بتادیا ہے کہ اس کتاب میں اور اس سے پہلے کتابوں میں تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور تمام رسول اس پر گواہ ہیں کیونکہ وہ تمام کہ تمام مسلمان تھے اور ہیں خیال رکھیں اور غوروفکر کریں کہ مندرجہ ذیل 5 آیات میں بھی تمام انسانوں کو مسلم بننے کا حکم دیا ہے۔

سورۃ بقرہ 132,133/2، سورۃ انعام 163/6، سورۃ الاعراف 126/7، سورۃ یونس 72/10،۔

یہودی، عیسائی، اور مسلمان تاریخ کے ایک ارتقائی عمل سے وجود میں آئے ہیں یہ سب کچھ انسان کی ذاتی سوچ اور مفاد پرستی اور ذاتی سوچ کی وجہ سے ہوا ہے لیکن اگر کوئی انسان تعصب سے بالا تر ہوکر تحقیق کرے یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر مندرجہ بالا آیات پر عمل کرے تو پھر وہ مسلم بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو یہ ہی حکم دیا ہے یہ وہی حکم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان عظیم سے عظیم تر بنتا جاتا ہے کیونکہ کسی بھی انسان کا مواحد اور توحید پرست ہونا اس کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔

سورۃ عمران کی 103 نمبر آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں بشمول یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کو فرقہ بنانے سے منع کیا ہے۔

سورۃ انعام کی آیت نمبر 159 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیعہ بننے یعنی کسی بھی گروہ اور گروپ سے منسلک ہونے یا فرقہ بنانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ شیعہ کے لغوی معنی اور لفظی معنی گروہ اور گروپ کے ہوتے ہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ شرک کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں جو کہ ایک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی سے ایک سوال

1940 میں لوگوں نے علامہ مشرقی سے پوچھا کہ آپ نے مشرق سے مغرب تک دنیا کو دیکھا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو کیسا پایا تو اس پر انہوں نے جواب دیا

کہ

میں نے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ویران حال بستیاں، ٹوٹے پھوٹے پل، جھریوں والے چہرے، جھکی ہوئی کمریں، خالی دماغ، بے حس دل، ظلم، غلامی، ریاکاری، طرح طرح کی بیماریاں دیکھیں

کیونکہ

رسم و رواج اور روایات کی تقلید والے اسلام میں اور حقیقی اسلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

''الہامی کتابیں ؟ اللہ تعالیٰ کے احکامات''

☆ یہ ایک حتمی اور مکمل حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الہامی کتابیں تورات اور زبور تو عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھیں لیکن انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی جس طرح تاریخی اور ارتقائی عمل سے ہر مادی اور روحانی چیز کی شکل بدل جاتی ہے اسی طرح کئی صدیاں گزرنے کے بعد اصل توریت، زبور اور انجیل یعنی بائیبل اس دنیا میں نہ رہیں اور نہ ہی عبرانی اور سریانی زبان بولنے والے انسان رہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے کچھ حقائق انسان کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے۔

☆ **حقیقت** یہ ہے کہ اس وقت ہمارے پاس بائیبل کے جتنے بھی ترجمے موجود ہیں وہ انگلش اور دوسری زبانوں میں ہیں جن سب کا آپس میں باہمی تضاد اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جان پال کا ترجمہ زیادہ مستند مانا جاتا ہے۔

☆ **اس** وقت دنیا میں صرف قرآن پاک ہی ایک ایسی الہامی کتاب ہے جو عربی میں نازل ہوئی اور اپنے اصل اور حقیقی الفاظ کے ساتھ آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ اس وقت دنیا کی تمام زبانوں میں اس کتاب کے ترجمہ ہو چکے ہیں اور ہر زبان میں کئی کئی ترجمے اور تفاسیر موجود ہیں جن میں باہمی تضاد اور اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر اردو زبان میں کم و بیش 250 ترجمے اور تفاسیر ہو چکے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے جو کہ جائز اور سچ ہے کیونکہ ہر عالم اپنی اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق قرآن پاک کو جیسا سمجھتا ہے اور اس کے مطابق ہی اُس کو بیان کر دیتا ہے جو کہ ہر زمانے اور ہر انسان کے لیے حتمی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن قرآن اپنی اصل زبان یعنی عربی زبان میں موجود ہے۔

☆ سورہ التغابن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ تاکید کی ہے کہ اس قدر تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرو جس قدر تمہارے اندر استعداد یعنی صلاحیتیں ہیں۔

میرے چارہ گر کو نوید ، صفِ دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر ، وہ حساب آج چکا دیا

فیض احمد فیض

''الہام کے فیصلے ؟ اللہ تعالیٰ کا حکم''

☆ اس دنیا میں 7 ارب لوگ آباد ہیں۔ ہر کوئی انسان اور مُلک اپنے اپنے علم، عقل، مشاہدے، تجربے، بصیرت اور الہام کے مطابق اپنی زندگی کے فیصلے کرتا ہے کیونکہ ہر ایک انسان کا اپنا اپنا معیار اور اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔ قرآن پاک جو کہ دنیا کی ایک عظیم ترین کتاب ہے اس کتاب میں انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے معاشرے، اپنے آباؤ اجداد اور اپنے علماء کی اندھی تقلید ہرگز نہ کریں کیونکہ انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر کام اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق کرے لیکن دنیا کے اکثر انسان اپنے حواسِ خمسہ استعمال کرنے کی بجائے دوسروں کی اندھی تقلید کرنے میں آسانی سمجھتے ہیں جس سے اُن کو اپنی ذاتی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ لیکن اس طرح انسان اور ممالک کی ذاتی ترقی اور نشو ونما منجمد ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ دوسروں کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

☆ قرآن کی ہدایت کے مطابق انسان کو اپنے تمام فیصلے اپنے الہام یعنی چھٹی حس اور بصیرت کے مطابق کرنے چاہئیں کیونکہ ہر انسان کے الہام میں اُس کا علم، عقل، مشاہدہ اور تجربہ وغیرہ شامل ہوتا ہے جیسا کہ سورہ شمس کی آیت نمبر 7-10 میں اللہ نے انسان کو ہدایات (Directions) دی ہیں کہ

7۔ قسم ہے انسان کے نفس کی اور جیسا کہ اُس کو متوازن بنایا گیا ہے۔
8۔ پھر ہر نفس کو الہام کے ذریعے نیکی اور بدی کا بتا دیا گیا ہے۔
9۔ یقیناً وہ فلاح پا گیا یعنی دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا
جس نے اپنا تزکیہ کیا یعنی اپنے نفس کو بنایا اور سنوارا۔
10۔ اور وہ یقیناً نامراد یعنی ناکام ہو گیا جس نے اُس کو خاک میں ملا دیا۔

مندرجہ بالا آیات پر غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ہر انسان کو اپنے تمام ذرائع سے علم حاصل کرنے کے بعد آخری فیصلہ ہمیشہ اپنے علم اور الہام کے فیصلے کے مطابق کرنا چاہیے۔ الہام کے فیصلے کو بصیرت کا فیصلہ اور چھٹی حس کا فیصلہ بھی کہتے ہیں۔

وحی کی اہمیت

وحی کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے انسان کو ایسی زندگی ملتی ہے جو انسان کی سوچ سے بالاتر ہوتی ہے۔

''والدین کا مقام ؟ انسانیت کا تقاضا''

☆ اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ ہر انسان کو اپنی زندگی اپنے خیالات اور سوچ کے مطابق گزارنے کا حق حاصل ہے لیکن وہ انسان بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی الہامی کتابوں کا سہارا لے کر اپنی زندگی گزارتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کونسا ایسا نظام ہے جو لوگوں کی رہنمائی کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عظیم مفکر اور سائنسدان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کسی انسان کی کامیابی کے لیے الہامی کتابوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ رہنمائی لینا ضروری ہے۔تمام الہامی کتابوں میں انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نہایت ہی عزت و احترام سے پیش آئے لیکن بعض لوگ تو اس محبت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ معاشرتی نشیب وفراز کی ذرا بھی پروانہیں کرتے انہیں میں سے ایک انجینئر شاہد محمود ہیں جو کہ کافی عرصہ سے نیو یارک میں کنسٹرکشن کا اپنا کاروبار کرتے ہیں۔

☆ میں جون 1915 میں پہلی دفعہ جب اُن کے آفس گیا تو مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ انہوں نے امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک اور ماحول میں رہتے ہوئے بھی اپنے آفس میں اپنی کرسی کے پیچھے اپنی والدہ کی تصویر لگائی ہوئی ہے۔یہ نظارہ دیکھتے ہی میرے احساسات وجذبات میں ماں کی محبت کا ایک ایسا جذبہ بیدار ہوا جس کو میں یہاں بیان نہیں کرسکتا کیونکہ احساسات کے ریشے اس قدر نرم و نازک ہوتے ہیں کہ اُن کو تحریر کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔اپنے گھر آکر جب میں نے اپنی عادت کے مطابق کچھ غور وفکر کیا تو مجھے ایک وہ واقعہ یاد آگیا جو مجھے لاہور ہائی کورٹ میں ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سید نیاز علی شاہ نے سنایا تھا کہ ایک دفعہ لاہور ہائی کورٹ میں ایک جسٹس صاحب کے والد گاؤں سے تشریف لے آئے تاکہ اپنے بیٹے کی شان وشوکت دیکھ سکیں لیکن جب جسٹس صاحب کو اطلاع ملی کہ اُن کے والد صاحب آئے ہیں تو انہوں نے مختلف حیلے بہانے کر کے ان کو اپنے گھر روانہ کر دیا اور ملنا تک گوارا نہ کیا کیونکہ اُن کو خوف تھا کہ دوسرے جسٹس حضرات کو اُن کے والد کی سادگی اور دیہاتی پن کا پتہ نہ چل جائے۔.....حقیقت یہ ہے کہ جس انسان کو احساسِ کمتری کا احساس ہوتا ہے وہ معاشرتی اقدار کے سامنے نہایت عاجز اور مجبور ہوتا ہے۔جسٹس صاحب انہی حالات کا شکار تھے۔حالانکہ لاہور میں رہتے تھے جب کہ امریکہ میں رہنے والا ایک انسان اپنے امریکن آفس میں اپنی والدہ کی تصویر لگاتے ہوئے کسی قسم کا عار اور شرم محسوس نہیں کرتا کیونکہ ایک طرف خود اعتمادی ہے اور دوسری طرف احساسِ کمتری۔

''حمد باری تعالیٰ ؟ توحید کی طاقت''

اللہ تعالیٰ کی ذات اور علم کی حقیقت اس قدر وسیع ہے کہ بہت کچھ ظاہر ہونے کے باوجود ابھی بہت کچھ انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور وسعت کو سمجھنا کسی انسان یا سائنسدان کے بس کی بات نہیں یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے دانشور اور فلاسفر اپنی تمام زندگی علم حاصل کرنے کے بعد بھی یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ مکمل اور حتمی حقیقت کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حمد سے ظاہر ہوتا ہے:

حقیقت کی وسعت کو اللہ ہی جانے
کہ اللہ کی عظمت کو اللہ ہی جانے
زمانہ ازل سے یہی کہہ رہا ہے
رسالت کی دنیا کو اللہ ہی جانے
زمان و مکاں کی حقیقت ہی کیا ہے ؟
بشر کی بلندی کو اللہ کی جانے
چھپی میرے سجدے میں طاقت وہ کیا ہے ؟
روحانی لطافت کو اللہ ہی جانے
مسلماں کے آنسو میں طاقت وہ کیا ہے ؟
کہ بخشش کی حکمت کو اللہ ہی جانے
دلوں کے سمندر میں جذبات کیا ہیں؟
سکوں کی حلاوت کو اللہ ہی جانے
یہاں خیر و شر میں ہے تفریق کیسی ؟
ارادوں کے اسرار اللہ ہی جانے
عزت و ذلت کا احساس کیا ہے ؟
دلوں کی حقیقت کو اللہ ہی جانے
تجھے دینے والا یہ کیا دے رہا ہے ؟
سخاوت کے رتبے کو اللہ ہی جانے
یہ تقویٰ کا جذبہ بھی کچھ کہہ رہا ہے۔
مسلماں کی عظمت کو اللہ ہی جانے
نبوت کی برکت تو پھیلی ہوئی ہے
مقامِ نبوت کو اللہ ہی جانے
محمدؐ کے رتبے کا احساس کیا ہے ؟
خدا جانتا ہے وہی جانتا ہے

فدا حسین شاہ

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی کی کوشش اور محنت کو ضائع نہیں کیا کرتا لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ یہ عظیم حقیقت کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے جیسا کہ خالقِ کائنات کا سورہ العنکبوت کی آیت نمبر 69 میں یہ اعلان ہے کہ

''دنیا کے جو بھی لوگ ہماری راہ میں جہاد یعنی کوشش اور محنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے خود دکھا دیتے ہیں اور یقینا اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہدایت کی حقیقت

اللہ تعالیٰ صرف اس کو ہدایت دیتا ہے
جو
اس کی طرف رجوع کرتا ہے
{وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ط}
(الشوریٰ 13:42)

''اللہ کے فیصلے اور ہمارے فیصلے ؟ زمین و آسمان کا فرق''

☆ اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام بڑے بڑے ضابطہ حیات انسان کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے ضمیر، شعور اور فواد یعنی دل و دماغ کے مطابق اپنے فیصلے کرے۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کے الہام کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور جو بھی نفس اپنے الہام کے مطابق اپنے فیصلے کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے اور جو اپنے الہام یعنی چھٹی حس کے مطابق فیصلے نہیں کرتا وہ خاک میں مل جاتا ہے۔ (بحوالہ سورہ الشّمس 7-10)

☆ اکثر ترقی پذیر ممالک میں لوگ اپنے فیصلے کرنے کے علاوہ دوسروں کے فیصلے میں بھی دخل اندازی اور مداخلت کرتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ کسی دوسرے انسان کے حالات و واقعات اور دل و دماغ کی کیفیت کو سمجھنا بہت ہی مشکل کام ہے یہاں تک کہ نفسیات کا علم رکھنے والے اور بیس تیس سال کا تجربہ رکھنے والے ڈاکٹرز بھی مکمل مریض کے حالات و واقعات اور جذبات و احساسات کو مکمل نہیں سمجھ سکتے بلکہ صرف اپنے علم اور اندازے سے ہی فیصلہ کر کے دوائیاں تجویز کرتے ہیں۔

☆ حیرانی اور تعجب کی بات ہے کہ دنیا کے اکثر لوگ دین، مذہب اور ذاتی حالات کو سمجھنے کا اس قدر دعویٰ کرتے ہیں اور اپنا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک انسان، ایک جماعت، ایک قوم دوسرے کو کافر، مسلمان، شہید اور دوزخی قرار دینے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ یا عار محسوس نہیں کرتے حالانکہ یہ اتنے مشکل فیصلے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دوسرا کوئی یہ فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ ہمارے عارضی فیصلے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ فیصلہ اس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو حاکمِ اعلیٰ ہے جو دلوں کے پوشیدہ راز جانتا ہے۔

☆ یہ ایک بنیادی اور مکمل حقیقت ہے کہ انسان کے فیصلے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے اِس طرح انسان اور اللہ کی ذات و صفات میں بھی اس قدر فرق موجود ہے کہ اس کا اندازہ کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ اگر مختلف ممالک کے ایک لاکھ عالم بھی کسی کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کے کیے ہوئے فیصلوں کا تو یہ حال ہے کہ ایک زمانے کے کیے ہوئے فیصلوں کو بعد میں آنے والے زمانے کے انسانوں نے ہی اکثر بدل دیا ہے اور یہ سلسلہ کئی صدیوں سے جاری ہے

۔دنیا میں یہاں تک بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک ملک کے کیے ہوئے فیصلوں کو دوسرے ممالک قبول نہیں کرتے۔

☆ لیکن خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے مقابلوں میں انسان کے فیصلوں کی کوئی حقیقت اور وقعت نہیں ہوتی کیونکہ انسان تو اس قدر کمزور اور محدود علم کا مالک ہے کہ وہ تو ابھی تک اللہ کی معمولی سی مخلوقات کو ہی سمجھنے سے قاصر ہے۔جیسا کہ آج کا جدید انسان سورج، چاند اور ستاروں کی حقیقت کو تو کیا اپنے جسم کو ہی نہیں سمجھ سکا جب کہ اس کائنات میں بے شمار سورج، چاند اور ستارے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ انسان اللہ کے فیصلوں کو سمجھ سکے۔

☆ **خیال** رہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے، احکام وقوانین ازل سے ایک ہی آرہے ہیں اور ابد تک ہمیشہ ایک ہی رہیں گے۔ یہ نہ تو بدل سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں کوئی تبدیلی آسکتی ہے۔جبکہ انسان کے احکامات وقوانین اور فیصلے ہر چند سال کے بعد تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں اور ان میں ترمیم بھی ہوتی رہتی ہے۔جس کی سب سے بڑی مثال اس دنیا کی سپر پاور یعنی امریکہ کی ہے جو اپنے مفادات کے لیے آئے دن اپنے قوانین میں تبدیلی کرتا رہتا ہے جیسا کہ اپنے سب سے بڑے دشمن روس کو شکست دینے کے لیے افغانستان کے لوگوں کو مجاہدین قرار دے کر اور پاکستان کو کروڑوں ڈالر دے کر جنگ کی آگ میں جھونک دیا لیکن جب 10 سال کے بعد اس کا مفاد پورا ہوگیا یعنی روس کے ٹکڑے ہوگئے تو پھر انہی مجاہدین کو تخریب کار اور دہشت گرد قرار دے کر نیست و نابود کرنا شروع کر دیا۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔

☆ **مختصر** یہ کہ ہر انسان، قوم اور ملک کے فیصلوں اور اللہ کے فیصلوں میں اس قدر لامحدود فرق ہوتا ہے جس کو بیان کرنا کسی مفکر یا دانش ور کے بس کی بات نہیں لہٰذا ہمیں دوسروں پر بے جا تنقید کرنے سے پرہیز اور گریز کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ایک زمانے میں علامہ اقبال کی علمی قابلیت اور فلسفیانہ شاعری پر اس قدر تنقید ہوتی تھی کہ برصغیر کے بعض علما نے ان کو کافر کہنے سے بھی گریز نہ کیا تو آخر کار ان کو یہ شعر کہنا پڑا:

.....

وعظ کم نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلماں ہوں میں

''علماء حضرات کو مشورہ ؟ وقت کی ضرورت''

☆ قرآن پاک میں مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں ہر علم کے بارے میں مشورے کیے جاتے ہیں اور اس حکم کے مطابق بے شمار مشیران اور مشورہ دان ہوتے ہیں یعنی کنسلٹنٹس جو اپنا اپنا کام کر رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ دنیا ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہیں۔

☆ میں پاکستان کے علماء حضرات کو یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ اُن فرقہ بندی اور فرقہ بازی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یعنی خالقِ کائنات نے اپنی بے شمار آیات میں تمام انسانوں کو فرقہ بنانے اور فرقوں میں تقسیم ہونے سے منع کیا ہے..... یہ بات ذہن نشیں رکھیں کہ قرآن پاک سے بڑی دلیل اور حجت کوئی نہیں ہے لیکن افسوس کہ دنیا کے انسانوں نے اپنی ذاتی سوچ اور مفادات کی خاطر فرقے بنا لیے ہیں حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر نبی پاک ﷺ تک تمام رسول مسلمان اور مومن تھے۔ (بحوالہ الشوریٰ 13:42)

☆ تاریخ پر تحقیق اور غور وفکر کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ دنیا کے سب سے پہلے اور بڑے فرقے یعنی یہودی ،عیسائی اور مسلمان کیسے بنے۔لیکن اس کے لئے سخت تحقیق کی ضرورت ہے۔حیرانگی کی بات ہے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے اندر بھی بے شمار فرقے پائے جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کے اندر سب سے زیادہ فرقے ہیں جو کم علمی اور جہالت کی وجہ سے آپس میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں یہاں تک قتل و غارت سے بھی گریز نہیں کرتے اور پھر دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ صرف ہم ہی جنت میں جائیں گے۔

☆ قرآن کا علم کائنات کی طرح وسیع اور لامحدود ہے کیونکہ یہ تمام انسانوں اور زمانوں کے لئے ہے اس لئے کوئی بھی عالم قرآن کا مکمل علم حاصل نہیں کرسکتا۔اس حقیقت کو میں نے اپنی کتاب کے ابتدائی صفحات میں بیان کیا ہے۔آج تک قرآن مجید کے تقریباً جو بھی مختلف ترجمے اردو میں ہو چکے ہیں اُن کو ہر عالم نے اپنے علم اور صلاحیتوں کے مطابق کیا ہے اُن سب میں تھوڑا بہت فرق ہے وہ سب اُسی طرح جائز ہے جس طرح امام مالک ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام حنبل میں اختلافات تھے جو سب کے سب جائز تھے لہٰذا ہمیں قرآن پاک کے احکامات اور چاروں اماموں کی پیروی کرتے ہوئے فرقہ بنانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

#خیال رکھیں کہ دنیا کے تمام انسانوں کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ افلا تتفکرون یعنی سوچ بچار اور غور وفکر سے کام کیوں نہیں لیتے ؟ لہٰذا کسی بھی انسان اور عالم کو فرقہ بنانے اور کسی بھی فرقہ میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت کرنا ہے.....غور وفکر اور تحقیق کرنے کے بعد فیصلہ آپ خود کریں۔

''محبت اور بغاوت ؟ ضرورت کے مطابق''

☆ یہ ایک مکمل حقیت ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے اکثر لوگ یعنی 90 فیصد لوگ اللہ کو تو بہت زیادہ مانتے ہیں اور اس سے پیار بھی بہت زیادہ کرتے ہیں اور اس قدر زیادہ پیار کرتے ہیں کہ اس کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں لیکن جب اللہ کے احکامات کی بات آتی ہے تو پھر وہ اپنی جہالت، مفادات اور اپنی خواہشات کی خاطر اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اللہ کے احکام پر نہ تو توجہ دیتے ہیں اور نہ ہی اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ترقی یافتہ ممالک نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ الہامی کتابوں کے احکامات اور قوانین پر عمل کرنے کے بعد ہی ترقی کی ہے اور مزید ترقی کی منزلیں طے کرتے جا رہے ہیں۔

☆ ایک عام انسان پر تو مجھے کوئی اتنا افسوس نہیں ہے لیکن علماء حضرات پر مجھے بہت افسوس ہے کہ انہوں نے بھی عوام کی توجہ اللہ تعالیٰ کے احکامات وقوانین پر نہیں دلائی بلکہ اس کی بجائے نماز، عبادات اور ثواب ہی کی طرف عوام کو پورے کا پورا لگا دیا ہے اور اُن کو یہ مکمل یقین دلا دیا ہے کہ باقی سب کچھ اُن کو آخرت میں ملے گا۔ اس دنیا میں نہیں مل سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً نماز اور دیگر عبادات سے بھی انسان کو فائدہ ہوتا ہے لیکن یہ بہت کمزور اور معمولی سا فائدہ ہے لیکن وہ فائدہ نہیں ہوتا جو کہ اصل ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی فکر کرو یعنی دونوں کی سوچو۔

{مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً بَصِيْراً O} (النساء 134:4)

''جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس دنیا کا ثواب بھی ہے اور آخرت کا بھی! لہٰذا اس سے دونوں مانگو اور اللہ سب کچھ سننے والے اور دیکھنے والا ہے۔''

☆ حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ مجھے اور اکثر لوگوں کو تو اس حقیقت کا علم ہی نہیں ہے کہ قرآن پاک کس معیار کی کتاب ہے اور اس میں کن کن علوم کو بیان کیا گیا ہے لیکن جن چند ایک حقائق کا علماء اور عوام کو خبر بھی ہے وہ ان پر نہ تو توجہ دیتے ہیں اور نہ ہی کسی کو تاکید کرتے ہیں۔ جیسا کہ سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا اور ملاوٹ نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہ وہ احکامات ہیں جن پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار تاکید کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہ ماننے والے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ قرآن پاک پر غور وفکر کرنے سے اور اپنے ملک کے حالات پر نظر ڈالنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارے علماء دونوں بھٹکے ہوئے ہیں اور ظلم وستم کا شکار ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے احکامات اور قوانین پر عمل کیے بغیر کوئی بھی انسان یا ملک ہرگز ترقی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی کی یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تو یہ اس کی علمی کمزوری ہے۔ اس لیے اُس کو مزید تحقیق کرنی چاہیے۔

ہم جیسے ہی مسلمانوں کے بارے میں علامہ اقبال نے آج سے 83 سال پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ

خرد نے کہہ بھی دیا، لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

شریعت

.....

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 48، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 163

اور سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 سے یہ بات ثابت ہے کہ

زندگی گزارنے کے طریقے،

راستے، دستور اور قانون کو شریعت کہتے ہیں۔

فقہ کی حقیقت

.....

امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ

یہ چاروں اسلام کے عظیم فقہی ہیں

ان سب کے درمیان دلائل اور نکتہ نظر کی بنیاد پر اختلافات تھے

لیکن یہ سب ایک دوسرے کے اختلافات کو برداشت کرتے تھے

اور ایک دوسرے کی امامت میں نماز پڑھتے تھے

.....

غور وفکر کا مقام ہے کہ قرآن پاک میں **افلا یفقھون** کہہ کر

تمام دنیا کے انسانوں کو فقہ کا حکم دیا گیا ہے

''ایمان اور کردار ؟ زندگی کا سرمایہ''

☆ اس دنیا میں بے شمار قسم کے انسان پائے جاتے ہیں اور ان سب انسانوں کی الگ الگ شخصیات ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ انسان کی شخصیت کے تین بنیادی اجزاء ہوتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں ایک تو شخصیت قائم رہتی ہے اور دوسرے ان کی مدد سے شخصیت کی نشو ونما اور تکمیل ہوتی ہے۔

1۔ مال و دولت 2۔ صحت 3۔ کردار

انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کو مال و دولت یعنی مادی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جیسے خوراک، لباس، رہائش وغیرہ ان چیزوں کی عدم موجودگی میں کوئی بھی شخصیت پرورش نہیں پاسکتی ۔ یہ جس قدر معیاری اور اچھی ہوں گی اسی قدر انسان کے جسم کی بہتر نشو ونما ہوگی۔

☆ دوسری ضروری چیز صحت ہے اس کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ کسی بھی بیماری کی صورت میں انسان کی شخصیت مسخ ہوکر رہ جاتی ہے۔ یہ بیماری جسمانی ونفسیاتی دونوں قسم کی ہوسکتی ہیں جو کہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔ تیسری ضروری چیز انسان کا کردار یعنی اُس کے خیالات، نظریات ، اُصول وقوانین اور اعمال جن کے سہارے وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ انسان کے مکمل اور معیاری کردار کے لئے اُس کی زندگی کا بامقصد ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جس معیار کا کسی انسان کی زندگی کا مشن یعنی مقصد ہوتا ہے اسی معیار کی وہ زندگی ہوتی ہے۔

اس میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ انسان کی صحت کے لئے مال و دولت، صحت اور کردار بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ ان تینوں کی موجودگی اور مدد سے انسانی زندگی کی نشو ونما ہوتی ہے۔

☆ لیکن اگر ہم ان تینوں کا باہمی موازنہ یعنی مقابلہ کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ ایمان، کردار یعنی کریکٹر کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اگر انسان کے ہاتھ سے مال و دولت نکل جائے یعنی اس کا نقصان ہوجائے تو اس کے لئے بھاگ دوڑ کر کے اس کو پھر جمع کیا جاسکتا ہے تو یہ نقصان کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر انسان کی صحت کا نقصان ہوجائے یا اس کی موت واقع ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا کچھ نقصان ہوگیا ہے کیونکہ وہ انسان اس دنیا سے چلا گیا ہے اور دوسری دنیا میں داخل ہوگیا ہے جس کا ہم مکمل شعور نہیں رکھتے۔

☆ لیکن خیال رہے کہ اگر کسی انسان کا کردار یعنی ایمان اور ضابطہ حیات ختم ہوجائے تو پھر سمجھ لیں کہ اس کا سب کچھ ختم ہوگیا ہے کیونکہ کردار یعنی کریکٹر ختم ہونے سے دنیا کی اور آخرت کی زندگی دونوں بربادی کا شکار ہوجاتی ہیں ۔ کیونکہ اس دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامیابی کا تعلق انسان کے ایمان اور کردار سے ہوتا ہے نہ کہ مال و دولت سے اور اولاد سے۔ اس حقیقت کو بار بار قرآن میں بیان کیا گیا ہے اور تمام الہامی کتابیں اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہیں۔ مزید یہ کہ ہر انسان ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کر کے بھی اس حقیقت کو حاصل کرسکتا ہے لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کردار یعنی اپنی سوچ، خیالات، مصروفیات اور زندگی کے مقصد پر خاص توجہ دے تا کہ اُس کی زندگی بہتر سے بہتر ہوسکے۔

{اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝}

(الکہف 46:18)

''یہ مال اور یہ اولاد تو دینا کی زندگی کی زینت یعنی رونق ہے لیکن باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے لیے بہتر ہیں۔''

قرآن پاک کی اس بات کو عالمی معیار کی شہرت رکھنے والے دانشور شیکسپیئر نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

If wealth is lost nothing is lost and if health
is losts something is lost . But if character
is lost everything is lost.

☆ **ایک انٹرنیشنل حقیقت** ہے کہ ایمان اور کردار کی بے شمار اقسام یعنی معیار ہوتے ہیں جو کہ منفی اور مثبت دونوں قسم کے ہوتے ہیں انسان کے کردار کی اقسام کا بنیادی تعلق اس کی خصوصیات یعنی خوبیوں اور خامیوں سے ہوتا ہے۔ ان میں کمی بیشی علم، وقت اور سوچ کے ساتھ ہوتی رہتی ہے۔ لیکن عظیم تر کردار وہ ہوتے ہیں جو اپنی ذات سے ہٹ کر اپنی قوم، ملک اور دنیا کی مخلوق کے لیے کوئی بھی معمولی یا اعلیٰ کام کر جاتے ہیں۔ لیکن اُن کے اس کام کی کسی انسان کو خبر ہو یا نہ ہو کیونکہ خالقِ کائنات یعنی اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک حقیقت

سورہ البقرہ کی آیت نمبر 216 میں انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ

{كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ}

''تم پر جنگ یعنی لڑائی کو فرض کر دیا گیا ہے جس سے تم کو کراہت آتی ہے یعنی جو تم ناپسند کرتے ہو''

مسلمانوں نے سائنس کی آیات کا ترجمہ بہت ہی کمزور کیا ہے کیونکہ

انہوں نے پرانے ترجموں کی ہی تقلید کی ہے

اس لئے اللہ کا ترجمہ خدا، رب کا ترجمہ پروردگار

اور رسول کا ترجمہ پیغمبر کرتے ہیں۔

''صادق اور امین ؟ اللہ کے قوانین''

☆ آج کل پاکستان کے سیاستدان اور حکمران اس بحث اور مباحثے میں الجھے ہوئے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں شق نمبر 62 اور 63 کا ہونا یعنی حکمرانوں کا صادق اور امین ہونا ضروری ہے یا نہیں..... چند دن پہلے سینٹ سے یہ بل پاس کروا لیا گیا ہے کہ کسی بھی سیاستدان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صادق اور امین ہو۔ اس کے بعد یہ بل اسمبلی سے بھی پاس کروا لیا گیا ہے۔

☆ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی عظیم ترین کتاب قرآن پاک اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ دونوں الفاظ قرآن پاک اور عربی زبان کے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار جگہ پر استعمال کیا ہے۔

صادق ماده ص دق

لغوی اور اصطلاحی معنی : سچائی ، صاف صاف بات ،حق ، سچ بولنے والا ، سچا آدمی

امین ماده ام نامَنَ

لغوی اور اصطلاحی معنی : امن و امان ، امانت ، دوسروں کا حق ادا کرنے والا ، امانت دار

☆ دنیا میں یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین امت ہوتے ہوئے بھی اپنے آئین کی شق نمبر 62 اور 63 یعنی صادق اور امین ہونے کو پسند نہیں کرتے جب کہ جن ممالک کو ہم کافر ، منافق اور مشرک کہتے ہیں یعنی ترقی یافتہ اقوام نے صادق اور امین کو اپنے اپنے آئین اور معاشرتی اقدار کا حصہ بنایا ہوا ہے ۔ یہ ہمارے حکمرانوں اور عوام دونوں کے لئے شرم کا مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چاروں الہامی کتابوں یعنی توریت ، زبور، انجیل اور قرآن میں یہ اعلان کیا ہے کہ صادق اور امین بنو اور اسی میں تمہاری کامیابی ہے ورنہ تم آہستہ آہستہ اسی طرح تباہ ہو جاؤ گے جس طرح دوسری قومیں تباہ ہوتی رہی ہیں۔

☆ خیال رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین میں اس قدر طاقت اور برکت ہوتی ہے کہ دشمن بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں ۔ تمام ترقی یافتہ اقوام اور ممالک نے اسی واسطے ترقی کی ہے کہ وہاں کے سیاستدان کافی حد تک صادق اور امین ہیں کیونکہ یہ اُن کے آئین کی شق ہے۔

''کامیابی کے چند راز ؟ غور وفکر کی ضرورت''

☆ کامیاب زندگی گزارنے کے لئے چند ایک اُن بنیادی قوانین کو بیان کیا جارہا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں کیا ہے تا کہ یہ انسان دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی کامیاب ہو سکے۔ لہٰذا جو بھی انسان یا ملک ان قوانین اور ہدایات پر عمل کرے گا وہ یقینا کامیابی اور کامرانی سے سرفراز ہوگا۔

1۔توحید

اللہ کے کلمات، احکامات اور توحید کے قوانین یعنی فطرت کے قوانین کے مطابق زندگی گزاریں۔
توحید سے اپنے تعلق یعنی رشتے کو علم سے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

2۔عبادت

صرف اور صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کرنا، مشکل ترین حالات اور خوشحالی میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اُس کی کتاب سے رہنمائی حاصل کریں۔

3۔ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْن

زندگی کے ہر میدان میں یعنی صحت اور روزمرہ کے ہر کام میں ہمیشہ غور وفکر یعنی سوچ بچار سے کام لیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا قانون ہے جو زندگی کے ہر مقام پر نافذ ہوتا ہے اس کام کے لئے تنہائی میں غور وفکر کرنا بہت ضروری ہے۔ دنیا کے تمام رسولوں، مفکروں اور سائنسدانوں کو تنہائی میں غور وفکر کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے جس کی وجہ سے کسی کو تو نبوت مل گئی اور کسی نے بجلی اور کمپیوٹر ایجاد کیا۔ نبی پاک اور غارِ حرا کی مثال آپ کے سامنے ہے۔

4۔شوق اور جوش

انسان کی جو بھی خواہش اور مقصد ہو اُس کے لئے اُس کے دل میں شوق اور جوش کا پیدا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے رات کو سوتے وقت اور صبح اٹھتے وقت انسان کو پانچ منٹ تک اپنے دل میں اپنی خواہش اور مقصد کی تجدید کرنی چاہیے۔ اس کے لئے آپ کا بیٹھنا اٹھنا پر جوش اور پر عزم لوگوں میں ہونا چاہیے۔

5۔صفائی اور لباس

ہمیشہ لمبے لمبے سانس لیا کریں اپنے باطن اور ظاہر کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھیں، جاہل اور غصے والے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ روزانہ ایک وقت صبح یا رات کو غسل کرنے کی عادت اختیار کریں۔

6۔مثبت سوچ

منفی سوچ سے ہمیشہ پرہیز کیا کریں اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی ہمیشہ مثبت سوچا کریں کیونکہ منفی سوچ سے انسان کی ظاہری اور باطنی خوبیاں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔

7۔ ملاقات کا طریقہ

جب بھی کسی سے ملاقات ہوتو بڑے جوش وخروش سے ملا کریں تا کہ آپ کے اعصاب پر زیادہ سے زیادہ خوشگوار اثرات پڑسکیں۔ اس سے دونوں کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔

8۔ اعتدال اور توازن

روزمرہ اور زندگی کے ہر کام میں زیادہ سے زیادہ اعتدال اور توازن قائم کرنے کی کوشش کرتے رہا کریں اور اس توازن کو قائم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ صحت کا علم یا صحت کا تقویٰ حاصل کریں۔

9۔ وقت کی پابندی

کھانے پینے، سونے، واش روم اور روزمرہ کے معمولات میں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا کریں کیونکہ اس سے دل و دماغ کے اعصاب پر نہایت خوشگوار اثرات پڑتے ہیں اور وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔

10۔ دعا کی اہمیت

اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی ظاہری اور باطنی تمام صلاحیتوں کو استعمال کریں اور ان کو صبر کے ساتھ یعنی مسلسل محنت کے ساتھ جاری رکھیں۔ کیونکہ آخری اور حتمی فیصلہ تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن ہمارے جہاد یعنی کوشش اور محنت کے بعد۔

.....

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مُردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

نوٹ: ہمیشہ زندہ دلی اور جوش وخروش کے ساتھ زندگی گزارنے کی کوشش کریں یہاں تک کہ موت کو بھی توحید کی بنیاد پر مسکراتے ہوئے قبول کریں اس کے لئے مسلسل پریکٹس کی ضرورت ہوتی ہے۔

''انسان کا درجہ یعنی مقام ؟ اعمال کی بنیاد پر''

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بات ہمیں صاف صاف بتا دی ہے کہ ہر انسان کا ایک حقیقی درجہ یعنی مقام ہوتا ہے اور یہ درجہ اور مقام صرف اُس کے اعمال کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس درجے کو مکمل طور پر صرف وہی پاک ذات جانتی ہے کیونکہ انسان کے نفس یعنی روح اور جسم کا نظام اس قدر وسیع اور پیچیدہ ہے کہ دنیا کے بیس تیس سکالر، ڈاکٹرز اور نفسیات کے ماہرین بھی مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتے کیونکہ انسان کے جسم اور روح کے اندر بے شمار مرئی اور غیر مرئی یعنی Visible and invisible ایسے خلیے (Cells) ہوتے ہیں جو منفی اور مثبت دونوں قسم کے ہوتے ہیں اُن سب کو پہچاننا کسی ڈاکٹر کے بس کا روگ نہیں۔

☆ حیرانی کی بات یہ ہے کہ کسی بھی انسان کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا کونسا حقیقی درجہ یعنی مقام ہے کیونکہ انسان کے اندازِ فکر کا جو تعلق اس کے جذبات اور احساسات سے ہوتا جس طرح کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اور شیطان کی نفرت کو بیان نہیں کر سکتا ہے کیونکہ احساسات کو سمجھنا اور بیان کرنا خود انسان کے اپنے بس میں بھی نہیں ہوتا۔ انسان کا کام تو صرف اپنی سوچ اور ضرورت کے مطابق منفی یا مثبت کام کرنا ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ اقبال جو ایشیا کے ایک عظیم مفکر تھے انہوں نے اپنی زندگی میں بے شمار ایسے مثبت کام کیے جن کی وجہ سے اُن کی شخصیت ایک روشن ستارے کی طرح ہے لیکن وہ بھی اپنے درجے اور مقام کو نہیں سمجھ سکے اور نہ ہی وہ خود جانتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شعر میں خود اپنے متعلق کہتے ہیں :

اقبال بھی اقبال سے، آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں، واللہ نہیں ہے

☆ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر، سائنسدان اور فلاسفر انسانیت کے لیے کام کرتے کرتے اپنی زندگیاں گزار دیتے ہیں لیکن پھر بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی بڑا کام نہیں کیا یعنی کہ اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ ہر انسان اور ہر ملک کا جو حقیقی درجہ اللہ کے ہاں ہوتا ہے وہ صرف اور صرف اعمال کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے : **ولکل درجات من ما عملو** تمام لوگوں کے اعمال کے لحاظ سے درجے ہوتے ہیں لہٰذا ایک انسان کا درجہ دوسرا انسان نہیں جان سکتا لیکن لیکن اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک تاریخ اور ایک حقیقت

ابراہیم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہم السلام کے بارے میں
قرآن پاک نے اسلام اور مسلمین کے الفاظ استعمال کیے ہیں

لہٰذا

قرآن کے مطابق

تمام رسول اور تمام نبیؑ مسلمان تھے
لیکن تاریخ کے ارتقائی عمل

اور

انسان کی غلطیوں اور
مفاد پرستیوں کی وجہ سے کوئی یہودی،
کوئی عیسائی اور کوئی مسلمان بن گیا۔

''آخری فیصلے کے اختیارات ؟ اللہ تعالیٰ کے پاس''

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کی صحت کے زیادہ تر اختیارات اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں جس طرح کہ دل کی دھڑکن، خون کی گردش اور پورا نظامِ زندگی! لیکن 30 فیصد اختیارات انسان کو بھی دیے گئے ہیں۔ جس طرح کہ نیکی و بدی اور اچھائی اور برائی کے اختیارات! زندگی اور کائنات کے تمام حقائق کو الہامی کتابوں میں بیان کرنے کے بعد انسان کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند سے زندگی کا راستہ اختیار کرے۔

☆ قرآن حمید ایک عظیم ترین کتاب ہے جس کو مکمل سمجھنا کسی بھی بڑے سے بڑے عالم کے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ قرآن کا علم لامحدود اور تمام زمانوں کے لئے ہے جبکہ انسان کا علم صرف اس کے اپنے زمانے کے لئے ہے اور اس کی عقل بھی محدود ہے۔

☆ اس لئے ہر عالم اور ہر انسان قرآن کو اتنا ہی سمجھ سکتا ہے جتنی اس کے پاس عقل ہوتی ہے کیونکہ کوئی بھی انسان یا عالم عقل کل نہیں رکھتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ التغابن کی آیت نمبر 16 میں حکم دیا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو جتنی تمہاری استطاعت یعنی تمہارے بس میں ہو۔

☆ 10 کتابیں پڑھنے اور 10 علماء سے علم حاصل کرنے کے بعد ہر انسان کو اپنا آخری فیصلہ ہمیشہ اپنے ذاتی الہام، دل و دماغ اور ضمیر کی آواز کے مطابق کرنا چاہئے کیونکہ ہر انسان کا علم، اور اس کے تجربات، مشاہدات، بصیرت اور حالات و واقعات ہمیشہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں کئی ایک مقامات پر انسان کو بہرہ، گونگا اور اندھا بننے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اندھی تقلید خواہ والدین کی ہو یا معاشرے کی ہو وہ انسان کی فطری صلاحیتوں کو ختم کر کے خاک میں ملا دیتی ہے۔

اسی بات کو سورۃ الشّمس 7-10:91 میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو ایک دوسرے طریقے یعنی انداز سے بیان کیا:

''اور قسم ہے نفس کی کہ ہم نے اس کو بہترین انداز اور توازن سے بنایا اور پھر اس نفس کو بدی اور نیکی کا الہام کر دیا گیا اور یقیناً وہ فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا یعنی بنایا اور سنوارا۔ اور یقیناً وہ ناکام ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خاک میں ملا دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں کو اپنی اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے اور ظاہر کرنے کے لئے یہ تاکید کی ہے کہ

1۔ افلاتعقلون: تم اپنی عقل کو استعمال کیوں نہیں کرتے؟
2۔ افلاتدبرون: تم تدبر سے یعنی غور و فکر سے کام کیوں نہیں کرتے؟
3۔ افلاتبصرون: تم اپنی بصیرت یعنی دل و دماغ کی آنکھ سے کام کیوں نہیں لیتے؟
4۔ افلایفقھون: تم اپنی فقہ یعنی سمجھ بوجھ سے کام کیوں نہیں کرتے؟

☆ اب ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان تاکیدی الفاظ کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی گزارے۔ مختصر یہ کہ مندرجہ بالا آیات، ہدایات اور احکامات کی روشنی میں تمام انسانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق تمام ذرائع سے علم حاصل کرنے کے بعد اپنا آخری فیصلہ ہمیشہ اپنے الہام، بصیرت اور ضمیر کی آواز کے مطابق کرے۔

ایسا نہ کرنے سے مندرجہ بالا آیات کی خلاف ورزی ہوجائے گی اگر آپ دنیا کے مختلف مفکرین اور سائنسدانوں کی زندگی پر غور و فکر کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ سب کے سب اپنے آخری فیصلے ہمیشہ غور سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں۔

"عظیم انسان"

دنیا کے عظیم انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسلیم و رضا

پر خوش رہتے ہیں

خواہ اُن کی زندگی میں خوشی آئے یا غم

خواہ اُن پر غربت آئے یا امارت

کیونکہ

دنیا کی کامیابی ایک عارضی کامیابی ہے

جبکہ

اصل اور حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔

مسلمانوں کا زوال

مسلمانوں کے زوال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ
مسلمان قرآن کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور اگر کچھ
سمجھ آتا بھی ہے تو اس پر بھی عمل نہیں کرتے۔

انسان اور مٹی

انسان کو مٹی کے تمام عناصر سے بنایا گیا ہے جیسا کہ
علامہ اقبال نے اس حقیقت کو اپنے مندرجہ زیل شعر
میں بیان کیا ہے

مرے خاک وخوں سے تُو نے، یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلہ شہید کیا ہے، تب و تابِ جاودانہ

علامہ اقبال

''خوف اور حزن ؟ ایک نفسیاتی بیماری''

☆ یہ دونوں قرآنِ عظیم کے الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں الفاظ کو بار بار بیان کیا ہے اور ہر بار ایک مختلف انداز میں استعمال کیا ہے کیونکہ دنیا کے ہر انسان کا زندگی میں خوف اور حزن سے کئی مرتبہ واسطہ پڑتا ہے۔

خیال رکھیں کہ مستقبل میں پیش آنے والے خوف وخطر اور تمام خطرات کا تعلق خوف سے ہوتا ہے جبکہ ماضی میں گزرے ہوئے غموں اور پریشانیوں کا تعلق حزن سے ہوتا ہے۔ سورالاعراف کی آیت نمبر 35 میں انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ {فَمَنِ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ O}

☆''پس جس کسی نے بھی تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی پھر اُس کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی حزن یعنی ماضی کا غم'

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کی زندگی اور موت کے مقاصد کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے تاکہ موت کا خوف اس کے دل و دماغ سے ختم ہوجائے.....سورہ البقرہ کی آیت نمبر 155 ، آل عمران کی آیت نمبر 186، سورہ العنکبوت کی 1 ، 2 ، 3اور سورہ الملک کی آیت نمبر 2 میں دنیا کے تمام لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ ''ہم تمہیں ضرور خوف، بھوک ، مال و دولت اور دنیا کے تمام ساز و سامان کے ساتھ تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ دنیا میں سب سے اچھے عمل یعنی کام کون کرتا ہے''.....خوف اور حزن یعنی غم ایسی نفسیاتی بیماریاں ہیں جس کی وجہ سے انسان کی شخصیت مسخ ہوتے ہوتے آخر تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے احکامات اور قوانین کی پیروی کرنے کا کہا ہے تاکہ ہم ان بیماریوں سے بچ کر ایک کامیاب زندگی گزار سکیں ۔.....سورہ یونس کی آیت نمبر 62، 63 الاحکاف کی آیت کی نمبر 13 اور حٰم السجدہ کی آیت نمبر 30 میں دنیا کے تمام انسانوں یعنی قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک کے سب لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ

''اس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ کرنا کہ جو بھی لوگ اپنے دل و دماغ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں اور پھر اس پر مکمل استحکام یعنی مکمل مضبوطی سے قائم رہتے ہیں اُن کی زندگی میں خوف وحزن ہرگز نہیں ہوتا۔''

☆ دنیا کے جو بھی لوگ اپنے دل و دماغ اور تحت الشعور میں توحید اور رسالت کے احکامات اور قوانین کو پیوست کر دیتے ہیں یعنی جذب کر دیتے ہیں وہ موت کے خوف سے نہیں گھبراتے بلکہ ہنس کر قبول کر لیتے ہیں جیسا کہ

نشانِ مردِ مومن باتو گویم چو مرگ آید تبسم برلب اوست

(علامہ اقبال)

میں تجھے بتاتا ہوں کہ مردِ مومن کی نشانی کیا ہے کہ جب اُس کو موت آتی ہے تو اُس کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔

''سکون اور سرور ؟ صحت کی ایک نشانی''

☆ خوف اور حزن کے مقابلے میں سکون اور سرور ایسے الفاظ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ذکر ہے کہ ''ہم نے دن کو محنت مشقت اور رات کو سکون اور تسکین کے لیے بنایا۔'' یہی وجہ ہے کہ رات کو آرام کرنے کے بعد صبح سویرے ہر انسان تازہ دم ہوجاتا ہے۔ سورہ التوبہ کی آیت نمبر 103 میں بھی سکون کی حقیقت بتائی جارہی ہے کہ

''إِنَّ صَلاتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ''

''اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ تمہاری صلوٰۃ یعنی نماز اور دعا میں مکمل سکون ہے۔''

☆ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم اور روح یعنی دل و دماغ کے سکون، تسکین اور آرام کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں کچھ نعمتیں تو ایسی ہیں جو کہ قدرتی اور فطری ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں جن کو انسان نے اپنی محنت سے بنایا ہوتا ہے۔ جس طرح کہ سیب، آم اور انگور اللہ تعالیٰ کی فطری نعمتیں ہیں لیکن ترقی یافتہ ممالک نے ان نعمتوں کا تذکیہ یعنی انہی نعمتوں کو بنایا اور سنوارا ہوتا ہے اس سے ان کی نشوونما ہوتی ہے مثال کے طور پر ترقی یافتہ قوم نے تمام پھلوں کی ضمنی مصنوعات یعنی (By product) جام، جوس، چٹنی اور چاکلیٹ وغیرہ تیار کر کے پھلوں کا تزکیہ کرنے کا حق ادا کر دیا۔

☆ دنیا کے جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین کا علم حاصل کرتے ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں ان کی زندگی میں ہمیشہ تروتازگی اور کیف وسرور رہتا ہے لیکن اس کے معیار کا انحصار بھی ہر انسان کی محنت اور کوشش پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورہ الدھر کی آیت نمبر 11 میں اُس پاک ذات نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ

وَلَقَاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا O ''اور اللہ تعالیٰ اُن کو تروتازگی اور سرور عطا کرتا ہے''۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جسم کی نشوونما کے لئے اس قدر زیادہ نعمتیں پیدا کی ہیں کہ دنیا کے 70 سے 80 فیصد لوگ اُن کو جانتے ہی نہیں۔ جسمانی نعمتوں کے ساتھ اُس پاک ذات نے انسان کی روح یعنی دل و دماغ کے سکون اور سرور کے لیے بھی بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں جو علم عبادات، تقویٰ، ادب اور موسیقی کے اندر پوشیدہ ہیں جن کو ہر انسان اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق تلاش کر کے اُن سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

لیکن خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مکمل فائدہ اٹھانے کے لئے اعتدال اور توازن

بہت ضروری ہے۔ جیسے کسی انسان کے اعتدال اور توازن کا معیار ہوگا ویسا ہی اُس کو فائدہ ہوگا۔

''خوشی کے آنسو ؟ آنسوؤں کی ایک قسم''

☆ دنیا کے مفکرین کا خیال ہے کہ آنسوؤں کی بھی کئی ایک اقسام ہوتی ہیں لیکن زیادہ تر غم کے آنسو، درد کے آنسو، محبت کے آنسو، اللہ اور انسان کے خوف کے آنسو اور خوشی کے آنسو بہت مشہور ہیں کیونکہ ان سے اکثر لوگوں کا واسطہ پڑتا رہتا ہے لیکن سب سے زیادہ قیمتی وہ آنسو ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت سے انسان کی آنکھ سے نکلتے ہیں مگر یہ اُن لوگوں کے نکلتے ہیں جو بہت ہی غور وفکر کرنے والے اور حساس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔

☆ میرا زندگی میں کئی ایک مختلف لوگوں سے واسطہ پڑا ہے لیکن ناروے میں رہنے والے دو انسانوں کو میں کبھی نہیں فراموش کرسکتا کیونکہ اُن کی سیرت اور کردار کی مضبوطی کو میں نے بڑے قریب سے دیکھا ہے ایک کا نام نذیر شاہ اور دوسرے خالد فاروق ہیں ان دونوں کا شمار یورپ میں رہنے والے اُن متقی لوگوں میں ہوتا ہے جن پر یورپ کی رنگینیاں اور عیش وعشرت کا ذرہ بھی اثر نہیں پڑ سکا کیونکہ اُن کے لاشعور اور تحت الشعور میں اللہ تعالیٰ کی محبت موجزن ہے۔

☆ ایک عالمِ دین کا فتویٰ ہے کہ یورپ میں رہ کر جو لوگ اللہ کے خوف سے عیش وعشرت میں نہیں پڑتے وہ موجودہ زمانے کے ولی ہیں کیونکہ دنیا کی تمام سہولیات اور عیش وعشرت کے سامان ہونے کے باوجود اپنے دل و دماغ سے اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی کرنا ایک عظیم کام ہے۔

☆ میرے ایک ناروے کے دوست نذیر شاہ نے مجھے بتایا کہ جب وہ پاکستان آیا تو اس نے اپنے گاؤں کے ایک سفید پوش محلہ دار کو غریب سمجھ کر ایک ہزار روپے کا نوٹ دے دیا تو اُس انسان نے بے ساختہ رونا شروع کر دیا۔ جب میں نے اُس سے وجہ پوچھی تو وہ خاموش رہا اور کوئی بھی جواب نہ دے سکا لیکن جب گھر آ کر میں نے غور وفکر کیا تو یہ تو مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ اُس کے آنسو خوشی کے تھے یا غم کے.....لیکن یہ مجھے ضرور معلوم ہوگیا کہ وہ انسان شرافت، خلوص اور جذبات واحساس کے اُس مقام پر تھا جس مقام کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جان اور پہچان سکتی ہے۔ کیونکہ وہ پاک ذات انسان کے دلوں کے بھید کو بھی جانتی ہے۔

نفسیات کے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ

''جو آنسو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف کی وجہ سے نکلتے ہیں وہ انسان کے جسم اور روح کی نشوونما کرتے ہیں''

''تعصب کی بیماری ؟ معاشرے کے اثرات''

☆ اس کتاب کا مصنف جب اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنی ذاتی تاریخ سے یعنی اپنے تجربات اور مشاہدات سے سبق حاصل کرے ۔قرآن پاک میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ اپنی ذات سے عبرت حاصل کرو۔ ایسا کرنے سے مصنف کو محسوس ہوتا ہے کہ اُس نے تعصب کی بیماری یعنی اپنے ماحول اور اپنی ذاتی سوچ کی اندھی تقلید کی وجہ سے کافی نقصان اٹھایا ہے مزید سوچنے سے محسوس ہوتا ہے کہ دنیا کے اکثر انسان تعصب کی وجہ سے بہت نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ وہ جدید تحقیق اور خیالات کو تسلیم نہیں کرتے۔

تعصب یعنی Prejudice اور Bias کی بیماری

☆ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کے دل و دماغ کو مفلوج کر کے رکھ دیتی ہے اس بیماری کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی کم عملی اور جہالت کی وجہ سے اپنے پرانے خیالات پر اڑے رہتے ہیں اور نئے خیالات اور نظریات کو قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے بچپن کے خیالات اور معاشرتی خیالات پر اڑے رہتے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں میں کسی لچک اور تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ لوگ زندگی کے کسی شعبے میں وہ ترقی نہیں کر سکتے جو اُن کو کرنی چاہیے اور نہ ہی زندگی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

☆ ویسے تو پوری دنیا میں ہی اس بیماری کے شکار لوگ ہیں لیکن ایشیا اور افریقہ میں اس بیماری کے زیادہ لوگ موجود ہیں۔ پاکستان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی تعصب کی بیماری کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں ملک کافر ہے فلاں شہر کے لوگ اچھے ہیں اور فلاں کے بُرے۔اسی طرح فلاں برادری بری ہے اور فلاں اچھی۔ یہ سب پروپیگنڈہ اور اندھی تقلید کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ علمی اور معاشی غربت کے مارے ہوئے لوگ آزادانہ سوچ نہیں رکھ سکتے۔ یہ لوگ دنیا اور آخرت میں ترقی کرنے کی بجائے زوال کا شکار ہوتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ جہالت ضد بازی اور رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے یہ مریض اپنے پرانے خیالات کسی بھی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے۔ جبکہ علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اَڑنا
منزل یہی کٹھن ہے، قوموں کی زندگی میں

اس بیماری کا علاج

مصنف نے اس نفسیاتی بیماری کا علاج بڑی کوشش اور محنت سے حاصل کیا ہے تا کہ اس کو اور دوسرے لوگوں کو فائدہ ہو سکے اس بیماری کا ایک کامیاب ترین علاج یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی کسی بھی کتاب سے اپنا رشتہ مضبوط کرے خاص کر قرآن پاک سے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب ہے۔

☆ تعصب کے علاج کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی ہم قرآن پاک کو پڑھیں ہم بحیثیت انسان اس کتاب کو پڑھیں اور اپنے آپ کو یہودی، عیسائی، مسلمان، سنی، شیعہ، دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی، نقشبندی، سہروردی، چشتیہ، قادری اور عطاری کے خیالات سے اپنے آپ کو پاک کر کے پڑھیں کیونکہ قرآن کا مخاطب انسان ہے اور یہ پوری دنیا کے انسانوں سے تقریر کے انداز میں بات کرتا ہے اور یہ تمام تقاریر قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان تحقیق کرتے وقت قرآن پاک ہی سے رجوع کرتے ہیں۔

☆ قرآنی الفاظ کے لغوی معنی، اصطلاحی معنی اور لغوی تشریح کو سامنے رکھ کر سمجھنے سے انسان کو وراثت اور معاشرے سے ملنے والے کمزور خیالات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس طرح مکمل حقیقت اور سچی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے خیال رہے کہ حقیقی اسلام وہی ہے جو قرآن میں تحریر کیا گیا ہے جس کو مکمل اور 100 فیصد سمجھنا کسی سائنسدان یا عالم کے بس کی بات نہیں ہے ہر انسان اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق اس کو سمجھتا ہے اور بیان کرتا ہے لیکن افسوس کہ ایک عالم دوسرے عالم میں نقص نکال کر اپنی برتری قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ اس کا اپنا اور ذاتی سچ ہوتا ہے لیکن مکمل اور حتمی سچ نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ

{وفوق کل ذی علمٍ علیم} (یوسف 76:12)

"ہر عالم کے اوپر ایک بڑا عالم ہے۔"

☆ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے ہر انسان اور ہر ملک کا اپنا اپنا سچ ہوتا ہے جو مکمل اور حتمی ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اُس میں اُس کا ذاتی علم، تجربہ اور مشاہدہ شامل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انسانوں اور تمام ممالک کے سچ میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ حتمی اور مکمل سچ صرف اور صرف الہامی کتابوں میں ہی ہوتا ہے جو نہ تو تبدیل ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں ترمیم کی کوئی گنجائش ہوتی ہے۔

.....

چمن میں تلخ نوائی، میری گوارا کر

کہ زہر بھی کبھی، کرتا ہے کارِ تریاقی

علامہ اقبالؒ

''کینسر کی بیماری ؟ قانونِ فطرت سے وابستہ''

☆ کینسر موجودہ زمانے کی ایک ایسی خطرناک بیماری ہے جس کا علاج غریب ممالک میں کرانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے کیونکہ غریب ممالک کے پاس اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کے خزانے بہت کم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں پر انسان کے علاج کو بھی کاروبار بنا لیا جاتا ہے تاکہ وہاں کے ڈاکٹر زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر سکیں ۔

☆ دنیا کے غریب ممالک کے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت تو بہت زیادہ کرتے ہیں لیکن اُس علم وحکمت کی حقیقت اور اہمیت سے بہت ہی کم آشنا ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سمجھنے اور غور وفکر کرنے کے لئے نہیں پڑھتے بلکہ صرف عبادت اور ثواب کیلئے پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس عظیم کتاب اور ہدایت سے وہ فائدے نہیں اُٹھا سکتے جو اُن کو اُٹھانے چاہئیں ۔ آخر کار ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ایسے معاشرے اور ممالک مختلف بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں کیونکہ جس قدر بھی کوئی معاشرہ یا ملک اللہ تعالیٰ کے احکامات یعنی (Directions) سے دور ہوتا ہے اُسی قدر اُس میں مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور آخر وہ وقت آتا ہے کہ وہ معاشرہ یا ملک ایک موذی بیماری یعنی کینسر کا شکار ہوجاتا ہے۔

☆ قرآن عظیم کے اکثر مفکرین اور مدبرین کا خیال ہے کہ پاکستان کا معاشرہ قرآن کے احکامات سے دور ہوکر مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہوتے آج کل کینسر کی بیماری کا شکار ہوچکا ہے اور یہ بیماری آخری سٹیج پر ہے کیونکہ کینسر کے یہ جراثیم جسم کے مختلف حصوں میں پھیلتے پھیلتے اب خون میں بھی شامل ہوچکے ہیں جس کا علاج بہت ہی مشکل ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں ہے کیونکہ خالقِ کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ سورہ الانفال آیت 24 میں یہ دعویٰ ہے کہ

{اِذَادَعَاکُمْ لِمَایُحْیِیْکُمْ}

''جب کوئی اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کو زندگی دیتا ہے ۔''

☆ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم اور ہمارے حکمران اس عظیم کتاب سے بہت دور ہوتے ہوتے دن بدن مزید دور ہوتے جارہے ہیں جب کہ ترقی یافتہ ممالک اسی کتاب کے عظیم قوانین پر عمل کرتے کرتے ترقی کی منزلیں طے کرتے جارہے ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے لیکن قوانینِ فطرت سے دوری اور

علم وحکمت کی کمی کی وجہ سے اُن کو کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے کیونکہ جو انسان جس معاشرے اور ملک میں پرورش پاتا ہے وہ اُسی کو سچ اور حقیقت سمجھتا ہے۔

''معاشرے کی اندھی تقلید ؟ جہالت کی نشانی''

☆ **اللہ تعالیٰ** نے اپنی کتابوں یعنی تورات ، زبور، انجیل اور قرآن میں سے کسی ایک کتاب میں بھی انسان کو یہ تاکید نہیں کی کہ وہ اپنے والدین اور معاشرے کی اندھی تقلید یعنی پیروی کرے کیونکہ قرآن چاہتا ہے کہ ہر انسان اپنے حواس خمسہ اور اپنا علم وعقل کو استعمال کرے تاکہ وہ دنیا وآخرت میں زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکے۔

☆ **قرآن پاک** میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اس کے علاوہ اللہ نے کسی بھی انسان کی اندھی پیروی کرنے کے لئے حکم نہیں دیا۔ مندرجہ ذیل آیات سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ والدین اور معاشرے کی اندھی تقلید انسان کے لئے بہت نقصان دہ اور تباہی کا سبب ہوتی ہے۔

{إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ O} (الانفال 22:8)

''یقیناً اللہ کے نزدیک تمام جانوروں سے بدتر وہ بہرے اور گونگے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی عقل یعنی سمجھ سے کام نہیں لیتے۔''

☆ یہ قابل غور اور قابل یقین حقیقت ہے کہ اندھی تقلید اور جہالت کی وجہ سے ہمارے ملک کے اکثر لوگ قرآن پاک سے دور ہیں جس کی وجہ سے ہم جہالت کی زندگی بسر کرتے ہوئے تباہی کی طرف جا رہے ہیں لیکن ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں جبکہ روایتی غیر مسلم اس عظیم کتاب کے احکامات وقوانین پر عمل کر کے ترقی کی طرف جا رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم پھر بھی اس خوش فہمی میں زندگی گزار رہے ہیں کہ اللہ ہم سے خوش ہے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جس قدر کسی سے خوش ہوتا ہے تو اسی قدر اس کے آثار اس انسان اور معاشرے میں نظر آتے ہیں اور نظر آنے چاہئیں کیونکہ اللہ کا اسلام دنیا اور پوری کائنات میں اس طرح چھایا ہوا ہے کہ جس کے تحت تمام نظام کائنات چل رہا ہے جس کو ہم قوانین فطرت یعنی (Natural Fundamental Laws) کہتے ہیں۔ ہم اس خوش فہمی میں ہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اس لیے ہم جنت میں جائیں گے۔ جبکہ کلمہ پڑھنے کے بعد ہم اللہ کے احکامات وقوانین کی پابندی نہیں کرتے بلکہ اُن کو پامال کرتے ہیں۔ خاص کر ہمارے حکمران حضرات.....

☆ **پاکستان** بننے کے بعد آج تک کسی حکمران کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ قرآن کے بنیادی دو احکامات وقوانین کو اپنی زندگی اور ملکی زندگی میں نافذ کر سکے۔ جیسے وقت کی پابندی اور وعدے کی پابندی وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن پاک کو غور وفکر سے پڑھیں اور سمجھیں تاکہ ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ نہ کہ اپنے والدین اور معاشرے کی اندھی تقلید کر کے کولہو کے بیل کی طرح زندگی گزاریں اور پھر اس طرح زندگی گزارتے گزارتے قبروں میں چلے جائیں۔

سورہ فرقان کی آیت نمبر 73 میں اللہ تعالیٰ انسان کی رہنمائی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ

کچھ لوگ وہ ہیں کہ جب میری آیات کے ذریعے اُن کو نصیحت کی
جاتی ہے تو اُن پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں گرتے۔

''جسم اور خیالات کی تبدیلی ؟ فطرت کا تقاضا''

☆ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو فطرت اور قدرت کے قوانین کے مطابق اس کے جسم اور دل و دماغ تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے اور مسلسل ہوتی رہتی ہے۔ یہ سلسلہ پوری زندگی جاری رہتا ہے یہاں تک کہ انسان موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ جس طرح انسان کے جسم کی نشوونما کے لیے تبدیلی ضروری ہوتی ہے اُسی طرح اُس کے خیالات کے لیے بھی یہ تبدیلی بہت ضروری ہوتی ہے۔ ویسے تو یہ خیالات عمر اور ماحول کے مطابق تبدیل ہوتے ہیں لیکن تعلیم اور علم کے ساتھ انسان کے جو خیالات تبدیل ہوتے ہیں وہ زیادہ مستند اور طاقتور ہوتے ہیں کیونکہ اُن میں مفکروں اور دانشوروں کے تجربات اور مشاہدات شامل ہوتے ہیں۔

☆ دنیا کے اکثر لوگوں کے خیالات تعلیم اور علم ہونے کے باوجود بھی تبدیل نہیں ہوتے کیونکہ تعصب، ضد بازی اور جہالت کی بیماری کی وجہ سے انسان اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا لیکن جب انسان کو مختلف قسم کے تجربات اور مشاہدات ہوتے ہیں تو پھر اُن پر غور وفکر کرنے کے بعد اُس کا یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیالات کو تبدیل کر کے اپنی زندگی میں انقلاب لائے۔ لیکن اگر کوئی انسان پھر بھی اپنے خیالات تبدیل نہیں کرتا تو پھر وہ انسان کی شکل میں جانور ہی ہوتا ہے .....انسان تو پھر انسان ہے بے جان چیزوں کی اہمیت اور نشوونما بھی تبدیلی ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اگر ہم گزشتہ 50 سال میں بے جان چیزوں میں ہونے والی تبدیلیوں پر غور و فکر کریں تو ہمیں یہ حقیقت سمجھ آجائے گی جیسا کہ لوہے، لکڑی، کپڑے اور دیگر الیکٹرانک کی مصنوعات میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جن کو دیکھ کر افریقہ اور ایشیا کے لوگ حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں۔

☆ یاد رکھیں کہ ویسے تو ہر انسان کی زندگی میں تبدیلی آتی ہے لیکن تمام انسانوں کی تبدیلیوں میں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق 10 فی صد سے لے کر 90 فیصد تک ہوسکتا ہے۔ یہ تبدیلی ہر زندگی کی نشوونما کے لیے ضروری ہوتی ہے لیکن جو تبدیلیاں اور انقلاب الہامی کتابوں کی بنیاد پر آتے ہیں وہ زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ دنیا کے عظیم لوگوں کا تعلق بھی انہی کتابوں سے ہوتا ہے جو لوگ اپنی زندگی میں تبدیلی نہیں کر سکتے وہ ظاہری طور پر تو انسان ہوتے ہی لیکن حقیقت میں جانور! علامہ اقبال کا بھی زندگی اور انسان کے بارے میں یہی خیال ہے۔

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات، کشمکش انقلاب

''دعا اور اس کے اجزا ؟ علم اور عمل''

☆ **اللہ تعالیٰ** نے آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک بے شمار دعائیں انسان کو سکھائی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں بے شمار دعائیں ہمیں ملتی ہیں جن سے ہم اپنی زندگی کی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں

☆ **قرآن** میں دعا کا یہ سلسلہ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد e سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ ان تمام دعاؤں کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے کہ انسان اس دنیا میں کامیاب سے کامیاب زندگی گزار کر آخرت کی زندگی میں بھی کامیاب ہو سکے۔

☆ **قرآن پاک** انسان کو ایک حیران کرنے والے کتاب ہے کیونکہ اس کتاب میں یہ خوبی ہے کہ جو بھی انسان اس کو جس بھی اندازِ نظر یعنی Vision اور Mindset سے بھی دیکھتا ہے یہ اس کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ دعاؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر اس کو دیکھا جائے تو پھر یہ کتاب انسان کو دعائیں بھی بتاتی ہے اور پھر دعاؤں کا جواب بھی خود ہی بتا دیتی ہے۔ یعنی کہ انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے سوال و جواب کی طرح حقیقت کو بیان کرتی ہے جیسا کہ انسان کی فطرت اور ضرورت ہے

☆ **یوں** تو قرآن میں بے شمار دعاؤں کا ذکر ہے لیکن سب سے مشہور اور ضروری دعا سورہ فاتحہ ہے جو کہ صلوٰۃ یعنی نماز کا بنیادی حصہ ہے کیونکہ صلوٰۃ یعنی نماز میں یہ دعا اگر نہ پڑھی جائے تو پھر صلوٰہ یعنی نماز مکمل ہی نہیں ہوتی ۔ مزید برآں اگر ہم ذرا غور و فکر کرتے ہوئے یعنی سورہ فاتحہ کا تجزیہ کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ دعا انسان کی وہ بنیادی ضرورت اور خواہش ہے جو کہ اس کی زندگی کا حصہ ہے۔ حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس دعا کا جواب پورے قرآن پاک میں بیان کر دیا ہے۔ جو کہ بڑی تفصیل کے ساتھ اور فیصلہ کن انداز میں ہے اب جس انسان کی جتنی ہمت اور کوشش ہے وہ پہلے اپنی دعا کا علم حاصل کرے اور پھر اس علم پر عمل کر کے دعا کرے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

☆ **دعا** کے قبول ہونے کے بے شمار طریقے ہیں جو کہ انسان کی عقل سے بالا تر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے سامنے انسان کی عقل بہت ہی محدود ہے۔ انسان کی اپنی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب دعا کے تقاضے یعنی کہ ضروریات کو پورا کیا جائے ۔ خیال رہے کہ ہر دعا کی دو بنیادی ضروریات ہوتی ہیں۔ ہر دعا کی پہلی ضرورت علم اور دوسری ضرورت عمل ہوتی ہے۔ یعنی کہ علم اور عمل دونوں ہر دعا کی بنیادی ضروریات ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے کافی بنانی ہے یا کمپیوٹر بنانا ہے تو سب سے پہلے کافی بنانے اور کمپیوٹر بنانے کا علم ہونا چاہیے۔ پھر آپ کے پاس وہ تمام وسائل یعنی چیزیں ہونی چاہئیں جن سے کافی اور کمپیوٹر بنا سکیں۔ انسان کی اکثر دعائیں علم اور عمل کی بنیاد پر ہی پوری ہوتی ہیں۔ جن کی وجہ سے انسان نے بلا تفریق یہودی، عیسائی، مسلمان، بدھ مت، کمیونسٹ، اور غیر مسلم ترقی کی منزلیں

طے کرتا ہے۔

تحقیق کرنے سے دنیا میں یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ علم اور عمل کی بنیاد پر ہی اکثر کام ہوتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں دعا کو علم اور عمل سے پہلے، درمیان میں اور آخر میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ جو کہ مسبب الاسباب بھی ہے ہمارے لیے آسانیاں اور راستے بنا دیتا ہے۔

لیکن افسوس کہ مجھ سمیت ہم تمام لوگوں نے 90 فیصد صرف دعاؤں کا سہارا لیتے ہیں لیکن علم اور عمل کی اُن آیات کو بھول جاتے ہیں جن کا قرآن میں بے شمار مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔

تعصب اور اندھی تقلید

تعصب کی بیماری اور اندھی تقلید سے جب انسان آزاد ہوتا ہے تو پھر اس کے لئے ترقی کے دروازے کھل جاتے ہیں لیکن ان بیماریوں سے 100 فیصد آزاد ہونا ناممکن ہوتا ہے۔

''قرآن اور عقل ؟ اللہ تعالیٰ کی تاکید''

☆ قرآن پاک اور عقل کا باہمی رشتہ بہت ہی مضبوط ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کے لفظ کو قرآن میں بار بار استعمال کیا ہے اور مختلف انداز میں استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کو چالیس مرتبہ براہ راست استعمال کیا گیا ہے اور بے شمار مرتبہ فکر، تدبر اور علم کے ذریعے استعمال کیا گیا ہے اور انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ان نعمتوں کو استعمال کرے اور اُن سے فائدے اٹھائے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کا انسان علم اور عقل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور وسعت کو نہ ہی سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا اندازہ کرسکتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف صاف فرما دیا ہے کہ

{اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا} (فاطر 28:35)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ علم والے بندے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں''۔

☆ دنیا کے اکثر لوگ قرآن کو ثواب کے لیے بغیر سوچے سمجھے پڑھتے ہیں اور اپنی عقل سے یعنی سمجھ کر نہیں پڑھتے جیسا کہ دنیا کی دیگر کتابوں کو سمجھ کر پڑھا جاتا ہے۔ گو اس میں بھی فائدے ہیں لیکن اگر انسان عقل سے یعنی سمجھ کر قرآن پاک کو پڑھے تو پھر وہ اس سے بے شمار فائدے اٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن اور عقل کا آپس میں بہت ہی قریبی اور گہرا رشتہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جو لوگ بھی قرآن کے علم کو حاصل کرکے اس پر عمل کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں اور اسی قدر کامیاب ہوتے ہیں جس قدر اس پر عمل کرتے ہیں۔ غور وفکر اور کوشش کے ذریعے ہر انسان اپنا علم اور عقل کو بڑھا سکتا ہے۔

☆ اس دنیا میں تقریباً 7 ارب لوگ آباد ہیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم اور معیار کی عقل بھی دی ہوئی ہے۔ جس کو کسی حد تک انسان اپنی کوشش اور محنت سے بڑھا بھی سکتا ہے۔ قرآن ہی واحد ایسی کتاب ہے جس سے ہر

انسان اپنی اپنی عقل اور کوشش کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے اس کتاب میں اس قدر گہرائی اور وسعت ہے کہ اس کا مکمل احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں لہٰذا ایک سائنسدان سے لے کر ایک مزدور تک ہر ایک انسان اپنی اپنی عقل کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور فائدہ اٹھانے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے

''سبحان تیری قدرت وعظمت۔''

☆ کچھ اہل علم حضرات دین اور مذہب کے بارے میں کہتے ہیں کہ دین میں عقل کا کوئی کام نہیں ہے بس اللہ کو یاد کرتے رہیں اور نمازیں پڑھتے رہیں۔ جب کہ قرآن پاک جو کہ ایک بہت بڑی دلیل اور حجت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا عقل استعمال کرنے کی بار بار تاکید کی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں آیا ہے:

{وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ O} (یونس 100:10)

''جو لوگ اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے ہم اُن پر رجس ڈال دیتے ہیں۔''

رجس کے لغوی معنی: گندگی، ناپسندیدہ چیز۔

رجس کے اصطلاحی معنی: اللہ کے احکامات وقوانین کو توڑنے سے جو مصیبتیں پڑتی ہیں۔

☆ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرما دیا

''جو ایمان والے لوگ اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتے ہم ان کو نجس میں ڈال دیتے ہیں۔''

نجس کے لغوی معنی: گندگی، ناپاکی

نجس کے اصطلاحی معنی: اللہ اور فطرت کے احکامات کی مخالفت کے نقصانات

☆ اب میری تمام اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ اپنے علم، عقل، بصیرت اور الہام کے مطابق یہ فیصلہ کریں کہ جو لوگ عقل کی مخالفت کرتے ہیں وہ سچے ہیں یا کہ جس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بیان کر کے ہمیں بتا دیا ہے۔ فیصلہ آپ کو اپنے ضمیر کے مطابق کرنا چاہیے۔ جو کہ آپ کا بنیادی اور فطری حق ہے۔

نوٹ:

جب عقل کے باوجود آپ اپنے مسائل اور پریشانیوں کو دُور نہ کر سکیں
تو پھر سمجھ لیں کہ توبہ کا وقت آ چکا ہے

واصف علی واصفؒ

.....

قرآن فطرت اور عقل کی ترجمانی کرتا ہے
تاکہ انسان کو برکت یعنی ترقی حاصل ہو سکے

''حقیقی مسلمان کی پہچان ؟ غور وفکر کا مقام''

☆ ایک دن میں حقیقی مسلمان کی پہچان کے سلسلے میں سپریم کورٹ کے 80 سالہ سینئر ایڈووکیٹ اصغر حمید بھٹہ صاحب سے بات چیت کر رہا تھا تاکہ اُن کے علم، تجربات اور مشاہدات سے فائدہ اٹھا سکوں۔ جب میں نے اُن سے اس بارے میں مختصر جواب کا تقاضا کیا کہ اس دنیا میں حقیقی مسلمان کون ہے تو انہوں نے بے ساختہ ایسا مکمل جواب دیا جس سے مجھے اُن کی عقلمندی کے معیار کو تسلیم کرنا پڑا۔

''دنیا میں حقیقی مسلمان اور بڑا آدمی ہمیشہ وہ ہوتا ہے جس کی عملی زندگی سے اسلام یعنی سلامتی، امن اور سکون پھیلتا ہو اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہو۔''

☆ جب میں نے گھر آ کر قرآن مجید کی مختلف آیات پر غور وفکر کیا اور اپنی بصیرت سے کام لیا تو پھر مجھے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ ویسے تو دنیا کے تمام لوگ اپنے اپنے طریقے سے عبادات کرتے ہیں لیکن اہل کتاب میں سے حقیقی مسلمان تو وہی انسان ہوتے ہیں جن کی عملی زندگی سے یعنی زبان، ہاتھ اور اعمال سے دوسروں کے جسم اور روح کو سکون ملتا ہو۔

☆ اگر ہم قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک تمام لوگوں کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی جس قدر اللہ تعالیٰ کے آئین اور قوانین پر عمل کرتا ہے اُسی قدر وہ حقیقی مسلمان ہوتا ہے۔

☆ یاد رکھیں! مسجدوں، گرجوں اور عبادت خانوں میں عبادت کرنے سے انسان ابتدائی طور پر تو مسلمان بن جاتا ہے لیکن حقیقی طور پر ہرگز نہیں بنتا کیونکہ حقیقی طور پر انسان ہمیشہ اپنے اعمال اور کارکردگی سے مسلمان بنتا ہے۔ اس طریقے سے ہم پوری دنیا کے انسانوں کو اسلام کے معیار پر پرکھ سکتے ہیں۔

☆ اس عظیم حقیقت کو علامہ اقبال نے اپنے انداز میں کچھ اس طریقے سے بیان کیا ہے کہ اس پورے مضمون کا مفہوم اس شعر میں سما جاتا ہے:

زباں سے کہہ بھی دیا، لاالہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں

''ہمارا علاج ؟ قرآن پر عمل''

☆ کسی بھی چیز کو سمجھنے سے پہلے اُس کے معنی کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہوتی ہے ۔ اللہ کے معنی ہیں ایسا معبود اور ایسی ہستی جس سے خطرات میں پناہ حاصل کی جائے۔جس سے مشکلات دور کرنے کی استدعا کی جائے اور جس کی عظمت اور بلندی کے تصور سے انسان حیران ہو جایا کرے۔بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ جس کے معنی بلند مرتبہ ہونا اور نگاہوں سے پوشیدہ ہونا ہے۔اس اعتبار سے اللہ کے معنی ایسی ہستی کے ہوں گے جس کا غلبہ واقتدار قبول کیا جائے جس کے حکم کا اتباع کیا جائے لیکن اگر ہم اپنے دل و دماغ سے اللہ کے قوانین اور احکامات کو اپنے اوپر نافذ نہیں کرتے ۔ہم سچ نہیں بولتے ۔ ملاوٹ کرنے سے نہیں چوکتے اور دوسروں کا حق کھانے میں ہم کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتے تو پھر ہم تباہی اور زوال کی طرف جا رہے ہوتے ہیں ۔

☆ سبحانہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 2 میں اس حقیقت کو صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ اس کتاب سے اُس کو ہدایت ملے گی جو متقی ہوگا (چاہے وہ بدو ہو) یعنی کوئی بھی ہو۔

☆ متقی کی شرائط کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 177 میں بیان کیا ہے اس پر پورا اترتا ہوا ہر انسان اپنے آپ کو پرکھ سکتا ہے کہ وہ کتنی شرائط کو پورا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسی کے حساب سے اُسے ہدایت دیتا ہے اس کو سمجھنے کے لئے کہ بگڑا ہوا مسلمان کیسے ٹھیک ہوگا مندرجہ ذیل مثال سے واضح کرتا چلوں ۔

☆ اگر ہماری موٹر سائیکل خراب ہوجاتی ہے تو ہم مکینک کے پاس جاتے ہیں کیونکہ وہ اس کی ساخت کو سمجھتا ہے اس لیے وہ اسے ٹھیک کر لیتا ہے۔ اگر جہاز خراب ہوجاتا ہے تو اس کے انجینئر کو بلاتے ہیں کیونکہ وہ اس کی ساخت کو سمجھتا ہے وہ اسے ٹھیک کر دیتا ہے جب کسی آدمی میں برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں تو پھر ہم اُس کے خالق سے رجوع کیوں نہیں کرتے جس نے تمام کائنات اور مخلوقات کو بنایا ہے ۔اور ہم قرآن کے مطابق سزائیں کیوں نہیں دیتے۔

☆ جب تک ہم اسلامی قوانین نافذ نہیں کرتے اُس وقت تک ہم نہ تو انسان بن سکتے ہیں اور نہ ہی مسلمان!

کیونکہ جس قدر کوئی انسان یا ملک اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامات سے دور ہوتا جاتا ہے اُسی قدر وہ ذلیل، محتاج اور گداگر بنتا جاتا ہے۔ اب آپ دنیا کے تمام ممالک پر غور وفکر اور تحقیق کر کے خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون کس حد تک اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامات پر عمل کر رہا ہے۔

طارق فرقان (ایک مفکر قرآن)

غور وفکر کا قانون

یہ ایک ایسی عظیم طاقت ہے جس کے ذریعے
انسان حقیقت کے نزدیک ہوتا جاتا ہے
اسی لئے
اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار
غور وفکر کرنے کی تاکید کی ہے۔

.....

قرآن ایک معجزہ

تمام دنیا کے فلاسفر اور مفکر
اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں
کہ
قرآن ایک معجزہ ہے

کیونکہ

اس میں کائنات اور سائنس کی وہی باتیں ہیں

جو صدیوں سے انسان کی رہنمائی کرتی آرہی ہیں۔

''ظلم اور نیکی کے معیار ؟ علم اپنا اپنا''

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں بڑے بڑے ظالم اور بڑے بڑے نیک انسان بھی موجود ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کچھ ظلم بھی کر جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کچھ نیکیاں بھی کرتے جاتے ہیں تا کہ زندگی میں ایک توازن رہے اس لیے کسی نے سچ کہا ہے کہ دنیا میں ہر قسم کے انسان پائے جاتے ہیں۔

☆ ایک دفعہ میرے ایک دوست رب نواز نے بتایا کہ میاں مشتاق صاحب نے 30 ہزار روپے خرچ کر کے 20 قیدیوں کو رہا کروایا ہے یہ سن کر میں حیران رہ گیا کہ اتنی چھوٹی رقم میں اتنے قیدی کیسے چھوٹ سکتے ہیں جب میں نے مشتاق صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے بس اللہ نے توفیق دی تھی تو میں نے یہ کام کر دیا اور کوئی بڑا کام نہیں کیا۔

☆ تھوڑی سی تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جیل میں کچھ ایسے قیدی بھی ہوتے ہیں جو ایک دو ہزار جرمانہ ادا نہ کرنے پر قید کاٹ رہے ہوتے ہیں کیونکہ وہ بہت ہی غریب ہوتے ہیں جب تک وہ جرمانہ ادا نہیں کرتے اُس وقت تک اُن کی قید ختم نہیں ہوتی لہٰذا اُن کو جیل میں ہی رہنا پڑتا ہے کیونکہ عدالت کوئی خاص مدت گزرنے کے بعد خود بخود کسی قیدی کو جیل سے نہیں نکالتی جب تک کہ وہ شخص یا اُس کی جگہ کوئی دوسرا شخص جرمانہ نہ ادا کر دے۔ یہ سن کر میں انسانیت اور عدل و انصاف کے اُس معیار پر غور و فکر کرنے پر مجبور ہو گیا جس کو انسانوں نے اپنے مفادات کے لیے بنایا اور رائج کیا ہوتا ہے لیکن ایک دو ہزار جرمانے کی صورت میں قید کی سزا مقرر نہیں کی ہوتی۔ یہ بھی اسلام کی ایک قسم ہے۔

☆ جو بھی لوگ قرآن مجید کے علم پر عمل نہیں کرتے وہاں نیکی ختم ہو جاتی ہے اور ظلم بڑھتا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ اور قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ دنیا کی اِس حقیقت کو سورۃ انعام کی آیت نمبر 32 میں صاف صاف الفاظ بیان کر دیا گیا ہے۔

☆ ''دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا تقوی یعنی خوف اختیار کرنے والوں کے لئے آخرت کا

گھر بہت ہی اچھا گھر ہے۔ پھر تم عقل یعنی سمجھ سے کام کیوں نہیں لیتے۔''

اچھے لوگوں کا ملنا ہی اچھے مستقبل کی ضمانت ہے

واصف علی واصفؒ

''جسم اور روح کے زخم ؟ اللہ تعالیٰ کے احکامات''

☆ زخم اور بیماری ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک جسم کی اور دوسری روح یعنی نفسیات کی بیماری!
دنیا کا کوئی بھی انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اپنی زندگی میں نہ تو کبھی زخمی ہوا ہوں اور نہ ہی کبھی بیمار! کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہر انسان کی زندگی کا بنیادی حصہ ہوتی ہیں۔ ایک دن میں BCCI کے سینئر ایگزیکٹو رضا حسن اور ڈاکٹر اشرف غنی کے ساتھ ادبی گفتگو کر رہا تھا۔ اسی دوران انہوں نے کہا کہ انسان اپنی زندگی میں کئی مرتبہ زخمی ہوتا ہے لیکن یہ سب زخم آہستہ آہستہ بھر جاتے ہیں لیکن روح کے زخم یعنی الفاظوں کے زخم کئی کئی سال گزرنے کے باوجود بھی نہیں بھرتے۔ دنیا کے عقل مند انسان تو ان زخموں سے اپنی اصلاح کر لیتے ہیں مگر جانور نما انسان اپنے زخموں کو بھول جاتے ہیں کیونکہ جانور کبھی بھی اپنی ٹھوکروں سے اپنی اصلاح نہیں کیا کرتے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جب میں نے تنہائی میں غور وفکر کیا تو مجھے اس بات کو تسلیم کرنا پڑا کہ واقعی رضا صاحب نے ٹھیک ہی کہا ہے کیونکہ الفاظوں کے زخم تلوار کے زخم سے زیادہ گہرے ہوتے ہیں کیونکہ کربلا کے مجاہدین جب زخمی ہو کر شام پہنچے تو یزید کے دربار میں اُن کو تلخ اور طنزیہ جملوں سے اس قدر زخمی کیا گیا کہ زین العابدین یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ تلوار کے زخم اتنے گہرے نہیں ہوتے جتنے لفظوں کے زخم گہرے ہوتے ہیں۔ اگر انسان منفی سوچ رکھتا ہو تو پھر ان طنزیہ اور تلخ جملوں سے فساد پھیلتا ہے لیکن اگر کوئی انسان مثبت سوچ کا مالک ہو اور قرآن مجید سے ہدایت لینے والا ہو تو پھر وہ عملو الصلحت کے قانون پر عمل کرے گا اس لفظ کا مادہ (ص ل ح) ایک ہے لیکن معنی دو ہیں۔ ایک معنی یہ ہے اصلاح کرنا اور دوسرا ہے صلح کرنا۔ لہٰذا جو انسان اپنی اصلاح کرے گا اور دوسروں سے صلح رکھے گا اُس کو زندگی میں کبھی بھی ناکامی نہیں ہوگی کیونکہ جس قدر بھی کوئی انسان یا ملک اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین پر عمل کرتا ہے اُسی قدر وہ کامیاب ہوتا جاتا ہے۔

☆ خیال رکھیں کہ دنیا کے توحید پرست انسانوں میں ایسی طاقت اور صلاحیتیں پیدا ہوجاتی ہیں جو اُن کو

زندگی اور موت سے بے نیاز کر دیتی ہیں ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ روح کے بعض زخم اس قدر گہرے ہوتے ہیں جن کو بھرتے بھرتے انسان کی پوری زندگی گزر جاتی ہے۔ کسی دانشور نے کیا خوب کہا ہے کہ

جس زخم میں شامل ہو اپنوں کی عنایت بھی
اُس زخم کے بھرنے میں کچھ دیر تو لگتی ہے

''قرآن اور شفاء ؟ لازم و ملزوم''

☆ یہ حسن اتفاق ہے کہ مصنف نے 1958 سے یعنی اپنے بچپن سے بڑی حادثاتی اور تیز رفتار زندگی گزاری ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم اور روح کو کئی دفعہ زخمی بھی ہونا پڑا لیکن ہر دفعہ اس نے توبہ اور قرآن کا سہارا لے کر شفا پائی ہے۔ گو یہ شفا رائج شدہ اسلام کے روایتی طریقوں یعنی اللہ اللہ کرنے اور رسمی نماز پڑھنے سے ہوئی لیکن حقیقت ہے کہ شفاء ضرور ہوئی کیونکہ قرآنِ پاک میں چار مختلف مقامات میں لکھا ہے کہ اس میں شفاء ہے لیکن اس شفاء کے کئی ایک معیار ہوتے ہیں یعنی جس معیار کی کوشش اور محنت اُس معیار کی شفا!

☆ آخرکار رسمی اور روایتی اسلام سے زندگی کا سفر گزارتے گزارتے 1986 تک کچھ ایسے تجربات اور مشاہدات ہوئے جنہوں نے مصنف کو قرآن پاک کا سہارا لینے اور مزید ہدایت حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب وہ ہر طرف سے مایوس ہوتا ہے اور اس پر زندگی کے تمام دروازے بند ہوجاتے ہیں تو پھر انسان کو اللہ اور اس کی کتاب کا سہارا ہی نظر آتا ہے۔ یہ ایک ایسا زبردست سہارا ہے کیونکہ اس سے انسان کو اس قدر طاقت نصیب ہوتی ہے جس کو نہ تو کوئی انسان بیان کرسکتا ہے اور نہ ہی تحریر میں لایا جا سکتا ہے کیونکہ جذبات اور احساسات کے نرم و نازک ریشے محسوس تو کیے جاسکتے ہیں لیکن بیان نہیں کیے جاسکتے۔

☆ **اللہ پاک** کی حکمت کو انسان نہیں سمجھ سکتا کیونکہ انسان اور اللہ میں لامحدود فرق ہے لیکن اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں بے شمار مقامات پر فتون اور بلوا کے الفاظ کو انسان کے لیے استعمال کیا ہے۔ جن کے لغوی معنی امتحان، آزمانا، آزمائش اور جانچنا پرکھنا کے ہوتے ہیں اور قرآن میں کئی مقامات پر اللہ نے تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم تم سب کا ضرور فتون اور بلوا کریں گے یعنی تمہارا امتحان ضرور لیں گے تاکہ معلوم ہوسکے کہ تمہاری حقیقت اور تمہارا درجہ کیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے گزرنے والی قوموں کا امتحان لیا گیا یعنی اُن آزمایا گیا۔

☆ **مفکرین** اور سائنس دانوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ واقعی قرآن میں مکمل شفا ہے کیونکہ انسان کے خیالات جس قدر پاک صاف اور اعلیٰ معیار کے ہوں گے اسی قدر اس کے خلیوں یعنی سیلز (Cells) پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جس قدر انسان کے خیالات گھٹیا اور گندے ہوں گے اسی قدر اُس کے جسمانی سیلز پر برا اثر پڑتا ہے۔ یعنی کہ وہ بیمار ہوں گے یہ وہی سیلز ہیں جن کو خوردبین کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا۔

☆ خیال رہے کہ ہر خلیہ یعنی سل اپنے اندر اس قدر مکمل اور وسیع نظامِ زندگی رکھتا ہے کہ اس ایک خلیہ یعنی سیلز (Cell) پرورش پاتے ہوئے پورا انسان بن جاتا ہے۔

☆ انسان کے جسم میں اربوں خلیے یعنی سیلز (Cells) ہوتے ہیں جو روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور روزانہ مرتے ہیں ہر کمزور سیل کی زندگی دو مہینے اور تندرست سیلز کی زندگی تین چار ماہ ہوتی ہے اس سے زیادہ کسی سیل کی زندگی نہیں ہوتی۔ لہٰذا جب انسان کے خیالات اللہ کی محبت تابعداری فرماں برداری اور احکامات وقوانین سے منسلک ہوجاتے ہیں تو ان کے اثرات انسان کے خلیوں یعنی سلز پر بہت ہی اچھا پڑتا ہے۔ جس سے انسان کے خون اور جسم کی نشوونما اتنی اچھی ہوتی ہے کہ چھوٹی موٹی بیماریاں خود بخود ختم ہوکر رہ جاتی ہیں۔ مزید تحقیق کرنے کے لیے کسی ڈاکٹر سے یا پیتھالوجسٹ سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

شفا کی آیات: سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 82 میں ارشاد ہے کہ ''ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔'' مزید برآں سورۃ یونس کی آیت 57 اور سورۃ حٰم السجدۃ کی آیت نمبر 44 میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآن میں شفا اور رحمت ہے۔

قوانینِ فطرت

انسان فطرت کی قوتوں کو مسخر کرکے
اپنے مفادات اور اپنے ملک کے مفادات
کو بے پناہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام

عیسیٰؑ توریت کے حافظ تھے
آپ نے اپنی کتاب اور نبوت کا

اپنی پیدائش کے وقت ہی اعلان کر دیا تھا
آپ غیر شادی شدہ تھے۔
آپ کو 33 سال کی عمر میں دنیا سے اُٹھا لیا گیا۔

''صحت اور قوانین فطرت ؟ لازم وملزوم''

☆ اس کائنات اور دنیا میں اربوں قسم کے قوانینِ فطرت موجود ہیں جن کے تحت یہ سارا نظام چل رہا ہے۔ یہ وہی قوانین ہیں جن کے مطابق دنیا کے تمام نباتات، جمادات اور حیوانات بشمول انسان کی زندگی، موت اور صحت کا نظام چلتا ہے اور جب کوئی اللہ کے قوانینِ فطرت کو تحقیق کے ذریعے تلاش کرتا ہے اور اُس پر عمل کرتا ہے تو پھر نئی نئی چیزیں دریافت کرتا ہے اور اسی قانون کے تحت انسان کئی صدیوں سے ترقی کرتا آرہا ہے۔

☆ انسان کی صحت کا تعلق بھی بنیادی طور پر فطرت کے قوانین سے ہی وابستہ ہے یہ وہی قوانین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے اپنی الہامی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ یہ انسان اُن کی رہنمائی میں کامیاب سے کامیاب زندگی گزار سکے۔

دنیا کے جو بھی ڈاکٹرز فطرت کے نظام اور فطرت کے قوانین کو سامنے رکھ کر لوگوں کا علاج کرتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ کامیابی اور خوشخبری کے حقدار ہوتے ہیں کیونکہ انسان کے جسم کا تمام نظام ان ہی قوانین کے تحت کام کرتا ہے اور انہی کے تحت بیمار ہوتا، صحت یاب ہوتا اور مرتا رہتا ہے۔

☆ کامیابی کے لئے انسان کو چاہئے کہ وہ فطرت کے اصول وضوابط اور قوانین کے مطابق اعتدال کے ساتھ اپنی زندگی میں زیادہ سے زیادہ توازن رکھے۔ زندگی میں میرا ایک ایسے ڈاکٹر جمیل حیدر مہروی سے بھی واسطہ پڑا ہے جن کی قرآن پاک اور قوانینِ فطرت پر گہری نظر ہے کیونکہ وہ اس بارے میں کافی مطالعہ کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی فیملی اور مریضوں کا علاج ہمیشہ فطرت کے قوانین کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نہایت آسانی سے امراض کی تشخیص اور مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دو مشہور سنہری اقوال ہیں جس کو دنیا کے اکثر ڈاکٹرز اور مفکرین تسلیم کرتے ہیں۔

1۔ فطرت کے قوانین سے دوری اور قرآن سے لاعلمی بیماریوں کی علت واسباب ہیں

2۔ خوراک کو ادویات کے طور پر کھایا کریں

ورنہ

ادویات کو خوراک کے طور پر کھانا پڑے گا۔

''سچ اور جھوٹ ؟ اچھائی اور برائی''

☆ دنیا کے ہر انسان کے سچ اور جھوٹ کا وہی معیار ہوتا ہے جس میں وہ پرورش پاتا ہے کیونکہ جس گھر اور جس معاشرے میں انسان پیدا ہوتا ہے اُس کے اثرات اُس کے دل و دماغ پر براہِ راست پڑتے ہیں یہ اثرات کچھ موروثی ہوتے ہیں اور کچھ ماحول کے ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ شعور اور لاشعور کا حصہ بن کر انسان کی شخصیت کا حصہ بنتے رہتے ہیں۔

☆ تعلیم و تربیت، عقل و شعور اور بصیرت کے ذریعے انسان کے سچ اور جھوٹ کے معیار بھی بدلتے رہتے ہیں اور بدلنے چاہئیں لیکن کم علم اور ضد باز لوگ اپنے خیالات میں تبدیلی نہیں کرتے۔ ہر انسان کا سچ اتنا ہی ہوتا ہے جتنا اُس کے پاس علم ہوتا ہے اور جس سچ کا انسان کو علم نہیں ہوتا اُس کو وہ جھوٹ ہی سمجھتا ہے جو کہ انسان کی ایک فطری کمزوری ہے۔

☆ خیال رہے کہ سائنس کے ایجادات اور مختلف نظریات کے ارتقائی عمل پر نظر ڈالنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سچ اور جھوٹ کی کشمکش ازل سے آرہی ہے اور ابد تک رہے گی۔ عام طور پر ہر انسان دو قسم کے جھوٹ بولتا ہے۔

1۔ دانستہ جھوٹ

2۔ نادانستہ جھوٹ

☆ جدید زمانے میں دونوں قسم کے جھوٹ کثرت سے بولے جاتے ہیں لیکن دانستہ جھوٹ یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا یہ وہ جھوٹ ہے جو انسان اپنی مفاد پرستی یعنی اپنے ذاتی فائدے کے لیے بولتا ہے۔ بعض اوقات یہ جھوٹ اپنے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ جھوٹ بولنا ایک بہت بڑا گناہ ہے لیکن جو جھوٹ کسی حکمت یا مصلحت کے تحت بولے جاتے ہیں وہ بہت ہی مفید ہوتے ہیں کیونکہ اُن سے انسان فساد سے بچ جاتا ہے۔ علم عقل اور بصیرت والے لوگ یہ جانتے ہیں کہ جس سچ بولنے سے فساد پھیلتا ہو اُس سچ سے جھوٹ بولنا بہتر ہوتا ہے۔

☆ جھوٹ کی دوسری قسم نادانستہ جھوٹ کی ہوتی ہے یہ جھوٹ دنیا کا ہر انسان بولتا ہے اس جھوٹ سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کا انسان کے پاس علم ہی نہیں ہوتا اور وہ اپنے اندازے اور قیاس سے بات کر دیتا ہے اور اسی کو سچ سمجھتا ہے نا دانستہ جھوٹ عام طور پر علم کی کمی اور جہالت کی وجہ سے بولا جاتا ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ ہر انسان اور ہر ملک کا اپنا اپنا سچ اور اپنا اپنا جھوٹ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انسانوں اور تمام ممالک کے جھوٹ اور سچ میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔

☆ ہر انسان اور ہر ملک کا سچ اور جھوٹ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے اور اس میں ترمیم بھی ہوتی رہتی ہے لیکن اللہ پاک کا سچ اور جھوٹ کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اللہ کی الہامی کتابوں میں جو بھی باتیں لکھی ہوئی ہیں

وہ ازل سے اپنی جگہ پر قائم و دائم ہیں ۔ یورپین دانشور اور فلاسفر بھی اس حقیقت کو سچ تسلیم کر چکے ہیں۔

☆ مشرق کے عظیم مفکر علامہ اقبال نے اپنے زمانے میں بے شمار ایسے سچ بولے جن کو اُس وقت کے لوگ جھوٹ سمجھتے تھے لیکن بعد میں لوگوں کے تدبر اور تحقیق نے اُن باتوں کو سچ تسلیم کر لیا کیونکہ اُن کی سوچ اور خیالات معیاری اور ہمہ گیر حیثیت کے حامل تھے۔ سچ کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال ہے

کہتا ہوں وہی بات، سمجھتا ہوں جسے حق
نہ ابلہ مسجد ہوں ، نہ تہذیب کا فرزند

☆ دنیا کے جن ممالک میں انسان کے بنیادی حقوق کی خرید و فروخت ہوتی ہے وہاں پر دانستہ اور مفاد پرستانہ جھوٹ بہت زیادہ بولا جاتا ہے یعنی کہ معاشرے میں 80 فیصد جھوٹ اور 20 فیصد سچ کی آمیزش ہوتی ہے۔ پاکستان میں بھی مجموعی طور پر کچھ ایسی ہی صورت حال ہے جس کی وجہ سے روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ اور سچ کی پہچان کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ ایسے معاشرے میں ہر انسان کا اپنا اپنا سچ اور اپنا اپنا جھوٹ ہوتا ہے۔

☆ جھوٹ بولنے والوں کا سب سے بڑا ہتھیار خوش اخلاقی اور چرب زبانی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مفادات بڑی جلدی پورے کر لیتے ہیں ایسے معاشرے میں بعض امیر، تعلیم یافتہ اور شریف انسان ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ اُن کا سچ بھی اتنا کمزور ہوتا ہے کہ لوگ اُسے بھی جھوٹ ہی خیال کرتے ہیں۔

☆ یاد رکھیں کہ جھوٹ بولنے کا فائدہ بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی! کیونکہ اس کا انحصار جھوٹ بولنے کے انجام اور مقصد سے ہوتا ہے۔ جھوٹ بولنے سے اگر کسی کا نقصان ہوتا ہو یا کسی کو تکلیف ہوتی ہو تو ایسا جھوٹ بولنا گناہ اور جرم ہے لیکن جس جھوٹ بولنے سے کسی مسکین ، بے بس اور غریب انسان کو اُس کا حق ملتا ہو تو اُس جھوٹ کو بولنے کا ہمیشہ فائدہ اور ثواب ہوتا ہے..... اسی لیے دانشور کہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی چیز اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ اُس چیز کا استعمال اس کو اچھا یا برا بناتا ہے جیسا کہ ایک ماچس سے آگ جلا کر آپ سینکڑوں فائدے حاصل کر سکتے ہیں اور اسی ماچس سے آپ کسی بچی کو جلا سکتے ہیں اور پھر پچاس ساٹھ ہزار خرچ کر کے سچے اور معصوم بن سکتے ہیں۔

☆ جدید زمانے کی تمام ترقی تحقیق اور سچائی کی بنیاد پر ہی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ مغرب والے سچائی کے تلاش میں تحقیق کرتے رہتے ہیں اور اس پر اربوں ڈالر بھی خرچ کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے فزکس، کیمسٹری، بیالوجی اور سائنس کے دیگر علوم پر تحقیق کی ہے اور دنیا کو ایسے ایسے افکار، خیالات اور نظریات دیے ہیں کہ افریقہ اور ایشیا کے عام انسان حیران رہ جاتے ہیں۔ علامہ اقبال کا بھی خیال ہے کہ نیک خیالات اور افکار سے ہی انسان کی زندگی میں بہتری آسکتی ہے۔

جہانِ تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

انسان کو ہمیشہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق تحقیق کے ذریعے سچ کو تلاش کرتے رہنا چاہیے تاکہ اُس کو ترقی

نصیب ہولیکن اس کامیابی کے لئے شوق اور عشق بہت ہی ضروری ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی ہمیں یہی مشورہ دیا ہے

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

''علم اور عمل ؟ ترقی کا ایک راز''

☆ اللہ تعالیٰ کی چاروں کتابیں علم اور عمل سے بھری پڑی ہیں لیکن افسوس کہ ہم اور ہمارے علماء اس طرف توجہ نہیں دینے کی بجائے غفلت سے کام لیتے ہیں۔ اسی لیے یہ ہر اُس انسان اور ملک کی بدنصیبی ہے جو اپنے علم کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کے لیے جہاد یعنی کوشش اور محنت نہیں کرتے۔

☆ خیال رہے کہ علم اور عمل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں لیکن اس صفحے پر میں صرف آپ کی توجہ اس آیت کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ ہر انسان کو یہ حکم دے رہا ہے کہ تم صرف اپنے علم ہی کی پیروی کرو یعنی اس پر عمل کرو اور دوسروں کے علم پر عمل نہ کرو۔ خیال رہے کہ ہر انسان کا علم وہ ہوتا ہے جس کو اس کے حواس خمسہ تسلیم کرتے ہوں۔

تمام دنیا کے انسانوں کو مخاطب ہوتے ہوئے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 36 میں یہ کہا گیا ہے کہ

{وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْم}

''اور ایسی بات کے پیچھے نہ لگو یعنی اس پر عمل نہ کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔''

یعنی جس کو آپ جانتے اور سمجھتے نہ ہوں''۔

سورۃ یونس کی آیت نمبر 89 میں پھر اسی مضمون کو دوسرے انداز میں دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔

☆ مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں ہر انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے کام کرے اور اُس چیز پر عمل کرے جس کا اُس کو علم ہو یعنی ہر کام کو کرنے سے پہلے اُس کے علم کا ہونا ضروری ہوتا ہے کیونکہ علم کے بغیر جو بھی انسان یا ملک کام کرے گا وہ ہمیشہ ناکامی کا شکار ہوتا ہے جیسے کہ ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک میں ہو رہا ہے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک خوب غور وفکر اور تحقیق کرنے کے بعد اپنے منصوبوں پر عمل کرتے ہیں اور نقصان سے بچ جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ علم ذریعہ معاش سے بڑھ کر بھی کوئی بڑی چیز ہے جس کو بنیادی حقوق سے محروم غریب لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ جیسا کہ علامہ اقبال کا خیال ہے:

وہ علم نہیں، زہر ہے، احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو، جہاں میں دو کفِ جو

''علم اور جہالت ؟ پرانی کشمکش''

☆ کسی چیز کی جان پہچان اور معلومات رکھنے کو علم کہتے ہیں۔ جبکہ کسی چیز کی جان پہچان اور معلومات نہ رکھنے کو جہالت کہتے ہیں۔ اس دنیا میں نہ ہی کوئی انسان مکمل عالم ہے اور نہ ہی کوئی انسان مکمل جاہل!
یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان ہر چیز کا مکمل علم رکھے کیونکہ علم کی حدود اس قدر وسیع و عریض ہیں کہ ان پر مکمل کنٹرول رکھنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا ہر انسان ایک حد تک عالم بھی ہوتا ہے اور جاہل بھی۔

☆ کسی بھی چیز کے بارے میں جاہل ہونا کوئی خامی یا بری بات نہیں کیونکہ انسان کوشش کر کے ہر چیز کا علم حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی انسان جاہل ہو کر بھی یہ سمجھے کہ وہ علم والا ہے اور اپنی کوششیں بند کر دے تو یہ اس شخص کی بدقسمتی اور علم کی موت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح ایسا انسان اپنے لیے علم کے تمام دروازے بند کر لیتا ہے۔ افریقہ اور امریکہ کے اکثر لوگوں کا یہی طریقہ کار ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا کے نئے نئے حقائق کو قبول نہیں کرتے۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے پرانے خیالات پر ضد بازی کی وجہ سے اڑے رہتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال نے آج سے 85 سال پہلے کہہ دیا تھا کہ

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اَڑنا
منزل یہی کٹھن ہے، قوموں کی زندگی میں

خیال رہے کہ عربی کے لفظ قوم میں ایک انسان، ایک لاکھ انسان اور کروڑوں انسان بھی شامل ہوتے ہیں۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے عالم بھی اپنے آپ کو ایک نظر سے جاہل ہی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سُقراط سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے پاس تو بہت زیادہ علم ہے تو اس نے ہنس کر جواب دیا کہ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں علم کے سمندر کے کنارے پر کھڑا ہوں اور اس میں سے میں نے علم کے صرف دو قطرے اٹھائے ہیں اور آپ مجھے بہت بڑا عالم کہہ رہے ہیں۔

☆ اپنے زمانے کے وہ بڑے بڑے علماء حضرات جنہوں نے قرآن پر تحقیق کرتے کرتے اپنی زندگیاں گزار دیں وہ بھی اکثر کہتے تھے کہ ہم نے اپنی بساط اور استعداد کے مطابق قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم پورا حق ادا نہیں کر سکے کیونکہ قرآن کا علم اس قدر لامحدود ہے کہ اس کو مکمل اور حتمی سمجھنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک دنیا کا کوئی بھی عالم یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ میں نے قرآن پاک کا تمام علم حاصل کر لیا ہے۔ کیونکہ انسان کا علم و عقل محدود ہے جبکہ اللہ اور قرآن کا علم لامحدود ہے اس لیے محدود چیز کی لامحدود کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ غور و فکر کر کے آپ اپنا فیصلہ خود کریں۔

☆ مختصر یہ کہ انسان کو پوری زندگی علم حاصل کرنے کے باوجود بھی اپنے آپ کو مکمل عالم نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ جاہل سمجھنا چاہیے تا کہ وہ مزید علم کے لیے کوشش اور بھاگ دوڑ کرتا رہے۔ علم کی بھاگ دوڑ میں ہی انسان کی مکمل کامیابی ہے

کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار مرتبہ علم کے لفظ کو قرآنِ حمید میں استعمال کیا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جاہل ہونا کوئی بری بات نہیں لیکن جاہل ہو کر اپنے آپ کو عقلمند سمجھنا علم کی موت ہے۔ کیونکہ اس طرح جاہل انسان اپنے اوپر علم کے تمام دروازے بند کر دیتا ہے۔

''قبر پرستی اور شخصیت پرستی ؟ جہالت کی نشانیاں''

☆ پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں میں قبر پرستی اور شخصیت پرستی کا بہت ہی رواج ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ایرانی اسلام اور ہندوانہ تہذیب وتمدن کے اثرات ہیں کیونکہ ہر انسان کی فطرت ہے کہ اُس کے ماحول اور معاشرے کے اُس پر گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی عقلمند انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا۔

☆ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے علم اور تعلیمات سے ناواقف ہونا اور لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر یقین کرنا بھی ایک بہت بڑی جہالت ہے۔ مصنف بذاتِ خود 20 سال اس جہالت کا شکار رہا ہے۔

☆ معاشرے کی اندھی تقلید سے قبر پرستی اور شخصیت پرستی یہاں کے مسلمانوں کی زندگی کا حصہ بن کر رہ گئی ہے جبکہ قرآن مجید میں انسان کو ایک نہیں بلکہ بے شمار مرتبہ قبر پرستی، شخصیت پرستی اور اندھی تقلید سے منع کیا گیا ہے اور بار بار یعنی کہ کئی مرتبہ انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں۔

☆ جس طرح کسی قبر پر جا کر دعا مانگنا تو جائز ہے لیکن قبر والے سے مدد لینا اور سفارش کی دعا کرانا ناجائز ہے۔ اسی طرح کسی زندہ عالم سے علم حاصل کرنا تو جائز ہے لیکن اُس عالم کو عقلِ کُل سمجھ کر اُس کی شخصیت پرستی کرنا ناجائز ہے کیونکہ دنیا کا کوئی بھی عالم مکمل اور حتمی علم نہیں رکھتا اس لئے علم ہر شخص سے حاصل کر لینا چاہیے شرط صرف یہ ہے کہ آپ کے دل و دماغ اور قرآن پاک کی آیات سے تصدیق ہوتی ہو۔

☆ عبادت، پرستش اور پرستی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو زیب دیتی ہے..... حقیقت یہ ہے کہ کسی معاشرے اور کسی عالم کی اندھی تقلید کرنا نہ صرف ناجائز بلکہ ایک بہت بڑا ظلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بار بار انسان کو یہ تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنی عقل وفہم اور بصیرت کو استعمال کرے تاکہ وہ زمانے کے ساتھ ساتھ ترقی کی منزلیں بھی طے کرتا جائے جیسا کہ سورہ الانفال کی آیت نمبر 22 میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

''اس میں ذرہ بھی شک وشبہ نہیں کہ وہ لوگ جانوروں سے بدتر اور بہرے گونگے ہیں

جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے۔''

''علم اور عشق ؟ دونوں ضروری ہیں''

☆ علم کے لغوی معنی کسی بھی چیز کی جان، پہچان، سمجھ اور معلومات کو علم کہتے ہیں۔

علم کے اصطلاحی معنی: جو بھی معلومات انسان اپنے حواسِ خمسہ، فواد یعنی دل و دماغ اور وحی کے ذریعے حاصل کرتا ہے اُس کو اصطلاحی معنی میں علم کہا جاتا ہے علم کے لفظ کو قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر مختلف انداز میں استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اس لفظ کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر کے اُس کی ذات کی پہچان یعنی عرفان حاصل کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انسان کو علم کے لیے بے شمار دعائیں سکھائی ہیں۔ تا کہ انسان علم سے فائدہ اٹھا کر دنیا اور آخرت میں کامیابی بھی حاصل کر سکے اپنی ذات کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے:

{إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ} (فاطر 28:35)

''اللہ تعالیٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔''

☆ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جان اور پہچان کے لیے علم بہت ضروری ہے مزید برآں علم ہی وہ طاقت ہے جس کی بنیاد پر اکیسویں صدی کی تمام جدید ترقی کا انحصار ہے۔ علم والے انسان اور جاہل میں بہت فرق ہوتا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتے ہیں کیونکہ اُن دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

''قرآن کی دو آیات علم کی اہمیت کو ظاہر کر رہی ہیں''

1۔ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں.....القرآن

2۔ اللہ علم والوں کے درجات کو بلند کرتا ہے.....القرآن

☆ اللہ نے انسان کو ایک بڑی مقبول دعا بھی سکھائی ہے

{رَبِّ زِدْنِي عِلْماً} (طٰہٰ 114:20)

''اے میرے رب! میرے علم سے میری ذات میں اضافہ کر۔''

عشق کی حقیقت

عشق قرآن پاک کا لفظ نہیں ہے بلکہ عربی کا لفظ ہے عشق کے معنی ہوتے ہیں کسی انسان یا کسی چیز کو شدید محبت سے چاہنا یا پسند کرنا۔ عشق کا بنیادی تعلق انسان کے افعال و اعمال سے ہوتا ہے۔ عشق کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس مکمل علم ہو ورنہ عشق ناکامی کا شکار ہو جاتا ہے عام طور پر عشق کی دو اقسام ہیں۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی!

عشق حقیقی

عشق حقیقی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات سے ہوتا ہے۔ یہ تعلق بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں

طریقوں سے ہوسکتا ہے عشق حقیقی میں عشق مجازی کے مقابلے میں بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ مجازی عشق میں تو

اکثر مختلف قسم کے مفادات موجود ہوتے ہیں اس لیے ہمیشہ یہ عارضی ہوتا ہے لیکن حقیقی عشق کے اندر انسان کے بہت ہی شدید احساسات اور جذبات کا وہ طوفان ہوتا ہے جس کے سامنے بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں ٹھہر سکتی کیونکہ یہ عشق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے اس لیے دنیا کی تکالیف سے بے نیاز ہوتا ہے اس لیے اس کے سامنے موت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی کیونکہ اس عشق میں مبتلا انسان موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی مسکراتا ہے اور مسکراتے مسکراتے اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں چھلانگ لگا کر کیا یہ الگ بات ہے کہ وہ آگ بعد میں گلزار بنی۔ علامہ اقبال نے اس عشق کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے۔

بے خطر کود پڑا، آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

☆ آج سے چار ہزار سال پہلے یونان کے ایک عظیم مفکر سُقراط نے بھی اپنے سچے خیالات کے عشق میں زہر کا پیالہ پی کر موت کو قبول کر لیا تھا جبکہ اس کے شاگردوں نے ان سے یہ سوال کیا کہ وہ بے گناہ موت کو کیوں قبول کر رہے ہیں تو اس پر آپ نے جواب دیا کہ کیا میں کوئی گناہ کر کے پھانسی پر لٹکوں؟

☆ **علامہ اقبال** نے علم اور عشق دونوں کو پسند کیا ہے اور دونوں کو ترجیح دی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ علم کا ہونا بھی بہت ضروری ہے لیکن علم پر عمل کرنے کے لیے عشق یعنی شدید احساسات اور جذبات کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ اسی لیے اُن کو اپنے الفاظ میں یہ کہنا پڑا کہ

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر

☆ انسان کے لیے اپنے علم پر عمل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور کسی منزل کو حاصل کرنے کے لیے علم کا مکمل اور پختہ ہونا بھی بہت ضروری ہے ورنہ منزل پر پہنچ کر انسان کو پچھتانا پڑتا ہے۔

اگر ہم علم اور عشق کا آپس میں موازنہ کریں تو ہمیں پھر معلوم ہوگا کہ عشق کی اہمیت زیادہ ہے کیوں کہ عشق کا تعلق انسان کے عمل سے ہوتا ہے

جبکہ علم کا تعلق انسان کے خیالات وتصورات سے ہوتا ہے۔

''تکلیف اور مصیبت کا فائدہ ؟ اللہ تعالیٰ کی آزمائش''

☆ دنیا کے ہر انسان کی زندگی میں تکلیفیں اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں اور ہمیشہ آتی رہیں گے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا قانون ہے جو ازل سے آرہا ہے اور ابد تک رہے گا یہ قانون دنیا کے تمام انسانوں پر یکساں لاگو ہوتا ہے۔ اگر ہم ذرا غور کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کا انسان کو فائدہ بھی ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے کیونکہ انسان کی عقل محدود ہے۔

☆ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب یعنی قرآن مجید میں ان تکلیفوں کا کیا مقصد بیان کیا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 286 میں اللہ تعالیٰ انسان کو بتا رہا ہے کہ

{لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا}

لغوی اور لفظی ترجمہ:

لا: نہیں ی: وہ کلف: بوجھ ڈالنا، تکلیف دینا

اللّٰہ: اللہ نفسا: یعنی نفس، اس سے مراد انسان ہے

الا: مگر صرف، اس لیے وسعا: نفس کی وسعت، برداشت

ھا: یہ نفس کی ضمیر ہے

تفسیری ترجمہ: اللہ تمہیں صرف اس لیے تکلیف اور مصیبت میں ڈالتا ہے تا کہ تمہارے اندر وسعت اور برداشت پیدا ہو۔

☆ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام کی آیت نمبر 52 میں ایک مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور اپنے لیے بھی جمع کے صیغے میں انسان کو مخاطب ہوکر بتایا گیا ہے کہ ہم کس لیے انسان کو تکلیف میں ڈالتے ہیں۔

{لَا نُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا}

لغوی اور لفظی ترجمہ:

لا: نہیں ن: ہم کلف: بوجھ ڈالنا، تکلیف دینا

اللّٰہ: اللہ نفسا: یعنی نفس، اس سے مراد انسان ہے

الا: مگر صرف، اس لیے وسعا: نفس کی وسعت، برداشت

ھا: یہ نفس کی ضمیر ہے

تفسیری ترجمہ: ہم کسی بھی نفس یعنی انسان کو صرف اس لیے تکلیف دیتے ہیں تا کہ اُس نفس میں وُسعت اور برداشت پیدا ہو۔

قرآن میں ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے پھر انسان کو یہی حقیقت سمجھانے کی کوشش کی ہے تا کہ کسی کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 233 کے مضمون پر بھی ذرا غور کریں۔

{لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا}

لغوی اور لفظی ترجمہ:

لا: نہیں ت: تم، آپ — کلف: بوجھ ڈالنا، تکلیف دینا

اللّٰہ: اللہ — نفسا: یعنی نفس، اس سے مراد انسان ہے

الا: مگر صرف، اس لیے — وسعا: وسعت، برداشت

ھا: یہ نفس کی ضمیر ہے

تفسیری ترجمہ: تم کو صرف اس لیے تکلیف اور مصیبت دی جاتی ہے تا کہ تمہارے نفس یعنی انسان میں وُسعت اور برداشت پیدا ہو۔

بصیرت

جس طرح انسان کی آنکھ کے لئے سورج کی روشنی ضروری ہوتی ہے

اسی طرح

انسان کی عقل و بصیرت کے لئے وحی کی روشنی ضروری ہوتی ہے۔

عروج اس وقت کو کہتے ہیں

جس

کے بعد زوال شروع ہوتا ہے

واصف علی واصفؒ

''غربت کے فائدے ؟ مضبوط کردار''

☆ قرآن پاک میں خالقِ کائنات کا ارشاد ہے کہ ہم نے کسی بھی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یعنی کہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے جس طرح دولت کا مقصد ہوتا ہے اُسی طرح غربت کا بھی ایک مقصد ہوتا ہے لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ کوئی انسان سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔

☆ غربت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے قوانین نہیں توڑتا کیونکہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامات کو توڑنے کے وسائل نہیں ہوتے جب کہ اکثر دولت مند انسان اور ممالک دولت کے نشے میں اللہ تعالیٰ کے یعنی فطرت کے بے شمار قوانین کو پامال کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آئے دن ایسی ایسی بیماریوں اور پریشانیوں میں مُبتلا ہوجاتے ہیں جس کا افریقہ اور ایشیا میں رہنے والے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔

☆ یہ بات میرے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں آئی ہے کہ جو بھی انسان اللہ کی حدود یعنی قوانین کو چھوڑ کر اپنی ذاتی خواہشات یا معاشرتی تقاضوں کو پورا کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ تباہی اور بربادی کے راستے پر چل پڑتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہی موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے کیونکہ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات، اقوال اور قوانین نہ تو کبھی تبدیل ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں ترمیم ہوتی ہیں۔

☆ یہ تو سب جانتے ہیں کہ تمام رسول اور نبی علیہم السلام غریب تھے اور غریبوں میں ہی رہنا پسند کرتے تھے۔ ہماری نبی ﷺ حکمران ہونے کے باوجود کبھی بھی صاحب نصاب نہیں ہوئے یعنی کبھی بھی انہوں نے زکوٰۃ نہیں دی۔ جب بھی اُن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہوتا تھا وہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

☆ یہ بات بے شمار لوگوں کے تجربے اور مشاہدے میں آئی ہے کہ جب انسان کے پاس اقتدار اور دولت آتی ہے تو پھر وہ ایک بدمست ہاتھی کی طرح دوسروں کے حقوق کو پامال کرتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر کے عیش وعشرت کی بسر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح زندگی گزارنے سے انسان کی آخرت تباہ ہوجاتی ہے۔ یہ وہی آخرت ہے جس کو بنانے اور سنوارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں انسان کو بار بار ہدایت کی ہے تاکہ یہ انسان جنت قراۃ العین میں داخل ہو کر اپنی ابدی زندگی کو سنوار سکے جو کہ

ایک بہت بڑی نعمت ہے یہ نعمت انسان صرف اپنے اعمال صالح سے ہی حاصل کرسکتا ہے۔

''غربت کے نقصانات ؟ جسمانی اور روحانی بیماریاں''

☆ گو کچھ نہ کچھ غربت کے فائدے بھی ہوتے ہیں لیکن جب غربت ایک خاص معاشرتی معیار سے نیچے گر جاتی ہے تو پھر انسان کی صحت پر جسمانی اور ایسے ذہنی اثرات بھی پڑتے ہیں جو مختلف بیماریوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

☆ مثال کے طور پر جب کوئی انسان یا ملک غریب ہوتا ہے تو پھر وہ امیر لوگوں اور ممالک کے نا قابلِ استعمال کپڑے، دوائیاں اور دیگر ضروریاتِ زندگی کو استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح جس طرح کہ افریقہ اور ایشیا کے غریب ممالک ہمیشہ ترقی یافتہ ممالک کی چیزیں استعمال کر کے اپنی آزادی کی خوشیاں مناتے ہیں۔

☆ خیال رہے کہ غیر معیاری پانی، خوراک اور ادویات سے انسان کے جسم میں آہستہ آہستہ کئی ایسی بیماریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جس کی ایک عام انسان کو خبر تک نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جس طرح کائنات کا نظام قوانینِ فطرت کے مطابق چل رہا ہے اُسی طرح انسان کی صحت کا نظام بھی اللہ کے قوانین پر چل رہا ہے۔

☆ اکثر غریب ممالک کے جسم اور ذہن دونوں مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں لیکن علم کی کمی اور جہالت کی وجہ سے اُن کو احساس تک نہیں ہوتا کیونکہ اُن کو صرف یہ بتا دیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس میں حکمرانوں اور امراء کا کوئی قصور نہیں ہے۔ غربت ایک ایسی بیماری ہے جس سے انسان اور ملک آہستہ آہستہ کئی دوسری بیماریوں اور جرائم کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ افریقہ اور ایشا کے اکثر ممالک جھوٹ، دھوکہ بازی اور کرپشن کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس طرح یہ انسان اور ممالک دوسروں کے محتاج اور غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔ اگر کوئی بھی انسان غور و فکر کرے تو پھر اُس کو یہ حقیقت خود بخود سمجھ آسکتی ہے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ غریب ہونا یا امیر ہونا کوئی جرم نہیں ہے جرم صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو پامال کرنا اور اُس پر عمل نہ کرنا لہٰذا ہر انسان اور ملک کو احتیاط کرنی چاہیے اور جہاں تک ہوسکے اللہ تعالیٰ کے قوانین پر عمل کرنا چاہیے جن کو قوانینِ فطرت یعنی **Natural Fundamental Laws** بھی کہتے ہیں۔ ان ہی قوانین کا علم حاصل کرنے اور پھر اس پر عمل کرنے سے تمام جدید ترقی ہوتی ہے اور ہمیشہ اس طریقہ کار سے ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

''دوسروں پر تنقید ؟ آسان طریقہ''

☆ میں نے اپنے ملک پاکستان میں اکثر دیکھا ہے کہ بڑے پڑھے لکھے لوگ بھی دوسروں پر بہت تنقید کرتے ہیں لیکن اپنے آپ پر تنقید کرنا یعنی خود احتسابی کرنا پسند نہیں کرتے اور یہی سمجھتے ہیں کہ ان کا ذاتی علم مکمل اور آخری ہے حالانکہ علم، تجربہ، مشاہدہ اور بصیرت کی دنیا اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے علم، تجربہ، مشاہدہ اور بصیرت کو استعمال کر کے اپنی ذاتی زندگی گزارے اور دوسروں کی اندھی تقلید نہ کرے یہی وجہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ اور مہذب معاشرے میں دوسروں پر بہت کم تنقید کی جاتی ہے ویسے بھی یہ حقیقت ہے کہ اپنی ذات پر تنقید کرنے سے انسان کی ذاتی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے جب کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے صرف اپنا ہی وقت ضائع ہوتا ہے اور کسی کو فائدہ نہیں ہوتا۔

☆ دین، مذہب اور انسانیت کی دنیا اس قدر عظیم اور وسیع ہے کہ کوئی بھی ایک انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا کیونکہ یہ تصورات اور نظریات کئی صدیوں سے چلے آ رہے ہیں اور ہر ایک مکتبہ فکر کے پاس اپنے اپنے ٹھوس دلائل موجود ہیں جس کی وجہ سے ہر کوئی اپنے اپنے خیالات پر قائم ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کے لیے اسلام کے دین کو ہی پسند کیا ہے اور اسی کو کائنات میں نافذ کیا ہے یہ وہی دین اسلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جیسا کہ قرآن کی سورہ شوریٰ کی آیت نمبر 13:42 میں بیان کر دیا ہے کہ

''اے محمد (ﷺ) ہم نے وہی دین کی دینی شرح تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں جو نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کیا۔''

☆ لیکن افسوس صد افسوس..... کہ ہم براہِ راست قرآن پاک سے رہنمائی اور ہدایت حاصل نہیں کرتے بلکہ ان علماء اور دانشوروں سے ہدایت حاصل کرتے ہیں جنہوں نے اپنی عقل اور فہم و فراست سے قرآن پاک کو سمجھا ہوتا ہے۔ ہم اپنی عقل کو ذرہ بھی استعمال نہیں کرنا چاہتے جو کہ سراسر ناانصافی اور ظلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطری طور پر مختلف صلاحیتیں دی ہوئی ہیں اس لیے ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مختلف علماء سے قرآن کا علم حاصل کرنے کے بعد اپنی صلاحیتوں اور فہم و فراست کو بھی استعمال کرے ورنہ وہ انسان اندھا، بہرہ اور گونگا بن کر رہ جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اُسے منع کیا ہے۔

☆ گزشتہ چودہ سو سال کے دوران کئی ایک جید علما حضرات نے بے شمار قرآن پاک کے ترجمے، تفاسیر اور مختلف کتابیں تحریر کیں ہیں جس میں اپنی اپنی صلاحیتوں اور استعداد کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کام کے لیے اپنی پوری زندگیاں لگا دی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے قرآن اور اسلام کو مکمل طور پر بیان کر دیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسی عظیم کتاب ہے جس کا مصنف خود اللہ تعالیٰ ہے جس کی ذات اور جس کا علم لامحدود ہیں۔ غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے الفاظ، خیالات اور احکامات و قوانین میں اس قدر وسعت، بلاغت اور گہرائی ہے کہ اس کا مکمل احاطہ کرنا اور سمجھنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔

لہٰذا ہمیں دوسروں پر کڑی تنقید کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اپنی ذاتی زندگی کی اصلاح کرنی چاہیے تا کہ ہماری زندگی کی نشوونما زیادہ بہتر ہو سکے۔

آیات النساء 174:4 ، الزمر 23:39 کے مطابق
قرآن مجید کو احسن الحدیث (بہترین کلام)
امر (حکم) اور برہان (روشن دلیل) بھی کہتے ہیں
جو کہ اس کتاب کی عظمت کے نشانات ہیں۔

.....

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان

شرک سے باز رہو
اور
توحید کی پیروی کرو

.....

ایک حقیقت

سچے انسان جب قرآن کو سنتے ہیں تو
ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں
جس طرح حضرت جعفر طیارؓ سے
قرآن سن کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی
کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے

''ترقی یافتہ ممالک کے گداگر ؟ مصنف کا مشاہدہ''

☆ عام طور پر دنیا میں دو قسم کے گداگر پائے جاتے ہیں ۔ایک ترقی یافتہ یعنی امیر ممالک کے گداگر اور دوسرے غیر ترقی یافتہ ممالک یعنی غریب ممالک کے گداگر! ان دونوں قسم کے گداگروں کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و تمدن میں اس قدر فرق ہوتا ہے کہ اُن ممالک کی اکثر عوام ایک دوسرے کو حیرانگی اور مخالفت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے کو بے وقوف بھی سمجھتے ہیں۔

☆ اکثر ترقی یافتہ ممالک میں ایسے لوگ گداگر ہوتے ہیں جن کو شراب کی عادت حد سے زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی معاشی زندگی میں توازن نہیں رکھ سکتے اور آخر کار اُن کو گداگر بننا پڑتا ہے۔ اُن ممالک کے معاشرتی قانون کے مطابق بے روزگار انسان کو ہر ہفتے بے روزگاری وظیفہ دیا جاتا ہے۔لیکن شرابی گداگروں کو ہفتے میں دو مرتبہ وظیفہ ملتا ہے کیونکہ وہ اپنے وظیفے کو فوراً خرچ کر دیتے ہیں۔

☆ ان شرابی گداگروں کو جن گھروں میں رکھا جاتا ہے عام طور پر وہ ایک ہال میں مشتمل ہوتا ہے جن کے اندر کئی بیڈز لگے ہوتے ہیں ۔تقریباً شام 8 بجے اُن کو کھول دیا جاتا ہے اور صبح آٹھ بجے سب شرابی گداگروں کو باہر نکال دیا جاتا ہے تا کہ اُس کی صفائی ستھرائی اور خوراک کا بندوبست کیا جا سکے اور اُن کی بیڈ شیٹیں تبدیل کی جا سکیں۔

☆ وہ غیر ترقی یافتہ یعنی غریب ممالک جو اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے پسماندہ اور غریب رہ جاتے ہیں اُن کو بھی ترقی یافتہ ممالک کا محتاج بننا پڑتا ہے اور ایک وقت میں گداگر بھی بننا پڑتا ہے جیسا کہ ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک ترقی یافتہ ممالک کے گداگر بنے ہوئے ہیں لیکن وہ اپنی عوام اور جاہل طبقے کو پتہ بھی نہیں چلنے دیتے کہ وہ کس طرح ملکی مفادات کو فروخت کرتے ہیں۔غریب ممالک کی یہ محتاجی علم و حکمت اور قرض یعنی دونوں شکلوں میں ہوتی ہے۔غور و فکر کرنے اور تحقیق کرنے سے ہر انسان کو اس کی سمجھ آ سکتی ہے۔

☆ خیال رکھیں کہ ہر انسان اور ہر ملک کی ترقی کا راز بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات یعنی قوانینِ فطرت سے وابستہ ہوتا ہے کیونکہ خالقِ کائنات کے کلمات یعنی قوانین نہ صرف حیوانات، نباتات اور جمادات بلکہ پوری کائنات پر

اپنے یکساں اثرات ڈالتے ہیں ۔ انہی کی وجہ سے دنیا اور کائنات کا نظام رواں دواں ہے لہٰذا ہر انسان اور ہر ملک کو ان قوانین کو تلاش کرنا چاہیے اور اُس پر عمل کرنا چاہیے ۔.....جدید ترقی میں فطرت کے اِن قوانین کا بڑا دخل ہوتا ہے۔

''گرم اور سرد جنگ ؟ جنگ کے جدید طریقے''

☆ اُنیسویں صدی تک دنیا میں گرم جنگ کا ہی رواج تھا کیونکہ تاریخ کے ایک ارتقائی عمل کے ساتھ ہر چیز کی شکل وصورت تبدیل ہوتی رہتی ہے اس لیے جنگِ عظیم اول اور دوم کے بعد یعنی 1945 کے بعد سے جنگ کی ٹیکنالوجی یعنی حکمت عملی تبدیل ہوکر رہ گئی وہ اس طرح کہ پہلے تو مکمل انحصار اسلحہ کی جنگ پر ہوتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ سرد جنگ یعنی کولڈ وار کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا یہ جنگ ترقی یافتہ ممالک معاشی محاذ، علمی محاذ، انڈسٹری کے محاذ، پراپیگنڈا کے محاذ پر لڑتے ہیں اور اس طرح دشمن کو وہ نقصان پہنچاتے ہیں جس سے اُن کا دشمن بے بس ہوجاتا ہے۔

☆ کافی عرصہ سے دنیا کی دو سپر پاور یعنی امریکہ اور روس کے درمیان یہ جنگ جاری تھی جس کا 30 فیصد انحصار روایتی ہتھیاروں اور 70 فیصد کولڈ وار کے ہتھیاروں ذریعے لڑی جارہی تھی۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ روس کو شکست فاش ہوئی جس سے اُس کی کئی ریاستوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔

حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ روس ٹوٹ گیا لیکن اُس نے اپنے ایٹمی ہتھیاروں کو استعمال نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے پوری دنیا تباہ و برباد ہوجائے گی۔

☆ کولڈ وار کے ذریعے اکثر افریقہ اور ایشیا کے ممالک کو ترقی یافتہ ممالک نے غلام بنارکھا ہے تاکہ وہ اپنے مخصوص مفادات حاصل کرتے رہیں کولڈ وار کے ذریعے ایک انسان دوسرے انسان کو اور ایک ملک دوسرے کو شکست دیتا ہے جس کی عام لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی کیونکہ اس سے نہ تو کوئی زخمی ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ہلاک ہوتا ہے بلکہ زندہ لاش بن کر وہ دوسروں کا غلام اور محتاج بن کر رہ جاتا ہے۔

☆ غربت ایک ایسی بیماری ہے جس سے انسان کی ظاہری شخصیت اور باطنی شخصیت مختلف بیماریوں کا شکار ہوکر رہ جاتی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے اپنے وسیع خیال کو ایک شعر میں بیان کر دیا ہے:

مفلسی حسنِ لطافت کو مٹا دیتی ہے
بھوک اخلاق کے سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی

ایک عظیم حقیقت

معاذ بن جبل ایک صحابی تھے۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے آخری زمانے میں اُن سے پوچھا کہ میری زندگی کے بعد تم اپنے فیصلے کس طرح کرو گے تو معاذ نے کہا کہ قرآن پاک سے!!

آپ نے فرمایا کہ اگر وہ چیز تمہیں قرآن میں نہ ملے تو؟

تو معاذ نے عرض کیا کہ میں فوراً اجتہاد کروں گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر انسان کو اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے۔

.....

قرآن کا اعلان

سید، چوہدری، ملک، بٹ اور میاں عزت والے نہیں ہوتے

کیونکہ قرآن پاک کی روشنی میں عزت والا وہ ہوتا ہے

جو متقی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والا

{اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ط}

(الحجرات 13:41)

وہ شخص اللہ کو نہیں مانتا جو اللہ کا حکم نہیں مانتا

واصف علی واصفؒ

''گدھے پر کتابیں ؟ غریب ممالک''

☆ ایک کہاوت مشہور ہے کہ گدھے پر کتابیں لادنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ افریقہ اور ایشیا میں جو لوگ ضروریاتِ زندگی کی بھاگ دوڑ میں لگے رہتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اکثر انسان کتابیں تو پڑھتے رہتے ہیں لیکن اُن کا اثر قبول نہیں کرتے۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لاد دی جاتی ہیں لیکن اُن لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ ترقی یافتہ ممالک میں جتنی بھی ترقی کی ہے وہ کتابوں ہی کی وجہ سے کی ہے۔

☆ برٹش لائبریری لندن، کانگریس لائبریری واشنگٹن اور دنیا کے مختلف لائبریریوں میں جو بھی کتابیں ہیں کیا وہ گدھوں پر لادنے کے لئے رکھی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ یورپ والوں کا خیال ہے کہ علم اور کتاب ہر انسان اور ہر قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے لیکن جس کتاب اور علم کو انسان سمجھ نہیں سکتا اور اُس پر عمل نہیں کرتا وہ اُس کے لیے بے کار ہوتا ہے کیونکہ وہ اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اس لیے وہ انسان بھی اُس گدھے ہی کی طرح ہوتا ہے جس پر کتابیں لاد دی جاتی ہیں کیونکہ عمل کے بغیر علم ہمیشہ بے کار اور مفلوج ہوتا ہے۔

☆ مختصر یہ کہ ہر انسان اور ہر ملک کی ترقی کے لیے علم اور عمل کا ہونا ضروری ہوتا ہے لہٰذا جس طرح اور جس معیار کی یہ دونوں چیزیں ہوں گی اُسی معیار کی ترقی ہوگی۔ یورپ والوں کی ترقی کا راز بھی یہی ہے کہ اُنہوں نے علم اور عمل کی اُن آیات پر عمل کیا جس کی تاکید اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں الہامی کتابوں میں کی ہے لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ انہوں نے اپنی تحقیق کے بعد اجتہاد کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں ہمیں جگہ جگہ جدید لائبریریاں ملتی ہیں۔ جن سے وہاں کے لوگ اپنی اندرونی شخصیت اور بیرونی شخصیت کی تکمیل کرتے رہتے ہیں۔

نوٹ: ہمارے علماء حضرات کو چاہیے کہ وہ علم اور عمل کی آیات پر عوام اور حکمرانوں کی خاص توجہ دلایا کریں کیونکہ دنیا کی تمام مادی اور روحانی ترقی کا راز علم و حکمت ہی میں پوشیدہ ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں ان دونوں ہی الفاظ کو بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ ترقی یافتہ اقوام نے بھی ان ہی دونوں علوم کو حاصل کرنے کے بعد ہی ترقی کی ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان صفات کے بغیر کوئی انسان یا ملک ترقی کرے۔

''گلیڈ سٹون کی پالیسی ؟ عظیم سازش''

☆ گلیڈ سٹون برطانیہ کا ایک ایسا وزیراعظم تھا جس کو عوام بہت زیادہ پسند کرتے تھے کیونکہ اس نے اپنے ملک اور عوام کے لیے بہت زیادہ کام کیے ہوئے تھے یہی وجہ تھی کہ عوام نے اُس کو چار مرتبہ اپنے ملک کا وزیراعظم منتخب کیا۔ گلیڈ سٹون کو سوچنے اور سمجھنے کی بہت زیادہ عادت تھی۔

☆ گلیڈ سٹون نے اپنی بصیرت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا کہ کوئی بھی ایک ایسی پالیسی بنائی جائے جس کی مدد سے مسلمانوں کو قرآن پاک سمجھنے نہ دیا جائے کیونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ اگر مسلمان اس عظیم کتاب کو سمجھ گئے تو پھر وہ بہت بڑی طاقت بن سکتے ہیں اور پھر ان کو شکست دینا بہت مشکل ہوجائے گا۔

☆ مختصر یہ کہ اُس نے اپنی خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے ایسے ایسے کام کیے کہ مسلمان صرف ثواب جمع کرنے اور جنت کے سہانے خوابوں کے چکر میں پڑ گئے اور قرآن پاک کی ہدایات سے دور ہوتے گئے جس کے اثرات آج بھی مسلمانوں میں نظر آتے ہیں۔

☆ مغرب والوں نے اپنی منافقانہ پالیسیوں کی وجہ سے مسلمانوں میں فرقہ آرائی اور تعصب کے ایسے بیج بو دیے جس کی وجہ سے وہ ریت کے ڈھیر بن کر رہ گئے کیونکہ نہ تو وہ قرآن کو سمجھ سکے اور نہ ہی اس پر عمل کر سکے جس کی وجہ سے وہ کوئی بھی ایسا تعمیری کام نہ کر سکے جو اُن کو کرنا چاہیے جس کی وجہ سے وہ ترقی یافتہ قوموں میں شامل ہوجاتے آخر کار مسلمانوں کی یہی حالات دیکھ کر علامہ اقبال نے آج سے تقریباً 90 سال پہلے اپنے خیالات کا اظہار اپنی بصیرت کی بنیاد پر اس شعر میں کر دیا تھا جو آج سو فیصد سچ ثابت ہو چکا ہے:

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے
مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے

''مسلمانوں کا دعویٰ ؟ بے شمار غلط فہمیاں''

☆ پاک وہند میں اکثر مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور دوسرا کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا کیونکہ کلمہ پڑھے بغیر کوئی بھی جنت میں نہیں جاسکتا یہ بات کئی صدیوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں ہوسکا کہ کس تاریخ کے موڑ پر لوگوں کا یہ عقیدہ اُن کے دین اور مذہب کا حصہ بنا۔

اگر ہم قدیم انسان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پھر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم اللہ کی پسندیدہ قوم ہیں اسی لیے اللہ نے ہم پر ''من سلویٰ'' اتارا تھا جو کہ اور کسی قوم پر نہیں اتارا گیا اس لیے ہم ہی جنت کے وارث ہیں اور ہمارے علاوہ اور کوئی جنت میں نہیں جاسکتا۔

☆ یہودیوں کے بعد جب عیسائیوں کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی اپنے مختلف دلائل پر یہ سوچنا شروع کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اپنی قوم کی خاطر سولی پر چڑھ گئے تھے تاکہ وہ اپنی قوم کے گناہوں کا کفارہ ادا کرسکیں اس لیے اللہ ہمیں بخش دے گا اور ہم ہی جنت کے حق دار ہیں۔

ہندوازم جو کہ دنیا کا ایک قدیم ترین مذہب ہے اور اس کو ماننے والے بھی آج کل کروڑوں میں موجود ہیں ان کا بھی یہی خیال ہے کہ ہمارا بھگوان سے بہت ہی قریبی تعلق ہے کیونکہ ہم زیادہ محنت اور جفاکشی سے عبادت کرتے ہیں اس لیے ہم ہی جنت میں جائیں گے اور یہ ہمارا ہی حق ہے۔

☆ موجودہ زمانے میں جو مسلمان لوگ قرآن کو بغیر عقل یعنی بغیر سمجھے پڑھتے ہیں اور صرف ثواب جمع کرتے کرتے اپنی پوری زندگیاں گزار دیتے ہیں ان کی بھی یہی خیال ہے کہ یہودی، عیسائی اور ہندو ہرگز جنت میں نہیں جاسکتے کیونکہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اس لیے وہ مسلمان نہیں ہیں لہٰذا جنت میں وہ لوگ جائیں گے جو مسلمان ہیں اور جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے۔

☆ اکثر مسلمانوں کا یہی خیال ہے کہ اگر کوئی مسلمان اور کلمہ پڑھنے والا گنہگار بھی ہوا تو نبی پاک ﷺ ان کو بخشوا کر جنت میں لے جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ کا مسلمانوں سے وعدہ ہے جبکہ یہ وعدہ مجھے قرآن میں نہ مل سکا حالانکہ میں نے کافی کوشش کی ہے۔

یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے اس عقیدے کا جائزہ لینے کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے اور قرآن پاک میں اس کے لیے کون سے الفاظ ہیں جو اس حقیقت کو مکمل اور کھل کر بیان کرتے ہیں۔

☆ ایک بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے ''دنیا کا ہر انسان یعنی بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے'' پھر اپنے ماحول معاشرے اور تعلیم و تربیت کی وجہ سے کوئی یہودی، کوئی عیسائی، کوئی ہندو، کوئی مسلمان کوئی وہابی، کوئی اہل حدیث، کوئی نقشبندی، سہروردی، وغیرہ وغیرہ بنتا ہے۔

ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ قرآن میں کسی خاص قوم یعنی یہودی، عیسائی، ہندو اور مسلمان کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ یہ صرف اور صرف انسان کے لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ تمام دنیا کے انسان اس سے ہدایت اور رہنمائی

حاصل کرسکیں۔

☆ دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ قرآن میں صرف مسلم، مسلمون اور مسلمین کے لفظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ تینوں لفظ صرف اس معنی میں استعمال ہوئے ہیں کہ جھکنے والے لوگ، تابعدار لوگ، فرمانبردار لوگ۔ مختصر یہ کہ یہ تینوں لفظ اور کسی معنی میں استعمال نہیں ہوئے یعنی کہ کسی خاص ملک یا کسی قوم کے لیے ہرگز استعمال نہیں ہوئے۔

☆ ایک اصل اور بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کا قول، کلمہ، میرٹ اور قانون ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالح کی بنیاد پر سب کچھ ہوتا ہے اور سب کچھ ہوگا کیونکہ قرآن پاک کی بے شمار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو تصریف آیات یعنی بار بار اور مختلف انداز میں بیان کیا ہے کہ جنت اور دوزخ کا فیصلہ ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہوگا۔ ایک بہت بڑی دلیل اور حجت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے ذاتی الفاظ کو قرآن پاک میں صاف صاف بیان کر دیا ہے اُن پر تھوڑا بہت غور وفکر کرنے سے تمام حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے جیسا کہ البقرہ کی آیت نمبر 62، 111 اور 112 میں بیان کیا گیا ہے:

☆ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ایک دوسرے طریقے سے بیان کیا ہے تا کہ اگر کسی کو یہاں پر کوئی بات سمجھ نہیں آسکی تو پھر وہ مندرجہ ذیل آیت پر غور کر کے حقیقت کو حاصل کرسکتا ہے۔

{لَیْسَ بِأَمَانِیِّکُمْ وَلَا أَمَانِیِّ أَهْلِ الْکِتَابِ مَن یَعْمَلْ سُوْءاً یُجْزَ بِهِ وَلاَ یَجِدْ لَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیّاً وَلاَ نَصِیْراًO} (النساء123)

''اے ایمان والو آخرت کی نجات کا تعلق نہ تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا پھر اس کو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔''

☆ قرآن میں ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس دعوے کی مکمل تردید کر دی ہے کہ یہودی جنت میں جائیں گے یا عیسائی جنت میں جائیں گے۔ اس حقیقت کو اس طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ جس پر غور وفکر کرنے سے تمام انسانوں اور تمام فرقوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

{ وَقَالُواْ لَن یَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَن کَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَی تِلْکَ أَمَانِیُّهُمْ قُلْ هَاتُواْ بُرْهَانَکُمْ إِن کُنتُمْ صَادِقِیْنَO بَلَی مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُونَO} (البقرہ2:111-112)

''اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے یا عیسائی جائیں گے یہ تو صرف ان کی اپنی خواہشیں ہیں۔

اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہو تو وہ اپنے رب کے ہاں ضرور اجر پائے گا ایسے لوگوں کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

☆ خیال رکھیں کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا مالک اور خالق ہے اس لیے اس کا کسی خاندان، قوم اور ملک کے

ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اُس کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔قوموں اور خاندانوں کی اس عظیم حقیقت کو سورہ الحجرات میں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ تمام انسانوں میں سے اعلیٰ اور عزت والے انسان کی نشانی کیا ہے۔

{إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ} (الحجرات 13:49)

''یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

☆ اگر کوئی سید یا پیر ہو یا کسی کا کسی بڑے خاندان سے تعلق ہو تو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی کسی نبی اور رسول کا بیٹا بھی ہو لیکن اس کا کردار اور سیرت نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں اور قرآن میں سورۃ ھود کی آیت نمبر 46 میں یہ حقیقت بھی موجود ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کو جب اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے طوفان نے آ گھیرا اور نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہو گئے لیکن اُن کے چار بیٹوں میں سے ایک نافرمان بیٹا کشتی میں سوار نہ ہوا تو اس پر نوح علیہ السلام کو بہت افسوس ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے دعا کی یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ نے جواب دیا ''کہ وہ تمہاری آل نہیں ہے یعنی تمہارا پیروکار اور فرمانبردار نہیں۔

☆ یاد رکھیں کہ عربی میں آل کے دو معنی ہوتے ہیں۔آل کا ایک معنی اولاد اور دوسرا معنی تابعدار یعنی فرمانبردار کے ہوتے ہیں۔اس آیت میں آل سے مراد پیروکار ہے۔

اگر کوئی انسان ذرا کوشش اور ہمت کر کے سورہ النساء کی آیت نمبر 123، 124 اور 125 کو پڑھے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو اس کو بڑی آسانی سے تمام حقیقت کا علم صرف پانچ منٹ میں ہو سکتا ہے۔

☆ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 69 میں اس حقیقت کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ''نجات کا تعلق کسی خاص قوم سے نہیں خواہ وہ مسلمان قوم ہو، یہودی ہو، صابی ہوں، یا عیسائی ہوں۔البتہ جو بھی لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

☆ کائنات میں بڑی بڑی جتنی بھی اللہ کی مخلوقات ہیں یعنی بے شمار سورج، چاند، ستارے اور سیارے اللہ تعالیٰ کے کلمات اور قانون کی بڑی سختی سے پابندی کرتے ہیں کیونکہ خالق کائنات نے ان کو ارادہ و اختیار کی آزادی نہیں دی۔ جیسا کہ سورہ یٰسین کی آیت نمبر 40 میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آ سکتی ہے یہ سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔''

☆ اب تک جتنی بھی مخلوقات دریافت ہو چکی ہیں ان میں سے انسان واحد ایسی مخلوق ہے جس کو اللہ نے ارادہ و اختیار کی آزادی دی ہوئی ہے لیکن خیال رہے کہ یہ آزادی 50 فیصد انسان کو دی ہے اور 50 فیصد اللہ نے اپنے پاس رکھی ہے۔مثال کے طور پر خون کا نظام، سانس کا نظام، اعصاب کا نظام، خلیوں کی توڑ پھوڑ اور دل و دماغ کا نظام تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اپنی ذاتی سوچ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دی ہوئی ہے جیسا کہ قرآن پاک سورہ الدھر کی آیت نمبر 76 میں ہے کہ:

☆ {إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا O} (الدھر 3:76)

''میں نے تمہیں سیدھے راستے یعنی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کردی ہے، اب تم اس پر چل کر فائدے حاصل کرو اور میرا شکر ادا کرو یا اس پر چلنے سے انکار کردو یہ تمہیں آزادی ہے''

☆ اس وقت دنیا میں اللہ کو ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں قسم کے انسان اللہ تعالیٰ کے فطرت کے قوانین کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں کیونکہ اللہ کے قوانین تمام انسانوں پر اپنے یکساں اثرات ڈالتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی! ایک اور ٹھوس دلیل یہ ہے کہ جو بخاری شریف کی ایک مستند حدیث ہے کہ

''ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ اور اپنی پھوپھی صفیہ سے فرمایا کہ اگر آپ مجھ سے کوئی چیز لینا چاہتے ہیں یا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس دنیا میں ہی لے لیں کیونکہ میں آخرت میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔''

☆ اس سے ہر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اتنی بڑی ہستی جو اپنی بیٹی اور پھوپھی کے لیے کچھ نہیں کرسکتی تو وہ کسی قاتل، ڈاکو، دھوکہ باز اور ملاوٹ کرنے والے انسان کے لیے کیا سفارش کرے گی جو صرف کلمہ پڑھنے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ خود بہت بڑے عدل و انصاف کرنے والا ہے۔

☆ یاد رکھیں اللہ سے تمام پیغمبر ڈرتے رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے مقام سے اس قدر بلند و برتر ہے کہ اس مقام کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ خیال رہے کہ اللہ کا عدل و انصاف نہ صرف اس دنیا میں بلکہ پوری کائنات پہ چھایا ہوا ہے اور ہمیشہ چھایا رہے گا۔

☆ امریکہ، آسٹریلیا اور یورپ نے جتنی بھی ترقی کی ہے وہ اللہ کے قوانین یعنی الہامی کتابوں کے احکامات یعنی قوانینِ فطرت پر عمل کرنے کی وجہ سے ہی کی ہے کیونکہ جس قدر کوئی ان قوانین کی پابندی کرتا ہے اسی قدر وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جس قدر کوئی ان قوانین کو توڑتا ہے اسی قدر وہ شخص یا ملک نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ اللہ کے قوانین میں بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے لہٰذا جو کوئی بھی اپنے وعدے کی پابندی، وقت کی پابندی اور ایمانداری سے کام کرے گا وہی اس دنیا میں اور آخرت میں کامیاب ہوگا۔

☆ مجھے ایک دوست نے اپنا مشاہدہ بتایا کہ بھارت کے ایک شہر دیو بند میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی دوکانوں کے درمیان ایک ہندو کی دوکان ہے جو تمام مسلمانوں کی دوکانوں سے زیادہ چلتی ہے کیونکہ مسلمانوں کے مقابلے میں وہ ہندو زیادہ دیانت دار ہے اس لیے اکثر مسلمان بھی اس کی دوکان سے سامان خریدتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی دوکانیں کم چلتی ہیں۔

☆ مزید برآں پاکستان کے کاروباری لوگ جانتے ہیں کہ پاکستان کا اکثر چاول ہندو تاجر خرید کر دوبئی کے ذریعے عالمی مارکیٹ میں فروخت کرتے ہیں کیونکہ ہندو تاجر نماز تو نہیں پڑھتے لیکن اللہ کے قوانین کا مسلمانوں سے زیادہ خیال کرتے ہیں جیسے کہ مناسب دام، وعدے کی پابندی وغیرہ۔ اسی قانون کے تحت مسلمانوں اور ہندوؤں کے مقابلے میں چین اور روس کے لوگوں نے زیادہ ترقی کی ہے کیونکہ وہ اللہ کے قوانین کی ہندو پاک کے لوگوں سے بھی زیادہ پابندی کرتے ہیں۔

☆ مختصر یہ کہ مندرجہ بالا دلائل کی بنیاد پر مسلمانوں کا یہ دعویٰ غلط فہمی اور کم علمی پر قائم ہے کہ صرف اور صرف کلمہ

پڑھنے والے مسلمان ہی جنت میں جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا میں اللہ کسی کو اس کے نیک اعمال کی وجہ سے نوازتا ہے تو انہی اعمال کی وجہ سے آخرت میں بھی اُن کو نوازا جائے گا کیونکہ قرآن میں جہاں جہاں عملو الصلحت ، اعمال اور احسان کا ذکر آیا ہے وہاں پر کسی یہودی، عیسائی، مسلمان یا صابی کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ دنیا کے لوگوں سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ہر کسی کو اُس کے نیک اعمال کا اجر ضرور ملے گا۔ 361 مرتبہ من کہہ کر اور بے شمار دفعہ والذین کہہ کر پوری دنیا کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

☆ آپ اس تحریر کو تین مرتبہ غور و فکر سے پڑھیں لیکن اگر قرآن و حدیث کے حوالے بھی کسی شخص پر اپنا اثر نہیں ڈال سکے تو آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے ذاتی اور معاشرتی تعصب کی بیماری Prejudice, Bias اور اپنے علم و عقل کی کمزوری کا علاج کروائیں کیونکہ مصنف بھی 27 سال سے اپنی ان بیماریوں کا علاج کروا رہا ہے۔

☆ دنیا کا ہر انسان تعصب کی بیماری کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ ہر ملک اور ہر معاشرے میں تعصب کے جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ جو 5 فیصد سے لے کر 90 فیصد تک ہوتے ہیں لیکن ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں افریقہ اور ایشیا کے ممالک میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔

تیری دنیا میں میرے علم کا حاصل حیرت
ایسی حیرت کہ جسے علم کا عرفاں کہیے

سابق وائس چانسلر ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ایم اے ڈی لٹ

فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی، یہی باتیں ہیں

''اگر سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی
پوری دنیا پر اپنے یکساں اثرات ڈالتی ہیں
تو پھر خالقِ کائنات بھی تمام مخلوقات
کے ساتھ یکساں ہی عدل و انصاف کرتا ہے'' اور
ہمیشہ کرتا رہے گا۔

''حقیقی عزت والا کون ؟ قرآن کا فیصلہ''

اس دنیا میں ہر معاشرے اور ہر ملک نے عزت کے اپنے اپنے معیار بنائے ہوئے ہیں جس طرح کہ ہندو پاک میں نواب، برہمن، چودھری، سید اور دولت مند لوگوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن یہ اصل اور حقیقی عزت نہیں ہے بلکہ انسان کی صرف اس دنیا میں عارضی عزت ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی عزت کے بارے میں خالقِ کائنات کیا کہتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب میں سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 13 میں عزت والوں کے معیار کو بیان کر دیا ہے

{إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ}

''یقیناً تم میں سے اکرم یعنی عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یعنی جو اللہ کی ہدایات اور قوانین پر عمل کرتا ہے۔''

مندرجہ بالا آیت کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم دنیا کے تمام انسانوں اور ممالک کا جائزہ لیں اور تحقیق کر کے دیکھیں تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس انسان اور جس ملک نے بھی اللہ کا تقویٰ یعنی اللہ کی ہدایات و قوانین پر عمل کیا ہے اُسی نے ہی ترقی کی ہے اور جنہوں نے اِن کو پامال ہے وہ ہمیشہ تباہ و برباد ہوئے ہیں۔

یاد رکھیں کہ اللہ کے احکامات و قوانین کسی بھی امیر، غریب، نواب، چودھری اور سید وغیرہ کا ہرگز لحاظ نہیں کیا کرتے بلکہ دنیا کے تمام انسانوں پر اپنے یکساں اثرات ڈالتے ہیں۔

.....

زندگی خدا سے ملی ہے، خدا کے لیے استعمال کرو

دولت خدا سے ملی ہے خدا کی راہ میں استعمال کرو

واصف علی واصفؒ

''اللہ کے ولی اور راز ؟ غور وفکر کی عادت''

☆ اس دنیا میں بے شمار لوگ اللہ کے ولی ہیں لیکن اُن سب کا اپنا اپنا معیار اور درجہ ہے جو کہ علم وعقل اور فہم کی بنیاد پر ہوتا ہے کیونکہ ہر کوئی انسان اپنے اپنے علم اور عقل کے مطابق اللہ کا ولی بنتا ہے اور اللہ کو اپنا ولی بناتا ہیاس لیے ہر کوئی اپنے علم وعقل کے مطابق اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کے ولی لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے راز ہوتے ہیں لیکن اُسی قدر یہ راز ہوتے ہیں جس قدر محنت اور کوشش سے انسان اُن کو حاصل کرتا ہے لیکن مکمل اللہ تعالیٰ کے راز آج تک کوئی حاصل نہیں کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا کیونکہ انسانی عقل محدود ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے راز لامحدود ہیں۔ ہر انسان کو اُتنے ہی اللہ کے راز اور راستے ملتے ہیں جتنی وہ محنت اور کوشش کرتا ہے جیسا کہ سورہ العنکبوت کی آیت 69 میں اللہ نے انسان کو بتایا ہے کہ

{وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا}

''اور جو بھی لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو ضرور اپنا راستہ دکھائیں گے۔''

☆ اسی حقیقت کو سورہ المائدہ کی آیت نمبر 35 میں دوبارہ بیان کیا گیا ہے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ ولی اور راز کی بنیادی حقیقت کیا ہے؟ ولی تو عربی زبان کا لفظ ہے جبکہ لفظ راز کا تعلق فارسی زبان سے ہے۔ راز کا عربی لفظ سر ہے جس کی جمع اسرار ہوتی ہے اور اس لفظ کا مادہ س ر ر ہے۔

ولی کا مادہ: و ل ی

ولی کے لغوی معنی: دوست، مددگار، ساتھی، حمایتی، سرپرست ولی کے اصطلاحی معنی: اللہ کے مددگار، دوست، ساتھی،

سرًا کے لغوی معنی: راز، چھپی ہوئی بات، بھید، کوئی پوشیدہ چیز

اصطلاحی معنی: اللہ اور انسانی کی چھپی ہوئی باتیں اور غیب کی چیزیں

سورہ التوبہ کی آیت نمبر 116 میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب ہوکر خبردار کر دیا ہے کہ کائنات اور انسان کا ولی کون ہے

''آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہی اللہ ہی کی ہے اُسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے اللہ کے سوا نہ تو تمہارا کوئی سرپرست اور دوست ہے اور نہ ہی مددگار۔''

☆ **یہ حقیقت** ہے کہ توحید پرست انسان تو ہمیشہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اسی سے ہی مدد طلب کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ولی دنیا کی دیگر چیزوں کو خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ اُن کا اللہ پر ایمان بہت زیادہ مضبوط ہوتا ہے ویسے بھی اللہ نے قرآن میں جگہ جگہ انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ صرف اور صرف مجھے پکارو اور میرے ساتھ کسی کو بھی ہرگز نہ پکارو۔

☆ **یہ** ایک مکمل حقیقت ہے کہ جب یوسفؑ قید میں تھے اور بہت زیادہ پریشان تھے تو وہ بھی صرف اور صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے اور اسی سے ہی دعائیں کرتے رہتے تھے جیسا کہ سورہ یوسف کی آیت نمبر 101 میں تحریر ہے:

{أَنتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ}

''تو ہی میرا کارساز اور سرپرست ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

☆ یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ مومنین یعنی اللہ کو ماننے والوں اور یقین کرنے والوں کا سرپرست، مددگار، دوست اور حمایتی اللہ ہی ہوتا ہے۔ اس بات کو اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں جگہ جگہ تحریر کر کے ہمیں سمجھا دیا ہے پھر بھی اگر کوئی انسان سمجھنے اور فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی کم علمی اور بدنصیبی ہے:

{وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ O} (آل عمران 68:3)

''اور اللہ ایمان والوں یعنی یقین کرنے والوں کا سرپرست، کارساز اور مددگار ہے۔''

ذرا مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں

ولی کے لفظ کو ایک دوسرے مقام پر ایک نہایت ہی مختصر اور پر اثر طریقے سے بیان کیا ہے جو کہ ولی کی عظمت اور حقیقت کو مزید واضح کرتا ہے۔

{وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ O} (الجاثیہ 19:4)

''اور اللہ متقی لوگوں کا سرپرست، ساتھی، مددگار اور دوست ہے۔''

☆ اور اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ سِرّ یعنی راز، بھید پوشیدہ باتیں، اور پوشیدہ چیزیں اللہ کی اور انسانوں کی کون کون سی ہیں جو وہ ایک دوسرے کی جان سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں انسانوں کے رازوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 78 میں یوں کہتا ہے:

''کیا وہ اس بات کا علم نہیں رکھتے کہ اللہ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یقینا اللہ تمام چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔''

علم والے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ کچھ جانتا ہے جس کا کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ اللہ کی ذات انسان کے علم و عقل سے بہت ہی زیادہ بالا اور بلند تر ہے۔ انسان کے بارے میں جو راز اللہ جانتا ہے اُس کو سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر 7 میں اس طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ

''اور اگر تم اونچی آواز سے بات کرو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو بھی جانتا ہے۔''

☆ اس دنیا میں دو قسم کے لوگ آباد ہیں اللہ تعالیٰ کو ماننے والے لوگ اور نہ ماننے والے لوگ! الغرض ان دونوں قسم کے لوگوں کے پاس اپنے اپنے دلائل اور توجیہات ہیں لیکن اللہ کی عظمت کا تو یہ حال ہے کہ وہ ان دونوں قسم کے لوگوں سے بے نیاز اور بے حد بلند و بالا ہے لیکن جو لوگ ذرا زیادہ چالاک اور ہوشیار بنتے ہیں ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے سورۃ الزخرف میں ایک دوسرے طریقے سے اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ

''انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُن کے رازوں اور اُن کے مشوروں کو نہیں سن سکتے؟ ہم ضرور سنتے ہیں اُن پر ہمارے ملائکہ فرشتے مقرر ہیں جو سب لکھتے جا رہے ہیں۔''

☆ مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت مکمل ثابت ہوچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے تمام بھید، راز اور پوشیدہ باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور انہی پوشیدہ باتوں کی بنیاد پر دوزخ اور جنت کا فیصلہ ہونا ہے انسان کے ظاہری حسب و نسب شکل وصورت پر مکمل فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

☆ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کے کون کون سے راز اور پوشیدہ باتیں ایسی ہیں جن کو انسان حاصل کرسکتا ہے یا چوری کرسکتا ہے چوری تو ہرگز ہرگز نہیں کرتا کیونکہ کہاں انسان کے اختیارات کہاں اللہ کے اختیارات لیکن انسان اپنے علم وعقل سے اور اللہ کے اِذن سے یعنی اللہ کے قانون اور حکم سے اللہ کے وہ راز ضرور حاصل کرسکتا ہے جن کے مطابق اس کائنات اور دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس بات کا تعین کرنا چاہیے کہ اللہ کے اور انسان کے راز اور بھیدوں کا دائرہ کار کیا ہوتا ہے۔ اللہ اور انسان کے راز انسان کے اختیارات اور اقتدار کے اندر ہی ہوتے ہیں اور ہمیشہ رہتے ہیں اس سے باہر ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتے۔ مثال کے طور پر ایک کرنل، ایک جنرل اور امریکہ کے صدر کے راز الگ الگ ہوتے ہیں جو کہ اُن کے اختیارات کے اندر ہوتے ہیں اور باہر ہرگز نہیں ہوسکتے کیونکہ راز ہمیشہ اُس چیز کا ہوتا ہے جس پر کسی کے مکمل اختیار اور کنٹرول ہو یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے رازوں اور اللہ کے رازوں میں بے شمار لامحدود فرق ہے۔ کیونکہ تمام انسانوں کے راز محدود ہوتے ہیں جب کہ اللہ کے راز اور اختیارات لامحدود ہوتے ہیں۔

☆ دنیا کے تمام سائنسدان اور علم والے حضرات اس بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ اُس عظیم کائنات کو بنانے والا اور اُس کا نظام چلانے والا ہے جس کی وُسعت کو اس دنیا کی سپر پاور امریکہ بھی دریافت نہیں کرسکا۔ اور ہم تو ہیں ہی صرف دو رکعت کے امام! (علامہ اقبالؒ)۔

☆ دوسری قابلِ توجہ اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس دنیا کا نظام، کہکشاؤں کا نظام، مختلف نظام شمسی اور اس کائنات کا نظام کسی جادوگری یا اور کسی وجہ سے خود بخود ہی نہیں چل رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کے قوانینِ فطرت کی وجہ سے چل رہا ہے انہی قوانینِ فطرت کے تحت اللہ نے انسان کو اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔

☆ ڈاکٹرز حضرات جانتے ہیں کہ انسان کے جسم کا پورا نظام فطرت کے قوانین کے مطابق وجود میں آتا ہے اور پھر اسی نظام کے تحت چلتا ہوا قبر میں چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹرز حضرات اپنی عقل اور فہم وفراست کے مطابق انسان کے جسم کا کچھ علم حاصل کرکے اُس کی مرمت وغیرہ تو کرسکتے ہیں لیکن مکمل اس جسم پر کنٹرول حاصل ہرگز نہیں کرسکتے کیونکہ جسم اور روح کو مکمل کنٹرول کرنا کسی ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں۔

☆ اللہ کے راز اور اُن کا علم یعنی فطرت کے قوانین پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اور انہی کے تحت ہمارے نظامِ شمسی اور ہماری دنیا کا سارا نظام چل رہا ہے۔ ہمارے سورج میں اس قدر بے پناہ مقناطیسی طاقت ہے کہ اربوں ٹن وزنی نو سیارے کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود اس کے گرد گردش کر رہے ہیں اسی نظام شمسی پر غور وفکر کرنے سے انسان کی عقل بے بس اور بے کس ہوکر رہ جاتی ہے، انہی قوانین کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد انسان نے خلا میں تحقیق کرنے کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم تیار کرلیا ہے جو ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے۔ انہی انسانوں کے بارے میں اقبالؒ نے کچھ یوں کہا ہے:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

☆ دنیا کے جن انسانوں اور ممالک نے اللہ کے راز یعنی اللہ کی فطرت کے قوانین کو تلاش کیا ہے اور پھر اس پر عمل بھی کیا ہے انہوں نے ہی تمام ایجادات کی ہیں جن کی وجہ سے ہمیں تمام موجودہ ترقی نظر آتی ہے۔

☆ علم اور عمل کی آیات یعنی نشانیوں سے قرآن پاک بھرا پڑا ہے لیکن افسوس ہم اُن پر توجہ نہیں دیتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی تمام ترقی اور زوال کا انحصار علم اور عمل ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

☆ مجھ جیسے فزکس، کیمسٹری اور باٹنی سے بھاگنے والے لوگ جب صرف نمازوں اور وظیفوں کا سہارا لیتے ہیں تو اللہ اُن کی بھی بہت مدد کرتا ہے اور ایسے ایسے سبب پیدا کر دیتا ہے جس سے زندگی میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو لوگ جس میدان میں ضرورت سے زیادہ محنت اور کوشش کرتے ہیں اُن کی چھٹی حس یعنی الہام اللہ تیز کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ظن، قیاس اور اندازے سے مستقبل کی کچھ سچی باتیں بھی بتا دیتے ہیں جو کہ ایک عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا لیکن ایسے انسان دنیا میں کوئی کمپیوٹر یا موبائل نہیں بنا سکتے کیونکہ مادی چیزوں کے تمام کام تو علم اور عمل سے ہی پایہ تکمیل تک پہنچتے ہیں یہ وہی عمل ہے جس کی بنیاد پر جنت اور جہنم کا فیصلہ بھی ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے الزخرف میں اس عظیم حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

{وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ O} (الزخرف 71:43)

''یہ جنت جس کے تم وارث کر دیے گئے ہو یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔''

☆ قرآن سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اسے علم و عقل کی خصوصیات سے نوازا گیا ہے تاکہ وہ دنیا میں اس کا خلیفہ ہونے کا حق ادا کر سکے یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ کے کچھ تھوڑے بہت راز حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے اور لگا رہے گا۔ کیونکہ اللہ نے سورۃ جاثیہ کی آیت نمبر 13 میں انسان کو مخاطب کر کے ایک عظیم حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے:

{ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ }

''زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہمارے لئے مسخر یعنی قابو اور کنٹرول میں کر دی ہیں یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔''

''ایسا بھی ہوسکتا ہے ؟ غیبی طاقت''

قانون کے ایک درویش پروفیسر نیاز علی شاہ نے مجھے بتایا کہ 1985 میں ہم نے گلبرگ میں ایک پرانا خستہ حال گھر خریدا۔ رمضان کے مہینے میں افطاری سے کچھ دیر پہلے ہم نے اس کا قبضہ لیا اندر جا کر دیکھا نہ پانی، نہ گیس اور نہ بجلی تھی اچانک اسوقت روزہ کھل گیا تو میں نے اپنے چوکیدار کو کہا کہ ایک پانی کا گلاس لے آؤ تا کہ میں روزہ کھول لوں اس نے جواب دیا کہ اندر تو کچھ بھی نہیں ہے باہر نکل کر میں نے جب گاڑی سٹارٹ کرنی چاہی تو وہ بھی سٹارٹ نہ ہوئی دھکے بھی لگوائے آخر تھک ہار کر گاڑی کے اندر بیٹھ گیا پریشانی اور مایوسی کی حالت میں شیشے چڑھا کر میں گاڑی کے Steearing پر سر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اور اللہ سے معافی مانگنے لگا کہ ضرور مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے جسکی وجہ سے میرا یہ روزہ مکروہ ہو رہا ہے۔ لہذا سخت پریشانی اور بے بسی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اچانک خیال آیا کہ یا اللہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص آئے اور مجھے نئی کار کی چابیاں دے کر یہ کہے کہ آپ میری گاڑی لے جائیں پھر خیال آیا یہ تو Impossible یعنی ناممکن ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ سخت مایوسی کی حالت میں تھا اس لیے ایک سیکنڈ کیلئے بھی خیال نہ آیا کہ اللہ چاہے تو ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مرتبہ انسان کو یہ تاکید کی ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

اتنے میں اچانک کسی نے شیشے پر ٹک ٹک کی میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے شیشہ نیچے کریں۔ میں نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور سوالیہ انداز میں اسکی طرف دیکھا جو ایک نئی گاڑی میرے ساتھ کھڑی کر کے گاڑی کی چابی ہلا کر کہہ رہا تھا کہ آپ یہ ہماری گاڑی لے جائیں ہم آپ کی گاڑی اپنے گھر لے جائیں گے آپ فکر نہ کریں میں حیرانگی اور پریشانی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور میں نے کہا کہ آپ مجھے جانتے ہیں میں یہاں آج ہی نیا آیا ہوں آپ اپنی نئی گاڑی مجھے کیسے دے سکتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہم آپ کو جانتے ہیں! آپ ہم کو نہیں جانتے میں بڑا حیران ہوا اور میرے منہ کو تالا لگ گیا لہذا میں نے یکدم سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے میر دعا سن لی اور قبول کر لی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ''ہم سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور ہم خبیر بھی ہیں اور علیم بھی''

اور پھر میں ان کی گاڑی لیکر فوراً چلا گیا تا کہ روزہ کھول سکوں۔

سبحان اللہ! وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ O

''اختلافات کی آزادی واختیارات ؟ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ''

☆ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کے ایسے ایسے حقائق کو بیان کیا ہے جن کا علم انسان کے لیے حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہے مگر ناممکن نہیں ہے لیکن تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حیرانی اور افسوس کی بات ہے کہ ہم قرآن کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ بزرگوں، علماء اور لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر عمل کرتے کرتے اپنی زندگیاں گزار دیتے ہیں۔ مصنف نے بھی کئی سالوں تک اندھی تقلید کرتے کرتے زندگی گزاری ہے اور نقصان برداشت کیا۔

☆ آخر کار اللہ نے مجھے قرآن کو سمجھنے اور غور وفکر کرنے کی توفیق یعنی سہولت دی تو معلوم ہوا کہ لوگوں کی سُنی سنائی باتوں میں اور قرآن پاک کی باتوں میں بہت ہی زیادہ فرق ہے کیونکہ ہر عالم اُتنا قرآن پاک کو بیان کرتا ہے جتنا اُس کے پاس علم اور عقل ہوتا ہے جبکہ قرآن میں بہت ہی زیادہ وُسعت اور گہرائی ہے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک اور معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی طور پر اختلافات کو ذرا بھی برداشت نہیں کیا جاتا یہی وجہ ہے کہ نظریاتی اور خیالات کی بنیاد پر ہم نے سینکڑوں فرقے بنا لیے ہیں جو کہ سراسر ظلم اور نا انصافی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُس کی فطرت بتاتے ہوئے یہ کہہ دیا ہے کہ تم سب کی سعی یعنی کوشش اور محنت ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

آپ ذرا سورہ لیل کی 1 تا 4 پر غور وفکر کرنے کے بعد اپنے دل سے پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں رات کی قسم اٹھائی ہے۔

دوسری آیت میں دن کی قسم اٹھائی ہے

☆ تیسری آیت میں مذکر ومؤنث کی قسم اٹھانے کے بعد چوتھی آیت میں اس عظیم حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ ان سعیکم لشتّٰی ''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تم سب کی سعی یعنی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔''

ل تاکیدی ہے اس کا مطلب ہے کہ ضرور

شتی کے معنی ہیں مختلف ہونا الگ الگ ہونا، اختلاف ہونا

☆ یہ حقیقت ہے کہ ہم سب کی کوششیں مختلف ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں کیونکہ ہمارے علم، عقل، تعلیم وتربیت اور صلاحیتیں الغرض ہر چیز ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اختلافات کی اجازت تو دی ہے لیکن فرقہ بنانے، فرقہ بندی کرنے اور دین کی بنیاد پر دشمنیاں ڈالنے کی اجازت نہیں دی ایسا کرنا سراسر کم علمی اور جہالت نہیں تو اور کیا ہوسکتا ہے۔

☆ قرآن سے کم علمی کی وجہ سے ہم ذات پات اور فرقہ بندی کا شکار ہوکر زوال پذیر ہورہے ہیں اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے آج سے 85 سال پہلے ہی اپنی بصیرت کی بنیاد پر یہ کہہ دیا تھا کہ

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

''اللہ کی عظمت ؟ غور وفکر کے ذریعے''

☆ اُس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عظمت کے بے شمار راز پوشیدہ ہیں جن میں سے کچھ رفتہ رفتہ ظاہر ہو رہے ہیں اور کچھ مزید ہونگے۔لیکن اگر کسی انسان کو قدرت کے کسی راز کو سمجھنے کا شوق ہو تو پھر اس کو چاہیے کہ وہ اپنے علم پر غور وفکر کے بعد عمل کرے تو پھر انشاء اللہ تمام حقیقت اس کے سامنے آجائے گی۔

خدا کی جو حکمت کا ہے شوق تم کو
ذرا اپنے من میں اُتر کر تو دیکھو

اگر دیکھنی ہے خدائی کی وسعت
خلاؤں کی دنیا میں جاکر تو دیکھو

ستاروں کی دنیا کی ہے جو تمنا
ذرا ان کا دامن پکڑ کر تو دیکھو

خدا کی جو عظمت کا ہے ذوق تم کو
یہ سورج کا دامن پکڑ کر تو دیکھو

خدا کی طلب کے اگر ہو مسافر
بصیرت کی دنیا میں جاکر تو دیکھو

حقیقت کا سورج ہے روشن ازل سے
ذرا اس کی کرنیں پکڑ کر تو دیکھو

خدا کی جو حکمت ہے شوق تم کو
ذرا اپنے من میں اُتر کر تو دیکھو

فدا حسین شاہ، ایم اے

''زندگی اور موت ؟ خالق کائنات کا قانون''

☆ الہامی کتابوں کی بنیاد پر یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ جب انسان فوت ہوتا ہے تو اُس کا جسم مر کر قبر میں چلا جاتا ہے جب کہ روح عالمِ برزخ میں چلی جاتی ہے اور وہاں ہمیشہ زندہ رہتی ہے لیکن روح اور عالم برزخ کی حقیقت متشابہ اور عقل سے بالاتر ہے۔ وفات کی حقیقت کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

{وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ} (الانعام 60:6)

''وہی پاک ذات ہے جو رات کو تمام انسانوں کو وفات دیتا ہے۔''

اس آیت کی روشنی میں یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ رات کو دنیا کے تمام انسان وفات پا جاتے ہیں۔

☆ حشر میں تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے اذن یعنی قانون، حکم اور اجازت سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اسی حقیقت کو قرآن اور بائبل میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں پر میں صرف ایک قرآن پاک کی آیت کا حوالہ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ سورہ الشعراء کی آیت نمبر 80 اور 81 میں آیا ہے:

{وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ O وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ O}

''جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی اللہ تعالیٰ مجھے شفا دیتا ہے۔

وہی مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔''

☆ دنیا میں فزکس کے تمام سائنسدان بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ تغیر پذیر ہو کر ہمیشہ اپنی شکل تبدیل کرتا ہے لیکن فنا اور تباہ ہرگز نہیں ہوتا اسی قانون کے تحت تمام نباتات، جمادات اور حیوانات کا نظام چل رہا ہے لہٰذا جسم مرتا ہے روح نہیں مرتی ''اور اس روح کو دوبارہ زندگی اس کے اعمال کے مطابق دی جائے گی۔''

(القرآن)

☆ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی عظیم شخصیات ازل سے ابد تک انسانیت کے لیے کام کر کے اپنی آخرت سنوارتی رہتی ہے۔ مشرق کے ایک عظیم مفکر اور فلاسفر علامہ اقبال کے زندگی اور موت کے متعلق جو خیالات ہیں اُن کو بھی یہاں بیان کیا جا رہا ہے تا کہ زندگی اور موت کی حقیقت مزید واضح ہو سکے۔

زندگی کی آگ کا انجام، خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو ، یہ وہ گوہر نہیں

☆ ایک دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو علامہ صاحب نے دوسرے انداز سے بیان کیا ہے:

موت تجدیدِ مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے شام زندگی صبح دوامِ زندگی

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آخرت سنوارنے کے لیے اُس کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی باطنی شخصیت کے تکمیل کے لیے کوشش کرتا رہے۔ اسی مقصد کے لیے انسان کو سورہ التحریم کی آیت نمبر 8 میں یہ دعا سکھائی گئی ہے:

{رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا}

''اے ہمارے رب! ہمارے نور کو ہمارے لئے مکمل کر دے۔''

☆ یہ وہی نور ہے جس کو علامہ اقبال نے خودی کا نام دے کر اپنی شاعری میں بیان کیا ہے تا کہ نور اور نقطہءِ نور کی وضاحت ہو سکے لہٰذا ہر انسان کو اس اللہ کے نور اور اقبال کی خودی کے لیے مکمل محنت اور کوشش کرنی چاہیے تا کہ وہ عظیم نعمت انسان کو مل سکے جس کا ذکر خالقِ کائنات نے اپنی تمام کتابوں میں کیا ہے۔

نور اور خودی کی طاقت کو علامہ اقبال نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں یوں بیان کیا ہے:

زندگانی ہے صدف، قطرہ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا، جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و گیر خودی
تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے

مشکل الفاظ:

قبر: زمین کا گڑھا
عالم برزخ: پردہ، متشابہ لفظ، جہاں پر تمام انسانوں کی ارواح رہتی ہیں
وفات: جان قبض کرنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا
نور: باطنی اور ظاہری روشنی
روح: متشابہ لفظ یعنی عقل سے بالاتر
یمیتونی: وہی مجھے موت دیتا ہے
یحیین: وہی مجھے زندگی دیتا ہے

پھول کی ایک دن کی زندگی
کیکر کی کئی سال کی زندگی سے بہتر ہے

واصف علی واصفؒ

حصہ چہارم

تجربات

اور

مشاہدات

نوٹ:

میرے تمام تجربات اور مشاہدات کا بنیادی تعلق بالواسطہ

یا بلا واسطہ اسلام ہی سے ہے بس ذرا غور فکر کی ضرورت ہے

مصنف

دانشوروں کی رائے

پروفیسر ملک احسان الحق انجینئر ایم۔اے۔اسلامیات

ناظم اعلیٰ قرآن سنٹر C-113 ماڈل ٹاؤن لاہور
مؤلف: بیان الفرقان (مفہوم القرآن) 0300-8472780

میرے ہاتھ میں محترم جناب فدا حسین شاہ صاحب کی کتاب ''قرآن کی دنیا'' ہے۔ جناب شاہ صاحب میرے پرانے کرم فرما ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فکرِ راست سے نوازا ہے جس کا بھرپور اظہار ان کی مذکورہ کتاب سے ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب نے مذکورہ کتاب میں واقعی قرآن کی آفاقی دنیا کی بھرپور سیر کرائی ہے اور ایک عام انسان تک قرآن کا پیغام بہترین احسن انداز میں پہنچا کر اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ یہ یقیناً ان کے لیے باعث برکت تصنیف ہوگی۔ ان شاء اللہ

☆ مصنف نے شاید ہی کوئی موضوع ہو جس پر قرآن کے حوالہ سے گفتگو نہ کی ہو انہوں نے قاری پر اپنی رائے مسلط کرنے کی بجائے اس کو خود غور و فکر کرنے پر مجبور کیا ہے۔ تاکہ وہ بھی پوری طرح فکرِ قرآن میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی کاوش قبول فرمائے۔

پروفیسر محمد شبیر کھوکھر پرنسپل گورنمنٹ کالج گجرات

''قرآن کی دنیا'' سید فدا حسین شاہ صاحب کی ایک انتہائی خوبصورت اور قابل ستائش کاوش ہے مصنف نے قرآن کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ ہمارے دینی حلقوں میں ایسی تحقیقی کتب بہت کم ملتی ہیں یہ کوئی ناول یا قصہ کہانی کی کتاب نہیں جس کا سطحی طور پر مطالعہ کیا جائے اس کو بڑے غور و فکر سے پڑھنے کی ضرورت ہے قرآن پاک کی ایک ایک آیت کریمہ اور ایک ایک لفظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ فدا حسین نے اپنے نکتہ نظر سے کیا ہے (ان کے نکتہ نظر سے قاری کا اختلاف ہوسکتا ہے)۔

☆ مصنف عالم اسلام کی کمزوری اور قرآن پر عمل کرنے سے دوری پر کڑھتے ہیں کہ آج اہلِ یورپ نے قرآنی تعلیمات مسلمانوں سے لیکر بہت زیادہ ترقی کی ہے وہ انکی ترقی کا ذکر بار بار کرتے ہیں اور اپنی پستی پر روتے ہیں ان کے دل میں اہل اسلام کی تڑپ موجود ہے اور اس کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب ''قرآن کی دنیا'' میں کھل کر کیا ہے۔

مصنف نے انتہائی آسان اور سادہ الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس کو ایک عام قاری بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے قرآنی آیات کا ترجمہ بھی آسان الفاظ میں کیا ہے اور ہمیں بار بار اس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے

میرا ذاتی نکتہ نظر ہے کہ انہوں نے ایسی کتاب لکھ کر اپنی آخرت اور دنیا کو سنوار لیا ہے۔

محمد طاہر عزیز

انجینئر۔عزیز ایسوسی ایٹس مین بلیوارڈ۔ڈی ایچ اے لاہور

فدا حسین صاحب کی کتاب ''قرآن کی دنیا'' میری نظر میں ایک بہترین کاوش ہے قرآن مجید ہمارے لیے بہترین راہنما کتاب آسمانی ہے۔ اور اس پر ہر وقت غور وفکر کرنا بھی چاہیے مصنف غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور اسی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے یہ کتاب تحریر کی ہے اس کو پڑھ کر ہر انسان اپنے علم میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور کرسکتا ہے۔

شعیب ہاشمی

Scientist & Technologist

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کائنات اور انسانیت کے تمام کورڈز یعنی بنیادی نکات کو بیان کیا ہے تا کہ غور وفکر اور اجتہاد کے ذریعے انسان زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے تمہارے لیے اس قدر زیادہ نعمتیں نازل کی ہیں کہ تم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے یعنی ان کا شمار نہیں کر سکتے۔'' (القرآن)

اگر ہم ذرا غور وفکر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان تمام نعمتوں میں سے قرآن پاک ایک عظیم ترین نعمت ہے کیونکہ یہ وہ نعمت ہے جس سے انسان کے جسم اور روح یعنی دونوں کی پرورش ہوتی ہے لیکن اس نعمت سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو جہاد اور اجتہاد یعنی کوشش اور محنت سے کام لیتے ہیں لہٰذا دنیا میں جو بھی انسان یا ملک جتنی کوشش کرتا ہے اتنا ہی وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔

قراان پاک کے نور اور روشن چراغ کو فدا حسین شاہ نے اپنے علم وعقل کے مطابق بیان کیا ہے جیسا کہ ہر انسان کرتا ہے تا کہ انسانیت کی وہ خدمت ہو سکے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بے شمار مرتبہ اپنی تمام کتابوں اور قرآن مجید میں کیا ہے میرے خیال میں اس کتاب سے زیادہ فائدہ وہی لوگ اٹھائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق غور وفکر سے کام لیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کو اپنے اس مقصد میں زیادہ سے زیادہ کامیابی عطا فرمائے۔

ڈاکٹر جاوید یونس اوپل

بی ایس سی انجینئرنگ۔پی ایچ ڈی لندن

فدا حسین شاہ صاحب کی یہ کاوش ''قرآن کی دنیا'' آجکل کے نوجوانوں اور خاص طور پر بیرون ممالک میں اردو سمجھنے والوں کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ جس کے لیے میں مصنف کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس کتاب کا سب سے انوکھا اور منفرد انداز یہ ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں جو سوالات ابھرتے ہیں ان کو تین سو کے لگ بھگ عنوانات میں تقسیم کر کے اور ایک ایک کو کھنگھالا گیا ہے۔

فہرست عنوانات ہی میں ہر عنوان کے مقابل دو تین لفظوں میں ان کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے تا کہ پڑھنے والوں کو اندازہ ہو کہ تفصیل میں کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ تفصیل کا انداز سائنٹفک ہے۔ یعنی پڑھنے والوں کی سوچ اور تحقیق کو

ابھارا گیا ہے اور خود لکھنے والے نے نہایت انکساری سے کام لیا ہے اور جگہ جگہ غلطیوں و خامیوں کی معذرت جاری رکھی ہے۔ آجکل بہت سے مسلمان جو بیرون ممالک میں بستے ہیں انہیں وہاں کے غیر مسلموں سے اور خود اپنے بچوں سے جو انگریزی سکولوں کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ بہت سے سوالات ملتے ہیں جن کے انہیں خاطر خواہ جواب دینے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال چاولہ

چیئرمین شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان پنجاب یونیورسٹی لاہور

پچھلے دنوں ایک نئی کتاب ''قرآن کی دنیا'' میری نظر سے گزری اور مجھے اسے مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اس کتاب کو بے حد مفید پایا کیونکہ اس کتاب کو فدا حسین صاحب نے اپنے یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک میں شب و روز گزارے ہوئے ایام، تجربات و مشاہدات کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ کیونکہ ہر انسان کے تجربات اور مشاہدات بھی اس کے علم کا حصہ ہوتے ہیں۔ وہ قرآن مجید کے مطالعہ کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس عظیم کتاب میں دنیا کے تمام دنیاوی، روحانی، مذہبی و دیگر مسائل کا حل موجود ہے۔ وہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی پیروی کرتے ہوئے قرآن مجید کو عقل اور دلیل کی بنیاد پر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا ان کا مکتبہ فکر جدت پسندی کی طرف دکھائی دیتا ہے۔

میں ان کو اور ان کی سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کیونکہ جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور پھر مختلف موضوعات کو سائنس، مشاہدات اور عقلیت کی بنیاد پر اس عظیم کتاب کی تشریح و ترجمہ بمعہ مفہوم کے آسان الفاظ میں پیش کیا ہے جو کہ تمام افراد خاص کر عام قاری، طالب علم، استاد اور محقق کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

چوہدری شہباز حسین

Management Consultant

FFA (UK) FIPA (AUS) MBA (Finance) CMA (UK)

اس وقت میرے سامنے ایک کتاب پڑی ہے جس کو جناب فدا حسین صاحب نے تصنیف فرمایا ہے یہ کتاب قرآن کی دنیا کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس کتاب کی جو خوبصورتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے مختلف عنوانات کی روشنی میں ایک مختصر سا جائزہ دیا گیا ہے اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قاری جو بھی عنوان منتخب کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ صرف اسی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس عنوان کی روشنی میں اس کی تفصیل پر بھی غور کرے اس کتاب کی خوبصورتی ہے کہ یہ سمری کے لحاظ سے لکھی گئی ہے۔ تفصیل اس میں درج نہیں ہے ہر آیت کا ترجمہ اور مختصر بیانیہ ہے۔ فدا حسین صاحب کی اس کاوش کو سلام پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو اور زیادہ تحقیق کی توفیق دے۔

رب کونین! میرے دل کی دعائیں سن لے
ہوں بے چین، میرے دل کی صدائیں سن لے

بشکریہ! شہباز حسین

تبصرہ کتاب ''قرآن کی دنیا''

مصنف جناب فدا حسین شاہ صاحب

محترم جناب فدا حسین شاہ صاحب کی کتاب ''قرآن کی دنیا'' بذریعہ جناب جاوید اقبال صاحب ملی ہے۔ کتاب کے ابتدائی مطالعہ سے ہی یہ حقیقت واضع ہوگئی کہ یہ کتاب علم و دانش کا مرقع ہے جس میں مصنف نے ایک طرف تو اللہ رب العزت کی عظیم کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید کے بہت سے بنیادی الفاظ یعنی اصلاحات پر پروشنی ڈالنے کی قابلِ قدر کوشش کی ہے اور دوسری طرف بے شمار دیگر سماجی، ادبی، علمی، اخلاقی اور سیاسی موضوعات اور معاملات کو بھی سپرد قلم کیا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ محمد اقبالؒ کا نظریہ، علم کی دولت، علم اور حکمت، عقل کے درجے، نفسیاتی علاج، علم اور عمل، جمہوریت کی اقسام وغیرہ۔

بے شک مصنف کی یہ کوشش بہت اعلیٰ وارفع ہے اور میرے مشن ''عقل سیکھو اور سیکھاؤ'' کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ عقل کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے جو کائنات زندگی، دین اور دنیا کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ مجھے چند صفحات کے مطالعہ سے بہت سی نئی باتوں اور حقائق کا علم ہوا ہے۔ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ مصنف اپنی کتاب کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچائے، لائبریریوں میں پیش کرے اور میڈیا میں تشہیر کا اہتمام کرے۔ میں کتاب کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد ایک جامع اور مفصل تبصرہ پیش لکھنے کی کوشش کرونگا، انشاء اللہ۔ بہرحال میں مصنف کو ایسی مفید اور جامع کتاب تحریر کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ آپ کی کاوش قبول فرمائے اور زورِ قلم زیادہ کرے، آمین۔

خیر اندیش: رانا سعید احمد ایڈووکیٹ وحقیقت نگار

نوٹ:.....یہ وہ علم شناس انسان ہے۔ جنہوں نے ڈمی کتاب کو پڑھنے کے بعد واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

مصنف

تو نے کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو اک راز تھا سینۂ کائنات میں

(علامہ اقبالؒ)

1

جمیل بھٹی

سابق اکاؤنٹنٹ جنرل (اے جی) لاہور

پروفیسر، کالم نگار، مزاح نگار، شاعر و ادیب

10 مختلف کتابوں کے مصنف

تبصرہ

''قرآن کی دنیا'' انسان کی دنیا

اچھی اور جامع تحریر وہی ہوتی ہے جو قاری کے خیالات کو نکھار دے اور اس کو سوچنے کی تحریک دے۔ باقی حقیقت یہ ہے کہ قرآن ایک حقیقت نامہ ہے جس سے انسان اپنا حقیقی اعمال نامہ لکھنے کے لیے راستہ واضع طور پر تلاش کر سکتا ہے۔ فدا حسین شاہ صاحب نے جابجا اس کی نشاندہی اور وضاحت کی بھرپور جستجو کی ہے۔ اس کے بہتر نتائج کے لیے قاری کو راہ حق کے لیے قرآن کے بتائے گئے اسباق کی سطور پر کوشش کرنا ہوگی اور اللہ نے بھی قرآن میں جستجو اور کوشش کا ہی حکم دیا ہے اور پھر وہ جسے چاہے ہدایت و کامیابی عطا کرتا ہے۔ لیکن مانگنے والوں کے لیے۔

فدا حسین شاہ صاحب نے تجربات و واقعات کی کڑیاں ملا کر قرآن بینی اور قرآن شناسی کی وجوہات اور ترغیبات کا بھرپور احاطہ فرمایا ہے۔

تاہم شاہ صاحب نے عالم دنیا میں ہوتے ہوئے عالمِ دین کا منصب سنبھالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کامیاب انسان بننے کے لیے دنیا و قرآن کی تشریح کرتے ہوئے قرآن و حدیث کو کامیابی کا راستہ بتانے اور بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے اگر قاری اس تحریر کو گائیڈ کی نظر سے پرکھے اور کسی قسم کے مذہبی و فرقہ پرستانہ تعصب سے بچتے ہوئے غور کرے تو وہ اپنے موجودہ زمانے کے بہت سے دینی اور دنیاوی مسائل کا حل تلاش کر سکتا ہے۔

فدا حسین شاہ صاحب اپنے تجربات اور تجزیوں کی بنیاد پر فرماتے ہیں اور بجا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان قرآن اور بائبل کے دس بنیادی قوانین کو سامنے رکھے اور دنیا کے مختلف ممالک کا تجزیہ کرے تو وہ مادی اور روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ اسی نقطے کی وضاحت فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں ایسے ہی قوانین کی پابندی کی وجہ سے ایسی کشش ہے کہ اگر یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے ویزے تین ماہ کے لیے ختم کر دیئے جائیں تو آدھا پاکستان خالی ہو جائے۔ شاہ صاحب کی اس منطق میں بڑی جان ہے۔

میں صرف ایک حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے اظہار کرونگا کہ ان ممالک نے اپنے لوگوں کے لیے ویلفیئر اسٹیٹ

بنا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ انسانوں کے لیے نہایت پر کشش ہیں یہ قرآن اور بائبل کے بنیادی اصولوں کا مجسم خاصا ہے جو کہ گذشتہ 70 سال سے پاکستان میں نہیں ہوسکا۔

شاہ صاحب کی یہ کاوش مجھے کسی دنیا اور دین دار شخص کی ڈائری محسوس ہوتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ کبھی خود نوشت اور کبھی کسی محقق کی جستجو اپنے اردگرد پھیلے انسانی معاشی اور روحانی مسائل کے احاطہ کے لیے قرآن اور حدیث سے رجوع کی بھرپور کوشش میں مگن نظر آتی ہے اور قرآن حکیم کو سرچشمہ حکمت سمجھتے ہوئے احادیث کی روشنی میں انسانی مادی اور روحانی ضروریات کی تشنگی کے لیے احسن راستہ تلاش کرتی نظر آتی ہے۔

تحقیق وجستجو بعض اوقات اطمینان قلب دینے سے قاصر نظر آتی ہے لیکن تحقیق وجستجو کا عمل بذات خود اطمینان بخش ہوتا ہے اور راحت وسکون کے راستے کی تلاش بھی اطمینان کا باعث بنتی ہے۔

فدا شاہ کے انداز تحریر کا ایک خاصا اور بھی جھلکتا نظر آتا ہے کہ وہ مختصر یات کے بیان پر بھی غالب نظر آتے ہیں مثلاً فرماتے ہیں کہ دنیا کو صرف اپنی ضرورت اور آخرت کو مقصد بنانا عظیم لوگوں کا ضابطہ حیات رہا ہے۔ اور انسان قرآن پاک کے احکامات پر عمل کر کے دنیا وآخرت دونوں مقامات پر ثواب حاصل کرسکتا ہے۔اسی طرح موجودہ حالت زار کی نشان دہی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسمی اور رائج شدہ اسلام کے تجربات ومشاہدات اور نظام کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد اصل حقیقت کھلتی ہے کہ ہم قرآن سے بہت دور ہیں اور نہایت بے عمل لوگ ہیں۔

فدا حسین شاہ صاحب کی قرآن کی ضد اور متشابہات پر گفتگو عالموں کو برہنہ کرتی نظر آتی ہے جو اصلاح وفلاح کے نام پر مسلمانوں میں کفر و جہالت پھیلا کر معاشرے کو پراگندہ کیے ہوئے ہیں کہ ان کی دین کی تشریح نے آج مسلم اکثریت والے ممالک کو قتل گاہ بنا کے رکھ دیا ہے۔

بنیادی احکامات کی پابندی پر آج گفتگو کم اور متشابہات پر گفتگو زیادہ کی جاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا تعارف کرواتے ہوئے سورہ آل عمران 7-3 میں واضع طور پا اس کی نشاندہی فرمائی ہے۔''اس کتاب (قرآن) میں دو طرح کی آیات ہیں ایک محکمات (واضع) جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور ودسری متشابہات (غیر واضع) جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ (کجی) ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

فدا حسین شاہ اسی صورتحال پر ماتم کدہ ہیں ان کی خیالات کی ترتیب اور عملی تدبیر واضع کرنے کی یہ کاوش اس لیے بھی قابل ستائش ہے کہ عام فہم زبان اور واقعات کے استعمال سے بے شمار عام وخاص زندگی کے مادی اور روحانی مسائل کو قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں پرکھنے اور اس کے لیے لائحہ عمل واضع کرنے کی سبیل پیدا ہوتی نظر آتی ہے جسے قاری اپنے تجسس اور دین وقرآن سے رغبت کے بل بوتے پر اپنے مسائل کے حل کے واسطے عمل میں لاسکتا ہے۔

اس اندازِ تحریر کی ایک خوبی اور بھی اجاگر ہے کہ اس سے قسطوں میں اور بوقت ضرورت نسخہ کیمیا کے طور پر استفادہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس عمل میں قاری کی توجہ ورغبت بھی قائم رہتی ہے یوں کتاب اور اس کے موضوعات سے تعلق

ٹوٹنے کا احساس بھی غالب نظر نہیں آتا۔

امید ہے قارئین قرآن کی باتیں قرآن ہی کی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر اس کاوش سے استفادہ حاصل کر پائیں گے اور یقیناً مصنف کو دعا دیں گے۔

محمد فاروق علوی

M.Sc, 1963

Geology, (Geo Physics)

Geologist 1964 Feb to 1974

Served in Governament of Libya

from 31 Decmber 1974 to June 1983

جناب سید فدا حسین شاہ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے ہسٹری کیا پھر یورپ کے 11 سال اور پاکستانی معاشرے اور نظام کے 30 سالہ تجربات و مشاہدات سے درس عبرت حاصل کر کے قرآن مجید کی طرف رجوع کیا۔ اور اپنی محنت شاقہ سے اہل علم اساتذہ یونیورسٹی اور علمائے کرام سے قرآن کریم کا وسیع و عمیق علم حاصل کیا ہے۔ اس علم و تعلیم کی اساس پر اب وہ قرآنی علم کی اشاعت کے ذریعے عالم انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔

1990ء سے اب تک آٹھ نو کتابیں شائع کر کے فی سبیل اللہ مفت تقسیم کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ان کی کتابوں کے ناموں ہی سے کتب اور مضامین کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے لیکن انہوں نے سونے پر سہاگہ کرنے کے لیے مختلف مقامات پر علامہ اقبال کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں جس سے ان کی تحریر کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے وسیع و عمیق قرآنی علم کو عوام الناس میں یوں فیاضی سے بانٹ رہے ہیں کہ وہ اور ان کے معاونین رسول پاکؐ کے سچے عاشق نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور ان کی کوششوں سے عوام و خواص کے سینے قرآنی علوم سے روشن فرما دے۔ اور ان کے درجات دنیا و آخرت میں بلند فرما دے۔ آمین

میں تو ان کی تصنیفات کا بھی گرویدہ ہو گیا ہوں اور نظموں کا بھی جو انہوں نے زیرِ نظر کتاب قرآن کی دنیا میں شامل کی ہیں۔

Some Scholars delivered their comments in English language about "Quran ki Dunia" as given below:

Syeda Sobia Farhan

Kinnaird College Lahore.

M.A, English, M.A. E.L.T

(English Language Teacher)

I have seen and read some of the Articles of this honoured Book and found these as instructive and moralistic in Islamic thought as per Quranic Instructions. For the Younger generation, it is a guide in their life for ever.

We must read the Quran with translation, again and again from time to time in our life, to straighten our path and life in this world and follow our forefathers and Heroes and must not follow the West blindly without spirtuality.

These articles are a good reminders to us when we have forgotten our past, when we were the best of the Nations and have Degenerated.

Dr. Faraz Anjum

Ph.D. (Punjab), Professor.

I am giving my comments on the book in the following lines:

"Allah enjoins upon the Muslims to ponder over His revealed book, the Quran, and take guidance from it. It is therefore obligatory on all the Muslims to read, understand and follow the Holy Book. It is realy commendable that Fida Hussain Shah Sahib has tried to comprehend the complexities of the modern world, particularly the present wretched state of the Muslims, in the light of the Quran. However, his exegetical statements raise a number of issues: can new Quranic explanations be divorced from their historical contexts? Can an author writing on the Quran neglect the Tafsir literature produced by the Ulama in the past fourteen centries? Is some sort of hermeneutics suitable for Quranic exegesis?

Can the Western modernity be depicted as the panacea for the aliments of the Muslims? In fect islam is the panacea for al lthe ailments of the world.

The major contribution of the book is that it raises these and many other questions which comple us to meditate over them."

Lt. Col. (R) Maqsood Mazhar Rathore

Executive Director Dabistan-e-Iqbal, Gulberg Lahore.

Many books have been written to enhance the understanding of the

Muslim's revealed book, the holy Quran, but "Quran ki Dunia" stands out prominently among the list as it approaches the subject in a unique way. It follows the methodology advocated by the Book, appealing to the intellect of the reader. Varied topics of common interest are dicussed and verses from the poetry of Allama Muhammad Iqbal are aptly quoted to authenticate the validity of the researched doctrines.

The author uncovers the misconceptions about important terminologies and dogmas covered deep in the heap of ignorance. Interesting anecdotes narrated in the book draw startling lessons. A boldly written treatise which may dismay some but shall inspire multitude.

Muhammad Afzal Sheikh

M.A. (Admin.SC.) ACMA (UK)

My comments on book Quran ki Duniya.

The Holy Quran, the word of Allah Almighty revealed to His final prophet Muhammad PBUH, form the basis every Muslim must adopt. The revelation of the Quran started when the prophet was 40 and completed in for his heavenly abode at the age of 63 years. Every Muslim is duty bound to read, understand, act upon it and follow it. Numerous translations and explanations (tafaseers) have been written in almost all living languages by scholars and authors which undoubtedly make a very valuable treasure to be utilised for Muslims and non Muslims introduced to Islam as religion.

However, need for a book that could cater for a beginner (who have not read the Quran With Translation) who had virtually no or little knowledge of Islam as a motivational task by the author of the book " Quran ki Duniya", who took upon himself and created this masterpiece.

The basic words and terminologies which have frequently and repeatedly been used in the Holy Book are today scientific

developments and inventions, his observations and experiences of life as a sensitive and ratio interrelated but not interdependent topics or chapters which provide the privilege to a reader to select any though related to but are not direct translations from the Holy Quran. These have been derived to provide common layman's belief that Quran is only a book of supplications or prayers for the dead and alive.

The author Syed Fida Hussain holds a Master's degree and has already written eight very informative books under Social Research Association. Apart from the Holy Quran undoubtedly the word of the Omnipresent and Allama Dr. Mohammad Iqbal reflects in selection of the verses he has utilised in explaining certain topics of the book shall also make it an interesting reading.

In short words, it is a very useful and a valuable contribution from the author for which he rightfully deserves to be congratulated.

Syed Niaz Ali Shah

Professor of Law.

Advocate Supreme Court of Pakista.

Comments:

In Short, this book contains different views of different people about the words of Allah and His Book and His Messenger. It is the guidance of Allah as explained in His Book to the mankind.Some of the doings & Sayings of His Messenger have been mentioned in this book.

So it is the words of Allah which are to be followed and adhered to and not the views of the different people----- So follow the last Khutba (آخری خطبہ) of the Holy Prophet

اور مضبوطی سے اللہ کی رسی یعنی قرآن مجید اور میری سُنت کو ہمیشہ پکڑے رکھو

Hence read the Quran with translation

&

follow the last Prophet
&
the make him your role model

Syed Salman Mohsin

Bachelor of Computer Science

Director Engineering eBricks. Inc.

(A Silicon Valley, California Based

Software Development / Services Company

Quran Ki Dunya, by Fida Hussain shah:

- I've read this book very enthusiastically, and am impressed by the effort the author has put in to write this book.
- Author has written this book with dedication and full conviction.
- This book is probably not for the beginners who want to get a basic understanding of the Quran.
- This book is for those who want to get an interesting point of view regarading Quran and Islam.
- This is not an in-depth study of the subject matter, but author's the contributors understanding of Islam and Quran.
- This book is probably not for those who want to get a deep understanding of the Quran.
- This book is indeed a very very interesting reading !!

تجربات اور مشاہدات

میں اللہ تعالیٰ کا بہت ہی زیادہ شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ توفیق یعنی سہولت دی
جس کی وجہ سے میں اپنے 30 سال کے تجربات اور مشاہدات بیان کر رہا ہوں
جو کہ ہر انسان کے علم کا حصہ ہوتے ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسانیت کا

کچھ فائدہ ہو سکے۔ کیونکہ

عقلمند انسان ہمیشہ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جبکہ بے وقوف انسان خود تجربات کرتے کرتے اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔

کتاب کے اس حصے کا تعلق بھی بلاواسطہ اور بالواسطہ یعنی (Direct) اور (Indirect) اسلام اور قرآن پاک کے احکامات ہی سے ہے۔لیکن اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے آپ کو کچھ غور وفکر کرنے کی ضرورت پڑے گی۔

مصنف

تجربات اور مشاہدات

☆ تجربات اور مشاہدات انسان کی زندگی کا حصہ ضرور ہوتے ہیں لیکن ہر انسان کے تجربات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ علم کا حصہ ہوتے ہیں جن سے فائدہ اٹھانا ہر انسان کا حق ہے اور جو بھی انسان اپنے تجربات اور مشاہدات سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ انسان نہیں بلکہ جانور نما انسان ہوتا ہے یعنی اس کی شکل وصورت تو انسانوں والی ہوتی ہے لیکن اُس کی عادتیں جانوروں والی ہوتی ہیں کیونکہ جانور کبھی بھی اپنے تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

☆ میں بھی اکثر لوگوں کی طرح زندگی کی سہولیات اور مال و اولاد کی خواہشات میں اس قدر مگن اور مصروف تھا کہ اس کے علاوہ کچھ اور نظر ہی نہیں آتا تھا لیکن میں اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کا بہت ہی شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے زندگی میں ایسے تجربات اور مشاہدات کرائے کہ جن کی وجہ سے میرے دل میں قرآن اور دنیا کے حقائق کو سمجھنے کا ذوق وشوق پیدا ہوا پھر مجھے اپنی زندگی کی اصلاح کا ایک ایسا موقع بھی مل گیا کہ میں ایک معمولی سا مصنف بھی بن گیا۔

☆ میری زندگی کے 45 سال کے تجربات اور مشاہدات کے بعد میرے الہام اور میری بصیرت کا یہی فیصلہ ہے کہ آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اُس عظیم ترین ذات سے کاروبار کیا جائے جس سے کاروبار کرنے والا کوئی بھی انسان کبھی بھی خسارے میں نہیں رہتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاطر کی آیت نمبر 29 میں انسان کو یہ اطلاع دی ہے کہ

''جو کچھ بھی ہم نے اُنہیں رزق دیا ہے اُس میں سے جو لوگ اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں کبھی بھی گھاٹا نہیں۔''

☆ مزید برآں..... انسان کے نفع ونقصان کو سورہ العصر میں دوٹوک الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ انسان خسارے

اور نقصان میں ہے سوائے اُن لوگوں کے جو **عملو الصلحت** کرتے ہیں یعنی نیک کام کرتے ہیں۔ خیال رکھیں کہ اَلَّذِیْنَ میں تمام دنیا کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔صرف مسلمان ہرگز نہیں! جو کہ ایک بہت بڑی بات ہے یہ غور وفکر کا مقام ہے۔

☆ ایک دوسرے مقام پر اللہ نے واشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ

{من ذالذی یُقْرِضُ اللّٰہُ قرضاً حسنا}

''کون ہے تم میں سے جو مجھے قرض دے سکتا ہے؟''

اللہ تعالیٰ کو یہ قرض روپیہ پیسہ،علم اور اپنی صلاحیتوں کے ذریعے دیا جاسکتا ہے۔

☆ قرآن میں کئی مقامات پر انسان سے وعدے کیے گئے ہیں لیکن ایک مقام پر اللہ نے انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے اور یقین دلانے کے لیے اس سے **وعدا مسئولا** بھی کر دیا ہے یعنی کہ اگر میں اپنا وعدہ پورا نہ کروں تو تم مجھ سے بھی سوال کر لینا۔

☆ جو لوگ اللہ سے تجارت کرتے ہیں اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہہ دیا ہے کہ وہ ''**تجارۃ لن تبورا**'' یعنی کہ یہ وہ تجارت ہے جس میں ہرگز نقصان نہیں ہے۔ پھر بھی اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کو قرض نہیں دینا چاہتا یا تجارت نہیں کرنا چاہتا تو یہ اس کے اپنے علم وعقل اور ظرف کی کمزوری ہے یا جہالت نہیں تو اور کیا ہے ہوسکتا ہے لیکن اگر کوئی انسان نسلی اور پیدائشی طور پر مسلمان ہو تو پھر اس کی یہ حقیقت ہرگز سمجھ نہیں آسکتی۔

☆ ہم لوگ تو صرف اپنا پیٹ پالنے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں لیکن انسان بننے کے لئے نہیں جس کی وجہ سے ہم زوال کی طرف جارہے ہیں۔ جیسا کہ ایک مثل مشہور ہے کہ کسی انسان نے دوسرے سے پوچھا کہ دو جمع دو کتنے ہوتے ہیں تو اس نے فوراً جواب دیا کہ 4 روٹیاں۔ جیسا کہ غریب ممالک کے حکمرانوں، مذہبی پیشواؤں اور سیاسی رہنماؤں کے دل و دماغ میں غربت کی وجہ سے دولت کی ہوس اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ اُن کا آخرت پر یقین ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ ایسے ہی عام لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ امت روایات میں کھو گئی

.....

قرآن حمید بھی ہے اور مجید بھی!

قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد
اپنے علم کو بیان نہ کرنا بھی ایک قسم کا ظلم اور جہالت ہے

جب انسانی عقل کی حد ختم ہوجاتی ہے
تو پھر وحی کی راہنمائی شروع ہوجاتی ہے

قرآن کا علم

.....

یہ علم سورج کی کرنوں کی مانند ہے
جس سے تمام انسان اور تمام ممالک
اپنے اپنے دل و دماغ
اور
صلاحیتوں کے مطابق فائدے اٹھاتے ہیں۔

''ایک تجربہ اور مشاہدہ؟ علم کے اجزاء''

☆ میرے ایک قریبی دوست یوسف خان ہیں جن کی رہائش تو مردان میں ہیں لیکن اُن کی بصیرت کی نظر پوری دنیا پر ہوتی ہے۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں مجھے کہنے لگے کہ ترقی یافتہ ممالک میں رہنے سے انسان کی زندگی 10 سال بڑھ جاتی ہے اُس وقت تو میں نے اس بات پر اتنی توجہ نہ دی لیکن گھر آ کر جب میں نے قرآن پاک کے ایک قانون افلاتفکرون کے مطابق ذرا سوچ بچار اور غور وفکر سے کام لیا.....تو پھر مجھے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ واقعی یوسف خان ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں رہنے سے انسان کی زندگی 10 سال بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب انسان خالص خوراک اور خالص دوائیاں کھاتے ہوئے اپنے بنیادی حقوق کو مفت حاصل کرتا ہے تو پھر اُس کی صحت پر ایسے خوشگوار اثرات پڑتے ہیں جس سے اُس کی صحت اور زندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ ہماری زمین اور ہماری صحت کا نظام اللہ کے قوانین کے تحت ہی چلتا ہے۔

☆ ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں جب انسان غیر ترقی یافتہ ممالک میں رہ کر ملاوٹ والی خوراک کھاتا ہے۔ اور اپنے بنیادی حقوق کو خریدتا ہے تو پھر اس کی صحت پر اتنے برے اثرات پڑتے ہیں جس کی اُس کو خبر تک نہیں ہوتی لیکن اُس کی عمر کم ہونا شروع ہو جاتی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے اور دعائیں بھی مانگتا ہے لیکن ملاوٹ شدہ خوراک اس کی صحت پر اچھا اثر نہیں ڈال سکتی کیونکہ تمام کائنات، حیوانات، جمادات، نباتات اور انسان کی زندگی کا تعلق اُن قوانینِ فطرت یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین سے ہوتا ہے جن کے تحت یہ سارا نظام چل رہا ہے۔ ان ہی قوانین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی الہامی کتابوں میں بیان کیا ہے اور انسان کو صاف صاف یہ بتا دیا گیا ہے کہ ہمارے کلمات یعنی قوانین، اصول وضوابط اور باتیں بدلا نہیں کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا جو بھی انسان یا ملک ان قوانین کی جتنی پابندی کرتا ہے اُتنا ہی کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو بھی ان قوانین کو پامال کرتا ہے وہ تباہی اور زوال کا شکار ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر مفکرین اور سائنسدان ان قوانین کو سمجھتے ہیں اور اس حقیقت کو حتمی طور پر تسلیم کرتے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ لہٰذا ہمیں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے وہاں تک اللہ تعالیٰ کے احکامات یعنی قوانینِ فطرت پر عمل کرتے رہا کریں تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔ سورۃ تغابن کی آیت نمبر 16 میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ایک قانون کی اس

طرح تاکید کی ہے:

واتقوا اللّٰہ ما استطعتم

''اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ یعنی قوانین اختیار کرو جہاں تک تمہاری استطاعت یعنی تمہاری طاقت ہو۔''

''حمد باری تعالیٰ ؟ اللہ کی شان''

اگر کوئی انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان کا کچھ اندازہ کرنا چاہتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ وہ اس حمد کو تین مرتبہ غور وفکر کے ساتھ پڑھے اور اگر کوئی ترنم سے اس کو سننے کی کوشش کرے تو پھر اس کو زیادہ کیف وسرور محسوس ہوگا۔ اس طریقے سے ہر انسان کو اپنی اپنی عقل کے مطابق اس پاک ذات کی عظمت کا کچھ نہ کچھ تو اندازہ ضرور ہو جائے گا۔

یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
نظر سے یہ اُس کے نظارے تو دیکھو
اُسی کے کرم کے کرشمے تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
خدا کی خدائی سمجھ کر تو دیکھو
کلامِ الٰہی کو پڑھ کر تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
زمانے سے نظریں ہٹا کر تو دیکھو
ذرا اپنی گردن جھکا کر تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
زمیں سے فضاؤں میں جا کر تو دیکھو
خلا سے فضاؤں میں آ کر تو دیکھو
بصارت سے دیکھو، بصیرت سے دیکھو
شریعت سے دیکھو، طریقت سے دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے

ستاروں میں دیکھو سیاروں میں دیکھو
زمان و مکاں کے نظاروں میں دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
کسی چیز کو بھی نہ عجلت میں دیکھو
کہ فطرت کو مکمل حقیقت میں دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
تقوے کے جذبے کو پاکر تو دیکھو
سخاوت کی دنیا میں آکر تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
تم اشکوں کے قطرے بہا کر تو دیکھو
غریبوں کی دنیا میں جا کر تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
زمان و مکاں میں سما کر تو دیکھو
حقیقت سے نظریں ملا کر تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
بصیرت سے دیکھو، جنوں سے تو دیکھو
علم ہے تو دیکھو، سمجھ ہے تو دیکھو
یہ اللہ ہی اللہ کے جلوے ہیں سارے
یہ مولا ہی مولا کے چرچے ہیں سارے
شہادت کے رتبے کو پاکر تو دیکھو
ذرا اپنے من میں اتر کر تو دیکھو

فدا حسین شاہ

☆ شہادت پانے والوں یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں کام کرتے کرتے اپنی جان دینے والوں کے لئے خالقِ کائنات

نے ایک ایسا وعدہ کیا ہے جس کا ذکر توریت، انجیل اور قرآن میں موجود ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے یہ اپنے الفاظ ہیں کہ

{إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِيْ التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO} (التوبہ 111:9)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں اور اس کے بدلے میں اُن کے لئے جنت تیار کی گئی ہے۔ ہم لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں تو مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ توریت، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ کیا گیا ہے جس کو اس نے ضرور پورا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ یہ جو تم نے اللہ سے سودا کیا ہے اس پر خوشیاں مناؤ کیونکہ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔''

''جاہل اور بے وقوف ؟ ایک دوسرے کے رشتہ دار''

میں کتنا بڑا جاہل، بے وقوف اور تعصب کا مریض ہوں کہ

1۔ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی کتابوں کو تو سوچ سمجھ کر پڑھتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین کتاب کو بغیر سوچے سمجھے پڑھتا ہوں۔

2۔ پچاس کنال کے گھر میں رہنے والے حکمران کو مسلمان سمجھتا ہوں لیکن ایک کنال کے گھر میں رہنے والے حکمران کو کافر سمجھتا ہوں۔

3۔ اربوں روپے کے قرض معاف کروانے والے حکمران کو تو مسلمان سمجھتا ہوں لیکن قرض نہ لینے والے حکمران کو کافر سمجھتا ہوں۔

4۔ بچوں اور بوڑھوں کو وظیفہ نہ دینے والی حکومت کو مسلمان سمجھتا ہوں اور وظیفہ دینے والی حکومت کو کافر سمجھتا ہوں۔

5۔ بنیادی حقوق کی خرید و فروخت کرنے والے نظام کو تو اسلام سمجھتا ہوں لیکن مفت بنیادی حقوق دینے والے نظام کو کافر سمجھتا ہوں۔

6۔ خوراک اور دوائیوں میں ملاوٹ کرنے والے انسان کو تو میں مسلمان سمجھتا ہوں جبکہ خالص خوراک اور دوائیاں دینے والے انسان کو کافر سمجھتا ہوں۔

7۔ انصاف کی خرید و فروخت کرنے والی عدالتوں کو تو میں مسلمان سمجھتا ہوں اور مفت انصاف دینے والی عدالتوں کو کافر سمجھتا ہوں..... جب کہ اسلام کے لغوی معنی سلامتی امن اور سکون ہے جو کہ انسان کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔

کیونکہ

میں تعصب اور جہالت کی عینک لگا کر دنیا کو دیکھتا ہوں لیکن جب صرف انسان بن کر قرآن پر غور وفکر کرتا ہوں تو پھر نتیجہ وہ نہیں نکلتا جو میرا مسلمان استاد، مسلمان معاشرہ اور میرا مسلمان ملک مجھے بتاتا ہے۔

مصنف: فدا حسین شاہ

''اسلام کے سورج کا نور ؟ کائنات کی ضرورت''

☆ ایک ہمارا سورج ہے جو اپنے 9 گردش کرتے ہوئے سیاروں کو لے کر پوری کائنات میں گردش کر رہا ہے یہی سورج اپنے سیاروں کو روشنی، حرارت اور بے شمار ایسی انرجی یعنی طاقت دے رہا ہے جس کی بنیاد پر بے شمار مخلوقات کی نشوونما ہو رہی ہے۔

☆ دوسرا سورج اسلام کا ہے جس نے کائنات کے بے شمار سیاروں ستاروں اور ہماری زمین کو منور کیا ہوا ہے۔ اسلام کا یہ وہی سورج ہے جس نے پوری کائنات میں اسلام یعنی سلامتی، امن اور سکون کو فطرت کے قوانین کے تحت قائم رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے پوری کائنات کا نظم ونسق اور زندگی کا نظام رواں دواں ہے۔

☆ اسلام کے اس سورج کی عظمت، وسعت، اہمیت اور افادیت کا اندازہ لگانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ یہ اسلام ہر انسان کو اتنا ہی سمجھ میں آتا ہے جتنا اُس کے پاس علم ہوتا ہے کیونکہ کائنات کا اسلام لامحدود ہے اور علم کی دنیا بھی لامحدود ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس طرح میں نے اپنی لامحدود کائنات میں اسلام یعنی سلامتی، امن اور سکون کو قائم کیا ہوا ہے اسی طرح یہ انسان بھی اپنی ذات پر اور دنیا میں اسلام کو قائم کرے کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا ہے تاکہ وہ دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہو سکے۔ اسی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی الہامی کتابیں اور رسولوں کو دنیا میں نازل کیا۔

☆ لیکن افسوس کہ مختلف انسانوں اور مختلف ممالک نے اپنے ذاتی مفادات کے لیے اسلام کو فراموش کر کے دنیا کی سلامتی اور امن کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے کیونکہ ہر ایک نے اپنے اپنے علم وعقل کے مطابق اسلام کو اختیار کیا ہوا ہے۔

توحید اور اسلام کا سورج اس قدر عظیم ہے کہ اسی سورج کو دیکھنے کے بعد ایک مفکر نے کیا فرمایا ہے:

''اپنی کرنوں کے بھنور میں مجھے گم رہنے دو۔''

''جمہوریت اور ضلالت ؟ جمہوریت کی اقسام''

☆ دنیا کے اکثر مفکرین اور فزکس کے ایک عالم پروفیسر یحییٰ ہاشمی کا خیال ہے کہ

'' دنیا کی کوئی بھی چیز اچھی یا بُری نہیں ہوتی بلکہ صرف اُس کا استعمال اُس کو اچھا یا برا بناتا ہے۔''

یہی حال جمہوریت اور آمریت کا ہے جن ترقی یافتہ ممالک نے جمہوریت کو انسانیت اور تہذیب کے دائرے میں رہ کر اختیار کیا ہوا ہے اور اسی کے تحت وہ اپنا نظام چلا رہے ہیں وہاں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی لیکن جن ممالک نے جمہوریت میں انسانیت اور تہذیب کی پرواہ نہیں کی بلکہ ان دونوں اسلامی اقدار کو تباہ و برباد کر دیا ہے وہ جمہوریت کی آڑ میں آمریت کر رہے ہیں اور اپنی عوام پر ایسے ایسے مظالم کر رہے ہیں جس سے انسانیت بھی کانپتی ہے۔ ایسے معاشروں اور جمہوریت میں لڑائی جھگڑوں اور قتل و غارت کا بازار گرم رہتا ہے، جمہوریت کے نام پر غیر مہذب ممالک جرائم بھی کرتے ہیں اور اپنے ہی جرائم پر پردے بھی ڈالتے ہیں۔

☆ پرویز مشرف کے زمانے میں جب خالد مقبول پنجاب کے گورنر تھے تو اُس وقت مذہبی امور کے صوبائی وزیر مولانا غلام سرور قادری تھے جو ماڈل ٹاؤن کی ایک مسجد کے خطیب بھی تھے انہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں ہی گزاری تھی اور وہ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے چند دوستوں کی محفل میں ایک ایسا واقعہ سنایا جس کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

☆ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور عام موضوعات پر بات چیت ہو رہی تھی کہ اچانک چند آدمی اُن کے کمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے مظلومانہ انداز میں اپنی فریاد سنائی کہ ہمارے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے آپ ہماری مدد کریں جب وزیر اعلیٰ نے اُن سے اُن کی داستان پوچھی تو انہوں نے بتایا:

☆ ہم شیخوپورہ سے آئے ہیں ہماری بیٹی کو اغوا کر کے اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ہم نے پولیس کو

رپورٹ کی ہے اور FIR درج کروانے کی کوشش کی ہے لیکن پولیس FIR کاٹنے کو تیار نہیں اور نہ ہی کوئی کارروائی کرنے کو تیار ہے۔ پھر ہم نے پولیس کے ایس پی اور ڈی آئی جی سے بھی رابطہ کیا ہے لیکن ہماری فریاد پر کارروائی کرنے کے لیے کوئی بھی پولیس افسر تیار نہیں ہے۔ آخر ہم تھک ہار کر آپ کے پاس آئے ہیں .....

☆ قادری صاحب نے مزید بتایا کہ میں خاموشی سے تمام باتیں سنتا رہا۔ آخر کار وزیر اعلیٰ نے نہایت ہی چالاکی، ہوشیاری اور حکمت سے فریاد کرنے والوں کو گول مول جوابات دیے اور اُن کو مطمئن کر کے واپس بھیج دیا جس کا مجھے بہت احساس ہوا۔

☆ مظلوم لوگوں کے جانے کے بعد میں نے وزیر اعلیٰ سے پوچھا کہ آپ نے تو ٹال مٹول سے کام لیا ہے حالانکہ یہ تو بڑے ظلم کا واقعہ ہے۔ آپ کی اور میری بیٹی بھی تو اس ظلم کا شکار ہوسکتی ہے۔ اس پر وزیر اعلیٰ نے کہا کہ میں بھی آخر مجبور ہوں کیونکہ وہ مظلوم لوگ جس ظلم کرنے والے کا نام لے رہے تھے وہ تو ہمارا ہی ممبر صوبائی اسمبلی ہے۔ اگر میں اس کے خلاف کارروائی کرتا ہوں تو اس سے اسمبلی میں ہماری پوزیشن خراب ہوجاتی ہے۔ مولانا غلام سرور قادری صاحب کہنے لگے کہ وزیر اعلیٰ کی یہ مجبوری اور دلیل سن کر میں حیران رہ گیا کہ جس ملک کی اسمبلیوں کے ممبران ظالم ہوں اور وزیر اعلیٰ اپنے مفادات کی خاطر خاموش رہتے ہوں کیا وہ مسلمان ہوتے ہیں؟ اور اگر ہوتے ہیں تو پھر کس درجے کے ہوتے ہیں؟

☆ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ ''تم کسی پر ظلم نہ کرو اور نہ ہی تم کسی کا ظلم برداشت کرو'' لیکن افسوس کہ ایشیا اور افریقہ کے غریب ممالک میں لوگوں کو ظلم کی اہمیت اور حقیقت کی ہی خبر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہاں کے حکمران ظلم کرتے کرتے اور عوام ظلم برداشت کرتے کرتے اپنی زندگیاں گزار دیتے ہیں اور اُن کو اپنے حقوق کی خبر تک نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں انسان کو اپنے بنیادی حقوق حاصل کرنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ علم وحکمت سے بھی کام لینے کی تاکید کی ہے۔

☆ انسان فطری اور بنیادی طور پر خودغرض اور مفاد پرست ہوتا ہے جس کی وجہ سے علم وحکمت والے ممالک اور لوگ اپنے سے کم علم لوگوں کے حقوق کو سلب کرتے رہتے ہیں اور اُن بیچاروں کو خبر تک نہیں ہونے دیتے۔ دنیا کے جن غریب ممالک کے حکمران، پولیس اور سرکاری ادارے بلاواسطہ یا بالواسطہ جرائم میں ملوث ہوتے ہیں وہ ممالک امیر ممالک کے گداگر اور محتاج ہوکر اپنا نظام چلاتے ہیں اور عوام کو جمہوریت اور مذہب کے نشے میں مدہوش رکھتے ہیں۔

''یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے جو بھی شاعر اور ادیب
اپنے تجربات اور مشاہدات دوسروں تک پہنچاتے ہیں
وہ انسانیت کی بہت ہی زیادہ خدمت کرتے ہیں۔''

''آزادی کی اقسام ؟ غور وفکر کا مقام''

☆ آزادی انفرادی ہو یا اجتماعی !.....ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جس کی بنیاد پر انسان کو صلاحیتوں کی پرورش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی کی وجہ سے ہر انسان ہر ملک ترقی کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے لیکن اگر آزادی کے باوجود کوئی انسان یا ملک ترقی نہیں کرتا تو وہ آزادی غلامی سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ تمام ترقی یافتہ ممالک نے آزادی کے بعد ہی ترقی کی ہے۔

☆ 1990 کی بات ہے جب میری دوستی ایک ایم اے پاس روزنامہ جنگ کے صحافی عدنان خان سے ہوئی جو کافی روشن دماغ اور سوشل قسم کے انسان تھے جس کی وجہ سے اُن کی سیاستدانوں سے بھی کافی تعلقات تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا کہ حکومت کے چند لوگ اعلیٰ سکالرشپ کے لیے بیرونِ ملک جارہے تھے جس میں ان کا نام بھی شامل تھا۔ تمام کاروائی مکمل ہونے کے بعد ٹکٹیں کنفرم ہوچکی تھیں اور فلائیٹ میں چند دن باقی تھی کہ اچانک حکومت تبدیل ہوگئی۔ نئی حکومت نے آتے ہی اپنی روایات کے مطابق تعلیم کے لئے سکالرشپ پر جانے والوں کا پروگرام منسوخ کر دیا حالانکہ علم کا تعلق قومی مفاد سے تھا لیکن سیاسی پارٹیوں کے آپس میں اختلاف کی وجہ سے قومی مفاد کو پسِ پشت ڈال کر ذاتی مفادات کو پورا کیا۔

☆ عدنان خان کے سر پر یہ بھوت سوار تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح یورپ چلا جائے حالانکہ اُس کی فیملی کافی خوشحال تھی۔ چھ بھائیوں میں سے سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اُس کی اہمیت بھی زیادہ تھی لیکن زندگی کی تمام سہولیات ہونے کے باوجود اُس کے شوق اور لگن میں کمی نہ آئی .....ایک دن میں نے اُس کو کہا کہ تم پاکستان کی آزدی چھوڑ کر انگریزوں کی غلامی میں کیوں جانا چاہتے ہیں؟ تو کہنے لگا کہ یہاں کی آزادی تو برائے نام ہے کیونکہ ہم ظاہری طور پر تو آزاد ہیں لیکن اندرونی طور پر غلام ہیں۔ جس آزادی سے پاکستان کی صحافت، پولیس، عدالت، ہسپتال اور دیگر محکمے کام کر رہے ہیں وہ میں اور آپ بخوبی سمجھتے ہیں .....غور وفکر کرنے والے لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہاں کی آزادی میں 3 کروڑ روپے ہونے کے باوجود کوئی انسان وہ خالص خوراک، ادویات اور معاشرتی سہولیات نہیں حاصل کر سکتا جو یورپ کی غلامی میں حاصل کر سکتا ہے اور انہی کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے سیاستدان، جاگیر دار اور حکمران طبقہ

یورپ جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے ملک کی برائے نام آزادی کو چھوڑ کر یورپ کی غلامی کو پسند کرتا ہے۔

بھروسہ کر نہیں سکتے، غلاموں کی بصیرت کا
(علامہ اقبالؒ)

''سویڈن میں حادثہ ؟ انسانیت کا تقاضا''

☆ 1982 کا ذکر ہے جب میں ناروے کے شہر اوسلو میں رہائش پذیر تھا ایک دن میں نے اپنے دوستوں خالد فاروق اور راجہ امتیاز کے ساتھ ڈنمارک جانے کا پروگرام بنایا لہٰذا ہم خالد فاروق کی گاڑی میں گھومتے گھماتے کوپن ہیگن پہنچ گئے۔ چند روز ٹھہرنے کے بعد واپسی کا پروگرام بنایا۔ خالد کے کزن چودھری اعظم نے خالص خوراک سے ہمارا زبردست ناشتہ کروایا۔ جب ہم نے سفر کا آغاز کیا تو سرد موسم، خالص خوراک اور گرم مرسیڈیز کی وجہ سے ہم پر نیند کی غنودگی چھا گئی۔ ابھی ہم نے نصف گھنٹہ ہی سفر طے کیا ہوگا کہ ہماری آنکھ لگ گئی۔

☆ اچانک گاڑی کو زبردست جھٹکا لگا اور ہماری گاڑی ایک دوسری گاڑی سے جا ٹکرائی۔ بوکھلاہٹ کے عالم میں جب ہم گاڑی سے باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ ہماری گاڑی تو تباہ شدہ انجن کے ساتھ سڑک پر کھڑی ہے لیکن دوسری گاڑی ایک کھائی میں الٹی پڑی ہے جس میں سویڈش میاں بیوی سوار تھے جو کچھ زخمی بھی ہو چکے تھے لیکن سیٹ بیلٹ کی وجہ سے وہ کافی محفوظ تھے۔

☆ یقین کریں کہ 5 سے 7 منٹ کے اندر موٹر سائیکل پر ٹریفک پولیس، ایمبولینس اور گاڑی اٹھانے والی کرین (Vicking) موقع پر پہنچ گئی۔ کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔ سویڈش پولیس اور ماحول دیکھ کر میں، خالد فاروق اور راجہ امتیاز کچھ پریشان اور نروس ہو گئے اور ہمارے رنگ اُڑ گئے لیکن حیرانگی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ پولیس والوں نے قانون کے مطابق اپنی تمام کاروائی مکمل کی لیکن ہمیں کسی بھی پولیس والے یا سویڈش شہری نے نہ تو ڈانٹا اور نہ ہی حقیر نظروں سے دیکھا حالانکہ ہم غیر ملکی اور وہ بھی ایک غریب ملک سے تعلق رکھنے والے شہری تھے۔

☆ میں آج جب بھی سویڈش پولیس اور لوگوں کے سلوک میں قانون کی حکمرانی کا سوچتا ہوں اور قرآن کے

احکامات پر غور وفکر کرتا ہوں تو پھر یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو کہ خالقِ کائنات بھی ہے وہ ہمیشہ اُسی کا ہوتا ہے جو اُس کے احکام اور قوانین پر عمل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انسانوں اور ممالک پر ان قوانین کے یکساں اثرات پڑتے ہیں۔مختصر یہ کہ جو بھی انسان خوش اخلاقی کا قانون اختیار کرلے گا وہ اس کا پھل ضرور پائے گا۔

''کشمیر کی آزادی ؟ سوچ کا ایک انداز''

☆ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت آزادی ہے لیکن آزادی کی بھی کئی ایک اقسام اور شکلیں ہوتی ہیں کیونکہ ہر انسان کے علم اور سوچ میں بہت فرق ہوتا ہے۔اس لیے ہر انسان آزادی کو اپنے اپنے اندازِ فکر اور زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے جس کی وجہ سے نظریاتی آزادی اور عملی آزادی میں بہت فرق نظر آتا ہے لیکن یہ فرق صرف اُن لوگوں کو نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قانون یعنی غور وفکر والی صلاحیت کو استعمال کرتے ہیں۔

☆ آزاد کشمیر یعنی میر پور کے بے شمار ایسے لوگ ہیں جو اپنی آزادی کو چھوڑ کر تقریباً 1960 سے انگلینڈ میں غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں اور آزاد کشمیر میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جو اپنی مجبوریوں سے وہاں نہیں جاسکتے۔ یہ ہے رسمی اور برائے نام آزادی!!

1984 کا واقعہ ہے کہ جب میں برمنگھم میں تھا ایک دن میں اور میرا کزن پہلوان شاہ کے ساتھ اُن کے کسی ملنے والے کے گھر داخل ہوئے تو میزبان راجہ اسلم صاحب جو کہ برٹش حکومت کے پنشن یافتہ تھے وہ اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے گرم ہیٹر سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ رسمی سلام دعا کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

☆ بات چیت کے دوران ہم نے مزاح کے انداز میں راجہ صاحب سے یہ سوال کیا کہ راجہ صاحب آپ کی پنشن تو ہوچکی ہے تو اب آپ کو اپنے آزاد ملک میں جانا چاہیے۔ یہاں غلامی کی زندگی کیوں بسر کررہے ہیں اس پر انہوں نے کچھ سوچا اور پھر کہنے لگے کہ جو آرام وسکون مجھے یہاں کی غلامانہ زندگی میں ہے وہ پاکستان کی آزادانہ زندگی میں ہرگز نہیں ہے۔

☆ پھر ہم پر ہی انہوں نے ایک الٹا سوال کر دیا کہ اچھا یہ بتائیں کہ جو خالص خوراک، علاج اور دوائیاں میں یہاں استعمال کرسکتا ہوں کیا وہ مجھے پاکستان میں مل جائیں گی کیا آپ اس کی گارنٹی دے سکتے ہیں اُن کا یہ بے ساختہ سوال سن کر ہم حیران ہوکر یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ جس کشمیر کی آزادی کے لیے جہاد کیا جارہا ہے وہاں کے تو لاکھوں لوگ انگلینڈ میں یہ غلامانہ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر امریکہ اور یورپ والے

ویزہ کی پابندی ختم کر دیں تو اکثر لوگ کشمیر کو چھوڑ کر یورپ چلے جائیں گے جس طرح پاکستان کے 80 لاکھ لوگ پہلے ہی دوسرے ملکوں میں آباد ہیں۔

یہ ہے آزادی کی حقیقت کا ایک پہلو.....آپ اپنے ضمیر کی آواز پر اپنا فیصلہ خود کر سکتے ہیں۔

''مسکراہٹ کی خیرات ؟ آسان خیرات''

☆ خیر اور خیرات قرآن پاک کے ایسے الفاظ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ استعمال کیا ہے او رانسان کو مختلف طریقے سے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ وہ خیر اور خیرات والے کام کرے۔ خیر کا مطلب ہوتا ہے بہتر، اچھا، بھلائی، نیکی اور خیرات یعنی تمام نیکیاں اور خوبیاں۔قرآن پاک کی سورہ المائدہ کی 48 میں اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے انسانوں کو مخاطب کر کے یہ حکم دے رہا ہے کہ

فاستبقوا الخیرات ''پس تم نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکل جایا کرو۔'' القرآن

☆ ایک مرتبہ میں اپنے عزیز دوست راجہ محفوظ اور ڈاکٹر اشرف کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا تو راجہ صاحب نے باتوں ہی باتوں میں ایک ایسا ہی جملہ بولا جس نے میرے کان کھڑے کر دیے۔ وہ یہ تھا کہ یورپ کے اکثر لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ **Smiling is a best kind of charity** **''مسکراہٹ ایک بہترین قسم کی خیرات ہے۔''**

☆ جب میں نے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے پر غور کیا تو میں نے بھی یہ محسوس کیا کہ راجہ صاحب نے ٹھیک ہی کہا ہے کیونکہ یورپ میں اکثر لوگ بغیر کسی وجہ کے مسکراتے رہتے ہیں اور اگر ذرا سا بھی مسکرانے کا موقع ہاتھ آجائے تو اسے جانے نہیں دیتے۔ ویسے بھی نفسیات کے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اگر مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا جائے تو اس سے دونوں حضرات کے اعصاب پر نہایت ہی خوش گوار اثر پڑتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ مسکراہٹ مخلص ہو، منافق لوگوں کی طرح نہ ہو جو دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے مسکراتے ہیں۔

☆ مخلص مسکراہٹ کی خیرات مفت کی ایک ایسی خیرات ہے جس سے کسی کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی ہوتا ہے اس لیے ہر انسان کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے خیالات کا تبادلہ کیا کریں۔لیکن ایشیا اور افریقہ کے غریب ممالک میں مسکرانا اکثر مشکل ہوجاتا ہے۔خاص کر جہاں انسان کے بنیادی حقوق کیڑے مکوڑوں کی طرح خریدوفروخت ہوتی ہو۔ ایسے ماحول میں لوگوں کو چاہیے کہ وہ مسکراہٹ والے اور مزاحیہ پروگرام ٹی وی پر دیکھا کریں۔ اس سے انسان کی صحت پر اتنا اچھا اثر پڑتا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ آنکھوں کا مشاہدہ ہمارے دماغ کو بہت متاثر کرتا ہے اور پھر دماغ پورے جسم پر اپنے اثرات ڈالتا ہے۔لہٰذا اس مفت کی خیرات پر ہمیں پوری توجہ دینی چاہیے۔ ایک مستند حدیث قدسی ہے کہ ''مسکراہٹ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جس سے مفت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔'' خیر اور خیرات

کی دیگر آیات مندرجہ ذیل ہیں جن کو مزید دیکھا جا سکتا ہے :

البقرہ 148:2 ؛ آل عمران 114:3 ؛ المائدہ 48:5 ؛ الانبیاء 73,90:21 ۔

''خیرات کی فہرست ؟ سوچ اپنی اپنی''

1۔ مسکراہٹ کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ پیش آنا ۔

2۔ قولوا للناس حسنا عام لوگوں سے حسین طریقے سے بات چیت کرنا۔

3۔ مسکین اور غریب لوگوں کی مدد کرنا لیکن اگر نہ ہو سکے تو بدتمیزی سے پرہیز کرنا۔

4۔ غریبوں کو کھانا کھلانا ۔

5۔ دوستوں اور عزیز و اقارب کو کھانا کھلانا۔

6۔ بچوں ، بوڑھوں اور بے روزگاروں کو وظیفے دینا۔

7۔ نیک کاموں میں رہنمائی کرنا اور مشورے دینا جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر 159 اور سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 38 میں حکم ہے ۔

8۔ لوگوں کے لیے پانی کا نلکا یا کنواں تیار کروانا۔

9۔ وتعاون الی البر وتقویٰ ۔کسی بھی نیک کام میں مدد یا تعاون کرنا۔

10۔ انسان اور انسانیت کی رہنمائی کے لیے کوئی کتاب لکھ دینا ۔

11۔ تعلیم کے لیے کوئی سکول بنا دینا۔

12۔ لوگوں کے علاج معالجہ کے لیے ہسپتال بنا دینا۔

13۔ کوئی بھی ایسی چیز ایجاد کر دینا جس سے عام لوگوں کو فائدہ ہو۔

14۔ بجلی کو ایجاد کرنا بھی ایک بڑی خیرات ہے ۔

15۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے بھی انسان کے اور انسانیت کو بہت فائدہ پہنچایا ہے ۔

16۔ دنیا کی سب سے بڑی نیکی اپنی ذات کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ عدل و انصاف کو قائم کرنا۔

اگر ایک کافر اپنے کفر پر نازاں پھرتا ہے

تو پھر ایک مومن اپنے ایمان پر فخر کیوں نہیں کرتا

واصف علی واصفؒ

''اللہ کے درویش ؟ ایمان کی طاقت''

☆ اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ اللہ کے درویش پوری دنیا کے کونے کونے میں پائے جاتے ہیں لیکن اُن سب کے اپنے اپنے معیار ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو حیرانگی کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر توحید کی عظمت کو سب تسلیم کرتے ہیں ۔ستمبر 2014 کا واقعہ ہے کہ جب میں سویڈن کے شہر سٹاک ہوم میں گیا ہوا تھا ۔ سارا دن مصروف رہنے کے بعد اکثر میں عائشہ مسجد میں چلا جاتا تھا جو شہر کے درمیان میں ایک انڈر گراؤنڈ سٹیشن کے اوپر واقع تھی جس کی وجہ سے مجھے بہت سہولت رہتی تھی ۔ میں مسجد میں اکثر ایک نورانی چہرے والے بزرگ کو دیکھتا تھا جو مسجد کے کاموں میں مصروف رہتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اللہ کے وہ درویش ہیں جو دنیا کی تمام خواہشات کو پورا کرنے کے بعد اب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی تسلیم و رضا اور جنت کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں ''فَفِرو الی اللہ'' پس اللہ کی طرف بھاگو'' تاکہ دنیا کی کامیابی کے بعد اُن کو آخرت کی کامیابی بھی نصیب ہو ۔ سٹاک ہوم میں اجنبی ہونے کی وجہ سے ایک دن اُس درویش نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس شہر سے ہے جب میں نے لاہور کا بتایا تو کہنے لگے کون سے علاقے سے؟ جب والٹن روڈ کا بتایا تو پھر وہ سوال پر سوال پوچھتے گئے اور میں اُن کو جواب دیتا گیا آخر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم ایک ہی سٹریٹ کے شناسا نکل آئے کیونکہ جب انہوں نے مجھے اپنا نام حامد بتایا تو پھر مجھے معلوم ہوا کہ 20 سال پہلے ہماری ملاقات اپنی ہی سٹریٹ میں ہوئی تھی جب وہ بھرپور جوان اور سمارٹ تھے ۔لیکن اب وقت اور چہرے کے نشیب و فراز کی وجہ سے میں اُن کو نہ پہچان سکا ۔

☆ مختصر یہ کہ اس طرح ہماری ملاقات ایک مخلصانہ دوستی میں بدل گئی ۔ جمعہ کی نماز کے دوران مسجد میں بہت رش ہوتا تھا اور سارا انتظام حامد صاحب کے ہاتھ میں ہوتا تھا ایک دن انہوں نے میری ملاقات مسجد کے خطیب محمد مسلم سے کروائی جو پیدائشی طور پر تو سویڈش تھے لیکن اپنی ذاتی تحقیق اور ریسرچ کے بعد مسلمان ہوئے تھے ۔ اکثر میں اُن سے انگلش میں بات کرتا رہتا تھا ایک دن حامد صاحب کہنے لگے کہ شاہ جی! آپ اُن سے ذرا اردو میں بات کر کے دیکھیں میں سمجھا کہ شاید میرے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے لیکن جب میں نے اردو میں بات کی تو سویڈش خطیب نے میرے ساتھ اتنی اچھی اردو بولی کہ میں حیران ہو کر رہ گیا اور مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے !! ایسے مشاہدات کرانے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے انسان سے سورہ رحمن میں 31 مرتبہ یہ سوال کیا ہے کہ تم میری کون کون سی

نعمتوں، قدرتوں، کرشموں کا انکار کرو گے۔

''اللہ کا معجزہ ؟ سوچ کی بنیاد پر''

☆ جو بھی چیز کسی انسان کے علم اور عقل سے بالاتر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ میرے ایک دوست سید نیاز علی شاہ جو لاء کالج کے پروفیسر اور سپریم کورٹ کے سینئر وکیل ہیں ایک دن توحید پر بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ 1946 میں جب میری عمر 7 یا 8 سال تھی اور میں بھی دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود کا بڑا شوقین تھا۔ میرا شوق پتنگ اڑانے کا تھا۔ میں اس شوق میں اپنا کھانا پینا بھی بھول جایا کرتا تھا۔

☆ ایک دن جنوری کی صبح 9 بجے میں چھت پر گیا تا کہ کوئی پتنگ پکڑ سکوں لیکن کافی کشمکش کے بعد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ آخر کار سخت مایوس ہوا اور نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔ ان حالات میں اچانک مجھے ایک کٹی پتنگ نظر آئی جو کافی اونچائی پر تھی۔ اس مایوسی کے عالم میں میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ پتنگ میرے ہاتھ آجائے۔ لہٰذا میں نے یہ دعا کی:

> ''اے اللہ جب میری عمر چھ ماہ کی تھی تُو نے میری ماں کو مار دیا اور اب میرا یہ باپ اس قدر سخت ہے کہ مجھے پتنگ کے لیے کوئی پیسے دینے کو تیار نہیں۔ کہتے ہیں کہ تُو پوری کائنات اور چاند ستاروں کا مالک ہے تو کیا یہ پتنگ میرے ہاتھ نہیں آسکتی؟''

☆ یہ دعا کرتے ہوئے میں نے بڑی للچائی ہوئی نظروں سے کٹی ہوئی پتنگ کو دیکھنا شروع کر دیا اور مسلسل ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ ہوا بہت تیز تھی اور پتنگ کا آنا ناممکن تھا۔ اچانک تیز ہوا بند ہوگئی اور پتنگ نے زگ زیگ کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ آخر کار وہ پتنگ میری ہی چھت پر آگری۔

اپنی دعا کی تاثیر اور قبولیت کو دیکھ کر میں حیران اور پریشان ہو کر رہ گیا غور و فکر کرنے کے بعد اس کو اللہ تعالیٰ کا معجزہ تسلیم کرنے لگا اس واقعے نے میرے ایمان کو اس قدر مضبوط کر دیا جس کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ اس کے اثرات آج بھی میری شخصیت میں اس قدر موجود ہیں کہ میں 70 سال گزرنے کے باوجود میں اپنے اندر توحید کی شان و عظمت کو محسوس کرتا ہوں .....دنیا کے مفکرین اور فلاسفروں کا خیال ہے کہ جب کوئی بھی انسان اپنے احساسات اور خلوص کے اعلیٰ مقام پر جا کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو پھر اس کی عظمت اور رحمت جوش میں آکر ایسے ایسے کام کر جاتی ہے جس کو انسان معجزہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ معجزے کائنات اور دنیا کے ہر مقام پر ہوتے رہتے ہیں لہٰذا

ہمیں غور وفکر کرنے کی عادت اختیار کر لینی چاہیے۔

''اقبال کی جنت ؟ انسان کی سوچ''

ہر ملک کے شاعر وہاں کے ایسے مفکر اور فلاسفر ہوتے ہیں جو دو تین صفحات کی بات کو صرف ایک شعر میں بیان کر دیتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اسلام کے ضابطہ حیات کو نہایت ہی اچھے طریقے سے اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ یورپ میں تعلیم اور سیر و سیاحت مکمل کرنے کے بعد وہ اپنے خیالات کا اظہار ایسے کرتے ہیں کہ اُن سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ لیکن تعصب سے بالا تر وہی لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جو غور وفکر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر اقبال صاحب کہتے ہیں:

فردوس جو تیرا ہے، وہ کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے، فردوس کی مانند

اکبر الہ آبادی بھی ادبی دنیا کے ایک مشہور شاعر اور مفکر ہیں انہوں نے بھی اپنے اشعار میں زندگی کے بے شمار حقائق کو بیان کیا ہے جہاں تک عام آدمی کی نظر نہیں جاسکتی۔ انہوں نے جب دنیا کی سیر و سیاحت کرنے کے بعد اپنی ایک نظر اپنے وطن پر ڈالی اور دوسری نظر اپنے ہی وطن کے علماء حضرات پر ڈالی تو بے ساختہ بول اٹھے کہ

سدھاریں شیخ جی کعبے کو، ہم انگلستان دیکھیں گے
وہ دیکھیں گھر خدا کا، ہم خدا کی شان دیکھیں گے

☆ خیال رکھیں کہ یہ حقیقت ہے کہ ایک جنت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اُن بندوں کے لیے بنا رکھی ہے جو اُس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں اور انسانیت کی نشوونما کے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ دوسری جنت وہ ہوتی ہے جو انسان اپنے اعمال سے اس دنیا میں بناتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے لیکن یہ جنت وہی انسان اور ممالک بنا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں جیسے جیسے وہ عمل کرتے جاتے ہیں ویسے ویسے اُن کی زندگیاں اور ممالک جنت بنتے جاتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی جنت تو انسان کے علم اور عقل سے بہت زیادہ بلند اور بالا تر ہے کیونکہ جنت کا لفظ قرآن کے متشابہ الفاظ میں آتا ہے اس لیے مکمل طور پر اس جنت کو نہیں سمجھا جاسکتا لیکن ہر انسان اور ہر عالم اپنی اپنی قیاس وبصیرت سے اللہ تعالیٰ کی جنت کی منظر نگاری کر سکتا ہے اور کئی صدیوں سے کرتا آرہا ہے۔

''ناروے کا عالم ؟ محنت کی بنیاد پر''

☆ 1967 میں مجھے دین سے بہت لگاؤ پیدا ہوا اس وقت میں بی اے کا طالب علم تھا۔ ماسٹر کی ڈگری لینے کے بعد 1973 میں ناروے جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں جا کر میں نے اُوسلو یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ جدید ترین ملک میں رہنے کے باوجود میرے خیالات پاکستانی مسلمانوں ہی کی طرح رہے جس کی وجہ سے مجھ پر وہاں کے ماحول کے اچھے برے اثرات میری شخصیت پر نہ پڑ سکے کیونکہ تعصب ایک ایسی انٹرنیشنل بیماری ہے جس کو دل و دماغ سے نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ قرآن کے ایک مفکر کرنل (ر) عابد حسین عابد مرحوم مجھے بتایا کرتے تھے کہ اُن کے استاد ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ایم اے ڈی لٹ، سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور اکثر کہا کرتے تھے کہ مروجہ اسلام اور مولویوں کے اسلام سے میں نے بڑی مشکل سے نجات پائی ہے اور اس کے لیے مجھے سات سال قرآن پر محنت کرنی پڑی تو پھر کہیں جا کر پرانے خیالات میرے دل و دماغ سے نکلے۔

☆ 1981 میں جب میں ناروے کی مختلف مسجدوں میں جاتا تھا تو وہاں اکثر میری ملاقات ایک عالم دین عدالت صاحب سے ہوتی تھی جو لندن سے آئے ہوئے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آخر وہ میرے بہت اچھے دوست بن گئے اور ہم میں بہت بے تکلفی ہوگئی۔ ایک دن باتوں کے دوران مَیں نے اُن سے ایک سوال کر دیا کہ آپ کی بنیادی تعلیم کیا ہے؟ اور آپ کیسے اتنے بڑے عالم دین بن گئے؟ میرے سوال پر پہلے تو وہ مسکرائے اور پھر کہنے لگے

☆ شاہ جی! سچ پوچھیں تو میں ایک ان پڑھ اور غریب گھر کا بچہ ہوں بچپن میں ہی کسی کے ساتھ میں لندن آ گیا یہاں آ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی توفیق یعنی سہولیات دیں جس کی وجہ سے میں ایک عام دیہاتی بچے سے ایک عالم بن گیا کیونکہ میں اکثر اللہ کے نیک بندوں اور علما کی محفلوں میں رہتا تھا اُن کی باتوں سے میرے دل و دماغ میں دین کا شوق پیدا ہوگیا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور اب بھی بڑھ رہا ہے۔ میرا یہ وہی شوق، محنت اور کوشش ہے جس کی وجہ سے آپ جیسے ایم اے پاس لوگ بھی مجھے عالم سمجھتے ہیں وگرنہ میری بنیادی تعلیم اور تربیت کچھ بھی نہیں ہے۔

☆ جب میں نے ذرا غور و فکر اور تدبر سے کام لیا تو مجھے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ انسان کی بنیادی تعلیم کی اہمیت اپنی جگہ..... لیکن شوق، لگن اور عشق میں بھی ایک ایسی زبردست طاقت پوشیدہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کی وہ تمام باطنی صلاحیتیں ظاہر ہوجاتی ہیں جو اُس کی اندرونی شخصیت میں

پوشیدہ ہوتی ہیں۔

☆ حیرانگی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ محنت کوشش اور شوق کی وجہ سے عدالت صاحب کی شخصیت اس قدر ترقی کر چکی تھی کہ آخر ایک دن ایسا وقت بھی آیا کہ ایک شخص نے اُن کو اپنی بہن کا رشتہ پیش کیا جو کراچی میں مقیم تھی اور اُس نے ایم ایس سی تک تعلیم حاصل کی ہوئی تھی جس کو انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ اس پر میں اللہ تعالیٰ کی شان، قدرتیں اور طاقتوں میں گم ہو کر رہ گیا۔

☆ زمانے کے نشیب و فراز میں ہم دونوں بچھڑ گئے۔ بیس سال کے بعد اچانک ایک دن مجھے عدالت صاحب کا فون آیا کہ میں پاکستان آیا ہوا تھا آج رات کو لاہور سے لندن میری واپسی ہے اور میں لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب حافظ ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں اس لیے میری یہ خواہش ہے کہ مجھے آپ آ کر مل جائیں۔ مختصر یہ کہ جب میں ہوٹل کے مخصوص کمرے میں پہنچا تو عدالت صاحب کے ساتھ دو نوجوان بھی کمرے میں موجود تھے۔ عدالت صاحب نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا اور ساتھ ہی اُن نوجوانوں کا نام بتایا ایک کا نام موسیٰ خان اور دوسرے کا نام یحییٰ خان تھا۔ اُن کا تعارف کروانے کے بعد کہنے لگے آپ جانتے ہیں کہ نوجوان کون ہیں؟ جب میں ذرا خاموش رہا تو کہنے لگے کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور اُسی ایم ایس سی پاس لڑکی سے پیدا ہوئے ہیں جس سے میں نے شادی کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت دیکھیں کہ کہاں اللہ کا درویش اور کہاں ایم ایس سی بیوی؟

غور و فکر کرنے کے بعد مجھے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ دنیا کے جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کے لیے کام کرتا ہے وہ عظیم ذات اُن کے لیے ایسے ایسے اسباب پیدا کر دیتی ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا اور عقل حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سہارا پکڑنے کے بعد انسان ایک ذرے سے آفتاب بھی بن جایا کرتا ہے۔ ایسے ہی انسانوں کے بارے میں علامہ اقبال نے اپنی جذبات کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے:

عالمِ آب و خاک میں ، تیرے ظہور سے فر وغ
ذرہِ ریگ کو دیا، تو نے طلوع آفتاب

''بیٹے کا سوال ؟ فطری حق''

☆ 2011 کی بات ہے جب میرا چھوٹا بیٹا ساتویں جماعت کا طالب علم تھا ایک دن اُس نے مجھے بتایا کہ میرے دل و دماغ میں مختلف قسم کے سوالات پیدا ہوتے رہتے تھے۔ میرے دل میں یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا فرقہ کونسا ہے کیونکہ ماں کی طرف سے میں اپنے آپ کو انصاری سمجھتا ہوں اور باپ کی طرف سے سید! کیونکہ اکثر لوگ آپ کو شاہ جی کہہ کر پکارتے تھے۔ جب میں نے اپنے ابو سے اپنے فرقے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فوراً ہی کہہ دیا کہ ہمارا کوئی فرقہ نہیں ہے.....۔ یہ سن کر میں حیران اور پریشان ہوگیا کیونکہ میرے کچھ دوست تو بریلوی، کچھ دیوبندی، کچھ شیعہ، کچھ اہل حدیث اور کچھ وہابی کہلاتے ہیں۔ جب میں نے اپنے باپ سے دوسرا سوال کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہمارا کوئی فرقہ نہ ہو جبکہ اکثر لوگوں کے فرقے ہیں تو پھر میرے باپ نے جواب دیا کہ قرآن پاک کی سورہ بقرہ کی آیت نمبر 103 میں اللہ تعالیٰ نے تحریری طور پر یہ حکم دیا ہے اور ساتھ ہی یہ تاکید کی ہے

{وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاًوَّ لَا تَفَرَّقُوْاO} (آلِ عمران 103:3)

''اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی قرآن پاک کو پکڑے رکھو اور فرقہ بندی میں نہ پڑو۔''

☆ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرقہ بندی سے سخت منع کیا گیا ہے اور سورہ الحج کی آیت نمبر 78 میں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ''ہم نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔'' پھر میرے ابو نے کہا کہ بیٹا یاد رکھو کہ قرآن پاک کے الفاظ اور آیات سے بڑی کوئی بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ وہ عظیم ترین کتاب ہے جو ازل سے انسان کے دل و دماغ اور جسم کی راہنمائی کرتی آرہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی لیکن اس سے ہمیشہ وہی انسان اور ممالک فائدہ اٹھائیں گے جو اس کو سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ جب میں نے مزید تفصیل دریافت کرنے کی کوشش کی تو کہنے لگے کہ زیادہ تر فرقے گذشتہ 4 یا 5 سو سال سے پیدا ہوئے ہیں جو سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر جائز ہیں جیسا کہ اختلافات امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام حنبل کے درمیان تھے۔ خالقِ کائنات یعنی اللہ تعالیٰ نے سورہ والیل کی پہلی 3 آیات میں قسم اٹھانے کے بعد 4 نمبر آیت میں انسان کو یہ بتا دیا ہے کہ ان **سعیکم لشتیٰ** تم سب کی کوششیں مختلف ہیں۔ علمی اختلاف کا ہونا اور اپنے الگ الگ خیالات رکھنا بالکل جائز ہے اور یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے یہ وہی حق ہے جو تمام ترقی یافتہ ممالک نے اپنی شہریوں کو دیا ہوا ہے۔ ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ علمی اختلافات کی بنیاد پر فرقہ بنانا یا فرقہ بندی کرنے کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

انسان کی خوراک

جسم کی خوراک کھانا پینا ہے

جب کہ روح کی خوراک علم اور غور و فکر ہے

خیال رکھیں کہ جسم تو مر جاتا ہے

لیکن روح کبھی نہیں مرتی

اس لیے روح پر محنت کرنی ضروری ہے۔

میرا طریق، امیری نہیں فقیری ہے

خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

علامہ اقبالؒ

غور وفکر والی بات

بت پرستی، قبر پرستی، شخصیت پرستی،

دولت پرستی، خواہش پرستی

اور اقتدار پرستی یہ سب جہالت کی نشانیاں

ہیں

اللہ تعالیٰ نے اسی جہالت کو ختم کرنے کے

لئے

اپنی کتابیں اور نبیوں کو روانہ کیا۔

''حیران کن انکشاف ؟ سوچنے کا مقام''

☆ ایک مرتبہ میں کسی آیت کی تحقیق کے سلسلے میں قرآن کے سکالر پروفیسر عبدالستار غوری سے بات چیت کر رہا تھا۔ تبادلہ خیالات کے دوران اچانک میرے منہ سے ایک سوال نکل گیا کہ آج تک قرآن پاک پر سب سے زیادہ تحقیق کا کام کن لوگوں نے کیا ہے تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ مغرب والوں نے! یہ جواب سن کر میں حیران اور پریشان ہو کر رہ گیا کیونکہ میں تو مسلمانوں کو قرآن مجید کا وارث اور عالم سمجھتا تھا اس لئے میں کچھ سوچ میں پڑ گیا کیونکہ 66 سال کی عمر میں مجھے یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسلام اور قرآن سے تو ہمارا محبت کا ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ جس کی خاطر ہم اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں لیکن ریسرچ اور تحقیق کا کام مغرب والوں نے کیا ہے۔

☆ پروفیسر صاحب کا جواب سن کر میں نے دوبارہ سوال کیا کہ وہ کیسے؟ اس پر انہوں نے اپنے کمرے میں پڑی ہوئی بھاری بھر کم کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب ان ہی لوگوں کا کام ہے۔ مزید تحقیق کے لیے جب میں نے دیگر مفکروں اور دانشوروں سے رابطہ کیا تو انہوں نے بھی اس حقیقت کی تصدیق کر دی اور مجھے کہا کہ اگر ہم دنیا کی بڑی لائبریریوں یعنی برٹش لائبریری لندن اور کانگریس لائبریری واشنگٹن میں جا کر قرآن پاک پر ہونے والی تحقیق کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی۔ اس طرح ایک تو تمہارے علم میں اضافہ ہوگا اور دوسرا تمہیں قرآن کی عظمت کا پتہ چلے گا۔

☆ یہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے قرآن پر بہت زیادہ کام کیا ہے اور اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ انہوں نے قرآن کے علم پر اپنا اجتہاد کر کے اور عمل کر کے پوری دنیا کو دکھا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ سائنس کی تمام ترقی میں قرآن پاک کا بہت بڑا ہاتھ ہے کیونکہ یہ قرآن ام الکتاب ہے یعنی تمام کتابوں کی ماں ہے اور کتاب کے ترجمے میں علم، سائنس اور قانون شامل ہوتا ہے۔ یہ عظیم کتاب زندگی اور ترقی کے بنیادی نکات یعنی کوڈز بتاتی ہے لیکن ان پر تحقیق اور اجتہاد انسان نے کرنا ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں نے یہ کام تقریباً ایک ہزار سال سے بند کیا ہوا ہے۔

اللہ اور قرآن کی عظمت انسان کے خیالات

سے بہت ہی زیادہ بلند اور بالاتر ہے

''فروعی مسائل اور بدعت ؟ جہالت کی بیماریاں''

فروع اور فروعی

☆ وہ حقائق یا مسائل جن مسئلے کے اوپر دو یا تین آراء کا ہونا اور مختلف دلائل کی بنیاد پر اختلاف کرنا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن اس کو جھگڑے کی شکل دینا اور فرقہ بنانا ایک جہالت اور قابلِ شرم بات ہے۔

ایک ٹھوس حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے چاروں امام یعنی امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام حنبل بھی اختلاف کا شکار تھے لیکن ان میں سے کسی کا بھی آپس میں جھگڑا تھا، نہ ہی فرقہ بندی اور نہ ہی ان کی آپس میں کوئی دشمنی تھی۔ لیکن اُن کے بعد آنے والوں نے اختلافات کو جھگڑے اور فرقہ بندی کی شکل دے دی۔

☆ یوں تو فروعی مسائل کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن چند ایک مشہور اور قابلِ مذاق ہیں جن کا یورپ والے مذاق بھی کرتے ہیں۔ جیسے کہ اذان سے پہلے درود کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ تکبیر اولیٰ میں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا ہے یا کندھوں تک۔ سورہ فاتحہ کے بعد آمین اونچی آواز سے کہنی ہے یا دل میں کہنی چاہیے۔ نماز پڑھتے وقت شلوار کو ٹخنوں سے اوپر کرنا ہے یا نیچے کرنا ہے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ تمام فروعی مسائل اور حقائق جائز ہیں جو بھی کسی انسان کو پسند آئے اور جس کو کوئی ٹھیک سمجھتا ہے وہ کرسکتا ہے لیکن جھگڑا، نفرت اور فرقہ بندی اور دشمنی ہرگز جائز نہیں ہے۔ علم والے لوگ اور تھوڑا بہت بھی شعور رکھنے والے لوگ بھی فروعی مسائل کو کچھ اہمیت نہیں دیتے لیکن توحید پرست لوگ تو فروعی مسائل کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ توحید اور رسالت کا بنیادی مقصد کیا ہے اس لئے وہ ثانوی باتوں میں جھگڑے کرنا اور بحث کرنا ایک مکمل جہالت ہے۔

بدعت کی حقیقت

بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو حقیقت میں دین میں شامل نہ ہو لیکن جہالت اور کم علمی کی وجہ سے اس کو دین میں شامل کرلیا جائے۔ جیسا کہ بعض لوگ دس دن اور چالیس دن موت کا سوگ مناتے ہیں اور اپنے عزیز واقارب کے کھانوں کا بھی انتظام کرتے ہیں حالانکہ اسلام میں صرف تین دن تک میّت کا سوگ منانے کی اجازت ہے۔ اسی طرح قبروں پر عرس منانا، میلے لگانا، سرکس لگانا اور ناچ گانے کا بندوبست کرنا ناجائز ہے۔ خیال رہے کہ کسی کی سالگرہ منانا اور برسی منانا بھی مکمل طور پر بدعت میں شامل ہے۔ جس کی مثال اسلام کے نزول سے لے کر 90 ہجری تک کہیں نہیں ملتی۔

☆ ایک مرتبہ اسلام کے ایک عظیم مفکر احمد دیدات پاکستان تشریف لائے تو ایک اخبار نویس نے اُن سے بہت دلچسپ سوال کیا کہ پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اس پر انہوں نے بے ساختہ مسکرا کر جواب دیا: ''یہاں کے مسلمان اور پورا معاشرہ فروعی مسائل اور بدعت کا شکار ہے اور حقیقی اسلام سے بہت دور ہے''۔

اس بیماری کا کامیاب علاج

☆ **فروعی** مسائل اور بدعت کا سب سے کامیاب علاج یہ ہے کہ آپ قرآن پاک میں سے توحید کے تمام آیات کو جمع کریں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اُن آیات کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھیں، سمجھیں اور پھر تین چار مرتبہ اُن آیات پر غور وفکر کریں۔ کچھ دیر کے بعد آپ کا علم اور عقل خود بخود بتادے گا کہ حقیقت کیا ہے۔

☆ دوسرا کام یہ کریں کہ جب بھی وقت ملے اللہ کی عظمت اور اس کی قدرت کا اندازہ لگانے کے لیے کائنات کے نظام اور فلکیات کے نظام کی بنیادی کتابیں پڑھیں تاکہ آپ کے علم میں اضافہ ہو جیسے جیسے آپ کے علم میں اضافہ ہوتا جائے گا ویسے ویسے اللہ تعالیٰ کی قدرت، طاقت اور عظمت آپ پر ظاہر ہوتی جائے گی۔ اسی طرح آپ کے دل و دماغ میں سے فروعی مسائل اور بدعت کا خود بخود خاتمہ ہوتا جائے گا۔

☆ **ایک** خاص طریقہ یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد توحید کا مراقبہ یعنی توحید پر غور وفکر کیا کریں وہ اس طرح کے صرف اپنے نظام شمسی پر غور وفکر اور تدبر کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ غور وفکر، تدبر اور تھوڑی سی تحقیق کرنے کے بعد یہ حقیقت آپ پر ظاہر ہوجائے گی کہ خالق کائنات کی ذات اور صفات اس قدر وسیع ہے جس کی کوئی حد نہیں تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ ذات انسان کو ان چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل میں تنگ اور پریشان کرے۔ یہ جو انسان پریشان، تنگ اور مصیبتوں کا شکار ہوتا ہے یہ سب کچھ انسان کی اپنی ذاتی کمزور سوچ اور قرآن پاک سے دوری ہے جس کی وجہ سے وہ خود بھی پریشان ہوتا ہے اور پورے معاشرے کو پریشان کرتا ہے۔ دنیا کی تمام تکلیفیں اور مصیبتیں انسان کی اپنی ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے آتی ہے لیکن یہ انسان اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر ڈال دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں درج ہے:

{ وَمَآ اَصَابَكُم مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ O} (الشوریٰ 30:42)

''اور جب بھی تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہی آتی ہے اور وہ تمہارے بہت سے گناہ تو معاف کردیتا ہے۔''

☆ اسی مضمون کو اللہ نے ایک دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا ہے تاکہ یہ بات پوری طرح سمجھ میں آجائے۔

{وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط} (النساء 79:4)

''اور جب بھی تمہارا کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ تمہارے اپنے نفس یعنی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔''

☆ یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ اس دنیا اور کائنات کا تمام نظام اللہ تعالیٰ کے اذن یعنی قانون، حکم اور اجازت سے چل رہا ہے۔ انسان کی زندگی کا نظام اور اُس کے نفع ونقصان کا نظام بھی اللہ ہی کے اذن سے چلتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ذکر ہے:

{مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ} (التغابن 11:64)

''جب بھی کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ کے اذن سے ہی آتی ہے۔''

☆ کیونکہ کائنات، دنیا اور انسان کی صحت کا تمام نظام ہزاروں سال سے قوانینِ فطرت کے تحت ہی چل رہا ہے اور ہمیشہ چلتا رہے گا۔ انسان کی ترقی اور زوال کا نظام بھی ان ہی قوانین کے مطابق چلتا ہے۔

عزیمت اور رخصت

عزیمت: اسلام کے احکامات اور قوانین پر سختی سے عمل کرنے کو عزیمت کہتے ہیں جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کر کے دکھایا۔

رخصت: اسلام کے احکامات اور قوانین پر نرمی سے عمل کرنے کو رخصت کہتے ہیں جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کر کے دکھایا۔

تصریفِ آیات اور تصریف الفاظ

تصریف آیات: ایک ہی آیت اور بات کو بار بار مختلف انداز اور طریقے سے بیان کرنے کو تصریف آیات کہتے ہیں۔

تصریف الفاظ: ایک ہی لفظ کو بار بار مختلف انداز اور طریقے سے بیان کرنا تا کہ انسان کو اُن کی مکمل حقیقت سمجھ آ جائے۔

''یہ طریقہ صرف اور صرف قرآن پاک میں ہی اختیار کیا گیا ہے دنیا کی اور کسی بھی کتاب میں نہیں ہے۔''

''انسان اور انسانیت ؟ معاشرے کی ضرورت''

☆ انسانیت کا لفظ انسان سے بنا ہوا ہے اور انسان کا لفظ اُنس سے ماخوذ ہے جس کا مطلب پیار، محبت اور ہمدردی کے ہوتے ہیں .....ظاہری انسان ہونا اور انسانیت کے جذبات واحساسات رکھنا ان دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے کیونکہ پہلے انسان بننے کے بعد ہی کوئی مسلمان بن سکتا ہے۔مغرب کے معاشرتی ماحول پر ایک گہری نظر رکھنے والی شخصیت راجا محفوظ صاحب ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ یورپ میں جو بھی لوگ ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں وہ مذہبی ،علمی اور سیاسی خیالات کی بنیاد پر نہیں کرتے بلکہ صرف اور صرف انسانیت کی بنیاد پر کرتے ہیں کیونکہ چاروں الہامی کتابوں کا خلاصہ انسانیت ہی ہے اور انسان کو جو بار بار تاکید کی ہے وہ بھی انسانیت ہی ہے اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے 26 رسولوں کو دنیا میں بھیجا اور پھر انہوں نے انسانیت کا مظاہرہ کر کے بھی دکھایا۔

☆ محفوظ صاحب نے اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میرے ایک ملنے والا برٹش کمشنر آف پولیس ہے۔ یہ عہدہ پاکستان کے آئی جی پولیس کے برابر ہوتا ہے۔اُس کا ایک بچپن کا دوست ہے وہ بھی برٹش ہے لیکن پیشے کے لحاظ سے وہ Garbage Collector یعنی کوڑا کرکٹ کے پلاسٹک کے بیگ کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالنے والا۔ .....اس کی دوستی ایک آئی جی پولیس سے ہے۔دونوں کی دوستی آپس میں صرف انسانیت کی بنیاد پر ہے۔حالانکہ اُن کے پیشہ اور روزگار میں بہت فرق موجود ہے۔

☆ میں انسانیت سے دوستی کا یہ واقعہ سن کر حیران رہ گیا کیونکہ مجھے پاکستان کے وہ افسران یاد آ گئے جو افسر بنتے ہیں تو اس قدر مغرور ہو جاتے ہیں کہ اپنے غریب رشتہ داروں اور دوستوں کو نہ صرف بھول جاتے ہیں بلکہ نظریں چُرانے کی کوشش کرتے ہیں۔مجھے سپریم کورٹ کے ایک وکیل اور ایڈیشنل اٹارنی جنرل نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک جسٹس صاحب کے والد ہائی کورٹ آ گئے جن کا لباس دیہاتی تھا کیونکہ اُن کا تعلق ایک گاؤں سے تھا تو جسٹس صاحب نے مختلف لوگوں کے ذریعے مختلف حیلے بہانوں سے اپنے والد کو گھر بھیج دیا اور عدالت میں ملنا تک گوارا نہ کیا۔جو لوگ یورپ میں رہتے ہیں اور جن کا واسطہ وہاں کے حکمرانوں سے پڑتا رہتا ہے وہ اس حقیقت کو ضرور تسلیم کریں گے کہ وہاں کے حکمرانوں اور پاکستان کے حکمرانوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ایک طرف انسانیت ہے اور دوسری طرف فرعونیت .....لیکن دعویٰ اسلام کا! ..... یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ کا معاشرتی نظام اور معاشی نظام انسانیت سے بہت قریب ہے یہی وہ انسانیت ہے جس سے ایک انسان دوسرے انسان کے کام آتا ہے اور اسلام کو پھیلاتا ہے۔

''داڑھی اور عالم ؟ سوچ اپنی اپنی''

☆ مئی 2015 کا ذکر ہے کہ میں نیو یارک کی 6 منزلہ بلڈنگ میں ٹھہرا ہوا تھا جہاں پر اکثر پاکستانی رہائش پذیر تھے۔ اس بلڈنگ کے گراؤنڈ فلور پر ایک مسجد تھی جس کا سارا انتظام بھی پاکستانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ مَیں نے اپنی ایک کتاب مسجد کے لئے وقف کی تھی تا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ چند دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ کوئی بیگ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ایک دن جب میری اُن سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ 70 سال کے باریش بزرگ ہیں جو اپنے بیٹے کے پاس نیو یارک آئے ہوئے تھے۔ بیگ صاحب کے ملنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ میری کتاب کے کچھ حقائق اُن کی سمجھ میں کچھ ایسے آئے کہ وہ میرے گرویدہ ہو گئے

☆ میری عدم موجودگی میں ایک دن وہ اپنے ساتھیوں سے میرے بارے میں کہنے لگے کہ یار وہ شخص تو عالم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس نے تو فلاں فلاں بات بھی تحریر کر دی ہے۔ اُن کی باتیں سننے والوں میں ایک صوفی صاحب بھی تھے جو بڑے پرہیز گار اور نمازی تھے انہوں نے فوراً ہی اپنا یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اُس شخص کی تو داڑھی ہی نہیں ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بغیر داڑھی کے کوئی عالم بن جائے۔ داڑھی تو اسلام اور عالم کے لیے بہت ضروری ہے.....بہرحال قرآن پاک سے تو سب کو بہت لگاؤ تھا جس کی وجہ سے میری بڑی عزت کرتے تھے اور خاطر تواضع بھی کرتے تھے۔ ان میں نمایاں نام اکرم بھٹی، نور محمد، صوفی خالد، محمد اظہر اور صدیقی صاحب تھے جو چند ہی دنوں میں میرے بہت ہی گہرے دوست بن گئے

☆ داڑھی کی حقیقت یہ ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت داڑھی کا بہت رواج تھا اکثر لوگوں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ ان میں یہودی، عیسائی، مشرک اور منافق سبھی لوگ شامل تھے۔ اسلام داڑھی سے بہت ہی زیادہ عظیم زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے۔

☆ سورہ فاتح آیت نمبر 27 میں یہ تحریر ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا اور مسلمان مکہ میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ہم کیسے داخل ہوں .....**مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْن**.....''تم میں سے بعض اپنے سر منڈوا سکتے ہو اور بال کتروا سکتے ہو اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا''۔

☆ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سر کے بال منڈوانے اور ترشوانے یعنی دونوں کی اجازت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام انسان کی سیرت اور کردار کی تکمیل کرتا ہے جبکہ شکل وصورت اور لباس ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔

ایک زبردست حقیقت

خیال رکھیں کہ آخرت میں ہر انسان کا

حساب کتاب لیا جانا ہے !!!

اور یہ بات کئی آیات سے ثابت ہے

لہٰذا

دنیا کا کوئی بھی شخص یہ امید نہ رکھے

کہ کوئی نبی، رسول، غوث، ابدال، ولی اور پیر

آپ کے گناہ اور غلطیاں معاف کرا دے گا

جس طرح دنیا کے بڑے بڑے حکمران

اپنے عزیز و اقارب اور ساتھیوں کے قرض اور

غلطیوں کو معاف کرا لیتے ہیں۔

''کافر مسلمان ہوگیا ؟ غور وفکر کا مقام''

☆ 2001 کی بات ہے کہ میں اپنے بڑے ہی قریبی دوست راجہ عزیز کی تیمارداری کرنے واپڈا کے ہاسپٹل فیروز پور روڈ چلا گیا کیونکہ گرنے کی وجہ سے اُن کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی جب میں نے اُن کی مزاج پُرسی کی اُس وقت وہ تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے اُنہوں نے بتایا کہ میں کافی دنوں سے بڑی تکلیف میں ہوں کیونکہ ڈاکٹروں نے میرے لیے آپریشن کے لیے ایک مخصوص پلیٹ نیو یارک سے منگوائی ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے۔ چند دنوں کے بعد میں راجہ صاحب کی تیمارداری کے لیے دوبارہ ہسپتال چلا گیا جیسے ہی اُن کے کمرے میں داخل ہوا وہ ہشاش بشاش اور خوشگوار موڈ میں نظر آئے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے اسلامی اقدار والی زندگی گزاری ہوئی تھی اس لیے اسلام کی حقیقت کو کافی سمجھتے تھے۔ اچانک میں نے اُن سے ایک سوال کر دیا کہ اچھا راجہ صاحب یہ بتائیں کہ جس نیو یارک کے کافر نے یہ پلیٹ بنائی ہے اُسی سے آپ کو آرام نصیب ہوا ہے کیا وہ مسلمان ہے یا کافر؟؟

☆ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ تو بالکل مسلمان ہے۔ پھر میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ کہنے لگے کہ جس بھی کسی انسان کی زبان، ہاتھ اور عمل سے دوسرے کو فائدہ اور سکون ملتا ہو وہ ہمیشہ مسلمان ہوتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی چاروں کتابوں کا خلاصہ ہے کہ انسان کو امن، سلامتی اور سکون حاصل ہو یعنی انسانیت کا فائدہ ہو۔ ہم تو خاندانی اور نسلی قسم کے مسلمان ہیں۔ عملی طور پر تو اللہ ہی جانتا ہے کہ ہم کیا ہیں؟

☆ ایک عظیم حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں اور عوام کو اپنی اصلاح کی بہت سخت ضرورت ہے لیکن اس کا احساس اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ترقی یافتہ قوموں کو قرآن پاک کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو جگر مراد آبادی نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جیسے دریا کو کوزے میں بند کیا جاتا ہے تاکہ ہم اپنی زندگی کی اصلاح کرسکیں:

کشیدہ کارِ ازل گر تجھ کو اعتراض نہ ہو
کہیں کہیں سے میں، یہ زندگی رفو کرلوں

کشیدہ کار ازل سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور زندگی رفو کرنے کا مطلب زندگی کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

''فرشتہ اور شیطان ؟ عقل سے بالاتر''

☆ اگر کوئی عقلمند مسلمان غور وفکر کرے تو پھر اُس کو یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ انسانوں کی بے شمار اقسام ہوتی ہیں کیونکہ اُن کی صفات اور خصوصیات ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں جتنی بھی دیگر مخلوقات کی خصوصیات اور عادات ہوتی ہیں وہ سب کی سب مختلف قسم کے انسانوں میں بھی پائی جاتی ہیں کیونکہ یہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس لیے تمام مخلوقات کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن عام طور پر دنیا میں دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں۔ یہ انسان ہمیں فرشتہ اور شیطان کی شکل میں یعنی دونوں شکلوں میں نظر آتا ہے لیکن ظاہری طور پر یہ دونوں قسم کے انسان ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیطان قسم کا انسان زیادہ خوبصورت، خوش لباس اور خوش گفتار ہو۔ خیال رہے کہ انسان کی حقیقی عظمت کا انحصار ہمیشہ اُس کی باطنی خصوصیات پر ہوتا ہے نہ کہ ظاہری خصوصیات پر..... 2005 کا ذکر ہے کہ میرے ایک مخلص دوست راجہ محفوظ اپنے دیگر دوستوں شمیم اختر، امام قاسم اور طاہر بیگ کے ساتھ لندن سے پاکستان تشریف لائے اور اسلام آباد ایئر پورٹ سے سیدھے زلزلہ زدگان کی مدد کے لیے کشمیر کے متاثرہ علاقوں میں پہنچ گئے اور ایئر پورٹ سے سیدھا زلزلہ زدہ مقامات پر پہنچے۔ وہاں چند دن ٹھہر کر انہوں نے دو لاکھ پانچ ہزار پاؤنڈ یعنی ایک کروڑ چوراسی لاکھ پچاس ہزار روپے سے لوگوں کی مدد کی۔ جب محفوظ صاحب لاہور تشریف لائے تو میں اُن سے بہت متاثر ہوا کیونکہ وہ انسانیت کے لیے کام کر رہے تھے۔ میری خواہش تھی کہ اس واقعہ کو اخبار میں دیا جائے جبکہ راجہ صاحب اس حق میں نہیں تھے۔ میرے دوست اور پاکستان اخبار کے صحافی شوکت ڈار نے آفس میں راجہ صاحب کا انٹرویو اور فوٹو سیشن کروایا.....لیکن کئی ایک وعدوں کے باوجود وہ یہ خبر اپنے ہی اخبار میں شائع نہ کرواسکا۔ آخر کار اُس نے مجھے بتایا کہ میرے ساتھی کہتے ہیں کہ اس رفاعی کام کی خبر کے لیے بھی کم از کم دو ہزار رشوت تو دینی ہی پڑے گی.....جب میں نے غور وفکر سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ انسان فرشتہ بھی ہے اور شیطان بھی.....ایک انسان لندن سے آکر کروڑوں روپے خرچ کرتا ہے اور دوسرا انسان نیکی کی خبر کو شائع کروانے کے لیے 2000 روپے رشوت لیتا ہے۔ دنیا میں ایک ڈاکٹر لوگوں کا علاج کر کے لاکھ روپیہ روزانہ کماتا ہے اور دوسرا ڈاکٹر لوگوں کا مفت علاج کرتا ہے۔ دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان فرشتہ بھی ہے اور شیطان بھی.....کیونکہ سوچ اپنی اپنی.....انجام اپنا اپنا۔

''یہودی عورت ؟ انسانیت کا اظہار''

☆ 2006 میں مجھے لندن جانے کا اتفاق ہوا کیونکہ میں اپنی کتابیں برٹش لائبریری میں گفٹ کرنا چاہتا تھا اس مرتبہ میں نے وہاں ساڑھے پانچ ماہ قیام کیا۔ میرا زیادہ تر وقت برٹش لائبریری، ریجنٹ پارک کی مسجد اور وہاں کی دیگر مذہبی کانفرنسوں میں گزرتا تھا جو کہ میرے بچپن کی فطرت ہے۔ برٹش لائبریری کے سامنے ایک بہت بڑی تاریخی بلڈنگ تھی جس کا نام فرینڈز ہاؤس (Friends House) ہے جہاں پر مختلف قسم کے پروگرام ہوتے تھے۔

☆ ایک دن میں Quacker Religious Movement کی ایک ایسی میٹنگ میں شریک تھا جو 25 مرد اور خواتین سکالرز پر مشتمل تھی۔اس میں سادگی یعنی Simplicity کے موضوع پر بات ہو رہی تھی ۔ پروگرام کے دوران ایک سنجیدہ برٹش عورت نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پھر باری باری تمام لوگوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے دل کھول کر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور دلائل کے ساتھ اس برٹش عورت پر تنقید کی جس کو اُس معزز عورت نے مسکراہٹ کے ساتھ برداشت کیا۔

☆ تقاریر ختم ہونے کے بعد جب چائے کا پروگرام شروع ہوا تو تمام لوگ آپس میں گھل مل کر اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے۔ میری تنقید کا نشانہ بننے والی معزز عورت نے بھی کچھ میرا انٹرویو بڑے مہذبانہ انداز میں لیا۔ حالانکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ میری ڈانٹ ڈپٹ نہ کر دے کیونکہ اُس پوری کانفرنس میں میرا ہی تعلق ایک غریب اور پسماندہ ملک سے تھا۔

☆ بعد میں دوسرے دانشوروں نے مجھے بتایا کہ جس عورت پر آپ نے تنقید کی تھی وہ یہودی ہے اور کئی کتابوں کی مصنفہ ہے ۔ یہ سن کر میں حیران اور قدرے پریشان ہوگیا کیونکہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس قدر اعلیٰ مقام کی مصنفہ ہو کر میرے جیسے مصنف کی تنقید کو برداشت کرے گی۔

☆ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ پاکستان کے حکمران ، افسران اور خوشحال لوگ کسی بھی تنقید کو سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن اگر کوئی بھولے سے یہ غلطی کر بھی دے تو اُسے ایسی ڈانٹ پڑتی ہے کہ آئندہ وہ اپنی رائے دینے کو تیار نہیں ہوتا جس سے علم اور ترقی کے دروازے بند ہو جایا کرتے ہیں ۔ دنیا کا جو بھی انسان اپنے آپ کو عقل کُل سمجھتا ہے وہ دھوکے کی دنیا اور احمقوں کی جنت میں رہتا ہے کیونکہ علم لامحدود ہے جبکہ ہر انسان کی عقل محدود ہوتی ہے۔

''موسیقی اور گناہ ؟ علم کی کمی''

☆ میرے ایک دوست میاں خالد جو ریٹائرڈ سینئر وائس پریذیڈنٹ حبیب بینک ہیں اُن کا سارا گھرانہ مذہبی ہے اور وہ خود بھی قرآن سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لیے وہ اس عظیم کتاب کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے بچے بھی امریکہ میں رہتے ہوئے اسلام کے شیدائی ہیں۔ خالد صاحب اکثر قرآن کے متعلق سوال پوچھتے رہتے ہیں۔ ایک دن مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا موسیقی اور گانا سننا گناہ ہے؟ میں نے اُن کو حضرت داؤد علیہ السلام اور احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ یہ ہرگز گناہ نہیں ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میری بیوی کہتی ہے کہ یہ گناہ اور حرام ہے۔

☆ ایک دن ہم پانچ دوستوں کے ساتھ لاہور جیم خانہ کلب میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ہمارے ساتھ جنرل ریٹائرڈ غلام مصطفی صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کا اسلامی نالج کافی زیادہ تھا۔ باتوں ہی باتوں میں میاں خالد نے جنرل صاحب سے پھر وہی سوال کر دیا کہ گانا سننا گناہ ہے اس پر انہوں نے کافی تفصیل اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ یہ گناہ ہرگز نہیں ہے۔ بہرحال دیگر باتوں کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہوئے یہ محفل ختم ہوگئی۔

☆ تقریباً ایک سال کے بعد یعنی ستمبر 2016 کو میاں خالد صاحب نے مجھ سے وہی سوال کیا کہ کیا گانا سننا اور موسیقی گناہ ہے میں نے پھر سمجھایا لیکن گھر آ کر جب میں نے ذرا غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ جو بھی بات انسان کے شعور اور لاشعور کے اندر اُتر جاتی ہے اُس کو باہر نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ جس گھر، معاشرے اور ملک میں انسان پرورش پاتا ہے اُس کے نظریات اور مشاہدات اُس کے دل و دماغ کا اور شخصیت کے حصہ بن جاتے ہیں۔ یہ اچھے اور برے یعنی مثبت اور منفی دونوں قسم کے ہوتے ہیں اسی کو تعصب کی بیماری بھی کہتے ہیں یہ وہی بیماری ہے جو دنیا کے ہر انسان اور ہر ملک میں پائی جاتی ہے۔

نوٹ : بیت المقدس ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر مسجد اقصیٰ، ہیکل سلیمانی یعنی دیوار گریہ اور بیت اللہ ایک ساتھ موجود ہیں جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی عبادت

گاہیں ہیں۔

اللہ اور رسول کی محبت

اگر کسی انسان کو

اپنی ماں، باپ، بھائی، بیوی، خاندان،

گھر، مال و دولت اور کاروبار وغیرہ

سے زیادہ اللہ اور رسول سے محبت ہو

تو پھر

یہ ایک دنیا و آخرت میں کامیابی کی نشانی ہے۔

''نورانی سوال ؟ انسان کی ضرورت''

☆ میرے انسانیت پرست دوستوں میں سے ایک دوست نور محمد ہیں جو کہ کافی عرصہ سے نیو یارک میں رہتے ہیں اور بڑی کامیاب اور اسلامی زندگی گزار رہے ہیں ۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتابوں میں احادیث کا بہت کم ذکر کیا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ نور محمد نے ایک نورانی سوال کیا جس کا میں نے یہ جواب دیا جو کہ ایک حقیقت ہے اور اسی حقیقت نے مجھے اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے کہ

1۔ قرآن پاک ایک ایسی عظیم ترین حقیقت ہے جس میں ذرا بھر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اس حقیقت سے دنیا کے تمام مفکرین اور سائنسدان اتفاق کرتے ہیں ۔

2۔ احادیث میں کافی اختلافات ہیں اور یہ وہی اختلافات ہیں جن کی بنیاد پر راج پال نے ''رنگیلا رسول'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اسی کتاب کے مصنف کو علم الدین شہید نے 1927 میں جہنم واصل کیا تھا ۔

3۔ قرآن مجید خالق کائنات کی کتاب ہے اور صرف ایک ہی راوی یعنی نبی اکرم ﷺ نے اس کو بیان کیا ہے جبکہ احادیث کے درمیان تین چار پانچ راوی پائے جاتے ہیں ۔

4۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں اس قدر کشش اور فصاحت و بلاغت ہے کہ انہوں نے مجھے مکمل مطمئن کر کے اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے ۔

5۔ قرآن مجید اپنے اصل الفاظ میں موجود ہے جب کہ احادیث کی مختلف کتابوں کے مختلف الفاظ ہیں ۔

6۔ قرآن مجید تصریف آیات کے ذریعے اپنی تفسیر خود بیان کرتا ہے جو حدیث میں ناممکن ہے ۔

7۔ اس عظیم کتاب کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے تحقیق کی ضرورت نہیں ہے جب کہ حدیث کو پرکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے امام بخاری نے 6 لاکھ احادیث میں سے 3 ہزار احادیث کا انتخاب کیا تھا اور باقی احادیث کو چھوڑ دیا تھا۔ مزید برآں اپنے دیباچہ میں یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر کوئی حدیث قرآن پاک سے متصادم ہو تو اس کو ضعیف قرار دیا جائے ۔

8۔ قرآن مجید یعنی قابل تعریف کتاب ! یہ ایک ایسی کتاب ہے جو کہ تفصیل والی اور فیصلہ کرنے والی کتاب ہے مزید برآں یاد رہے کہ دنیا کی اور کسی کتاب کا قرآن مجید جیسا اندازِ بیان نہیں ہے ۔

تقلید کی حقیقت

قرآن مجید انسان کو اندھی تقلید کی اجازت ہرگز نہیں دیتا

لیکن

عقل اور بصیرت کے ساتھ والدین،

معاشرے اور حکمرانوں کی

تقلید جائز ہے

قرآن کے وہ انبیاء اور رسول

جن کا ذکر بائیبل میں بھی ہے

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام،

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام،

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام، حضرت زکریہ علیہ السلام،

حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور پیغمبر اعظم و آخر حضرت محمد ﷺ

''اسلام کے رنگ ؟ علم اور عمل کی بنیاد''

☆ اسلام کائنات کا ایک عظیم الشان دین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی اسلام کو اپنے فطرت کے قوانین کے تحت پوری کائنات میں نافذ کیا ہوا ہے اور یہ سلسلہ کروڑوں سال سے یعنی ازل سے ہی چلا آرہا ہے۔غور وفکر کرنے والے انسانوں کو اسلام کی بے شمار شکلیں نظر آتی ہیں لیکن اس کا انحصار ہر انسان کی عقل،فہم وفراست اور بصیرت پر ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام اسلام کا وظیفہ کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اسلام کا اصل اظہار اِنسان کی زبان ، ہاتھ اور کارکردگی سے ہوتا ہے۔

☆ اگست 1984 کا ذکر ہے کہ جب میں انگلینڈ کے شہر برمنگھم گیا ہوا تھا اور اپنے ایک خوش اخلاق کزن پہلوان شاہ صاحب کے گھر ٹھہرا ہوا تھا اچانک رات کو دو بجے تین سالہ بچے کی طبیعت خراب ہوگئی اور اس نے تڑپنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے تمام گھر والے سخت پریشان ہوگئے اور سب کو جان کے لالے پڑ گئے ۔ پاکستانی دل و دماغ کے مطابق میں بھی پریشان ہوگیا لیکن صاحبِ خانہ کچھ سکون میں تھے کیونکہ کافی عرصہ وہاں رہنے کی وجہ سے وہ وہاں کی معاشرتی اور میڈیکل سہولیات کو سمجھتے تھے۔

☆ پہلوان شاہ صاحب نے فوراً ہاسپٹل فون کر دیا اور گھر کے باہر جا کر ایک مخصوص لائٹ کو آن کر دیا تا کہ آنے والے ڈاکٹر کو تکلیف نہ ہو۔یقین کریں کہ تقریباً 10 منٹ گزرے ہوں گے کہ گھنٹی بجی دروازہ کھولا تو ڈاکٹر کو موجود پایا جس کو دیکھ کر گھر والوں کو قدرے سکون نصیب ہوا۔ڈاکٹر نے بچے کا معائنہ کیا اور دوائی دے کر چلا گیا۔

☆ مختصر یہ کہ حکومت کے نظام اور ڈاکٹر کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے بچے کو اور گھر والوں کو اسلام یعنی سلامتی اور سکون بخش دیا۔

☆ اپنے بیڈ روم میں آکر جب میں نے غور وفکر کیا تو مجھے یہ یقین کرنا پڑا کہ بزرگ اور عالمِ دین سچ کہتے ہیں کہ اصل اسلام وہاں ہوتا ہے جہاں انسان کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو فائدہ اور سکون نصیب ہوتا ہو۔زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے لیکن عملی طور پر اپنی ذات اور ملک میں اسلام کے لئے کام کرنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ دنیا کا جو بھی انسان یا ملک صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اس کو علامہ اقبال کا یہ پیغام ہے کہ

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ ، تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو، اپنا خدا تو نے

''جنت اپنی اپنی ؟ سوچ اپنی اپنی''

☆ میرے ایک وسیع النظر دوست محمد جاوید فرخ خان ہیں جن کو کافی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں کام کرنے کا تجربہ ہے جس کی وجہ سے اُن کی سوچ اور بصیرت میں کافی وسعت ہے جو کہ اکثر دنیا کے بڑے لوگوں کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب میں سعودی عرب میں ملازمت کرتا تھا تو میرے ساتھ مختلف یورپی ممالک کے لوگ بھی کام کرتے تھے۔ ماہ رمضان شروع ہونے کے کچھ دنوں کے بعد ایک گورے نے 40 غریب مسلمانوں کی افطاری کا سلسلہ شروع کر دیا اور پورا مہینہ یہی نظام جاری رہا۔

☆ فرخ صاحب نے مزید بتایا کہ ایک دن گفتگو کے دوران میں نے اُس گورے سے پوچھا کہ

'' کیا تم بھی جنت میں جانا چاہتے ہو؟ ''

میرے سوال پر پہلے تو وہ گورا کچھ مسکرایا پھر کہنے لگا کہ

''جو جنت تم نے بنائی ہوئی ہے میں اُس میں نہیں جانا چاہتا میں تو اُس جنت میں جانا چاہتا ہوں جس کو خالقِ کائنات نے صرف دنیا کے نیک بندوں کے لیے بنایا ہوا ہے''۔

☆ گورے کا جواب سن کر جب میں نے غور وفکر کیا تو پھر مجھے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار مرتبہ ''من'' اور ''والذین'' کہہ کر پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کیا ہے یعنی اس عظیم کتاب کے قوانین کسی ایک ملک اور قوم کے لیے نہیں ہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے ہیں اس لیے اِن کے اثرات بھی تمام لوگوں پر برابر پڑتے ہیں اور اسی بنیاد پر تمام انسانوں کی ترقی اور زوال رونما ہوتے ہیں۔

☆ ذرا تحقیق اور غور وفکر کی بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا سورج اور چاند ستارے پوری زمین پر یکساں اثرات ڈال سکتے ہیں تو کیا غیر محدود اختیار کا مالک یعنی خالقِ کائنات کے قوانین تمام انسانوں پر یکساں اثر نہیں ڈال سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان توحید اور رسالت چیز کو اتنا ہی سمجھ سکتا ہے جتنا اس کے پاس علم اور غور وفکر کی صلاحیت ہوتی ہے۔

''نماز کے کرشمے ؟ سوچ کی بنیاد پر''

☆ صلوٰۃ ایک ایسا لفظ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تقریباً 100 مرتبہ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کا فارسی اور اردو ترجمہ نماز اور انگریزی ترجمہ Pray ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ کتاب کو اسی نماز کو فرض کیا ہے تا کہ انسان کو زندگی میں سکون اور کامیابی نصیب ہو.....میں نے اپنی 70 سالہ زندگی میں نماز کے بے شمار فائدے دیکھے ہیں مگر کچھ میرے تجربات اور مشاہدات ایسے بھی ہیں جن کو میں زندگی میں فراموش نہیں کرسکتا ۔ 1961 کی بات ہے جب میں آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا میرا ایک کلاس فیلو راشد تھا جو پوری کلاس میں سے بہت زیادہ آوارہ تھا۔ وہ صرف رسمی طور پر سکول میں آتا تھا اور مجھے اکثر اپنی حرکات بتاتا رہتا تھا۔ میٹرک میں پہنچ کر اُس کو مختلف قسم کے نشے کی عادت بھی پڑ چکی تھی۔ ایف اے کرنے کے بعد ہم اسلامیہ کالج تو پہنچ گئے لیکن اُس کی عادتوں میں ذرا بھی فرق نہ آیا جس کی وجہ سے اُس کی صحت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

☆ میں نے ایک دن باتوں ہی باتوں میں اُس کو سمجھانے کی کوشش کی تو کہنے لگا کہ اب تو میری زندگی نشے اور آوارہ گردی کی وجہ سے بہت کم رہ گئی ہے ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ 1968 میری موت واقع ہوجائے گی ۔ اس پر میں نے اُسے نصیحت کی کہ چلو مرنا تو تم نے ہے ہی !.....چلو اب مرنے سے پہلے نماز ہی شروع کر دو ۔ میرے یہ دو لفظ اس کے دل پر اس قدر اثر کر گئے کہ اُس نے باقاعدگی سے نماز پڑھنا شروع کر دی اور اسلام کے بارے میں آہستہ آہستہ علم حاصل کرنا بھی شروع کر دیا۔

☆ مختصر یہ کہ جو شخص نشے اور اپنی غلط عادات کی وجہ سے موت کے کنارے پہنچ چکا تھا اُس نے جب اپنی سوچ اور عادات کو تبدیل کیا تو اُس کی زندگی میں آہستہ آہستہ انقلاب آنا شروع ہوگیا اور پھر ایسا انقلاب آیا کہ وہ انسان آج جولائی 2017 تک زندہ ہے اور عام لوگوں کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔

☆ حاصلِ کلام یہ ہے کہ توحید اور نماز میں اس قدر طاقت ہے کہ اس سے انسان کے نفس یعنی دل و دماغ اور جسم کی ظاہری اور پوشیدہ صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کا انحصار ہر انسان کی کوشش اور محنت پر ہوتا ہے ۔ جیسے کوئی محنت کرتا ہے ویسے ہی اُس کو اِس کا پھل ملتا ہے۔.....لیکن اللہ تعالیٰ نے جو انسان سے وعدے کیے وہ بھی برحق ہیں۔ توحید اور نماز کی طاقت علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل شعر سے ظاہر ہوجاتی ہے :

عالمِ آب و خاک میں، تیرے ظہور سے فروغ ذرۂ ریگ کو دیا، تو نے طلوع آفتاب

''مسجد، نماز اور انسان ؟ اندازِ فکر''

☆ مسجد، نماز اور انسان کا آپس میں بہت ہی گہرا رشتہ ہوتا ہے کیونکہ اگر ان تینوں چیزوں میں کوئی معیاری توازن اور ہم آہنگی ہوجائے تو پھر انسان کے اندر مافوق الفطرت خصوصیات پیدا ہوجاتی ہیں لیکن اس کا انحصار انسان کے جہاد یعنی کی کوشش اور محنت پر ہوتا ہے۔ ایک دن میں اپنے دوستوں میاں خالد اور میاں اکبر رشید کے ساتھ دین کے موضوع پر باتیں کر رہا تھا تو اچانک میاں اکبر رشید نے ایک ایسا جملہ بول دیا جس نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا۔ کہنے لگے کہ'' پتہ نہیں کیا بات ہے میرا مسجد جانے اور وہاں جا کر نماز پڑھنے کو دل نہیں کرتا حالانکہ میں اپنے گھر میں پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور اسلام سے مجھے بہت لگاؤ ہے۔'' اُن کی یہ بات سن کر میاں خالد صاحب بولے کہ میں تو اکثر مسجد میں جا کر ہی نماز پڑھتا ہوں کیونکہ اس سے بڑا ثواب ہوتا ہے۔

☆ اُن دونوں کی باتیں سن کر میرے خیالات اور جذبات میں تجسس کے ساتھ طوفان برپا ہوا تو میں نے حیرانگی میں بے تحاشہ مسکرانا شروع کر دیا کیونکہ دو تعلیم یافتہ انسانوں کی سوچ میں بڑا فرق تھا۔ جب میں نے میاں اکبر صاحب سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھتے تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ جس معاشرے میں جگہ جگہ مسجدیں ہوں اور بے شمار لوگ باقاعدگی سے نماز بھی پڑھتے ہوں اُس معاشرے میں اگر ظلم وستم ہوتا ہو۔ لیکن عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ذرا بھی فکر نہ ہو تو پھر کیا خیال ہے کہ اُن کے ضمیر زندہ ہیں یا کہ مُردہ ۔۔۔۔۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے بعد بھی سینکڑوں قسم کی دعائیں مانگی جاتی ہیں جن میں ذاتی اور قومی مفادات پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن نماز کے احکامات اور ہدایات پر اگر ایک فیصد بھی عمل نہ ہوتا ہو تو پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کو کس کا دل کرتا ہے۔ وہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہیں لیکن میرا ضمیر مجھے وہاں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا..... جب مصنف نے غور وفکر کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ذاتی سوچ اور خیالات کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور یہی اُس کا حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عقل اور علم استعمال کرنے کی سخت ہدایت کی ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 36 وَلَاتَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ''ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو یعنی اس پر عمل نہ کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو''

یعنی ہمیں اُس چیز کی پیروی نہیں کرنی چاہیے جس چیز کا ہمیں علم یعنی جان پہچان اور سمجھ نہ ہو۔

''پیدائشی اور نسلی مسلمان ؟ ایک حقیقت''

☆ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی کوئی انسان یعنی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر مسلمان ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کا ماحول اور والدین کی تربیت اس کو یہودی، عیسائی ،مسلمان اور غیر مسلم بناتی ہے ۔ کیونکہ قرآن پاک کا فیصلہ ہے کہ

''ہر انسان پیدائشی طور پر مسلمان ہوتا ہے''۔

☆ میں ، میرا معاشرہ اور میرے ملک کے 95 فیصد لوگ پیدائشی اور نسلی طور پر تو مسلمان ہیں لیکن حقیقی طور پر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا ہیں؟ کیونکہ شخصیت کی حقیقت کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے اس کی ظاہری اور باطنی دونوں خصوصیات کو دیکھا جاتا ہے جب کہ یہاں پر کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ قرآن پاک اور ہماری زندگیوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

☆ فزکس کا قانون ہے کہ دنیا کے تمام حیوانات نباتات اور جمادات کو جانچنے کے لیے اس کی ظاہری اور باطنی دونوں خصوصیات کو پرکھا جاتا ہے لیکن باطنی خصوصیات ظاہری خصوصیات کے مقابلے میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہیں جیسا کہ انسان کی شکل وصورت کا تعلق اس کی ظاہری شخصیت سے ہوتا ہے جب کہ انسان کی سیرت کا تعلق اس کی باطنی شخصیت سے ہوتا ہے۔لیکن اگر ہم ان دونوں کا مقابلہ کریں تو باطنی شخصیت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔صحیح مسلم کی حدیث ہے ''اللہ تمہاری شکلوں اور دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔''

☆ اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

کر بلبل و طاؤس کی ،تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ

ایک اور دانشور نے اسی مضمون کو اپنے طریقے سے کچھ یوں بیان کیا ہے:

سیرت نہ ہو،تو عارض و رخسار سب غلط
خوشبو جو نکلی ، پھول سے تو رنگ رہ گیا

مندرجہ بالا حقائق پر غور وفکر کر کے ہم نہایت آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انسان کی صورت اور سیرت میں

سے کونسی خوبی زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

☆ **پیدائشی** اور نسلی مسلمان وہ ہوتے ہیں جو اپنے آباؤ اجداد، بزرگوں اور علمائے دین کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں اور یہی اندھی تقلید کرتے کرتے اپنی پوری زندگی گزار کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے علم اور عقل و بصیرت کو ہرگز استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ انسان کو اپنا علم اور عقل استعمال کرنے کی دعوت دی ہے جس کو دنیا کا کوئی بھی عقلمند انسان جھٹلا نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات و قوانین ازل سے ایک ہی آرہے ہیں اور ابد تک ایک ہی رہیں گے یہ وہی احکامات وقوانین ہیں جو تمام رسولوں پر نازل ہوئے ہیں۔

☆ **پیدائشی** اور نسلی مسلمانوں کے مقابلے میں دوسرے شعوری اور اصل مسلمان وہ ہوتے ہیں جو اپنے دل و دماغ سے سوچ کر یعنی اپنے علم، عقل و بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے قرآن سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد اور علماء کی اندھی تقلید نہیں کرتے بلکہ قرآن سے تصدیق کرنے کے بعد اس کی پیروی کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کی دلیل سب سے بڑی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر سائنسدان اور دانشور الہامی کتابوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

☆ **پوری** دنیا میں جو بھی لوگ اللہ کی کتابوں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن سے علم حاصل کرتے ہیں یہ لوگ اپنی اور معاشرے کی زندگی کو بہت ہی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خوش قسمت با شعور اور عقلمند کہلانے کے حقدار ہوتے ہیں لیکن اگر یہ لوگ خاص کر جو حکمران اپنے ملک کو فائدے نہیں پہنچاتے اور اپنی خواہشات کو پورا کرتے کرتے اپنی زندگیاں گزار دیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بھٹکے ہوتے ہیں۔

میں ظالم اور مظلوم دونوں سے نفرت کرتا ہوں

کیونکہ

قرآن عظیم میں ان دونوں کاموں سے منع کیا گیا ہے

عظیم مفکر جمال الدین افغانی

''عظیم ترین تجارت ؟ اللہ تعالیٰ سے تجارت''

☆ بزنس یعنی تجارت کا سلسلہ ازل سے آرہا ہے اور ابد تک رہے گا اس دنیا میں چھوٹے سے چھوٹا بزنس یعنی غباروں کا بزنس بھی ہوتا ہے اور بڑے سے بڑا اربوں کا بزنس بھی ہوتا ہے ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا 9 حصے رزق کاروبار میں اور ایک حصہ رزق ملازمت میں ہوتا ہے۔ ہر کوئی انسان اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے روزگار کا بندوبست کرتا ہے۔ میں نے اس دنیا میں بے شمار بزنس مین اور کاروباری حضرات دیکھے ہیں لیکن خواجہ محمد اسلم صاحب جیسا بزنس مین نہیں دیکھا کیونکہ وہ دوسروں سے بہت مختلف اور بصیرت والی شخصیت کے مالک ہیں۔

☆ اُن کا مختصر تعارف یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد امرتسر سے لاہور آکر گوالمنڈی کے علاقے میں آباد ہوئے اور انہوں نے برانڈرتھ روڈ سے اپنا امپورٹ کا بزنس شروع کیا اور 1962 سے اُن کا یورپ آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یورپ کی رنگینیوں نے اُن پر کچھ بھی اثر نہ کیا کیونکہ اُن کی ایمانی طاقت کو یورپ متاثر نہ کر سکا جو کہ ایک بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ ایک عالم دین کا خیال ہے کہ جو انسان یورپ کی رنگینیوں سے اپنا دامن پاک رکھتا ہے وہ موجودہ زمانے کا ولی ہے۔۔۔۔۔۔۔ 1980 میں آپ کی ملاقات عصرِ حاضر کے عظیم دانشور حکیم جمالیات، سیرت نگار، مفسرِ قُرآن ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ایم اے ڈی لٹ، سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، سے ہوئی..... نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں کے مصداق آپ نے بزنس کو اپنے بیٹوں کے حوالے کیا اور خود ڈاکٹر صاحب کے شاگرد بن گئے۔ آپ نے سولہ سال اُس بے مثال مفسرِ قُرآن کی صحبتوں اور مجلسوں میں بسر کیے اور اُن کی رہنمائی میں اسالیبِ تفسیر سیکھتے سیکھتے خود ہی تلمیذ القُرآن بن گئے یعنی قرآن کے شاگرد!۔.....درس و تدریس کے دوران انہیں معلوم ہوا کہ حیات بخش قرآنی نظام کے نفاذ کی طاقت فقط اللہ کے پاس ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس وقت تک تبدیلی نہیں لاتا جب تک کسی قوم کے دلوں میں اس تبدیلی کی خواہش پیدا نہ ہو، قُرآنِ حکیم کی اس پیش شرط کو پورا کرنے کے لیے خواجہ صاحب نے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب کی سربراہی میں تحریکِ رحمۃ اللعٰلمینی کا آغاز کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں قُرآنی نظام کے نفاذ کی خواہش پیدا کی جائے۔ قُرآنِ حکیم کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ وہ عرصہ 30 سال سے اس کوشش میں مصروف ہیں کہ پاکستان میں اسلام نافذ ہو۔ وہ اس سلسلے میں دوستوں کے ساتھ مل کر بے شمار روپیہ خرچ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے وہ عظیم تجارت کر رہے ہیں جس کا ذکر سورۃ توبہ کی آیت 111 میں ، توریت میں، زبور میں اور انجیل میں ہی کیا گیا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کی مدد ؟ ایمان کی بنیاد پر''

☆ یہ محاورہ آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ نیک کاموں میں اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے۔ میں نے اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر اس بات کو 100 فیصد سچ پایا ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو آپ بھی اپنا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ محاورہ بھی کافی مشہور ہے ''کر بھلا ہو بھلا!'' میں نے اس محاورے کو بھی سامنے رکھتے ہوئے جتنے بھی کام کیے ہیں اُن میں اللہ کی مدد شامل ہوتی رہی ہے .....جب میں نے اپنی کتاب ''قرآن کی دنیا'' کو پوری دنیا میں پھیلانے کا ارادہ کیا تو کسی مخلص اور درویش انسان کی سخت ضرورت تھی جو علمی اور اخلاقی طور پر میری مدد کر سکے۔ اچانک ایک دن مجھے ایک سینئر صحافی قاضی منشا کا فون آیا کہ کوئی شخص آپ کی کتاب سے متاثر ہو کر آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ آخر کار جب مقررہ وقت پر میری اُن صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میرا نام سید نیاز علی شاہ ہے میں J بلاک گلبرگ III سے آیا ہوں اور پاکستان میں ہائی کورٹ کا ایڈیشنل اٹڈووکیٹ جنرل اور لاء کالج کا پروفیسر رہ چکا ہوں۔

☆ میں اکثر اپنے گھر میں اللہ والوں کی محفلیں کرواتا رہتا ہوں میری محفل میں شریک قاری عبدالرشید کے ذریعے آپ کی کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا تو میں اس سے متاثر ہو کر آپ سے ملنے آ گیا ہوں۔ علمی اور ادبی گفتگو کے ذریعے ہم بہت جلد ایک دوسرے کے قریب ہو گئے چند دن کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ شاہ صاحب کی اندرونی شخصیت ان کی بیرونی شخصیت سے زیادہ ترقی یافتہ ہے ہم جب بھی توحید و رسالت پر بات چیت کرتے ہیں تو ہمیں علم کے ساتھ ساتھ وہ کیف و سرور کی وہ کیفیت محسوس ہوتی ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ توحید کی کیفیات کو بیان کرنا آسان نہیں ہوتا۔

زندگی کی اس عظیم حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد کی آیت نمبر 28 میں اس طرح بیان کیا ہے:

{اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ O}

(الرعد 28:13)

''یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر یعنی یاد سے ہی دلوں کو آرام و سکون نصیب ہوتا ہے''۔

☆ مختصر یہ کہ چند دنوں کی ملاقات کے بعد انہوں نے مجھے اپنے مکمل تعاون کی ایسی پیش کش کر دی جس کو میں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد محسوس کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا کیونکہ زندگی میں اچھے اور بے لوث لوگوں سے ملاقات کے ہونے میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت شامل ہوتی ہے۔

''ہاتھ کی قیمت ؟ غربت کا انجام''

☆ 1992ء کا واقعہ ہے کہ جس قصائی کی دوکان سے میں گوشت خریدا کرتا تھا وہاں پر ایک لڑکا قیصر کام کرتا تھا۔ ایک دن گوشت کا قیمہ بناتے وقت اچانک اس کا ہاتھ قیمہ بنانے والی مشین میں آ گیا جس سے اُس کی چار اُنگلیاں کٹ کر مشین میں چلی گئیں۔ لوگوں نے جلدی جلدی اُس کے ہاتھ پر تولیہ لپیٹا اور اُسے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں لے جایا گیا۔ وہاں پہنچ کر ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس پر 35 ہزار خرچ آئے گا جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ایک غریب لڑکا ہے اور قصائی کی دوکان پر کام کرتا ہے تو پھر ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اچھا 25 ہزار میں علاج ہو جائے گا جب اُن کو پھر بتایا گیا کہ اس غریب کے لیے تو یہ بھی دینا ناممکن ہے تو یہ سن کر انہوں نے صاف جواب دے دیا ..... ان ایمرجنسی کے حالات میں قیصر کے ساتھی اُس کو جنرل ہسپتال یعنی سرکاری ہسپتال میں لے گئے جو وہاں سے تقریباً 3 کلومیٹر دور تھا وہاں کی ایمرجنسی میں اس کے ہاتھ کو فوراً ٹانکے لگا کر وارڈ میں بھیج دیا اور ساتھ ہی دوائیاں لکھ کر دے دیں کہ اِن کو خریدو اور استعمال کرو۔

☆ مختصر یہ کہ ایک ہفتہ ہسپتال رہنے اور دوائیاں کھانے کے باوجود قیصر کو آرام نہ آیا تو پھر ایک دن وارڈ کا سینئر ڈاکٹر دیگر ڈاکٹروں کے ہمراہ دورے پر آیا جب سینئر ڈاکٹر نے اُس کے ہاتھ کا معائنہ کیا تو اُسے تمام حقیقی حالات کا علم ہوا تو اُس نے دوسرے ڈاکٹروں کو ڈانٹا اور قیصر کو کچھ دوائیاں لکھ کر دیں اور تاکید کی کہ تم یہ دوائیاں فوراً منگواؤ! ابھی میں تمہارے ہاتھ کا آپریشن کرتا ہوں۔ لہٰذا قیصر کے لواحقین نے 500 روپے کی دوائیاں منگوائیں اور ڈاکٹر نے ایک گھنٹے میں اُنگلیوں کا آپریشن مکمل کر کے اُس کے ہاتھ کو ٹھیک کر دیا تھا جو غلط علاج کی وجہ سے گل سڑ چکا تھا۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے پرائیویٹ ہسپتال بزنس سینٹر بن چکے ہیں انسانیت اور علاج کے نام پر بزنس اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ مریض کا علاج اس قدر ٹیکنیکل طریقے سے کیا جاتا ہے جس کو پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ اور انجینئر حضرات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اگر کوئی انسان امریکہ اور یورپ کے ہسپتالوں کا مقابلہ پاکستان کے ہسپتالوں سے کرے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے گو ہمارے علماء اور پڑھا لکھا طبقہ اپنے آپ کو مسلمان اور جنت کا وارث سمجھتا ہے جبکہ حقیقت اس کے مختلف نظر آتی ہے۔ لیکن قرآن پاک سے کم علمی کی وجہ سے ہم قرآن کی حقیقت کو سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے اور نہ ہی اپنے آپ کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

''غربت کی اقسام ؟ جسمانی اور روحانی''

☆ عام طور پر دنیا میں دو قسم کے غریب پائے جاتے ہیں۔ ایک تو غریب وہ ہوتے ہیں جن کے پاس دولت نہیں ہوتی اور دوسرے وہ غریب ہوتے ہیں جن کے پاس دولت تو ہوتی ہے لیکن علم نہیں ہوتا۔ لیکن علم کی غربت بہت خطرناک ہے کیونکہ علم سے دولت تو حاصل کی جاسکتی ہے لیکن دولت سے علم نہیں خریدا جاسکتا صرف جعلی ڈگریاں ہی خریدی جاسکتی ہیں ..... یہ دونوں قسم کے غریب زیادہ تر افریقہ اور ایشیا کے ممالک میں پائے جاتے ہیں لہٰذا مجموعی طور پر ایسے ممالک میں انسانیت اور شرافت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی اس لیے یہاں زندگی کا سلسلہ اس موقولہ پر چلتا ہے کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس!!

☆ ایسے معاشروں اور ممالک کا حکمران طبقہ یعنی وزیر اور وزیر اعظم تک سب کے سب غریب ہی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب اُن کے پاس اربوں روپے ہوتے ہیں تو پھر بھی اُن کا پیٹ خالی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی آنکھیں نہیں بھرتیں۔ ایسے ممالک کے حکمران 400 اور 500 ارب روپیہ ہونے کے باوجود مزید دولت کی بھاگ دوڑ میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں اور اُن کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ غریبوں کے حقوق کو اپنے پیٹ میں ڈال رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے بار بار منع کیا ہے۔

☆ خالقِ کائنات نے بائیبل اور قرآن میں متاع یعنی تمام دولت کی حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ ہمارے جن علماء کو اس حقیقت کا علم ہے وہ بھی حکمرانوں اور صاحبِ اختیارات کو بتانا گوارا نہیں کرتے بلکہ اُنہوں نے حکمرانوں اور عوام کو صرف دعاؤں اور تقدیر کے پیچھے لگایا ہوا ہے یہ وہی تقدیر ہے جس کا بنیادی طور پر تعلق علم اور عمل سے ہوتا ہے لیکن علما حضرات کی کم علمی کی وجہ سے عوام اور حکمران غلط فہمیوں کا شکار ہو کر تباہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں ان ہی حالات و واقعات کو علامہ اقبال نے بڑے مختصر اور سادہ الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے:

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا ، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں ، بنا کے تقدیر کا بہانہ

جوتوں کے ساتھ نماز نبی پاک ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام نے جوتوں کے ساتھ نماز پڑھی ہے کیونکہ زمین بہت زیادہ ناہموار تھی لہٰذا مجبوری اور پریشانی میں کچھ ناجائز کام بھی جائز ہوجاتے ہیں جیسا کہ پاکستانی فوجی سیاچن میں نماز ادا کرتے ہیں

''عقل اور شکل ؟ دونوں الگ الگ''

☆ **عقل اور شکل** اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتیں ہیں جو اس عظیم ذات نے ہر انسان کو دی ہوئی ہیں اگر ہم مختلف مما لک کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ دنیا میں عقل اور شکل کی بے شمار اقسام یعنی درجے ہوتے ہیں۔ یہ اقسام اس قدر زیادہ ہیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا مزید لوگوں کی عقلوں اور شکلوں میں اس قدر زیادہ اختلاف ہے کہ اگر غور وفکر سے تحقیق کی جائے تو سب میں بے پناہ فرق نظر آتا ہے جس طرح کسی انسان کی کسی سے شکل نہیں مل سکتی اُسی طرح کسی کی عقل کسی دوسرے کی عقل سے بھی نہیں مل سکتی یہاں تک کہ ایک ہی گھر میں رہنے والے چار بہن بھائیوں کی عقل میں بھی نمایاں فرق ہوتا ہے۔

☆ **اس** میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی شخصیت میں شکل اور عقل یعنی دونوں کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے لیکن اگر ہم دونوں کا موازنہ کریں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ عقل کی اہمیت شکل کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے کیونکہ شکل سے زیادہ ہم عقل سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عقل سے اس قدر زیادہ فائدے اُٹھائے جاتے ہیں جو شکل سے نہیں اُٹھائے جا سکتے۔

☆ **شکل** کے فائدے سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انسان جب بھی کسی کو پہلی مرتبہ ملتا ہے تو اُس کی شکل و صورت اور لباس کے اثرات فوراً دوسرے پر پڑتے ہیں یعنی کہ کسی شخصیت کے متعلق پہلا نظریہ تو شکل وصورت کی بنیاد پر ہی قائم کیا جاتا ہے باقی انسان کی دیگر منفی اور مثبت عادات کا تو بعد میں پتہ چلتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کی شخصیت کے باطنی نشیب وفراز کو سمجھتے سمجھتے سالہا سال لگ جاتے ہیں لیکن پھر بھی انسان مکمل نہیں سمجھ سکتا کیونکہ انسان کی عقل محدود ہے جبکہ انسان کی نفسیات کے نشیب وفراز بہت گہرے اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔

☆ **1971** کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ میں اور میرا دوست خواجہ نذیر احمد ہال روڈ سے گزر رہے تھے راستے میں ہماری ملاقات ایک نہایت ہی خوبصورت اور جوان شخص سے ہوئی جو اُن کا ملنے والا تھا میں اُس سے بہت ہی متاثر ہوا اور اُس کی شخصیت پر رشک کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد خواجہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہیں میں نے جواب دیا نہیں۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارے شہر گوجرانوالہ کا نامی گرامی جیب کترا ہے یہ سن کر میں حیران رہ گیا کیونکہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس قدر خوش شکل اور خوش لباس شخص ایسا بھی ہوسکتا ہے اس لئے بزرگ کہتے ہیں کہ انسان کو اپنا کوئی بھی فیصلہ جلدی میں نہیں کرنا چاہیے اور قرآن پاک بھی یہی کہتا ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں غور وفکر سے کام لینا چاہیے۔ ظاہری شخصیت کے بارے میں علامہ اقبال کا خیال ہے کہ

کر بلبل و طاؤس کی، تقلید سے توبہ بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

کافر کانسٹیبل اور مسلمان وزیر اعلیٰ ؟ ایک تجربہ اور مشاہدہ

☆ اگر کوئی انسان صرف قرآن پاک کی ہدایات اور احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا کے تمام ممالک کا جائزہ لے اور غور و فکر کرے تو پھر اُس کو ایسے ایسے تجربات اور مشاہدات ہوتے ہیں کہ انسان حیران اور پریشان ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا کسی انسان یا قوم کو کافر یا مسلمان کہنے سے وہ کافر یا مسلمان ہو جاتا ہے یا نہیں۔

☆ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فیصلہ صرف اور صرف اُس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کے دل کی کیفیت اور حالات کا علم رکھنے والا ہے اور اُس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جس کے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ حکمران اور بڑے سے بڑا ملک بھی ایک ذرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تو پھر اس قدر عظیم ترین اللہ کسی انسان یا کسی ملک کے فیصلے کا پابند کیسے ہو سکتا ہے۔

☆ **ایشیا اور افریقہ** کے ممالک میں جب بھی کسی بچے یا عورت کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہوتا ہے تو اُس کو انصاف نہیں ملتا کیونکہ جن ممالک میں بنیادی حقوق اور عدل و انصاف کی خرید و فروخت کا رواج ہو وہاں انہیں مفت کا انصاف بھلا کون دے سکتا ہے لیکن جب ذرائع ابلاغ یعنی اخبارات اور ٹی وی والے کسی مظلوم کے مقدمے کو ظاہر کرتے ہیں تو پھر اُس ملک کا وزیر اعلیٰ حرکت میں آجاتا ہے اور اُن لوگوں کے گھر جا کر اُن کی مالی امداد بھی کرتا ہے اور اُن کو انصاف بھی دلاتا ہے لیکن اس طرح انصاف صرف 1 فیصد سے لے کر 3 فیصد تک لوگوں کو تو مل سکتا ہے لیکن سب کو ہرگز نہیں۔

☆ **حقیقت** یہ ہے کہ جس بیمار، مفلوج اور مقروض ملک کا وزیر اعلیٰ بذاتِ خود ذاتی مفادات اور قومی مفادات میں صبح و شام مصروف ہوتا ہو وہ تمام مظلوم عوام کو انصاف کیسے دلا سکتا ہے اس لیے عام لوگ خرید و فروخت کے ذریعے ہی اپنا انصاف حاصل کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ انصاف نہیں خرید سکتے وہ یا تو برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کی تسلیم و رضا پر ڈال دیتے ہیں لیکن کچھ نوجوان، طاقت ور اور باضمیر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں تا کہ اپنے بنیادی حقوق کو حاصل کیا جا سکے۔ اس سے جرائم میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

☆ **تعلیم یافتہ** اور ترقی یافتہ ممالک کی صلوٰۃ بمعنی نظام (System) اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ ایک سپاہی بھی کسی مظلوم بچے، عورت اور کمزور انسان کو مکمل انصاف دلانے کی صلاحیت اور اختیارات رکھتا ہے جن لوگوں نے ترقی یافتہ معاشرے کا گہری نظر سے جائزہ لیا ہوا ہے وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں گے کہ عدل و انصاف کے بارے میں ایک ترقی یافتہ ملک کا پولیس کانسٹیبل دوسرے غیر ترقی یافتہ ملک کے وزیر اعلیٰ سے زیادہ اختیارات اور صلاحیتیں رکھتا ہے کیونکہ یہ وزیر اعلیٰ تو صرف چند لوگوں کو انصاف دلاتا ہے جبکہ وہ پولیس کانسٹیبل اپنے ملک کے تمام مظلوم لوگوں کو انصاف دلا سکتا ہے اور مسلسل دلاتا رہا ہے جبکہ غیر ترقی یافتہ ممالک کے پولیس افسران بھی مجرموں کی رشوت سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں اور مجرموں کے ساتھ مل کر غیر قانونی کاروبار بھی کرتے ہیں۔

☆ خیال رہے کہ فطری طور پر 90 فیصد تمام انسانوں کی عقل ایک جیسی ہوتی ہے پیدائش کے بعد ماحولتعلیم وتربیت اور کوشش سے عقل بڑھتی رہتی ہے لیکن غفلت اور لاپروائی سے یہی عقل کم ہوتی رہتی ہے۔

☆ خیال رہے کہ فکر کرنے یعنی سوچنے اور تدبر کرنے سے ہمیشہ عقل کی نشو ونما ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی شخصیات کو ہمیشہ سوچنے کی عادت ہوتی ہے اس لیے ہر انسان کو یہ عادت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں کئی ایک مقامات پر افلاتعقلون کہہ کر انسان سے پوچھا ہے کہ تم عقل سے یعنی سمجھ سے کام کیوں نہیں لیتے؟

افسوس صد افسوس کہ پروپیگنڈا، تعصب اور جہالت کی وجہ سے اکثر لوگ قرآن اور دنیا کے حقائق کو نہ تو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ

جاہل ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے

مگر جاہل ہو کر اپنے آپ کو عقلمند سمجھنا ایک بہت بڑی بے وقوفی ہے

کیونکہ

اس سے انسان پر علم کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

"Not ignorance but ignorance of ignorance is a death of knowledge"

اسلام کے قوانین

جس بھی ملک میں اسلام کے قوانین ہوتے ہیں

ان میں بہت کشش ہوتی ہے

لہٰذا

اگر یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے ویزے

تین ماہ کے لئے ختم کر دیئے جائیں تو

آدھا پاکستان خالی ہو جائے گا۔

''حیران کن جرم ؟ بیمار معاشرے کی نشانی''

☆ جون 1992ء کی بات ہے کہ میں اور میرا مخلص دوست عدنان گلبرگ میں اپنے کسی ملنے والے کے گھر گئے اُس گھر والے بڑے افسردہ اور غمگین تھے۔ وجہ پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ دو دن پہلے ہمارے گھر چوری ہوگئی ہے۔ رپورٹ تو ہم نے کر دی ہے لیکن کارروائی کی کوئی خبر نہیں ہے۔ عدنان صاحب جو کہ جنگ اخبار میں بطور صحافی کام کرتے تھے اُنہوں نے کہا کہ میں پولیس سٹیشن جا کر تمام کارروائی کا پتہ کرتا ہوں۔

☆ مختصر یہ کہ تھوڑی دیر کے بعد ہم تھانہ غالب مارکیٹ میں پہنچ گئے۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ مصروف ترین افسر یعنی SHO صاحب تھانے میں موجود تھے۔ جیسے ہی اُس کے کمرے میں پہنچے تو عدنان نے اپنا تعارف کرایا۔ اس پر SHO صاحب نے بڑے اخلاق اور مہمان نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چائے کا لوازمات کے ساتھ آرڈر دیا۔ اس پر میں حیران ہوگیا کہ آخر یہ کیا وجہ ہے کہ اس قدر اچھا پروٹوکول ہمیں پیش کیا جا رہا ہے۔

بہرحال ساری معلومات لینے کے بعد جب ہم پولیس اسٹیشن سے باہر آئے تو میں نے عدنان سے پوچھا کہ ہمیں تو بڑا اسپیشل پروٹوکول دیا گیا ہے اس پر اُس نے ہنس کر کہا: شاہ جی! یہ تھانے والے تو لوگوں سے پیسے لیتے ہیں لیکن ہم اخبار والے ان سے پیسے لیتے ہیں۔ یہ سن کر میں مزید حیران ہوکر رہ گیا کہ آپ لوگ کس بات کے پیسے لیتے ہیں؟

مزید تفصیلات پر عدنان نے بتایا کہ اخبار والے تین چار جرائم کی خبروں کو ایک ہی خبر میں اس قدر ٹیکنیکل طریقے سے گڈ مڈ یعنی Mix up کرتے ہیں جس سے پڑھنے والوں اور معاشرے پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا نیز پولیس کے اعلیٰ افسران اور حکمران بھی اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے۔ اس طرح پولیس اور ہمارا کاروبار بڑی خوش اسلوبی سے چلتا رہتا ہے اور عوام کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان کے بنیادی اور معاشرتی حقوق کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ عوام، اسلام اور جنت کے نشے میں سوئے ہوئے ہیں۔

دنیا میں جرائم کے بے شمار معیار اور اقسام پائی جاتی ہیں۔

''پولیس کی اقسام ؟ انسانیت اور جہالت''

☆ اس وقت دنیا میں کئی قسم کی پولیس پائی جاتی ہے لیکن بنیادی طور پر پولیس کی دو بڑی اقسام ہوتی ہیں ۔ ایک تو ترقی یافتہ ممالک کی پولیس اور دوسری غیر ترقی یافتہ یعنی غریب ممالک کی پولیس ۔ ان دونوں قسم کی پولیس میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے ۔ ایک پولیس انسانیت اور دلیل کی بنیاد پر اپنی کاروائی اور تفتیش کرتی ہے جب کہ دوسری پولیس ذاتی مفادات اور طاقت کے ذریعے اپنی کاروائی مکمل کرتی ہے۔

☆ نومبر 1973 کا واقعہ ہے جب میں سیر و سیاحت کی غرض سے ناروے کے ایک شہر درامن (Dramman) گیا ہوا تھا ۔ چند دن کے بعد مجھے ایک فوڈ فیکٹری میں ایک عارضی کام مل گیا ۔ دوسرے ہی دن فیکٹری کے مالک نے مجھے بتایا کہ تمہیں پولیس بلا رہی ہے ۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اچھا میں کل جاؤں گا ۔ شام کو گھر آ کر میں نے اپنے میزبان عبدالمجید عابد سے ذکر کیا تو اُس نے کہا کہ گھبرانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں پر انڈیا کا ایک لڑکا سبھاش بھی بغیر قانونی اجازت کام کر رہا ہے آپ نے اس دلیل کی بنیاد پر پولیس سے ڈٹ کر بات کرنی ہے کیونکہ یہاں کی پولیس اور حکومت ہمیشہ دلیل کو تسلیم کرتی ہے ۔

☆ مختصر یہ کہ دوسرے دن جب میں پولیس کے آفس پہنچا تو انہوں نے میرا پاسپورٹ چیک کرنے کے بعد مجھے ذرا سختی سے کام کرنے سے منع کیا ۔ جب میں نے سبھاش کی دلیل دی تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی بات کریں ۔ اس پر میں نے بھی سختی سے جواب دیا کہ نہیں ..... قانون تو ہر شخص کے لئے برابر ہوتا ہے اگر سبھاش کام کرے گا تو میں بھی کروں گا ۔ مختصر یہ کہ ہماری اتنی بحث و تکرار ہوئی کہ ساتھ والے کمرے سے ایک دوسرا پولیس آفیسر نکل آیا لیکن وہ خاموشی سے ہم دونوں کی تکرار کو سنتا رہا ۔ آفس سے نکلتے نکلتے پولیس آفیسر نے مجھے مزید سختی سے کہا کہ آپ کام چھوڑ دیں ۔ اس پر میں نے بھی سختی سے جواب دیا کہ میں کام نہیں چھوڑوں گا..... مختصر یہ کہ میں نے فیکٹری آ کر پھر کام شروع کر دیا لیکن اندر سے میں بہت ڈرا ہوا تھا کہ نجانے کس وقت پولیس آ کر مجھے گرفتار کر لے اور کام سے منع کر دے لیکن ڈرتے ڈرتے سارا دن گزر گیا ۔ گھر آ کر میں نے عابد صاحب کو تمام واقعہ سنایا اس پر انہوں نے کہا کہ پولیس نہیں آئے گی کیونکہ یہ کوئی اتنا بڑا جرم نہیں ہے ۔ ساتھ ہی مجھے بتایا کہ ہماری پولیس اور یہاں کی پولیس میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ کیونکہ یہ پولیس قانون، دلیل اور انسانیت کی بنیاد پر کام کرتی ہے ۔ لہٰذا آپ کو ڈرنے کی اور گھبرانے کی ہرگز ضرورت نہیں ۔ میں یہاں کے قانون کو سمجھتا ہوں اور آپ کے ساتھ ہوں ۔

''کرنل اور پولیس ؟ بنیادی حقوق سے محرومی''

☆ ستمبر 2010ء کی بات ہے کہ میرے ہی علاقے میں ایک کرنل ڈاکٹر اصغر اور اُن کی مسز اپنا کلینک چلاتے تھے۔ اُن کی اور میری کافی گپ شپ تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میں سوشل ریسرچ کا کام کرتا ہوں۔ ایک روز میں اُنہیں ملنے گیا تو اُنہوں نے مجھے بتایا کہ گذشتہ ہفتے میرے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگے اکثر مریض میرے پاس آتے رہتے ہیں اُن میں سے کسی نے میرا موبائل فون اس طریقے سے چوری کیا کہ مجھے خبر تک نہ ہوئی۔

☆ موبائل کی تو مجھے اتنی فکر نہیں تھی لیکن اس میں میرے اتنے زیادہ اور ضروری کوائف تھے کہ مجھے FIR حاصل کرنے کے لیے پولیس سٹیشن جانا پڑا۔ وہاں پولیس والوں نے میرے ساتھ بڑے عزت و احترام کے ساتھ پیش آئے لیکن FIR کاٹنے کی بجائے اُنہوں نے سرسر کہہ کر حیلے بہانے اور ٹال مٹول سے کام لینا شروع کر دیا۔ مختصر یہ کہ کافی بحث و مباحثہ کے بعد مجھے مایوس اور ناکام واپس گھر آنا پڑا۔

☆ کرنل صاحب نے مزید بتایا کہ کافی غور و فکر کرنے کے بعد میں دوسرے دن سٹیشن کمانڈر لاہور کینٹ کے آفس چلا گیا۔ وہاں جا کر میں نے ڈیوٹی پر موجود ایک میجر کو تمام واقعہ سنایا تو انہوں نے فوراً ملٹری پولیس کے دو جوانوں کو بلایا اور سمجھایا کہ صبح تم نے سب سے پہلے یہ کام کرنا ہے کہ متعلقہ پولیس سٹیشن جا کر کرنل صاحب کی FIR درج کروا کر اُس کی فوٹو کاپی لانی ہے۔ اگر کوئی رکاوٹ پیش آئے تو پھر آپ نے واپس مجھے فون کرنا ہے۔

☆ کرنل صاحب نے مزید بتایا کہ تمام کارروائی کے بعد واپس گھر آ گیا۔ دوسرے دن شام کو جب میں نے کلینک کھولا تو تھوڑی دیر کے بعد ملٹری پولیس والے میری FIR کی کاپی لے کر آ گئے تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

☆ عقلمندوں کے لیے یہ غور و فکر کا مقام ہے کہ جس ملک میں ایک کرنل کی FIR سفارش، دباؤ اور ڈنڈے سے کاٹی جا رہی ہو وہاں ایک عام شہری کے بنیادی حقوق کا کیا حال ہوگا ؟ جب حکمران اور سیاستدان اللہ تعالیٰ کے قوانین کو بھول جاتے ہیں تو پھر انسان اور معاشرے تباہی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں اور آخر میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ دوسروں کے محتاج اور غلام بن کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتے رہتے ہیں۔

''گاڑی اور انسان ؟ کامیابی کی مثال''

☆ **ٹریفک کی ہدایت** کو سمجھے اور اُن پر عمل کیے بغیر کوئی بھی انسان اپنی گاڑی کو سڑک پر نہیں لاسکتا لیکن اگر کوئی منہ زور اور سر پھرا انسان اپنی گاڑی کو سڑک پر لے بھی آئے تو وہ گاڑی اور انسان بہت جلد یا تو زخمی ہوجائے گا یا ہلاک ہوجائے گا اور اُس کی گاڑی بھی تباہ و برباد ہوجائے گی یعنی جس طرح کی غلطی ہوگی اُس طرح کی سزا ملے گی کیونکہ گاڑی کو چلانے کے لیے ٹریفک کی ہدایات اور قوانین کو سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

لہٰذا اسی طرح

☆ **زندگی** کی گاڑی کو چلانے کے لیے بھی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت یعنی فطرت کے قوانین کو سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا بہت ضروری ہے ورنہ ہم بھی گاڑی کی طرح زخمی یا تباہ و برباد ہوسکتے ہیں۔ دنیا کے ہر انسان اور ہر قوم کے عروج و زوال کا تعلق انہی ہدایات سے منسلک ہوتا ہے اور یہ سلسلہ صدیوں سے آرہا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔

☆ **لیکن** افسوس کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی ہدایات کو سمجھے بغیر اور عمل کیے بغیر ہی اصرف دعاؤں کا سہارا لے کر اپنی زندگیاں گزارتے ہیں ..... یہ بھی ایک بہت بڑی جہالت اور بے وقوفی ہے کہ ہم انسانوں کی کتابوں کو تو سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اللہ کی کتاب کو بغیر سوچے سمجھے صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے ہی پڑھتے ہیں حالانکہ قرآن پاک ہدایت اور رہنمائی کی ایک عظیم ترین کتاب ہے۔

☆ **قرآنِ پاک** جو کہ قوانین کی ایک کتاب بھی ہے اس میں اللہ پاک نے اپنا ایک بہت بڑا قانون تحریر کر دیا ہے تاکہ یہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے اور کامیاب سے کامیاب زندگی گزارے وہ قانون یہ ہے کہ

{لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ} (البقرہ 279:2)

''نہ تو تم کسی پر ظلم کرو اور نہ ہی تم کسی کا ظلم برداشت کرو۔''

☆ **خیال** رہے کہ یہ ظلم انفرادی اور اجتماعی دونوں طریقوں سے کیا جاتا ہے لیکن ظلم ہمیشہ ظلم ہوتا ہے۔ آج کل کے جدید زمانے میں بھی دنیا کے ہر ممالک میں ظلم ہوتا ہے لیکن افریقہ اور ایشیا کے ممالک میں یہ ظلم بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں کے اکثر حکمران جاہل اور ظالم ہوتے ہیں اس لیے اُن کو اپنا ظلم نظر نہیں آتا اس لیے وہاں پر بنیادی حقوق کی سرعام خرید و فروخت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے ممالک میں تین قسم کے طبقات پیدا ہوجاتے ہیں۔

1۔ **ظالم طبقہ:** یہ طبقہ ظالم یعنی بدمعاش، جرائم پیشہ، دھوکہ باز اور فراڈیے لوگوں کا ہوتا ہے۔

2۔ **تعلیم یافتہ طبقہ:** اس طبقے میں شاعر، ادیب، مصنف اور پڑھے لکھے لوگ شامل ہوتے ہیں۔

3۔ **بیمار طبقہ:** یہ طبقہ عام طور پر مظلوم، کمزور، بزدل، منافق اور نفسیاتی بیمار لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہوتا ہے جس کے دل و دماغ پر ناانصافی اور ظلم و ستم کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ لوگ صبح شام اللہ کو بھی یاد کرتے رہتے ہیں اور دعائیں بھی مانگتے رہتے ہیں لیکن ظلم و ستم کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھاتے اور لوتھ کے لوتھ بنے اپنے اپنے

گھروں اور مسجدوں میں دن رات اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور ظلم برداشت کرتے کرتے اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔

☆ دنیا کے جس بھی معاشرے اور ملک میں دانستہ اور نادانستہ جھوٹ بولا جاتا ہو۔ حکمران کرپشن اور لوٹ مار میں مصروف ہوں تو وہاں کے ادارے بھی کرپشن کا شکار ہوکر تباہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں جس کی وجہ سے پورے کا پورا معاشرہ بیمار اور مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے ایسے معاشروں میں نا انصافی اور ظلم کی وجہ سے ادیب، شاعر اور بدمعاش لوگ بہت زیادہ پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں کیونکہ جن لوگوں کے پاس تعلیم اور عقل ہوتی ہے تو وہ ادیب اور شاعر بن جاتے ہیں اور جن کے پاس علم اور عقل کی کمی ہوتی ہے وہ بدمعاش اور غنڈے بن جاتے ہیں لیکن حکمران طبقہ تعلیم یافتہ لوگوں اور ٹیکنو کریٹ لوگوں کا سہارا لے کر وائٹ کالر کرائم (White Caler Crimes) میں ملوث ہوجاتا ہے جو کہ ایک فطری تقاضا ہے کیونکہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے۔

{اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّٰهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ O} (التوبہ 20:9)

''جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔''

☆۔{وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا} (الانعام 133:6)

''اور تمام لوگوں کے اعمال کے لحاظ سے درجے ہیں۔''

ایک حقیقت

فرعون اور اُس کی بیوی کے نظریات ایک دوسرے کے برعکس تھے لیکن ان کی بیوی اس قدر نیک تھی کہ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کو قرآن میں کرنا پڑا

''بیماری اور ہسپتال ؟ انسانیت کی ضرورت''

☆ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جس کا کسی بیماری یا ہسپتال سے واسطہ نہ پڑا ہو کیونکہ بیماری ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہوتی ہے۔ عام طور پر دو قسم کے ہسپتال پائے جاتے ہیں۔ ایک ترقی یافتہ ممالک کے ہسپتال اور دوسرے غیر ترقی یافتہ ممالک یعنی غریب ممالک کے ہسپتال.....ان دونوں قسم کے ہسپتالوں میں اس قدر فرق ہے کہ انسان حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتا ہے۔

☆ 1981 کا واقعہ ہے جب میں ناروے میں تھا تو میں ایک دن اپنے ایک دوست ملک بشیر کے تین سالہ بیٹے نثار کو دیکھنے کے لیے ہسپتال چلا گیا جس کی گرنے کی وجہ سے ٹانگ ٹوٹ چکی تھی جب میں بچے کے کمرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ معصوم بچے کی ٹانگ کو نہایت ہی سلیقے اور نفاست کے ساتھ باندھ کر لٹکایا ہوا ہے اور اُس کے سینے پر مختلف قسم کے کھلونے لٹک رہے تھے اور پاس ہی ایک گوری نرس بیٹھی ہوئی تھی۔

جب میں نے نرس سے بچے کا حال دریافت کیا تو وہ مسکرا کر کہنے لگی کہ آپ خود ہی اس سے پوچھ لیں۔ اس پر میں نے تین سالہ بچے کے گال کو اپنی ایک انگلی سے چھیڑا تو اس نے فوراً مسکرانا شروع کر دیا۔

مختصراً یہ کہ انسانیت پرستانہ ماحول دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ بچہ بہت خوش ہے حالانکہ وہاں کے ہسپتال میں والدین کو بچے کے ساتھ رہنے، دوائی دینے، خوراک دینے اور کسی کو معاوضہ دینے اور لینے کا تصور ہی نہیں ہے کیونکہ تمام شہریوں کو مکمل بنیادی اسلامی حقوق حاصل ہیں۔

☆ قرآن پاک کا ایک حکم اور قانون ہے کہ غور وفکر کیا کرو.....لہٰذ جب کبھی بھی میں پاکستان اور ناروے کے بچوں کے حقوق اور علاج کے بارے میں سوچتا ہو تو مجھے بہت ہی زیادہ فرق محسوس ہوتا ہے حالانکہ ایک ملک میں اسلامی نظامِ حکومت ہے اور دوسرے میں غیر اسلامی!

☆ میں جب مزید تدبر کرتا ہوں تو پھر یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ ہم اور ہمارے حکمران صرف اور صرف پیدائشی اور نسلی مسلمان ہیں ہماری حقیقت کیا اور ہمارا درجہ کیا ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ آپ بھی غور وفکر اور تدبر کر کے اپنے علم اور بصیرت کی طاقت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

''چور مچائے شور ؟ جہالت ہی جہالت''

☆ دنیا کے جو بھی معاشرے اور ممالک اللہ کے احکامات وقوانین کی پابندی نہیں کرتے اُن میں طرح طرح کی نفسیاتی اور جسمانی بیماریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں یاد رکھیں کہ جس قدر اِن قوانین کو پامال کیا جاتا ہے اُسی قدر یہ بیماریاں انسان اور معاشرے میں پیدا ہوتی رہتی ہیں لیکن اگر کوئی انسان یا معاشرہ ان احکامات کو مسلسل توڑتا رہے تو کچھ عرصہ کے بعد یہ بیماریاں اُس معاشرے کا حصہ بن جاتی ہیں آخر ایک وقت ایسا ہی آتا ہے کہ یہ بیماریاں اچھائیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں کیونکہ لوگوں میں انسانیت کے احساسات ختم ہوتے ہوتے آخر کار مردہ ہوجاتے ہیں۔

☆ **فاسق اور بیمار ممالک** میں جب بھی کوئی بڑا چور، فراڈیا، مجرم اور کرپٹ انسان پکڑا جاتا ہے تو اُس کو بھی اپنی جان چھڑانے کے لیے کرپشن کا سہارا لینا پڑتا ہے یعنی کہ رشوت کے الزام میں پکڑا جانے والا انسان رشوت دے کر ہی اپنی جان بچاتا ہے۔

☆ دنیا کے جس بھی معاشرے میں بنیادی حقوق کا فقدان اور خرید وفروخت ہوگی وہاں پر ملزم اور منصف دونوں چور ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں۔ جب یہ سلسلہ 40 اور 50 یا 100 سال تک چلتا رہتا ہے تو آخر کار ایسا ملک اُن ممالک کا غلام ہوجاتا ہے جو مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔

☆ **حیرانی اور تعجب** کی بات یہ ہے کہ ایسے معاشروں کے اکثر لوگ صبح وشام دعائیں مانگنے میں مصروف رہتے ہیں اے اللہ ہم پر اپنا رحم کر اور ہمارے گناہ بخش دے ہمیں کامیابی عطا کر! کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم نے کلمہ پڑھا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں کرتا کیونکہ اس پاک ذات کے قوانین نہ تو تبدیل ہوتے ہیں اور نہ ہی اُن میں ترمیم ہوتی ہے۔

قدرت اپنے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق خود بھی پابندی اختیار کرتی ہے اور انسانوں کو بھی انہی قوانین کی پابندی کرنے کا حکم دیتی ہے۔

واصف علی واصفؒ

''سویڈن میں بیماری ؟ انسانیت کا مظاہرہ''

☆ اکتوبر 1983 کا واقعہ ہے جب میں سویڈن کے شہر گوٹے برگ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ چند دنوں سے میری طبیعت خراب آرہی تھی لیکن اس رات کو دو بجے اچانک میری طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی اور بخار 103 تک پہنچ گیا جو کہ میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا اور پھر ماحول بھی پردیس کا تھا۔

☆ آخر کار مجبور ہو کر میں نے استقبالیہ (Reception) والوں کو فون پر اطلاع دی۔تقریباً دس منٹ کے بعد میرے دروازے پر دستک ہوئی۔ جب میں نے بڑی مشکل سے دروازہ کھولا تو سفید یونیفارم میں دو میل نرسوں کو موجود پایا۔تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے میرا سامان اٹھایا اور ہم استقبالیہ پر آ گئے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مجھے ایمبولینس میں بٹھایا اور ہسپتال لے آئے۔

☆ ہاسپٹل کی ایمرجنسی میں آئے تو ڈاکٹروں نے میری مختصر شناخت اور بیماری پوچھی۔اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا اور پھر کچھ خبر نہیں کہ انہوں نے میرا کیسے علاج کیا۔ دوسرے دن صبح جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے قریب ایک نرس کو پایا۔ میرے ہی کمرے میں ایک 80 سالہ سویڈش شہری بیمار پڑا تھا جس کی شیو ایک جوان نرس انتہائی ہمدردی اور انسانیت سے کر رہی تھی۔ جب میری خواہش کا پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ مجھے ٹیلی فون چاہیے لہٰذا نرس نے مجھے STCL فون کی سہولت مہیا کر دی اور میں نے اپنے دوستوں کو ناروے میں اطلاع دے دی۔

☆ مختصر یہ کہ تین دن علاج کروانے کے بعد میں ٹھیک ہو گیا لیکن ہسپتال والوں کے علاج ،سلوک اور انسانیت کو میں آج تک نہیں بھول سکا۔ حالانکہ سویڈن میں میرا کوئی بھی رشتہ دار اور دوست نہیں تھا۔

☆ معاشرتی نظام پر تحقیق کرتے کرتے جب میں پاکستان کے ہسپتالوں اور یورپ کے ہسپتالوں کو دیکھتا ہوں اور جب قرآن حکیم کے احکامات اور قوانین پر غور وفکر کرتا ہوں تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یعنی نظام کو جس بھی انسان یا قوم نے قبول کیا ہے وہ ہمیشہ کامیاب ہوا ہے۔

☆ صلوٰۃ موقوتہ یعنی النساء 103:4 اور صلوٰۃ دائمون المعارج 23:70 پر جیسا بھی کوئی عمل کرے گا وہ ویسا ہی فائدہ اٹھائے گا۔اس حقیقت کو خالقِ کائنات نے اپنی تمام کتابوں اور رسولوں کے ذریعے کونے کونے تک پہنچا دیا ہے۔ اب اگر کسی کا دل کرتا ہے تو وہ اس صلوٰۃ یعنی نماز کے نظام کو سمجھے وہ اس پر عمل کرے اور جس کا دل کرتا ہے وہ نہ کرے یہ آزادی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں تمام انسانوں کو دے رکھی ہے۔

''پاکستان کے بیوروکریٹس ؟ اصل اور پوشیدہ حقائق''

☆ دنیا کے تمام ممالک کا کنٹرول بنیادی طور پر بیوروکریٹس کے ہاتھوں میں ہی ہوتا ہے۔جس علم اور معیار کے یہ لوگ ہوتے ہیں اسی معیار کے مطابق وہ ملک ترقی کرتا ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک میں سیاستدان تمام بیوروکریٹس کو کنٹرول کرتے ہیں اور اکثر سفارش اور تعلقات کی بنیاد پر ان کی تقرری ہوتی ہے کیونکہ جن ممالک میں قانون کی حکمرانی اور بنیادی حقوق کا تحفظ نہیں ہوتا وہاں پر بیوروکریٹس سیاستدانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سچ کی بجائے خوشامد سے کام لیتے ہیں تا کہ اُن کا اور اُن کے خاندان کا تحفظ ہوتا رہے۔

☆ پاکستان کے صرف 3 فیصد بیوروکریٹس سچ بولتے ہیں اور وہ بھی صرف اس وقت جب وہ ریٹائر ہوجاتے ہیں لیکن یہ بھی اُن کی بہت بڑی بہادری اور ایمانداری ہے کیونکہ 97 فیصد وہ بیوروکریٹس ہوتے ہیں جو مرتے دم تک اپنی زبان تک نہیں کھولتے کیونکہ 25 سے 30 سال کی اندھا دھند ملازمت اُن کی فطرت اور عادات کو تبدیل کر کے رکھ دیتی ہے۔

☆ پاکستان کے چند ایک ایماندار اور بیوروکریٹس میں سے ایک نام حسین احمد شیرازی صاحب کا بھی ہے جنہوں نے اپنی کتاب ''بابونگر'' میں اپنے تجربات اور مشاہدات کو نہایت ہی مزاحیہ اور آسان پیرائے میں بیان کیا ہے تا کہ سورہ والعصر کا بھی تقاضا پورا ہو سکے۔

☆ ''وَتَوَاصَوْ بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْ بِا الصَّبر '' اس آیت میں خالقِ کائنات نے انسان کو حق یعنی سچائی اور صبر کا حکم دیا ہے ۔ میرا ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس قانون اور حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے اُن کو ضرور اجر دے گا۔ میں اُن کی کتاب ''بابونگر'' کا ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں تا کہ ایک حقیقت کو واضح کیا جا سکے۔

☆ ''ہمارے بیوروکریٹس اپنے ماتحت افسران کو اپنے بنائے ہوئے فیصلے دیتے ہیں۔ اگر کوئی ان میں غلطی نکالنے کی خطا کر بیٹھے تو ہر سطح کے افسر اپنی کوتاہی کو فراخ دلی سے تسلیم کرنے کے بجائے بغض اور عناد کی وجہ بنا لیتے ہیں ۔ اس طرح نئے افسران کو اپنی ملازمت کے پہلے ہی چند برسوں میں احکامات کی بے چون و چرا تعمیل کی عادت پڑ جاتی ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سلطنتِ روما کے زوال کے دور میں بُری خبر لانے والے کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ یہ رسم اب بابونگر میں بھی جاری وساری ہے۔ اختیارات کا یہ جبر اس آہنی خول کی طرح ہے جو شاہ دولہ کے مزار پر چڑھائے جانے والے بچوں کا چہرہ بگاڑنے کے ساتھ ساتھ ان کو ذہنی طور پر بھی ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دیتا ہے۔ جن دو چار فیصد افراد کو اس ماحول سے الرجی کی شکایت ہو تو وہ نوکری سے بھاگ اٹھتے ہیں یا ان کے اعلیٰ افسران ان کا ریکارڈ خراب کر کے انہیں ہمیشہ کے لیے دیوار سے چپکا دیتے ہیں۔ اب میدان میں آگے بڑھنے کے لیے رہ گئے ..... ''بھاگ لگے رہن، اللہ سرداریاں قائم رکھے'' قبیل کے لوگ (پنجاب کے بھانڈوں کا مخصوص فقرہ جس کے قریب ترین مفہوم ''خدا حضور کے اقبال کا سورج بلند رکھے'' سے ادا ہوتا ہے)۔

☆ وہ اطاعت گزاری کا پٹہ گلے میں ڈالے صرف دُم ہلانے کے قابل رہ جاتے ہیں اور ان کی شخصیت میں ذہن سے زیادہ ان کی دُم ہی مضبوط ہوتی ہے۔ ان میں سے جو لوگ قسمت، سفارش یا چالبازی سے اوپر پہنچ جاتے ہیں، ان

کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے ساری عمر اندھیرے غار میں گزاری ہو تو اس کی آنکھیں سورج کی روشنی میں خود بخود بند ہو جاتی ہیں۔

ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے سامنے ہمارے بیوروکریٹس

☆ 2000ء کی پاکستانی حکومت نے غلط اعداد و شمار فراہم کرنے کا جرم قبول کر کے ایک عالمی ادارے کو کروڑوں روپے جرمانہ ادا کیا تھا..... کیونکہ اعداد و شمار پچھلی حکومت نے فراہم کیے تھے۔ ان عالمی اداروں اور مشیران کے ایجنڈے کے معاون میر جعفر اور میر صادق، بعد میں پُرکشش مراعات کے ساتھ نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونِ ملک بھی سرفراز کیے جاتے ہیں۔

☆ اسلام آباد ایئر پورٹ پر ایک صوبائی چیف سیکرٹری اور واپڈا کے بڑے بابو افسردہ لہجے میں ان سے ہونے والے ناروا سلوک کے لیے وفاقی بابوؤں کو کوس رہے تھے۔ اس دوران میں واپڈا بابو بولے ''لیکن کوئی بات نہیں، اللہ بڑا انصاف کرنے والا ہے۔ عالمی بینک کا وفد آج شام آرہا ہے، وہ وفاقی بابوؤں سے ہمارا بدلہ خود ہی لے لے گا.....۔''

ہمارے حکمران

☆ سوئٹزرلینڈ میں حکومتِ پاکستان کے زیرِ اہتمام منعقدہ سرمایہ کاری کی نام نہاد بین الاقوامی کانفرنس کی کارروائی کا آغاز ہوا تو پتا چلا کہ کانفرنس کے شرکاء صرف پاکستانی وفد پر مشتمل ہیں۔ مسئلہ حل کرنے کے لیے ایک پاکستانی سیانا، وفد کے لیے حاصل کی گئی کرائے کی کاروں کے ٹائیوں والے ڈرائیور پکڑ لایا اور ان کو اگلی نشستوں پر بٹھا کر ٹی وی اور اخباری تصویروں کا مناسب انتظام کیا گیا..... یہ سیانا آدمی بعد میں پاکستان کا وزیرِ خزانہ اور وزیرِ اعظم بھی رہا ہے!

ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

☆ ہمارے انگلستان میں مقیم ایک دوست بتاتے ہیں کہ جب پاکستان کے سیاستدان یہاں آتے ہیں تو ان کا ایک اہم مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ گوروں کے ساتھ ہماری میڈیا تشہیر کا انتظام کریں۔ چنانچہ میں اپنا دودھ والا، سکیورٹی گارڈ، اپنی سیکرٹری اور دوسرے انگریز ملازمین کو بلا کر ان کی فرمائش پوری کر دیتا ہوں۔

☆ اقوام متحدہ میں متعین ہمارے ایک ساتھی کا قصہ بھی سُن لیں۔ وزیرِ اعظم کو اس ادارے میں آمد پر پتا چلا کہ نیلسن منڈیلا بھی وہیں ہیں تو ان کی تلاش شروع ہوگئی اور کسی لمبی راہداری میں ان کو ہانپتے کانپتے، چلتے ہوئے پکڑ لیا گیا۔ اس دوران سرکاری فوٹو گرافر غائب ہو گیا تو ایک گزرتے ہوئے فوٹو گرافر سے تیس ڈالر کی ادائیگی پر نیلسن منڈیلا کے ساتھ صرف تصویر کھنچوائی گئی جسے پاکستان کے تمام اخباروں میں ''نیلسن منڈیلا کے ساتھ کشمیر سمیت دیگر بین الاقوامی امور پر مذاکرات'' کی سرخیوں کے ساتھ شائع کروایا گیا!

☆ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارے بیرون ملک قیام کے دوران ہمارے اہم سیاسی بابو بھی اُس ملک میں آئے۔ عام طور پر ان کی آمد اور مصروفیات، دہشت گردی کی جواب دہی کے علاوہ، غیر ملکی میڈیا کے لیے غیر اہم اطلاع ہے اور اگر بہت ہوا تو کسی اخبار کے سولہویں صفحے پر تین لائنوں کی خبر ہوتی ہے۔

☆ ہماری خارجہ پالیسی کے بارے میں ہماری رائے ہے کہ اگر آدمی شیر نہ ہوتو اسے شیر بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور شیر کی کھال پہن کر تو بالکل نہیں گھومنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی شکاری کی گولی کا نشانہ بن جائے۔

ایک پوشیدہ حقیقت

☆ شیرازی صاحب کی اس تحریر اور پاکستان کے بیوروکریٹس کی کتابیں پڑھنے اور ان کے انٹرویوز لینے کے بعد مجھے یقین کے ساتھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران اور علما حضرات قرآن مجید اور اسلام سے اس قدر دور ہیں کہ جہاں پر انسانیت بھی کانپ اٹھتی ہے۔

☆ کیونکہ ہم تعصب اور کم علمی کی وجہ سے اُس قرآن پاک کے ضابطہ حیات کو سمجھ ہی نہیں سکے جس کے علم اور حکمت پر عمل کر کے یہودیوں اور عیسائیوں نے ترقی کی کئی ایک منزلیں طے کیں ہیں۔

(۲۴)(۲۴)(۲۴)(۲۴)

مصنف کا اعلان

اس کتاب کو پڑھتے وقت دو باتوں کا خیال ضرور رکھیں

تا کہ آپ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں:

آپ اپنے علم، تجربات، مشاہدات اور بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے اس کتاب کو پڑھیں اور پھر غور و فکر کریں کیونکہ غور و فکر کرنے سے انسان حقائق کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کو چھوڑ دیں کیونکہ مصنف عقل کل کا مالک نہیں اور نہ ہی آپ عقل کل کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

جو بھی بات قرآن مجید اور حدیث کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیں لیکن بہرہ، گونگا اور اندھا ہرگز نہ بنیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے علم، عقل اور بصیرت کو استعمال کرے۔

''قرآن اور قانون ؟ ایک عظیم حقیقت''

قرآن کے ایک عظیم مفکر اور پروفیسر سید نیاز علی شاہ نے مجھے بتایا کہ 1980 کا واقعہ ہے جب میں لا کالج اولڈ کیمپس لاہور میں قانون پڑھایا کرتا تھا۔ اپنی فطرت اور عادت سے مجبور ہو کر میں اکثر اپنے لیکچر کے دوران قرآن پاک کا حوالہ دیا کرتا تھا کیونکہ دنیا کے بنیادی حقائق یعنی Universal Truth کا تعلق ازل سے ہی اللہ کی کتابوں سے منسلک ہے۔ کیونکہ یہ دُنیا کا پہلا Writen Constitution ہے اسی لیے دُنیا کے تما ترقی یافتہ ممالک نے اپنے قوانین کی بنیاد بلاواسطہ اور بلواسطہ اسی آئین پر رکھی ہے۔

ایک دن مجھے لا کالج کے پرنسپل صاحب نے بلایا اور کہا آپ کی یہ دوسری مرتبہ شکایت آئی ہے کہ آپ ٹھیک نہیں پڑھاتے جب میں نے اپنی غلطی کا پرنسپل سے پوچھا تو کہنے لگے کہ آپ قانون کم پڑھاتے ہیں اور قرآن کی آیات زیادہ پڑھاتے ہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ جناب یہ قرآن تو وہ آئین ہے جس کی بنیاد پر دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کے قوانین بنتے ہیں مگر یہ الگ بات ہے کہ کسی کو یہ حقیقت سمجھ آئے یا نہ آئے کیونکہ دنیا کے مفکرین تو قرآن پاک کو ام الکتاب یعنی (Mother of all knwoledges) تسلیم کر چکے ہیں۔ کیونکہ اس میں تمام علوم کے بنیادی نکات (Codes) کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کی مدد سے موجودہ زمانے کے سائنسدانوں نے ترقی کی ہے اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔

لیکن افسوس کہ لا کالج کے پرنسپل اور پاکستان کی اہم شخصیت کو یہ عظیم حقیقت سمجھ نہ آسکی اور انہوں نے مجھے سختی سے آرڈر دیا کہ آئندہ آپ اپنے لیکچر کے دوران صرف قانون کا ذکر کیا کریں اور قرآن کی آیات کو ہرگز بیان نہ کیا کریں۔ یہ سن کر میں حیران اور پریشان ہو کر رہ گیا۔ آخر کار مجبوری، بے بسی اور مروجہ اسلام کے نظام کا شکار ہو کر میں نے قرآن کی آیات کا حوالہ دینا بند کر دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ یعنی خالق کائنات ہماری عبادات اور ابلاغ سے بہت بالا تر ہے یہ تو اس نے صرف انسان کی رہنمائی کے لیے توحید اور رسالت کے سلسلے کو قائم کیا ہے تا کہ جو انسان یا ملک ترقی کرنا چاہتا ہے وہ اس کے قوانین پر عمل کرے جیسا کہ علامہ اقبال کا مشورہ ہے کہ

گر تو می خواہی، مسلماں زیستن
نیست ممکن، جز بہ قرآں زیستن

اگر تم مسلمانوں والی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو قرآن کے بغیر ایسی زندگی نہیں گزار سکتے

''قانون کی حکمرانی ؟ انصاف کے لیے ضروری''

☆ اکتوبر 1977 کا ذکر ہے کہ جب میں ناروے کے شہر اوسلو میں رہتا تھا۔ ایک دن جمعہ کی رات کو جب کہ برفباری شروع تھی اور ہم چار دوست گرم کمرے میں بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے کہ اچانک ہمارے ایک مخلص دوست ملک بشیر نے ہمیں دعوت دی کہ چلو میرے گھر چلو وہاں تبادلہ خیالات کے ساتھ ساتھ بات چیت بھی ہوگی۔ ہم سب نے ملک صاحب کی دعوت کو قبول کر لیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ وہ اور اُن کی مسز خوش اخلاقی کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی کے طریقے بھی خوب جانتی ہیں۔

☆ ملک صاحب کا گھر اوسلو سے سٹاک ہوم جانے والی جی ٹی روڈ پر تھا۔ برفانی اور اندھیری رات کے 9 بجے ہم نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ ابھی ہم نے ایک گھنٹہ ہی سفر کیا ہوگا کہ ہمیں سڑک پر کھڑی ایک نارویجن گوری لڑکی نے رکنے کا اشارہ کیا۔ کیونکہ وہ لفٹ لینا چاہتی تھی۔ جب ہم نے گاڑی روکی تو اس نے راستے میں آنے والے ٹاؤن Shy کے لیے لفٹ مانگی۔ ملک صاحب نے جب ہاں کی تو وہ جوان لڑکی فوراً ہمارے درمیان بے خوف وخطر بیٹھ گئی۔ نصف گھنٹہ اس نے ہمارے ساتھ سفر کیا اور اپنی منزل پر اتر گئی۔

☆ اُس کے جانے کے بعد ہم چاروں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان اور ناروے کے اسلام بمعنی سلامتی، امن اور پیس (Peace) کا تجزیہ شروع کر دیا اور اپنے آپ سے یہ سوال کیا کہ ''کیا پاکستان کی جی ٹی روڈ پر برفانی رات کو 10 بجے کوئی لڑکی اس طرح گاڑی میں لفٹ لینے کی جرأت کر سکتی ہے؟.....آخر کار معلوم ہوا کہ جہاں حقیقی اسلام کی حکمرانی یعنی Rule of law ہوتا ہے وہاں خوف ہرگز نہیں ہوتا۔ قرآن کا دعویٰ اور جنت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہاں خوف اور حزن نہ ہوگا۔

☆ تجربہ کار لوگ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں اس قدر قانون اور اخلاقیات کی حکمرانی ہے کہ بنیادی حقوق کے بارے میں کوئی سفارش اور رشوت کا سوچ بھی نہیں سکتا جس کی وجہ سے وہ ممالک اسلامی اقدار یعنی Islamic values and laws کو پورا کرتے کرتے ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ لیکن تعصب اور علم کی کمی کی وجہ سے ہمیں وہ حقائق نظر نہیں آتے جو نظر آنے چاہئیں.....محبت اور صداقت دنیا کی ایسی سچائی ہے جو بصیرت کی آنکھ سے پرکشش نظر آتی ہے۔ علامہ اقبال بھی اس کی تائید کرتے ہیں

بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو سینوں میں اجالا کر، دل صورتِ مینا دے

''غلامی میں سچائی ؟ بہادری کا مظاہرہ''

☆ غلام اور محتاج انسان ہو یا ملک اُس کے لئے سچ بولنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے لیکن دنیا میں کچھ باضمیر اور دلیر افسران ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے جھوٹ کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کی پرواہ نہیں کرتے یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں کامیابی سے سرفراز ہوتے ہیں۔

☆ دوسری جنگِ عظیم یعنی 1943 کا واقعہ ہے جب کہ پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی جس کی وجہ سے یہاں کے لاکھوں ہندو، سکھ اور مسلمان جنگ میں شریک تھے اُن میں ایک مسلمان کیپٹن چوہدری غلام محمد بھی شامل تھے۔ انگریزوں نے ہندوستان کے مقامی فوجیوں کے دل و دماغ پر اس قدر رعب و دبدبہ بٹھایا ہوا تھا کہ کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اُن کے سامنے سچ بولے۔ اس لیے عوام اور فوجی یعنی تمام لوگ خاموشی سے تمام زیادتیاں بے خوف و خطر برداشت کرتے جاتے تھے۔

☆ انگریزوں نے ایک ظالمانہ قانون یہ بنایا ہوا تھا کہ تمام مقامی افسران انگریز سپاہیوں کو سیلوٹ کیا کریں اور تمام مقامی افسران یہ کرتے بھی تھے لیکن کسی کو اپنے حق اور غیر قانونی حکم کے خلاف آواز اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ کیپٹن غلام حسین کے دل میں یہ بات بڑی کھٹکتی تھی۔ ایک دن انہوں نے ایک انگریز سپاہی کو سیلوٹ کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے پوری یونٹ میں طوفان اٹھ کھڑا ہو گیا کیونکہ برٹش فوجی قوانین کے تحت یہ ایک بہت بڑا جرم تھا۔ جب یہ بات انگریز کرنل تک پہنچی تو انہوں نے اپنی رپورٹ تیار کر کے رائل سینٹرل کمانڈ اتھارٹی لندن کو بھیج دی۔ اس رپورٹ کا اہم اور بنیادی جملہ یہ تھا:

"One Indian officer Ghulam Hussain is an outclass officer, but does not pull well with English people."

☆ سینئر افسران نے اس مکمل رپورٹ کو ملکہ وکٹوریہ کے پاس لندن روانہ کر دیا۔ وہاں پر اس رپورٹ کا مکمل جائزہ لیا گیا اور پھر برٹش حکومت نے کیپٹن چوہدری غلام محمد کی دلیل کو تسلیم کر لیا اور اپنے برٹش آرمی کے قانون کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا لیکن زبردستی اور سختی سے گریز کیا گیا:

The New Rule is this that senior is alway senior, so all junior must salute seniors

☆ یہ واقعہ اُس وقت کے تمام اخبارات میں بھی آیا جس کا ریکارڈ آج بھی دیال سنگھ لائبریری نسبت روڈ لاہور میں موجود ہے۔ اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے تھا لیکن افسوس ہم آج تک ایسا نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم دن بدن زوال کا شکار ہو رہے ہیں۔

☆ دسمبر 1973 سے مصنف کا بھی یورپ اور امریکہ آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اُس نے بھی اپنے تجربات اور

مشاہدات کی بنیاد پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں اکثر سچ اور دلیل کی بنیاد پر جو بھی بات کی جاتی ہے اُس کو سرکاری محکمے اور حکمران فوراً تسلیم کرتے ہیں۔

☆ خیال رکھیں کہ یہ وہی سچائی اور دلائل کے قوانین ہیں جن کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں زندگی کے حقائق کو بیان کیا ہے تاکہ یہ انسان زندگی اور آخرت میں کامیاب سے کامیاب تر زندگی گزار سکے۔

☆ سچ اور سچائی کے قانون میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جس کی خاطر بے شمار لوگوں نے مصیبتیں برداشت کیں اور کئی لوگوں نے تو اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ ان میں سے سقراط اور منصور حلاج کا نام آج تک زندہ ہے اور قیامت تک رہے گا۔ علامہ اقبال نے سچائی اور دل سے نکلنے والی آواز کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے ، اثر رکھتی ہے
پر نہیں ،طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

(۲۴)(۲۴)(۲۴)(۲۴)

غور وفکر کا مقام؟

اپنے ملک میں سب ہی مسلمان ہیں ۔ چوری کون کرتا ہے؟ ڈاکہ ڈالنے والا کون ہے؟ ملاوٹ کس نے کی؟ منافع خور کون ہے؟ سب ہی مسلمان ہیں تو اسلام کے تقاضوں کے مطابق معاشرہ کہاں ہے؟ کیس کی ، کون ، کیسے اصلاح کرے؟

یہی وقت کی ضرورت ہے تبلیغ اسلام سے پہلے اسلامی معاشرے کے قیام کی ضرورت ہے اسلامی معاشرے میں نہ کوئی محروم ہوگا نہ مظلوم!

واصف علی واصفؒ

''شیر اور گدھا ؟ اللہ کی نشانیاں''

☆ اس دنیا میں شیر اپنی بہادری اور گدھا اپنی بے وقوفی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ لوگ کسی انسان کو بہادر ثابت کرنے کے لیے شیر سے اور کسی کو بے وقوف ثابت کرنے کے لیے گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں تا کہ کسی انسان کی بہادری اور کسی کی بے وقوفی کو ظاہر کیا جا سکے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کے لیے بھی ان دونوں الفاظ کو استعمال کیا ہے تا کہ اس دنیا میں رہنے والے انسانوں میں سے معلوم ہو سکے کہ کون شیر ہے اور کون گدھا ہے جو لوگ قرآن سے منہ موڑ کر صرف اور صرف علماء کی کتابوں کو اہمیت دیتے ہیں اُن کے بارے میں سورۃ المدثر کی آیت 49-51 میں اُن کے بارے میں مندرجہ ذیل حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

{فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ O كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ O فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ O}

49۔ ''آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ قرآن سے منہ موڑتے ہیں۔''
50۔ ''گویا کہ وہ بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں۔''
51۔ ''جو شیر کے ڈر سے بھاگتے جا رہے ہیں''

مندرجہ بالا تینوں آیات پر غور و فکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو بھی لوگ قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اس سے منہ موڑتے ہیں اُن کی حیثیت بدکے ہوئے جنگلی گدھوں جیسی ہے جو قرآن یعنی شیر کے ڈر سے بھاگتے ہیں۔

☆ لہٰذا عقلمند اور علم و بصیرت رکھنے والے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق قرآن سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن کے الفاظ و آیات کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دیں۔ موت او رقتل ہونے سے ہرگز فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔ جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی آیت 16 میں اللہ تعالیٰ کی نصیحت ہے:

☆ ''اے نبی ! آپ اعلان کردیں کہ اگر تم موت سے یا قتل ہونے سے فرار ہوتے ہو تو یہ فرار ہونا تمہیں نفع نہیں دے گا۔لیکن اگر تم ایسا کرو گے تو تھوڑے دن تمہیں اور جینے کا موقع ملے گا۔''

''دنیا کی سپر پاور ؟ اللہ یا امریکہ؟''

☆ **پاکستان** کے اکثر تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ بحث ہوتی رہتی ہے کہ امریکہ سپر پاور نہیں ہے بلکہ اللہ سپر پاور ہے لیکن مجھے ان لوگوں کی تعلیم، عقل اور فہم وفراست پر رحم بھی آتا ہے اور ترس بھی!

☆ جو امریکہ کا مقابلہ اللہ سے کرتے ہیں اور پھر اللہ کو سپر پاور قرار دے کر بڑے خوش ہوتے ہیں حالانکہ حتمی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور امریکہ کے اختیارات میں زمین و آسمان کا لامحدود فرق ہے۔اس لیے اُن کا باہمی مقابلہ کرنا کوئی عقلمندانہ کام نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

☆ **اصل** واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہم چار دوست کار میں سفر کر رہے تھے ہم میں سے ایک لاہور ہائی کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ تھے۔حسب روایت ورلڈ سیاست پر بات چیت کے دوران وکیل صاحب نے کہا کہ دنیا کی سپر پاور امریکہ نہیں بلکہ اللہ ہے اس پر میرے منہ سے بے ساختہ کچھ جملے نکل گئے میں نے کہا وکیل صاحب ذرا ہوش کریں اور عقل کو ہاتھ ماریں آپ تو امریکہ کا مقابلہ اللہ سے کر رہے ہیں یہ تو سراسر ناانصافی اور ظلم ہے عدل و انصاف اور قانون کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ ایک ملک کا مقابلہ دوسرے ملک سے اور ایک کھلاڑی کا مقابلہ دوسرے کھلاڑی سے کیا جاتا ہے اسی طرح شیر کا مقابلہ شیر سے اور ہاتھی کا مقابلہ ہمیشہ ہاتھی سے ہوتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ شیر کا مقابلہ بکری سے اور ہاتھی کا مقابلہ گائے سے کرادیا جائے جو بھی کوئی ایسا کرے گا وہ ظلم کرے گا اور ظالم کہلائے گا۔

☆ **حقیقت** یہ ہے کہ اللہ تو پوری کائنات کی ایک ایسی سپر اور سپریم پاور ہے جس کی حکومت اور اختیارات لامحدود ہیں اس دنیا کی حیثیت تو ایک نظر نہ آنے والے ذرے یعنی Space Time String کے برابر ہے اس لیے ہمارے علم، عقل اور بصیرت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم امریکہ کا مقابلہ خود کرنے کی بجائے اپنے اللہ کو اس کے مقابلے میں لے آئیں کیونکہ اللہ صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کا خالق اور پالنے والا ہے جو اپنی پوری کائنات کا نظام فطرت کے اُن قوانین کے تحت چلا رہا ہے جن کو غیر ترقی یافتہ ممالک ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔

☆ **اس** لیے وکیل صاحب یاد رکھیں کہ امریکہ کی تمام ترقی اور طاقت میں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا ہاتھ ہے یہ نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ اللہ امریکہ کو تباہ کرنے کا ارادہ کرے اور امریکہ ترقی کر جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے امریکہ تو کیا پوری دنیا کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

☆ لیکن افسوس کہ امریکہ کی ترقی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی شامل ہے اگر کوئی انسان یورپ اور امریکہ کیسیر و سیاحت غور وفکر سے کرے تو پھر اس کو یہ حقیقت خود بخود سمجھ آجائے گی کہ انہوں نے کیوں ترقی کی ہے اور پھر مسلسل کرتے ہی جارہے ہیں۔

☆ یہ ایک حتمی حقیقت ہے کہ اگر اُن کی ترقی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل نہ ہوتو وہ عظیم ترین ذات صرف ایک لمحے میں امریکہ کو خاک کا ڈھیر بنا سکتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے اذن یعنی قانون اور حکم سے پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ تحقیق اور ریسرچ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ہدایات اور فطرت کے قوانین تمام دنیا کے انسانوں اور ممالک پر یکساں اثرات ڈالتے ہیں۔مسلمانوں کے اعمال کا جائزہ لینے کے بعد ہی علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

بجھی عشق کی آگ ، اندھیر ہے
مسلماں نہیں ، راکھ کا ڈھیر ہے

علامہ اقبال

☆ دنیا کے جو بھی انسان اور ممالک اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرتے ہیں اُن کی تقدیر محنت اور کوشش کے مطابق تبدیل ہوتی رہتی ہے اور ہمیشہ ہی ہوتی رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور احکامات یعنی قوانینِ فطرت پر عمل کرنے سے انسان اور ممالک ہمیشہ ترقی کرتے ہیں ۔ ایسے ہی اقوام اور انسانوں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے:

یہی نشاں ہیں، زمانے میں زندہ قوموں کا
صبح و شام بدلتی ہیں اُن کی تقدیریں

علامہ اقبال

(۲۴)(۲۴)(۲۴)(۲۴)

حب دنیا ظلمت ہے، حبِ آخرت نور۔ظلمات فنا ہے،نور بقا
فنا سے بقا کا راستہ لینے کے لیے اللہ کا فضل مانگیں ۔ اللہ کا فضل اللہ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے

واصف علی واصفؒ

''پاگل کون! ؟ سوچ اپنی اپنی''

ایک دن فجر کی نماز کے وقت بہت زیادہ تیز بارش ہورہی تھی نماز کے بعد میں کھڑکی میں سے باہر کا نظارہ لینے لگا اچانک میری نظر ساتھ والے گھر کے لان میں پڑی تو میں نے دیکھا کہ ایک انسان تیز بارش میں اپنے لان میں بیٹھا اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے جھوم جھوم کر دعائیں مانگ رہا تھا اور بار بار آسمان کی طرف دیکھتا جاتا تھا میں کافی دیر تک غور سے دیکھتا رہا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا کچھ دیر کے بعد دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص مسلسل اپنی دعاؤں میں مصروف ہے اور اس قدر مصروف کہ اس کو سخت بارش کا کوئی احساس ہی نہیں ہورہا۔

آخر میں نے اپنی شریک حیات کو بلا کر یہ نظارہ دکھایا تو اس نے بے ساختہ یہ جواب دیا کہ یہ انسان تو پاگل ہے۔ اس پر میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا اللہ سے بارش میں دعا مانگنے والا انسان پاگل ہوتا ہے جبکہ اللہ نے قرآن پاک میں انسان کو بار بار دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے ہر کوئی انسان اپنے اپنے طریقے اور اپنی پسند کے مطابق دعا مانگنے کا حق رکھتا ہے۔

کچھ دیر غور وفکر تدبر کرنے کے بعد میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ کیا وجہ ہے کہ اس دنیا کے کئی انسان ایک دوسرے کو پاگل سمجھتے ہیں ایک سوچ کا انسان دوسری سوچ رکھنے والے انسان کو پاگل کہتا ہے اسی طرح ایک معاشرے کا انسان دوسرے معاشرے کے انسان کو پاگل اور ایک ملک کا انسان دوسرے ملک کے انسان کو پاگل سمجھتا ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں ایسا نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ اگر مختلف سوچ رکھنے والے انسان ایک دوسرے کو پاگل سمجھیں تو پھر ہم کس معیار پر یہ جانچ پرکھ کر سکتے ہیں کہ پاگل کون ہے اور عقلمند کون ہے؟

☆ لہٰذا مجھے یہ شوق اور تجسس پیدا ہوا کہ وہ معیار اور پیمانہ تلاش کروں جس کے ذریعے مجھے یہ علم ہو سکے کہ اس دنیا میں کون پاگل ہے اور کون عقلمند؟ سب سے پہلے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم سچ کی حقیقت کو سمجھیں کہ سچ کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے جیسا کہ اگر انسانیت کے بارے میں دس انسان اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں تو ان سب میں فرق ہوگا کیونکہ ہر ایک انسان اپنے علم اور عقل کے مطابق سچ بولتا ہے لیکن کسی کا بھی سچ مکمل اور حتمی نہیں ہوتا کیونکہ انسان کی عقل محدود ہے اس لیے اس کا سچ مکمل اور حتمی نہیں ہوسکتا ہے بلکہ نامکمل ہے اور نامکمل ہی رہے گا کیونکہ کئی صدیوں سے انسان کا جو سچ ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا ہم تک پہنچا ہے اس میں کئی مرتبہ تبدیلی اور ترمیم ہوئی ہے پھر بھی وہ آخری اور حتمی

نہیں ہے کیونکہ علم اور عقل کے تو کئی ایک درجے ہوتے ہیں اور پھر معیار بھی الگ الگ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اختلافات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

عقلمند اور پاگل کا معیار الہامی کتابوں کی بنیاد پر

☆ کافی غور وفکر اور تدبر کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ اگر دنیا کے کسی انسان کو جانچنا اور پرکھنا ہو تو پھر اس کو اس معیار اور سچ پر پرکھا جائے جس میں نہ تو تبدیلی ہوسکتی ہو اور نہ کوئی ترمیم ہوسکتی ہو بلکہ وہ ایک اٹل اور ٹھوس حقیقت پر قائم ہوں کہ جس کو تحقیق کے بعد بھی انسان سچ ماننے پر مجبور ہوجائے اور وہ ہے قرآن مجید!

☆ لہٰذا کسی انسان کے پاگل ہونے، عقلمند ہونے یا اس کے عقل کے معیار کو پرکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کو الہامی کتابوں اور قرآن کے احکامات وقوانین پر پرکھیں کہ کس انسان اور کس قوم نے اپنی عملی زندگی میں اُن احکامات اور قوانین کو کس حد تک نافذ کیا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس میں ہم قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک ہر انسان اور ہر قوم کی دماغی کیفیت اور معیار کو پرکھ سکتے ہیں لیکن حیران کرنے والے بات یہ ہے کہ الہامی کتابوں کو ماننے والوں کے درجات اور معیار میں بھی فرق ہوتا ہے۔

دنیا کے جو بھی انسان یا ممالک جس قدر بھی قوانینِ فطرت
یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں
اسی قدر اُن میں پاگل پن کے جراثیم کم ہوتے ہیں۔
لیکن
یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے ہر انسان کے اندر
ہر بیماری کا جرثومہ موجود ہوتا ہے مگر انسان کے اعمال کے
مطابق کچھ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور کچھ پوشیدہ رہتے ہیں۔

''حیران کرنے والا انصاف ؟ ذرا سوچیں اور فیصلہ کریں''

☆ 1987 کا واقعہ ہے کہ میں اپنے کسی کام کی غرض سے ضلع کچہری گیا ہوا تھا عدالت کے برآمدے میں ایک ملزم کو ہتھکڑی لگی ہوئی تھی اور وہ اپنی مدد کے لیے لوگوں کو پکار رہا تھا وہ بہت زیادہ بلک بلک لوگوں کی منت سماجت کر رہا تھا لیکن کسی کو اُس پر ترس نہیں آ رہا تھا کہ اُس کی کوئی بات ہی سن لیتا سب لوگ تماشا دیکھتے ہوئے ادھر اُدھر سے گزر رہے تھے۔

☆ میں نے اپنی فطرت اور نرم مزاجی سے مجبور ہو کر اُس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو اُس نے بتایا کہ میرا نام مشتاق ہے پانچ ماہ قبل میں ملتان سے لاہور آیا تھا رمضان کا مہینہ تھا اور مجھے روزہ نہ رکھنے کے کے الزام میں ایک ہسپتال کی کینٹین سے پکڑا تھا میرے ساتھ اور بھی چند لوگ پکڑے گئے تھے جو حوالات میں ہی کچھ پیسے دے کر چھوٹ گئے تھے میرے پاس پیسے نہ تھے اس لیے مجھے جیل بھیج دیا گیا اور میرے پیچھے آنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

☆ اب تاریخ پر تاریخ پڑتی جا رہی ہے اور میرا کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا جب بھی عدالت آتا ہوں تاریخ پڑ جاتی ہے اور کوئی کارروائی نہیں ہوتی اس لیے مہربانی کر کے میری کچھ مدد کریں جج صاحب تو عدالت میں نہ تھے لہٰذا میں نے ریڈر کو 50 روپے دیتے ہوئے تاکید کی کہ آپ اس کی مدد کریں۔

☆ میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا کیونکہ میں بھی اس مروجہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اور ایک بیمار معاشرے کا فرد ہوں لیکن انفرادی اور اجتماعی طور پر حقائق کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں کیونکہ میں بھی ایک متعصّب اور بیمار ملک کا شہری ہوں جب میں نے غور و فکر کیا تو پھر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارا عدل و انصاف کا نظام کس قدر اندھا اور بے حس ہو چکا ہے کہ پانچ ماہ گزرنے کے باوجود روزہ نہ رکھنے کی سزا ختم ہونے کو نہیں آ رہی کیونکہ یہ بھی اسلام کی ایک شکل ہے۔

جب انسان کا ضمیر مردہ ہو جائے تو پھر معاشرے میں
برائی اور اچھائی کے معیار بھی تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔

''انسان کی حوصلہ افزائی ؟ ترقی کا راز''

☆ یکم نومبر 2016 کی بات ہے کہ میں اپنے ایک قریبی دوست راجہ محفوظ کو ملنے اُن کے گھر چلا گیا جو کہ لندن سے آئے ہوئے تھے۔ وہ 1964 میں اپنے والدین کے ساتھ وہاں گئے تھے جب کہ اُن کی عمر صرف 12 سال تھی ۔ وہاں کی زندگی کے بارے میں اُن کا کافی تجربہ اور مشاہدہ ہے جو کہ ہر انسان کے ذاتی علم کا حصہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں پر ہی انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور پھر وہاں پر ہی ملازمت اختیار کر لی اور پھر وہیں اپنا کاروبار شروع کر دیا۔

☆ مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر راجہ صاحب کا کافی علم ہے جس کی وجہ سے میں چاہتا تھا کہ اُن سے کچھ سوالات کر کے اپنے علم میں اضافہ کر سکوں۔ اسی مقصد کے لیے میں اُن کے گھر گیا تو بات چیت کے دوران میں نے اُن سے ایک یہ سوال کیا کہ کیا زندگی میں آپ کبھی مایوسی اور پریشانی کے کا شکار ہوئے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے ساتھ بھی ایک نہ بھولنے والا واقعہ پیش آیا ہے وہ یہ کہ.....تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جب میں نے ملازمت شروع کی تو اُس وقت میں بھر پور جوان تھا۔

☆ فیکٹری میں ملازمت کے دوران میری ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی جس سے میں بہت متاثر تھا وقت کے ساتھ ساتھ ہماری دوستی، ہمدردی اور محبت میں تبدیل ہوتی گئی ۔

☆ کچھ عرصہ کے بعد اچانک ہمارے تعلقات ختم ہو گئے جس سے مجھے سخت مایوسی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے میں تین چار دن فیکٹری نہ جا سکا۔ آخر جب میں ڈیوٹی پر گیا تو میری داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور میرے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے کیونکہ میں اندر سے کافی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ میرا چہرہ دیکھ کر فیکٹری کی ایک معزز برٹش عورت نے مجھ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تم اس قدر پریشان ہو کہ تمہارا چہرہ دیکھا نہیں جاتا اس پر میں نے اس لڑکی کی بے وفائی اور بے مروتی کا ذکر کیا تو معزز عورت نے بے ساختہ انگلش میں کچھ ایسے جملے بولے جنہوں نے میرے جذبات میں ایسا طوفان برپا کر دیا۔جس سے میں فوراً جوان ہو گیا

> ''اُن جملوں کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ اس دنیا میں بے شمار لڑکیاں اور بے شمار اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اس لیے تم فکر نہ کرو اور نہ ہی ہمت ہارو لیکن اپنی کوشش جاری رکھو اللہ ضرور تمہاری مدد کرے گا کیونکہ وہ تو پوری کائنات کا اللہ ہے۔''

☆ ''یہ سن کر میرا حوصلہ بلند ترین سطح پر چلا گیا۔ حالانکہ اس واقعے کو 40 سال گزر چکے ہیں لیکن پھر بھی میں اس واقعہ کو نہیں بھول سکا کیونکہ میری مایوسی اور پریشانی کو اس عورت کے چند جملوں نے امید اور خوشی میں اس قدر تبدیل کر دیا تھا کہ جس کے اثرات میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔''

☆ راجہ صاحب کی یہ بات سن کر اچانک میرے دل میں ردعمل کے طور پر خیال پیدا ہوا اور دل سے آواز

آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری حوصلہ افزائی کے لیے جو کچھ قرآن پاک میں تحریر کر دیا ہے۔

کیا وہ ہمارے لیے کافی نہیں ہے؟

☆ کیونکہ جب ایک انسان کے حوصلہ افزائی کے چند جملے اس قدر اثر ڈال سکتے ہیں اور قرآن پاک کی 6666 میں سے دو تین آیات بھی ہم پر اثر نہ ڈالیں تو پھر ہم بھی کس قسم کے انسان ہیں؟

☆ یہ خیال آتے ہی میرے جذبات اور احساسات میں ایک طوفان برپا ہوا اور میری نظر سورہ توبہ کی آیت نمبر 111 پر پڑی۔ جب میں نے اس پر مزید غور وفکر کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ قوت کا ایک زبردست سرچشمہ ہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ انسان اس کو اپنے شعور اور لاشعور میں موجزن کرے تو پھر وہ دنیا و آخرت میں کامیاب سے کامیاب تر ہوکر زندگی گزار سکتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی حوصلہ افزائی کے لئے جو وعدہ کیا ہے اُس کو تورات، انجیل اور قرآن میں یکساں بیان کیا گیا ہے تاکہ تمام اہل کتاب اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ضمیر جاگ ہی جاتا ہے، اگر زندہ ہو اقبال
کبھی گناہ سے پہلے، تو کبھی گناہ کے بعد

علامہ اقبالؒ

نظریات اور خیالات

جس طرح عورتوں کو اپنے زیورات سے پیار ہوتا ہے
ویسے ہی مردوں کو اپنے نظریات اور خیالات سے پیار ہونا چاہیے
کیونکہ تجربات اور مشاہدات سے
انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

''اللہ کی حوصلہ افزائی ؟ اللہ کی طرف سے رحمت''

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر انسان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی ہے تا کہ یہ انسان دنیا اور آخرت میں یعنی دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکے۔ جب محفوظ صاحب نے مجھے بتایا کہ برٹش معزز عورت کی حوصلہ افزائی نے میری زندگی بدل کر رکھ دی تو اچانک پھر میرے دل میں سورہ التوبہ کی آیت 111 کا خیال آیا جو کہ اِن اللہ۔۔۔سے شروع ہوکر.....وھو الفوز العظیم پر ختم ہوتی ہے۔

☆ اس آیت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو مکمل یقین اور گارنٹی کے ساتھ یہ حقیقت بتا رہا ہے کہ ''یقینا میں نے مومنوں سے یعنی میرے ماننے والوں سے اُن کے جان و مال خرید لیے ہیں اور اس کے بدلے اُن کو جنت دی جائے گی یہ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہی سچا وعدہ ہے جس کا ذکر تورات، انجیل اور قرآن میں موجود ہے اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو---- پس تم سب خوشیاں مناؤ جنہوں نے یہ سودا اللہ تعالی کے ساتھ کیا ہے اور یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔''

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کوئی انسان اس آیت کو اپنے دل و دماغ اور ضمیر کا حصہ بنا کر اس پر عمل کرے تو پھر وہ زندگی اور موت سے بے نیاز ہوجاتا ہے کیونکہ وہ خالقِ کائنات سے تجارت کر رہا ہوتا ہے۔

☆ غور وفکر کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کہاں انسان کی حوصلہ افزائی اور کہاں اللہ تعالیٰ کی حوصلہ افزائی اور وعدہ.....

☆ ان دونوں حوصلہ افزائی کے درمیان اس قدر فرق ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انسان کی حوصلہ افزائی کے اختیارات محدود ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات لامحدود ہیں جو انسان کی عقل سے بالاتر ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم سب اللہ کی حوصلہ افزائی اور وعدے پر وہ یقین نہیں کرتے جو ہمیں کرنا چاہیے اسی لیے قرآن پاک میں انسان کی اس کمزوری کا بھی ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ پاک ذات انسان کی فطرت اور کمزوریوں کو جانتی ہے

{وَمَاقَدَرُو اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہ}(الحج 74:22)

''لوگوں نے اس طرح اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح کرنی چاہیے۔''

''غیبی ایوارڈ ؟ اللہ کی مدد''

میرے ایک 24 سالہ پرانے دوست ڈاکٹر رب نواز خانزادہ ہیں ان کو رفاعی کام کرنے کا بہت شوق ہے اس مقصد کے لیے وہ گذشتہ 30 سال سے پاکستان کے مختلف شہروں میں بھاگ دوڑ کرتے رہتے ہیں اور مختلف قسم کے اصلاحی پروگرام کرواتے رہتے ہیں۔

میں کبھی کبھار ان کے پروگرام میں جاتا رہتا ہوں۔ایک دن میں قرآن کی ایک محفل میں شریک تھا کہ اچانک ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لے آئے محفل ختم ہونے کے بعد چائے وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے میرے ہاتھ میں ایک ایوارڈ تھما دیا جب میں نے پوچھا کہ میں نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ آپ مجھے یہ ایوارڈ دے رہے ہو؟ تو وہ بات کو گول مول کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ بعد میں بتاوں گا۔

جب محفل مکمل طور پر ختم ہوگئی تو پھر میں نے تنہائی میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ میں نے کونسا ایسا کارنامہ کیا ہے کہ آپ نے مجھے یہ ایوارڈ دیا ہے تو پھر انہوں نے بے ساختہ کہا کہ آپ جو 1990 سے اپنی کتابیں مفت تقسیم کررہے ہیں تو کیا یہ کوئی کم کارنامہ ہے؟ ۔۔۔۔۔کیا یہ انسانیت کی خدمت نہیں ہے؟۔۔۔۔۔جب کہ اکثر دین کے عالم اپنی کتابیں فروخت کرتے ہیں اور اسلامی حکومت کا یہ حال ہے کہ بلاواسطہ اور بالواسطہ لوگوں کے بنیادی حقوق کی خرید وفروخت کر رہی ہے ان حالات میں تمام حکمران خاموشی اور لاپرواہی سے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

گھر آکر جب میں نے غور وفکر کیا تو پھر میرے دل سے یہ آواز آئی کہ یہ ایوارڈ مجھے ڈاکٹر صاحب نے نہیں دیا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے ایک غیبی ایوارڈ دیا ہے۔جبکہ میں کسی مقابلے میں شریک ہی نہیں ہوا اور نہ ہی یہ ایوارڈ حاصل کرنے کا طریقہ کار ہے کیونکہ اکثر ایوارڈ جب دیئے جاتے ہیں تو پہلے پورا پروگرام بنتا ہے اور پھر ایوارڈ دیا جاتا ہے۔

''قیدی اور جیل ؟ فطرت کی بنیاد پر''

☆ دنیا میں دو بڑی اقسام کی جیلیں پائی جاتی ہیں ۔ایک ترقی یافتہ یعنی امیر ممالک کی جیلیں اور دوسرا غیر ترقی یافتہ یعنی غریب ممالک کی جیلیں!.....خیال رہے کہ ان دونوں اقسام کی جیلوں میں اس قدر فرق ہے کہ دونوں جیلوں میں رہنے والے قیدیوں کو اگر ایک دوسرے کے حالات اور سہولیات معلوم ہوجائیں تو پھر وہ ایک دوسرے کو حیرانگی اور پریشانی سے دیکھیں گے کیونکہ ان دونوں کی خوراک، رہائش، ماحول اور تعلیم وتربیت میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔

☆ ان دونوں میں سب سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی جیلوں میں ہر کام اہلیت اور میرٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے جب کہ غیر ترقی یافتہ ممالک میں ہر کام سفارش اور رشوت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ دونوں قسم کی جیلوں میں ماحول صفائی اور تعلیم وتربیت میں نمایاں فرق ہے کیونکہ ایک جیل میں خالص اور ملاوٹ سے پاک دوائیاں قیدیوں کو دی جاتی ہیں جب کہ دوسری جیل میں ملاوٹ شدہ خوراک اور ضروریاتِ زندگی پہنچانے کے لئے جیل کے حکام کو رشوت بھی دینی پڑتی ہے۔

☆ خیال رہے کہ ایک حیرت انگیز فرق یہ ہے کہ ایک ترقی یافتہ ممالک کی جیل سے جب کوئی قیدی رہا ہوتا ہے تو اگر وہ بے گناہ ہے تو اس کو بے گناہی کی رقم الگ اور جیل کے اندر کام کرنے کی رقم الگ دی جاتی ہے تاکہ باہر جا کر وہ کوئی نہ کوئی کام کر سکے.....

☆ جیل میں انسان بگڑتا بھی ہے اور سنورتا بھی ہے لیکن اس کا انحصار ہمیشہ انسان کی فطرت پر ہوتا ہے جس قسم کی انسان کی فطرت ہوتی ویسے ہی اُس کی شخصیت پر اثرات پڑتے ہیں ۔اگر ہم غور وفکر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ دنیا کی بڑی بڑی شخصیات نے جیل میں بڑی بڑی تصانیف تحریر کی ہیں ۔

☆ مشرق کے ایک عظیم مفکر علامہ اقبال کا قید اور جیل کے بارے میں خیال ہے کہ

ہے اسیری اعتبار افزا، جو ہو فطرت بلند
قطرہ نسیاں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشک ازفر چیز کیا ہے، اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہو کر، نافہ آہو میں بند

مشکل الفاظ: قطرہ نیساں: وہ قطرہ جو صدف یعنی سیپ کے اندر قید ہونے سے موتی بنتا ہے
مشک ازفر: خالص خوشبو
نافہ آہو: ہرن کی آنت

''دنیا میں پاگل کون ؟ سوچ کا فرق''

☆ اس وقت دنیا میں تقریباً 7 ارب لوگ آباد ہیں جو 158 مختلف ممالک میں رہائش پذیر ہیں لیکن ان سب میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی اختلافات بہت زیادہ ہیں جس کی وجہ سے ایک ملک میں رہنے والے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو پاگل سمجھتے ہیں ۔ مزید برآں ایک ہی ملک میں رہنے والے لوگوں میں بھی اس قدر علمی اور معاشرتی اختلافات ہیں کہ وہ بھی ایک دوسرے کو پاگل کہتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارتے ہیں لیکن یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ حقیقت میں کون کتنا پاگل ہے !! میرے ملنے والا ایک چھوٹا سا خاندان ہے جن کے ہاں میں اکثر آتا جاتا رہتا ہوں اُن کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ وہ اکثر ایک دوسرے کو بیوقوف اور پاگل سمجھ کر ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ حالانکہ سب کے سب نمازی اور پرہیز گار ہیں اور مسلمان بھی کہلاتے ہیں لیکن وہ ایک دوسرے کی بات سننے کو بھی تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کے گھر میں افراتفری اور بے سکونی رہتی ہے۔ اُن کے گھر کے حالات و واقعات کا مشاہدہ کرنے کے بعد میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی پاگل انسان اور پاگل ملک کی حقیقت کو تلاش کر کے شائع کروں تا کہ کسی نہ کسی کو کچھ فائدہ پہنچ سکے ..... ایک حقیقت یہ ہے کہ انسان کے جسم میں نفسیاتی اور جسمانی ہر قسم کی بیماری کے خلیے (Cells) موجود ہوتے ہیں لیکن یہ سب پوشیدہ ہوتے ہیں جب کسی بیماری کس سیل Cell ظاہر ہوتا ہے تو پھر انسان بیمار ہوتا ہے لیکن انسان کی سوچ اس کے جسم پر بہت گہرے اثرات ڈالتی ہے ۔ عام طور پر مندرجہ ذیل نشانیوں سے ہم کسی انسان کے پاگل پن اور اُس کی عقل کا معیار کا اندازہ لگا سکتے ہیں ۔

1۔ انسان کی حرکات وسکنات بتا دیتی ہیں کہ وہ کس قدر پاگل ہے۔

2۔ جذباتی اور بدتمیزی سے گفتگو کرنا بھی ہلکا سا پاگل پن کے زمرے میں آتا ہے۔

3۔ جس قدر بھی کسی انسان میں کھانے، سونے، اٹھنے اور معمولات میں اختلافات ہوتا ہے اُسی قدر اُس میں پاگل پن کے جراثیم پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں کیونکہ وقت کی پابندی فطرت کا ایک قانون ہے۔

4۔ جیسے جیسے کوئی انسان جذباتی اور غصے میں آتا جاتا ہے اُسی قدر یہ پاگل پن کے جراثیم بڑھتے جاتے ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ جس قدر بھی کوئی انسان یا ملک فطرت کے قوانین یعنی سائنس کے قوانین سے دور ہوتا جاتا ہے اُس میں پاگل پن کے جراثیم پیدا ہوتے جاتے ہیں ۔ پاگل تو دنیا کا ہر انسان ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی 5 فیصد ہوتا ہے کوئی 95 فیصد ہوتا ہے کیونکہ مکمل عقلمند انسان بننا ہمیشہ ناممکن ہوتا ہے۔

''ترقی کا راز ؟ علم کی بنیاد پر''

☆ ہمیں یہ بات اچھی طرح اپنے شعور اور لاشعور میں ڈال لینی چاہیے کہ دنیا کا جو بھی انسان یا ملک ترقی کرتا ہے وہ ہمیشہ علم وحکمت کی بنیاد پر کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ علم وحکمت پر اپنی بھرپور توجہ دے۔ موجودہ زمانے میں جو بھی ترقی یافتہ انسان یا ملک ہمیں نظر آتا ہے اس ترقی میں علم وحکمت کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

☆ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اپنے بجٹ میں سب سے زیادہ رقم تحقیق کے لیے رکھتے ہیں تا کہ اُن کو جدید سے جدید علم وحکمت سے واقفیت ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ جب بھی اُن ممالک میں جاتا ہے تو حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا ہے..... سابقہ گورنر خالد مقبول کے زمانے کا واقعہ ہے کہ سنگاپور کا گورنر سرکاری دورے پر لاہور آیا تو پنجاب کے گورنر نے اُن کی دعوت کا اہتمام کیا اور اُس میں پاکستان کے بڑے بڑے جاگیرداروں، صنعتکاروں اور سرمایہ داروں کو مدعو کیا گیا۔ ایک دن پہلے انہوں نے سنگاپور کے گورنر کو بتا دیا کہ میں پاکستان کے اہم ترین لوگوں کو بھی بلا رہا ہوں تا کہ آپ اُن کی جانچ پرکھ کر کے مجھے یہ بتائیں کہ میں اُن سے کیسے وہ کام لوں کہ ہمارا ملک بھی آپ کے ملک کی طرح ترقی کر سکے اور ہم بھی ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو سکیں۔

☆ بہرحال دعوت ہوئی، ملاقاتیں ہوئیں، تبادلہ خیالات ہوئے اور دعوت ختم ہوگئی۔ دوسرے دن ناشتے کی میز پر سنگاپور کے گورنر سے خالد مقبول نے پوچھا کہ اب بتاؤ کہ گزشتہ دعوت میں کونسی ایسی شخصیات تھیں جن سے میں کام لے کر پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک میں شامل کرا سکتا ہوں اس پر سنگاپور کے گورنر نے جواب دیا کہ میں نے اکثر شخصیات کی جانچ پرکھ کر لی ہے وہ سب کے سب فضول اور چھان بورا کی مانند ہیں۔ کوئی بھی ایسا کام کا انسان نہیں ہے جس کے پاس علم اور حکمت ہو۔ خالد مقبول نے کہا کہ اچھا پھر آپ بتائیں کہ آپ کے ملک نے کس طرح اس قدر ترقی کی؟ اس پر سنگاپور کے گورنر نے کہا کہ ہم نے سرمایہ اور جاگیر کی بنیاد پر ترقی نہیں کی بلکہ ہماری ترقی کا راز علم وحکمت کی بنیاد پر ہے۔ ہم نے ترقی کا آغاز کرنے سے پہلے اپنے ملک کے تمام علم وحکمت والے لوگوں کو دنیا سے اکٹھا کیا اور پھر اُن کو خاص مراعات کے ساتھ اپنے ملک میں خدمت کرنے کا موقع دیا اور ہر محکمے کے سربراہ کو سالانہ ایک ایسا ٹارگٹ دے دیا گیا جس میں حکومت کی کسی طرح کی بھی دخل اندازی نہیں ہوتی تھی۔ جس سے ہمیں ایسے نتائج ملے کہ ہمارا ملک خوشحال سے خوشحال تر ہوتا گیا اور اب بھی ہو رہا ہے۔

''ڈاکٹر طفیل رامے کا خیال ؟ ذاتی تجربہ اور مشاہدہ''

☆ ایک دن میرے دوست عبداللہ نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ آپ قرآن سینٹر C-113 ماڈل ٹاؤن ضرور تشریف لائیں کیونکہ امریکہ سے آئے ہوئے ڈاکٹر طفیل رامے صاحب کا لیکچر ہے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ موصوف قرآن پاک کا بہت شوق و ذوق رکھتے ہیں اور امریکہ میں کافی عرصہ سے تبلیغ کے کام میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے بہت اچھا لیکچر دیا۔ لیکچر کے بعد کچھ سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔

☆ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کسی امریکن کو کیسے مسلمان کرتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ ہم رسمی کلمہ پڑھ کر کسی کو مسلمان نہیں کرتے اور نہ ہی ہم سے کوئی اس طرح مسلمان ہوتا ہے کیونکہ بغیر کسی چیز کو سوچے سمجھے تسلیم کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہم نے جب کسی کو اسلام کی دعوت دینی ہوتی ہے تو پہلے اُس کو قرآن پاک دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو پڑھے اور سمجھے اور اگر پسند کرے تو اپنی مرضی کا اظہار کرے۔ الحمدللہ ہم نے اس طریقے سے کئی لوگوں کو مسلمان کیا ہے۔

☆ میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو انہوں نے بتایا کہ میرے خیال میں یہاں کے مسلمان تو اس طرح کے مسلمان ہیں جس طرح کسی گدھے کو شیر کی کھال پہنا دی جائے اور کہا جائے کہ یہ شیر ہے لیکن حقیقت میں تو وہ گدھا ہی ہوتا ہے کیونکہ اُس نے تو صرف شیر کی کھال پہن رکھی ہے۔ جب میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ اس کی بنیادی وجہ قرآن پاک سے کم علمی، کمزور علمی اور بصیرت کا فقدان ہے کیونکہ اگر کوئی انسان یا قوم اس عظیم کتاب کو سمجھ جائے اور اس پر عمل کرے تو وہ اصل اور حقیقی شیر بن سکتا ہے مگر ہم حقیقی شیر کی بجائے کاغذی شیر بنے ہوئے ہیں کیونکہ ہم بدعات اور فروعی مسائل کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے محتاج اور غلام ہیں کیونکہ پاکستان کا سارا نظام قرض اور مدد کی بنیاد پر چل رہا ہے اس میں ترقی یافتہ ممالک کے اپنے اپنے مفادات اور راز ہیں۔

☆ جو بھی لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت حاصل نہیں کرتے اُن کی حقیقت کو سورہ المدثر کی آیت 49 میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ قرآن سے منہ موڑتے ہیں گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر کے ڈر سے بھاگتے جا رہے ہیں۔''

''پیروں کی حقیقت ؟ علم کی بنیاد پر''

☆ مصنف کا تعلق فطری طور پر سیّد پیروں کے خاندان سے ہے لیکن جب میں نے آنکھ کھولی تو اپنے والد صاحب کو ملازمت کرتے ہوئے دیکھا اس لیے مجھ پر وہ رنگ نہ چڑھ سکا جو کہ پیروں کے خاندان میں پیدا ہونے والے بچے پر چڑھتا ہے۔ میرے دادا، تایا اور دیگر نزدیکی رشتہ دار سب ملازمت پیشہ تھے لیکن برادری کے کچھ لوگ پیری مریدی بھی کرتے تھے۔

☆ پاکستان میں اندازاً 80 فیصد جعلی پیر اور 20 فیصد اصلی پیر پائے جاتے ہیں لیکن زیادہ جعلی پیر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ سب کچھ کم علمی اور دین کی دوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قرآن کا علم اور سمجھ حاصل کرنے سے یہ ساری غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ جس بھی ہدایت میں مفاد پرستی اور لالچ آجائے وہ ہدایت نہیں ہوتی بلکہ کاروبار ہوتا ہے جو کہ پاکستان کے اکثر پیر حضرات کرتے ہیں لیکن کچھ پیر حضرات اس قدر سچے اور مخلص بھی ہوتے ہیں کہ لوگوں سے رقم لینے کی بجائے خود لوگوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ہماری برادری میں سے ایک پیر فرزند حسین شاہ صاحب تھے جن کا سعودی عرب میں وسیع کاروبار تھا اُن کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے مریدوں پر اور اپنے ملنے والوں پر بے دریغ پیسہ خرچ کرتے تھے اور جو بھی شخص عمرہ یا حج کرنے جاتا تھا وہ اس کی بے لوث خدمت کیا کرتے تھے اس طرح اُنہوں نے پاکستان کے اعلیٰ عہدیدار لوگوں کو بھی اپنا مرید بنا لیا جس سے مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ جو بھی انسان نیک اعمال کرتا ہے اللہ اُس کو یقیناً اُس کا اجر دے گا۔ میرے تجربے میں کچھ اور بھی نیک پیر حضرات آئے ہیں جو بغیر کسی لالچ اور مفاد کے لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں اُن میں علامہ اقبال ٹاؤن کے شیخ ذوالفقار صاحب اور ملتان شہر کے پیر الطاف صاحب قابلِ ذکر ہیں۔

پیروں کے بھی کئی درجات ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑے پیر وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلمات یعنی فطرت کے قوانین کا علم حاصل کرتے ہیں اور پھر اس پر عمل کر کے ایسی ایجادات کرتے ہیں جس سے تمام دنیا کے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔

''وزیراعظم سے سوال ؟ موت کی سزا''

☆ میرے ایک مہربان دوست ڈاکٹر ہیں جو کافی عرصہ تک میو ہسپتال میں بطور سرجن اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے ہیں۔ایک دفعہ انہوں نے مجھے ایک ایسا واقعہ سنایا جس کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا کیونکہ وہ واقعہ میری زندگی اورعلم کا حصہ بن کر رہ گیا تھا۔

☆ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ الحمرا ہال نمبر 1 میں بہت بڑے جلسے کا اہتمام تھا کیونکہ پاکستان کے وزیر اعظم مہمانِ خصوصی تھے اس لیے حکومت کے اہم افسران اور انتظامیہ کی مکمل ٹیم موجود تھی۔ جلسے کے دوران اچانک ہال کے درمیان میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور اُس نے وزیراعظم سے شکوے اور شکایات کرنے شروع کر دیئے جو کہ کچھ سنجیدہ تھے۔

☆ جب سائل نے اپنی شکایات ختم کیں تو سٹیج پر موجود سادہ کپڑوں میں ملبوس کچھ خفیہ ایجنسیوں کے لوگوں نے سائل کو آگے آنے کا اشارہ کیا میں سمجھا کہ چلو اچھا ہوا کہ اس غریب کی آواز سنی گئی ہے۔اب تو اس کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔وہ شخص سٹیج پر تو نہ پہنچ سکا لیکن ہال سے غائب ہوگیا۔حسب معمول جلسے کی کاروائی ختم ہوئی اور وہ بات میرے دل و دماغ سے نکل گئی۔

☆ ڈاکٹر صاحب کا کہنا تھا کہ دوسرے دن میں حسب معمول اپنی مصروفیات میں مصروف ہوگیا۔تقریباً ایک ہفتے کے بعد مجھے اپنے کسی کام کی غرض سے اُس ڈیپارٹمنٹ میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں مُردہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔حسب عادت میں نے کچھ لاشوں کے چہروں سے کپڑا ہٹا کر اُن کے چہرے دیکھے تا کہ زندگی کی حقیقت کا کچھ پتہ چل سکے۔اُن لاشوں کے درمیان اچانک مجھے وہ چہرہ بھی نظر آیا جس نے الحمرا میں وزیراعظم سے سوال کیا تھا۔

☆ میرے دریافت کرنے پر میرے ساتھی ڈاکٹروں نے مجھے بتایا کہ پولیس والے اس کو لاوارث لاش کہہ کر چھوڑ گئے ہیں یہ سن کر میں حیرانگی پریشانی اور تجسس کے سمندر میں ڈبکیاں کھاتے کھاتے اپنے آفس آ گیا لیکن کئی روز تک یہ سوال میری سوچ بچار کا حصہ بنا رہا کہ

کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم سے سوال کرنے کا انجام موت بھی ہوسکتا ہے؟

''گوشت اور مزدور ؟ مصنف کا مشاہدہ''

☆ دنیا کے ہر انسان کا اپنا اپنا تجربہ، مشاہدہ اور احساس ہوتا ہے۔جس طرح کسی کے انگوٹھے کے نشانات کسی سے نہیں مل سکتے اُسی طرح ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ مکمل احساسات اور خیالات بھی نہیں مل سکتے !! یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک پر ہر ایک انسان کا اندازِ فکر الگ الگ ہوتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ میں سڑک پر سے جون کے مہینے میں گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک زیرِتعمیر گھر میں ایک مزدور اپنی کمر پر 32 اینٹیں اٹھائے دوسری منزل پر جاتا تھا اور پھر آتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ کام کرتے کرتے اُس کا پورا دن گزر جائے گا۔ جب میں نے اس مزدور کی ضروریاتِ زندگی پر سوچا تو میں مزید حیران اور پریشان ہوکر رہ گیا کیونکہ میں نے یورپ کے مزدوروں کی زندگی کو بھی بڑے غور سے دیکھا ہوا تھا اور خود بھی وہاں مزدوری کی تھی۔ اس لیے میں اچھی طرح جانتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ وہاں کے مزدوروں کو کون کون سی سہولیات میسر ہیں۔جب میں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان اور یورپ کے مزدوروں کا ہلکا سا موازنہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ دونوں مزدوروں کی زندگیوں میں بہت زیادہ فرق ہے کیونکہ ایک طرف حکمران انسانیت پرست ہیں اور دوسری طرف دولت پرست !..... جو کہ اسلام کا بھی دعوی کرتے ہیں!

☆ پاکستان کا مزدور تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ یورپ کا مزدور کیسے زندگی گزارتا ہے لیکن ہمارے حکمران جانتے ہیں کہ ہماری حکومت کا نظام اس قدر فرسودہ اور پرانا ہے کہ 32 اینٹیں اٹھا کر سارا دن مزدوری کرنے والا انسان اپنے گھر میں نصف کلو گوشت بھی نہیں پکا سکتا جب کہ ترقی یافتہ ممالک کا ایک مزدور پاکستان کے افسران سے بھی زیادہ آرام دہ، پرسکون اور اسلامی زندگی گزارتا ہے۔مثال کے طور پر یہاں کا بڑے سے بڑا افسر بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ خالص دودھ، خوراک اور ادویات استعمال کرتا ہے اور دیگر اعلیٰ معیار کی چیزوں کا استعمال کرنے کا تو سوچ بھی نہیں سکتا۔ترقی یافتہ ممالک کی ترقی ہی اُن کے حکمرانوں کا بڑا ہاتھ ہے..... مجھے پاکستان کے حکمران طبقے پر بڑا ہی افسوس ہے جو اکثر یورپ کے سرکاری اور غیر سرکاری دوروں پر تو جاتے رہتے ہیں لیکن وہاں کے حکمرانوں سے وہ باتیں نہیں سیکھتے جس کی وجہ سے انہوں نے ترقی کی ہے کیونکہ ہمارے حکمرانوں کی سوچ تو ذاتی مفادات سے آگے نہیں ہوتی حالانکہ قرآن پاک میں زندگی کی مکمل حقیقت کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اُس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو (علامہ اقبال)

''تعمیری اور تخریبی کام ؟ فطرت کا قانون''

☆ دنیا کے اکثر دانشوروں، مفکرین اور فلاسفروں کا خیال ہے کہ ہر تعمیری کام سے پہلے کسی تخریبی کام کا ہونا ضروری ہوتا ہے یعنی تعمیر سے پہلے تخریب ضروری ہوتی ہے۔ اگر تخریب نہ ہو تو تعمیر ہو ہی نہیں سکتی۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر مثبت کام کرنے سے پہلے منفی کام کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اور یہ وہ فلاسفی ہے جس کو خالق کائنات اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے خود بھی اختیار کیا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر جب اللہ تعالیٰ اپنی توحید کا اعلان کرتا ہے تو پہلے وہ ''لا'' کا اعلان کرتا ہے یعنی ہر چیز کی نفی کرتا ہے اور پھر الا اللہ کا اعلان کرتا ہے یعنی مثبت کا اعلان کرتا ہے۔ ہمارے کلمے کا جو پہلا حصہ ہے وہ توحید پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے حصے کا تعلق رسالت سے ہے۔ خیال رہے کہ اس دنیا میں جتنے بھی رسول آئے اُن سب کے کلمے کا پہلا حصہ ہمیشہ توحید پر ہوتا تھا جبکہ دوسرا حصہ رسالت پر مشتمل ہوتا تھا چند نبیوں اور رسولوں کے کلمات پیش کیے جارہے ہیں

	رسول علیہم السلام	توحید		رسالت
1	حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ	لا الہ الا اللہ	.....	آدم صفی اللہ
2	حضرت نوح علیہ السلام کا کلمہ	لا الہ الا اللہ	.....	نوح نبی اللہ
3	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ.....	لا الہ الا اللہ	.....	ابراہیم خلیل اللہ
4	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ	لا الہ الا اللہ	.....	موسیٰ کلیم اللہ
5	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ	لا الہ الا اللہ	.....	عیسیٰ روح اللہ
6	حضرت محمد ﷺ کا کلمہ	لا الہ الا اللہ	.....	محمد الرسول اللہ

☆ تمام کائنات اور دنیا کا نظام منفی اور مثبت قوانین کے تحت ہی چل رہا ہے جن کو ہم دوسری زبان میں Natural Fundamental Laws بھی کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان اور انسان کو اپنے اندر تخریبی اور تعمیری دونوں قسم کی صلاحیتیں رکھنی چاہئیں تب وہ کامیاب انسان بن سکتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان نماز پڑھتے پڑھتے اور نیک بنتے بنتے اس قدر نیک بن جائے کہ اپنے حقوق اور اپنے بچوں کے حقوق کا تحفظ بھی نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسلام کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی ایک آیات میں انسان کو لڑائی یعنی جنگ، جہاد اور قتل کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور بار بار دیا ہے لیکن یہ بھی صاف صاف انسان کو بتا دیا گیا ہے کہ وہ ناجائز کسی کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہرگز نہ کرے۔

''عالم کے گھر پیر ؟ ذاتی تجربہ''

☆ ایک دفعہ میں قرآن کے ایک عالم کے گھر بیٹھا ہوا تھا تا کہ تبادلہ خیال کے ذریعے اپنے علم کو بڑھا سکوں بات چیت کے دوران اچانک اُن کی بزرگ والدہ کمرے میں تشریف لے آئیں قرآن کے عالم نے میرا تعارف کراتے ہوئے اُنہیں بتایا کہ یہ فلاں علاقے کے پیر ہیں اُن کی والدہ ہمارے گاؤں اور بزرگوں کو جانتی تھی اس لیے اُنہوں نے فوراً مجھے پیر جی، پیر جی کہتے ہوئے میرا بہت عزت واحترام کیا جیسا کہ اکثر عام لوگ پیروں کا کرتے ہیں۔

☆ میں ان حالات میں بہت حیران ہوا اور اپنے دل ہی دل میں شرمندہ بھی ہوا اچانک میرے منہ سے مسکراتے ہوئے یہ جملہ نکل گیا کہ آپ کا بیٹا تو بذاتِ خود بہت بڑا پیر ہے میں تو کوئی پیر ویر نہیں ہوں لیکن بزرگ خاتون نے میری بات کا کوئی اثر نہ لیا جس سے مجھے ہنسی آ گئی اور اُن کا اپنا بیٹا جو پاکستان کے لحاظ سے قرآن کا ایک مستند عالم بھی ہے وہ مسکرانے لگا۔

☆ ذرا غور وفکر کرنے کے بعد میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا اور میرے دل سے یہ آواز آئی کہ اُس سے بڑا پیر اور کون ہوسکتا ہے جو قرآن کو سمجھتا ہو اور اس عظیم کتاب سے رہنمائی حاصل کرتا ہو اور پھر دوسروں کو یہ ہدایت دیتا بھی ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ اُسی قدر انسان بڑا پیر ہوتا ہے جس قدر اُس کے پاس قرآن کا علم اور عمل ہوتا ہے کیونکہ جدید زمانے کی تمام ترقی بائیبل اور قرآن کے علوم پر عمل کرنے سے ہی ہوئی ہے لیکن یہ حقیقت ہر انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ لیکن اگر کوئی سمجھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ توحید اور قرآن مجید پر غور وفکر کرے اور پھر اپنے دل و دماغ سے خود اپنا فیصلہ آپ کرے۔

دولت سے تو صرف انسان کے جسم کی پرورش ہوتی ہے

جبکہ

علم اور کتاب سے انسان کے جسم اور روح دونوں کی پرورش ہوتی ہے

مصنف

''پاکستان کے افسران ؟ تکبر کے پہاڑ''

☆ **پاکستان** کے افسران میں سے بہت ہی کم ایسے افسران ہوں گے جن کو قرآن پر غور وفکر کرنے کا شوق ہو کیونکہ جس معاشرے میں 18 اور 19 ویں گریڈ کے افسران کو اپنے بنیادی حقوق کے لیے جائز اور ناجائز بھاگ دوڑ کرنی پڑے وہاں کے عام افسران قرآن پر اپنی کیا توجہ دیں گے۔

کرنل عابد حسین عابد ایک ایسے افسر تھے جو قرآن پاک پر بہت زیادہ توجہ دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے اُن کی ذات کیف وسرور کی اُس لذت سے آشنا ہو چکی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے بھی تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے جو قرآن پر غور وفکر کرتے تھے اس سلسلے میں میری بھی اُن سے بات چیت ہوتی رہتی تھی۔

☆ **ایک** دن تحریک رحمت کی میٹنگ کے بعد میں نے اُن سے سوال کیا کہ کرنل صاحب انسانوں کا تو تزکیہ ہوتا ہے کیا کپڑے، لوہے اور لکڑی کا بھی تزکیہ ہوتا ہے؟ فوراً بولے ہاں ہوتا ہے! اُن کا یہ جواب سن کر دیگر حضرات حیران اور پریشان ہو گئے اور کہنے لگے وہ کیسے؟

☆ **اس** پر کرنل صاحب نے اُن لوگوں کو جواب دیا کہ آپ آفس میں صبح کے وقت آیا کریں تو پھر میں آپ کو یہ بات سمجھا سکتا ہوں کیونکہ یہ خاص بات ہے جیسا کہ پنجابی کے عظیم مفکر میاں محمد بخش کا خیال ہے کہ خاص بات کو عام لوگوں کے سامنے نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی ایسا کرے گا تو پھر وہ ایسے ہی ہے جیسے میٹھی کھیر کی ڈش کتوں کے سامنے رکھ دی جائے اور کہا جائے! کہ بس کھاؤ پیو اور جان بناؤ۔

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے اُن غریب ممالک میں بھی جہاں کے حکمران اپنے شہریوں کو بنیادی حقوق کی سہولیات نہیں دے سکتے وہاں کی عوام اور افسران کو روٹی، کپڑا اور مکان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ پاکستان کے اکثر افسران بھی اس بھاگ دوڑ میں زندگی گزارتے گزارتے ریٹائر ہو جاتے ہیں اور دو بنگلے اور دو کاریں لے کر خوش ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ اسلام دنیا کا ایک عظیم دین ہے
جبکہ علم وحکمت کے لحاظ سے مسلمان ایک کمزور ترین انسان ہے۔

''قرآن کا نورانی علم ؟ ایک زبردست طاقت''

☆ قرآن پاک میں بے شمار قدرتیں اور طاقتیں پوشیدہ ہیں لیکن اُن سے وہی انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کے پاس اس کتاب کا علم، عمل اور بصیرت کی طاقت ہوتی ہے جتنا کوئی اس کتاب پر محنت کرتا ہے اُتنا ہی وہ اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے لیکن بعض لوگ اس قدر زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں کہ دوسرے دیکھنے والے انسان حیران اور پریشان رہ جاتے ہیں۔ ایسے ہی انسانوں میں میرے ایک دوست ملک اعجاز انور مرحوم تھے جو انگلش میڈیم کے تعلیم یافتہ ایک کامیابی بزنس مین تھے۔

☆ انہوں نے بڑی تیز رفتار زندگی گزاری اور کاروبار سے کروڑوں روپیہ کمانے کے بعد جب دنیا سے بے زار ہوگئے تو پھر انہوں نے حق کی تلاش میں مختلف علمائے دین کا سہارا لینا شروع کر دیا لیکن کوئی عالم اُن کو مطمئن نہ کر سکا آخر کار اُن کی ملاقات قاضی کفایت اللہ صاحب سے ہوئی تو قاضی صاحب کے علم اور عقلی دلائل سے متاثر ہوکر انہوں نے اُن کی شاگردی اختیار کر لی۔ اس طرح وہ اس قدر پرسکون اور خود اعتمادی میں آ گئے کہ کالے علم کے ماہرین اور جنوں کو ذرہ بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ ایک دفعہ وہ لاہور ڈیفنس میں جنوں والی کوٹھی خریدنے پہنچ گئے کیونکہ وہ جنوں والی کوٹھی کو خریدنا چاہتے تھے۔

☆ مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی کالے علم کا ماہر یا بڑے سے بڑا عامل آپ کے جاننے والا ہو تو اُس کو میرے پاس لائیں اور کہیں کہ میرا کوئی نقصان کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو میں اُس کو دو کروڑ روپے کی رقم اور اپنے چاروں بچے دینے کو تیار ہوں اسی مقابلے کے شوق میں کئی مرتبہ انہوں نے اخباروں کے اشتہارات کے ذریعے عاملوں کو فون بھی کیے اور اُن کو چیلنج بھی کیا لیکن کوئی بھی کالے علم کا ماہر یا جنوں کا ماہر اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ ہوا کیونکہ اُن کو اپنے قرآن کے اُس علم پر بہت زیادہ اعتماد تھا جس کو انہوں نے قاضی صاحب سے حاصل کیا ہوا تھا۔

☆ ایک دن باتوں کے دوران میں نے ملک صاحب سے سوال کیا آخر آپ کے پاس کونسی ایسی طاقت ہے کہ آپ بڑے بڑے عاملوں اور جادوگروں کو چیلنج کر دیتے ہیں تو وہ مسکراتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ میرے قلب یعنی دل و دماغ میں قرآن کا وہ نورانی علم اتر گیا ہے کہ جس کے سامنے کوئی کالے علم کا ماہر اور جادوگر ہرگز نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نورانی علم کو میرے شعور اور تحت الشعور میں اس قدر موجزن کر دیا ہے کہ جس کی وجہ سے

میں جنوں وغیرہ کچھ بھی نہیں سمجھتا کیونکہ جب انسان توحید پرست بن جاتا ہے تو پھر وہ زندگی اور موت سے بے نیاز ہوجاتا ہے اُن کی خود اعتمادی اور ایمان کی طاقت کو دیکھ کر میں بھی حیران ہوجایا کرتا تھا کیونکہ اس سے پہلے میں نے ایسی قدرت اور طاقت صرف حافظ منظور احمد صاحب مرحوم خطیب جامع مسجد صدر بازار لاہور میں ہی دیکھی تھی۔

☆ علامہ اقبال نے سچ کہا ہے کہ اللہ کی محبت اور فرمانبرداری میں انسان میں جو بھی نور یعنی ہدایت، طاقت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ ایک پوشیدہ راز ہوتی ہے جس کو انسان نہیں سمجھ سکتا کیونکہ انسان کی عقل محدود ہے۔ ایمان کی طاقت ایک ممولے کو بھی وہ طاقت دے سکتی ہے کہ وہ شہباز سے بھی لڑتے ہوئے مسکراتا ہے اور اسی کشمکش میں اپنی جان دے دیتا ہے۔ ان ہی حقائق کو ایک مفکر نے اس طرح بیان کر یا ہے کہ

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

.....

توحید کی شراب وہ لوگ پیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب پر
غور وفکر اور عمل کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں ایسی
مافوق الفطرت خصوصیات پیدا ہوجاتی ہیں
کہ
عام لوگ حیران اور پریشان ہوکر رہ جاتے ہیں۔

.....

دیکھا جو تیر کھا کر، کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے، ملاقات ہوگئی

''پاکستان میں قانون ؟ صرف غریبوں کے لیے''

☆ پاکستان میں قانون صرف اور صرف غریب لوگوں کے لیے ہے جو جس قدر غریب ہوگا اُسی قدر اُس کے لیے سخت قانون ہوگا۔ اس کے برعکس حکمرانوں اور امیر طبقے کے لیے کوئی بھی قانون نہیں ہے۔ چاہے وہ چوری کریں، ڈاکہ ڈالیں یا فراڈ کریں، یا کسی کو قتل کر دیں کیونکہ پولیس، عدالت اور جیل میں ہر چھوٹا اور بڑا کام روپے پیسے کی بنیاد پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے پورا معاشرہ مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر مسلسل تباہی کی طرف جا رہا ہے اور یہ کوئی نیا سلسلہ نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ 50، 60 سال سے آ رہا ہے اور دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے اور کسی انسان اور حکمران کو اس ظلم کا ذرہ بھی احساس نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھ ہی ایسی بیمار اور مفلوج معاشرے میں کھولی ہے جس میں برائی کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ ہائی کورٹ رولنگ ہے کہ پاکستان میں غریب ہونا اتنا بڑا جرم ہے جیسے 302 کا جرم یعنی قتل کا جرم ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ کے بے شمار ایسے ریمارکس ہیں جس کو جمع کرنے سے پاکستان کا اصل چہرہ سامنے آجاتا ہے۔

☆ کسی معاشرے کے لیے عدل و انصاف کس قدر ضروری ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں میں بار بار کیا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اپنے اپنے معاشرے میں عدل و انصاف پر پوری پوری توجہ دیتے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے ترقی کی ہے اور مسلسل کرتے جا رہے ہیں۔ خیال رہے کہ جس طرح سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی تمام دنیا پر یکساں اثرات ڈالتی ہے اُس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکامات یکساں اثرات ڈالتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین سورج کے قوانین سے بہت زیادہ طاقت ور اور مؤثر ہوتے ہیں۔

☆ لیکن افسوس صد افسوس! ہم اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب قرآن پاک کو ذرا بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے جبکہ علماء کی کتابوں اور نصاب کی کتابوں کو بڑے ذوق اور شوق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اُن ہی کے مطابق زندگی بسر کرتے کرتے قبروں میں چلے جاتے ہیں۔ دنیا کے جس بھی معاشرے اور ملک میں غریب اور امیر کے لیے ایک قانون نہیں ہوتا اور قوانین کی خرید و فروخت اس قدر ہوتی ہو کہ اُس میں حکومت کے افسران بھی شامل ہوں تو ایسے معاشرے اور ملک تباہی اور بربادی کے راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔

یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ کسی معاشرے اور ملک کی ترقی میں وہاں کے قوانین کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے ہر انسان اور ہر ملک پر فطری قوانین کے براہِ راست ایسے اثرات پڑتے ہیں اور اسی پر ہر ملک کی ترقی اور زوال کا انحصار ہوتا ہے۔

''کڑوا سچ ؟ ناپسندیدہ رویہ''

☆ لامحدود کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے کہ ''سچ بولو''

تمام ترقی یافتہ ممالک نے صرف اسی وجہ سے ترقی کی ہے کہ وہاں پر اوسطاً زیادہ سچ بولا جاتا ہے جب کہ دنیا کے غریب ممالک میں جھوٹ بولنے کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے وہ غریب ہوتے ہوتے غربت کی لائن سے بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ایسے ممالک میں زیادہ تر ایشیا اور افریقہ کے ممالک شامل ہیں۔

☆ پاکستان کا شمار بھی ایسے ہی ممالک میں ہوتا ہے جہاں پر کم علمی اور مفاد پرستی کی بنیاد پر اتنا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ اس کو پہچاننا بہت مشکل ہوجاتا ہے کیونکہ کم علمی اور مفاد پرستی کی وجہ سے جب جھوٹ لاشعور کا حصہ بنتا ہے تو پھر وہ جھوٹ اُس انسان اور قوم کا سچ بن جایا کرتا ہے اور ایسے جھوٹ کی شرح بھی کافی زیادہ ہوتی ہے۔

☆ جھوٹ کے ماحول میں سچ بولنا کافی مشکل اور ناممکن ہوکر رہ جاتا ہے۔ان حالات میں بہت ہی دلیر قسم کے بیوروکریٹس اپنے ضمیر کی آواز کو بلند کرکے اللہ تعالیٰ کے قانون کی پیروی کرتے ہیں۔

☆ پاکستان کے دلیر اور باضمیر افسران میں سے ایک نام بریگیڈیئر محمد اسلم گھمن کا بھی ہے جو ڈی آئی جی اینٹی کرپشن کے علاوہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں اُن کو اپنی فطرت اور پیشہ وارانہ ماحول کی وجہ سے سچ بولنے کی عادت ہے۔اپنی اس عادت کو انہوں نے اپنی کتاب ''ہاں یہ سچ ہے'' کے ذریعے بیان کیا ہے۔انہوں نے اپنے علم، تجربات اور مشاہدات کے ذریعے ایسے ایسے پوشیدہ حقائق کو بیان کیا ہے جس پر عام انسان کی نظر نہیں پڑسکتی۔یہاں پر میں اُن کی کچھ تحریر پیش کررہا ہوں تاکہ عام لوگوں کو بھی پاکستان کی معاشرتی اور سیاسی حالات کا کچھ علم ہوسکے:

☆ ''ہم اپنے معاشرے اور پاکستان کی تمام برائیوں، بداخلاقیوں، بے راہ رویوں اور بے حسی کے خالق اور ذمہ دار ہم خود ہیں۔قطار میں کھڑا ہونا ہم اپنی شان کے خلاف اور ہتک سمجھتے ہیں۔وقت پر بل ادا نہ کرنا اور آخری دن رش میں اُلجھ جانا اور رشوت دے کر جلدی کام کروانا ہمارے لیے مشکل نہیں۔چھوٹی چھوٹی بُرائیاں اور بد دیانتی ہمارے لیے کوئی بُرا کام نہیں۔اپنے پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس میں 1000 کا نوٹ رکھ کر نذرانہ پیش کرتے ہیں۔سگنل توڑ کر لال نوٹ کی سگریٹ بنا کر کانسٹیبل کی جیب میں ڈالنا ہمارا فن ہے۔

☆ قانون ہمارے تھانوں، کچہریوں، پٹوار خانوں اور سیاسی ایوانوں میں مذاق ہے۔میں نے خود مشاہدہ کیا اور لوگوں کی مجبوریوں سُن کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔لوگ حب الوطنی کے جذبے کے تحت بیرونی ملکوں میں محنت کی کمائی

سے ایک ایک پیسہ جمع کر کے اپنے ملک میں سرمایہ کاری کرتے ہیں تا کہ ملک خوشحال ہو اور لوگوں کو روزگار ملے۔ لیکن ہمارے چند سیاست دان ایسے سچے پاکستانی کی مدد کی بجائے اُس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اس پر پولیس کا خود ساختہ دباؤ اور جھوٹے پرچوں کی آڑ میں اس سے مال بٹورنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور پھر یہی حرام کا پیسہ لگا کر الیکشن جیتتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ایسے نمائندوں سے آپ کس طرح ملک کی بھلائی اور ترقی کی توقع کر سکتے ہیں۔

☆ موجودہ حالات میں ملک کی اکثریت کو انصاف تک رسائی نہیں ہے۔ لوگ تھانے اور عدالت میں جانے سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ اس میں سیاسی اور حکمران ٹولے کی مداخلت اتنی زیادہ ہے کہ وہاں پرچہ (FIR) صرف ایم این اے یا ایم پی اے کے کہنے پر ہی درج ہوتا ہے۔ پاکستان میں جب تک مقتول کی جائیداد بک نہیں جاتی اُس وقت تک انصاف نہیں حاصل ہوتا بلکہ اکثر لوگ اس تگ و دو میں اس دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔''۔۔۔۔

☆ مختصر بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا حالات اور واقعات کے اندر ہم جتنی بھی دعائیں کریں گے وہ قبول نہیں ہوسکتیں کیونکہ ہر معاشرے اور ہر ملک کا نظام اللہ تعالیٰ کے کلمات، احکامات اور قوانین یعنی قوانین فطرت کے مطابق چلتا ہے اور ہمیشہ چلتا رہے گا.....دنیا میں بے شمار سچ ایسے ہیں جو انسان کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں ان کو ہم فطرت کے قوانین بھی کہہ سکتے ہیں۔ گذشتہ 100 سالوں میں انسان نے اللہ تعالیٰ کی انہی سچائیوں کو اپنی محنت اور تحقیق سے تلاش کیا ہے اور پھر اُس پر عمل کر کے اس قدر ترقی کی ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے لوگ حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں۔

☆ ترقی یافتہ ممالک نے مختلف علوم کے لئے تحقیقی ادارے اور لیبارٹریز بنا رکھی ہیں جن کی بنیاد پر تمام جدید ترقی ہو رہی ہے اور پوری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے جب کہ غریب ممالک میں بنیادی حقوق کی خرید و فروخت کے بارے میں اس قدر کشمکش اور ظلم کا بازار گرم ہے کہ کوئی بیوروکریٹ اور افسر سچ بولنے کو بھی تیار نہیں۔ جو لوگ بریگیڈیئر اسلم گھمن کی طرح سچ بولتے ہیں اُن کی تعداد بہت ہی کم ہے یعنی آٹے میں نمک کے برابر ہے لیکن ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اُن کے لیے بہترین اجر مقرر کر رکھا ہے اور وعداً مسئولا بھی تحریر کر دیا ہے کہ

''اگر میں اپنے وعدے کو پورا نہ کروں تو مجھ سے بھی سوال کر سکتے ہو''۔

''کسی کو معاف کر کے اچھے ضرور بنو لیکن اس پر دوبارہ اعتبار کر کے مزید بے وقوف مت بنو۔''

ایک دانشور کا قول

''VIP کباڑ خانہ ؟ اندرونی حقائق''

☆ پاکستان کے ایک سینئر بیوروکریٹ جمیل بھٹی صاحب ہیں انہوں نے ''VIP کباڑ خانہ'' کے نام سے ایک ایسی کتاب لکھی ہے جس میں ہمارے ملک کی بیوروکریسی نظام کا حقیقی چہرہ نظر آجاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھٹی صاحب نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی سروس کے دوران حاصل ہونے والے تمام تجربات اور مشاہدات کو نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ سادہ الفاظ میں بیان کیا ہے اور عوام پر اپنے علم کا رعب ڈالنے کے لئے مشکل الفاظ کو استعمال نہیں کیا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اُن کی کتاب سے مستفید ہوسکیں۔ میں یہاں پر مندرجہ بالا کتاب کا ایک پیراگراف پیش کر رہا ہوں:

☆ ''ہمارا معاشرہ اور ملک VIP اور V. VIP لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔ معاشی، معاشرتی، سیاسی، کاروباری، مذہبی پیشوا، تاجر، اعلیٰ عہدیدار، سفارت کار، زمیندار، جاگیردار، حرام کار اور بہت سے دوسرے طبقوں سے اتنے طاقت ور لیڈر وجود میں آگئے ہیں کہ سارا معاشرہ وی۔ آئی۔ پی لوگوں سے بھر گیا ہے۔ لیکن اتنیوی آئی پی ہونے کی وجہ سے عوام بالکل نظروں سے اوجھل ہوگئے ہیں۔ ان کے حقوق وفرائض قصۂ پارینہ بنتی جارہی ہے۔ پورا ملک اور اس کے وسائل ان وی۔ آئی۔ پی حضرات کی شکم پروری پر لگے ہیں اور ان کے اللّے تللّے ہیں کہ بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں۔ ان کی فضول خرچیاں دیکھ کر عوام اپنے مسائل بھول گئے ہیں۔ قانون و احساسات اور اخلاقیات کی بالا دستی کے بجائے ان کی عیاشیوں کی بالا دستی اتنی شدت سے لاگو ہورہی ہے کہ اس نے یکسر مذہبی، قانونی، معاشرتی اور معاشی اخلاقیات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اب بنیادی ضروریات زندگی کے ہر پہلو کے اہم عناصر معاشیات اور دکھاوا بن چکے ہیں چنانچہ زمینوں کی خاطر سگے رشتوں کا بے دردی سے قتل، رزق دینے والے اداروں سے نفرت، اخلاقی درس دینے والوں سے دوری، تعلیم دینے والوں سے بے اعتنائی، قانون کے محافظوں سے مقابلہ نئی معاشرتی و اخلاقی اقدار بن کر ابھر آئی ہیں۔ ان تمام کا احاطہ کئے ہوئے سیاسی نظام ایک ایسے جوہڑ کی صورت اختیار کر گیا ہے جو چند شفاف قطروں کو بھی ترس رہا ہے۔''

جن لوگوں نے تعصب کی بیماری سے پاک ہوکر دنیا کے دیگر ممالک کے IP V لوگوں کا جائزہ لیا ہے وہ یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری سیاست اور ہمارا نظام مکمل طور پر ایسا کباڑ خانہ بن چکا ہے جس میں انسانیت کا نام ونشان ہی نہیں ہے جبکہ دنیا کے تمام ممالک نے اللہ تعالیٰ کے قوانین اور انسانیت کی بنیاد پر ہی ترقی کی ہے۔

”پاکستان میں قرض ؟ صرف امیروں کے لیے“

☆ ویسے تو پاکستان میں کئی قسم کے ظلم وستم ہوتے ہیں لیکن قرض کے لین دین میں بھی ظلم کیا جاتا ہے جن کا انکشاف کرنا اور اُن کو بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ جب بیمار اور مفلوج معاشروں میں بیماریاں شعور اور لاشعور کا حصہ بن جاتی ہیں تو پھر وہ شخصیت کا حصہ بن جایا کرتی ہیں۔

☆ لیکن حیران کرنے والا ظلم یہ ہے کہ پاکستان جیسے غریب ملک میں حکمران طبقہ اربوں کا قرض لے کر معاف کروالیتا ہے اور معاف کرنے والا بھی حکمرانوں کا ملازم ہوتا ہے اور کسی ملازم کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اپنے حکمرانوں کے سامنے کسی حقیقت کو بیان کرے یہاں تک کہ اکیسویں اور بائیسویں گریڈ کے افسران بھی حکمرانوں کے سامنے اپنی زبان نہیں کھولتے کیونکہ آئین میں اُن کو کوئی بھی تحفظ نہیں ہوتا۔

☆ اس کے برعکس اگر کوئی غریب شہری اپنا گھر بنانے کے لیے 5 یا 10 لاکھ کا قرض لیتا ہے تو اُس کو لازمی واپس دینا پڑتا ہے ورنہ اُس کو پولیس اور عدالتوں کی کارروائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہاں بھی پیسے کے لین دین کے بعد ہی انصاف کا سودا کیا جاتا ہے۔

☆ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جن لوگوں کو 2 یا 4 ہزار کا جرمانہ کسی جرم میں ہوجاتا ہے اگر وہ رقم نہ ادا کرے تو اُن کو جیل جانا پڑتا ہے اور غیر معینہ مدت جیل میں رہنا پڑتا ہے۔ایک مرتبہ میرے ایک دوست میاں مشتاق نے 30 ہزار روپے خرچ کرکے 20 قیدیوں کو فی سبیل اللہ رہائی دلوائی تھی کیونکہ وہ قرآن کے محقق تھے اور اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے کہ موت کے بعد کی زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت زیادہ بہتر اور ہمیشہ کے لیے ہے۔

☆ لیکن افسوس کہ کم علمی اور جہالت کی وجہ سے اکثر لوگ قرآن عظیم کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ دنیا کے جو بھی حکمران کرپشن اور قرض کے ذریعے اربوں روپے حاصل کرتے ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں عوام کے وہ حقوق ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چاروں کتابوں اور رسولوں کے ذریعے بار بار بیان کیا ہے اور مختلف انداز میں بیان کیا ہے لیکن پھر بھی اُن پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔اگر ہم دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کا جائزہ لیں تو پھر ہمیں معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنی عوام کو بنیادی حقوق کی مفت سہولیات دے کر ایک اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

تاریخ کا فائدہ

ہر انسان اور ہر قوم کو

اپنی اپنی تاریخ سے

سبق سیکھنا چاہیے

اور جو کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا

اس کا شمار جانوروں میں ہوگا

کیونکہ جانور اپنی تاریخ سے سبق حاصل نہیں کیا کرتے۔

''پاکستان کا ٹھیکہ ؟ تحقیق کا فیصلہ''

☆ 1973 میں ڈنمارک جانے کے بعد جب میں 1976 میں واپس آیا تو میرے اکثر دوست مجھ سے یورپ کے متعلق مختلف سوالات پوچھا کرتے تھے۔ ایک دن میں چند دوستوں کے ساتھ تبادلہ خیال کر رہا تھا کہ اچانک میرے ایک دوست خواجہ نذیر احمد نے مجھ سے ایک مشکل سوال کر دیا کہ اگر یورپ کے ممالک ترقی یافتہ ہیں تو پھر ہمیں ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہونے کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ یہ سوال سن کر پہلے میں نے پاکستان کی 29 سالہ تاریخ کا حلقہ سا جائزہ لیا اور پھر کہا کہ دو ہی طریقوں سے ہمارا ملک ترقی یافتہ ملک بن سکتا ہے ایک تو یہ ہے کہ پاکستان کا کسی بھی ترقی یافتہ ملک یا مسلمان ملک کو ٹھیکہ دے دیا جائے۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک سے کچھ مشیران یعنی Consultants منگوائے جائیں اور اُن کے مشوروں سے پاکستانی کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی پالیسیاں بنائی جائیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشورے کا حکم دیا ہے .....لیکن خیال رہے کہ ہمارے سیاستدان اور جاگیردار اس حقیقت اور مشورے کو کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے کم علم عوام کو کافی عرصہ سے بے وقوف بنایا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ مسلسل کرپشن کر رہے ہیں اور کئی سالوں سے اپنی دولت یورپ کے بینکوں میں ڈالتے جا رہے ہیں۔..... 2018 میں جب میں نے امریکہ میں اپنے ایک پرانے دوستوں منیر لودھی اور خواجہ نذیر احمد سے تبادلہ خیال کیا تو انھوں نے کہا کہ شاہ جی! آپ نے چالیس سال پہلے مذاق کے طور پر جو بات کی تھی اس کی تصدیق جسٹس عظمت سعید کھوسہ کے اس بیان سے ہوگئی ہے کہ ''پاکستان کا نظام اس قدر کمزور ہو چکا ہے کہ اس کا ٹھیکہ کسی دوسرے ملک کو دے دینا چاہیے۔'' جب جسٹس صاحب کا بیان اخبار میں آیا تو اُن کے اسی بیان نے مجھے اپنے ماضی کی بصیرت کا فیصلہ تحریر کرنے پر مجبور کر دیا۔ اسی خیال کو علامہ اقبال کی بصیرت نے آج سے تقریباً 90 سال پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ

جس کھیت سے دہقاں کو، میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم، کو جلادو

☆ اگر کسی شخص کو میری مندرجہ بالا تحریر سے اختلاف ہو تو وہ سینئر بیوروکریٹس حسین احمد شیرازی کی کتاب ''بابونگر'' یا جمیل احمد بھٹی کی کتاب ''وی آئی پی کباڑ خانہ'' یا بریگیڈیئر اسلم گھمن کی کتاب ''ہاں یہ سچ ہے'' کو پڑھ کر دیکھ لیں اور پھر اپنی بصیرت سے فیصلہ کریں کہ ہمارے حکمران ملک کو کس طرف لے کر جا رہے ہیں۔

''قرض اتارو اور ملک سنوارو ؟ حکمرانوں کی مفاد پرستی''

☆ ایک دفعہ پاکستان کی حکومت نے یہ سکیم چلائی تھی کہ تمام عوام کو مل کر پاکستان کا قرض اتارنا چاہیے اس میں بڑے بڑے کاروباری لوگوں نے اور عوام نے مل کر حصہ لیا تھا تاکہ کسی نہ کسی طرح پاکستان کو غیر ملکی قرضوں سے نجات حاصل ہوجائے لیکن افسوس کہ پاکستان کے قرضہ جات اترنے کی بجائے مزید تیزی سے چڑھنے لگے۔

☆ ایک سینئر صحافی قاضی منشا نے مجھے بتایا کہ ایک دن تمام صحافی برادری کو یہ اطلاع ملی کہ حبیب بینک ایل ڈی اے پلازہ میں حکومت پاکستان کی اہم شخصیات نے ''قرض اتاراور ملک سنوارو'' کی سکیم میں کچھ رقم دینی ہے لہٰذا دوسرے صحافیوں کے ساتھ میں بھی اُس بینک میں پہنچ گیا۔

☆ تھوڑی دیر کے بعد کوئی وی آئی پی (VIP) قسم کے لوگ بینک میں داخل ہوئے اور سیدھے بینک منیجر کے کمرے میں چلے گئے ۔تقریباً20 منٹ کے بعد وہ حضرات بینک کے ہال میں آئے اور انہوں نے ہمارے سامنے ایک کروڑ روپیہ ''قرض اتارو ملک سنوارو'' سکیم میں جمع کروا دیا اور ساتھ ہی پاکستان کے لئے ہمدردی ،خلوص اور محب الوطنی کے بیانات بھی دے دیئے۔

☆ جب وہ مخصوص لوگ یعنی VIP لوگ پاکستان سے ہمدردی اور اپنی سخاوت کا مظاہرہ کر کے چلے گئے تو ہمیں بینک والوں نے بتایا کہ یہ جو حکمرانوں کے سخی کارندے آئے تھے انہوں نے اپنے اثر ورسوخ سے دو کروڑ کا قرض منظور کروا رکھا تھا اب انہوں نے اپنی قرض کی رقم دو کروڑ کو حاصل کیا ہے ایک کروڑ تو انہوں نے ''قرض اتارو ملک سنوارو'' سکیم میں جمع کروایا ہے اور دوسرے کروڑ کو اپنے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیا ہے لیکن اس حقیقت کو کوئی بھی صحافی اپنی رپورٹ میں تحریر نہ کرسکا کیونکہ اربابِ اختیار کے سامنے سچ بولنا آسان نہیں ہوتا۔

اب یہ فیصلہ آپ اخبار والے کریں یا عوام کریں کہ یہ سخاوت ہے ۔عیاری ہے۔ مکاری ہے۔ چالاکی ہے ۔ منافقت ہے یا بڑے لوگوں کی سیاست اور محب الوطنی ؟

.....

غم باعثِ عروج بھی اور باعثِ زوال بھی

واصف علی واصفؒ

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں!!

☆ جو بھی انسان یا ملک اپنی تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتا اُس کی حیثیت ایک جانور کی مانند ہوتی ہے کیونکہ جانور بھی اپنی تاریخ سے سبق حاصل نہیں کیا کرتے ۔ یہ حقیقت ہے کہ فکر یعنی سوچ ہی کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے انسان سے بار بار پوچھا گیا ہے کہ افلا تفکرون اور افلا تدبرون یعنی تم سوچتے اور غور وفکر کیوں نہیں کرتے ؟

☆ علامہ اقبال نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا اُس پاکستان کا جو ہم نے حال کیا ہے اور مسلسل کر رہے ہیں اُس پر آپ کو ذرا غور وفکر کرنے کی دعوت دی جاتی ہے ۔

دہقان تو مر کھپ گیا، اب کس کو جگاؤں — ملتا ہے کہاں، خوشۂ گندم کہ جلاؤں
شاہیں کا ہے، گنبدِ شاہی پہ بسیرا — کنجشک فرومایہ کو ، اب کس سے لڑاؤں
اقبال میرے دیس کا، کیا حال سناؤں

مرمر کی سلوں سے، کوئی بے زار نہیں — رہنے کو حرم میں، کوئی تیار نہیں ہے
کہنے کو ہر اک شخص، مسلمان ہے لیکن — دیکھو تو کہیں نام کو، کردار نہیں ہے
اقبال میرے دیس کا، کیا حال سناؤں

بیباکی وحق گوئی، سے گھبراتا ہے مومن — مکاری و روباہی پہ، اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں، کوتاہی کا ڈر ہو — وہ رزق بڑے شوق سے، اب کھاتا ہے مومن
اقبال میرے دیس کا، کیا حال سناؤں

دیکھو تو ذرا محلوں کے، پردوں کو اٹھا کر — شمشیر و سناں رکھی ہیں، طاقوں پہ سجا کر
آتے ہیں نظر، مسند شاہی پہ رنگیلے — تقدیرِ امم سوگئی، طاؤس پہ آکر
اقبال میرے دیس کا، کیا حال سناؤں

مکاری و عیاری و غداری و ہیجان — اب بنتا ہے، ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اسے کہنا تو، بڑی بات ہے یارو! — اس نے تو کبھی کھول کے، دیکھا نہیں قرآن
اقبال میرے دیس کا، کیا حال سناؤں

کردار کا گفتار، اعمال کا مومن — قائل نہیں یہ ایسے کسی، جنجال کا مومن
سرحد کا ہے مومن کوئی، بنگال کا مومن — ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں، قرآن کا مومن
اقبال میرے دیس کا، کیا حال سناؤں

''اللہ سے تجارت ؟ عظیم انسانوں کی سوچ''

☆ تجارت ایک بہت بڑا پیشہ ہے جو کہ ازل سے آرہا ہے۔ اکثر رسولوں نے یہی پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ آج کل بھی دنیا میں کافی لوگ تجارت کرتے ہیں اور یہ تجارت لوگوں کے درمیان اور مختلف ممالک کے درمیان ہوتی ہے۔ لیکن اس دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی بصیرت کی وجہ سے دنیا کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی تجارت کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے عظیم ترین لوگ ہوتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سورۃ توبہ کی آیت نمبر 111 میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

☆ ''یقینا اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر وہ قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہی وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں کیا گیا ہے۔ دنیا میں کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو۔ پس تمہارے لیے خوش خبری ہے اور تم خوشیاں مناؤ اس پر کہ تم نے جو اللہ تعالیٰ سے یہ تجارت یعنی سودا کیا ہے اور یہی ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔''

☆ دنیا کے جو بھی لوگ نیک کام کرتے ہیں یعنی ایسے کام جس سے انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر دوسروں کا فائدہ ہو جیسا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا، ہسپتال قائم کرنا، سکول قائم کرنا، کتاب لکھنا، قرض دینا اور کسی مجبور انسان کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ ایسے بے شمار کام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ایسے لوگ مجھ سے تجارت کر رہے ہیں اور میرے ساتھ تجارت کرنا یعنی تجارۃ لن تبور یعنی ایسی تجارت جس میں خسارہ ہو ہی نہ سکتا ہو۔

☆ یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرنے سے کسی کو بھی ہرگز نقصان نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن عظیم میں بے شمار مقامات پر کامیابی کی گارنٹی دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وعدے بھی کیے گئے ہیں تاکہ یہ انسان ہوش کے ناخن لے کر اپنی زندگی کو کامیاب سے کامیاب تر بنائیں۔ مختلف لوگوں کے بے شمار تجربات اور مشاہدات کے ذریعے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین پر چلنے والے انسان اور ممالک دنیا میں کمال کی طرف جاتے ہیں جب کہ مخالفت کرنے والے ہمیشہ زوال کا شکار ہوتے ہیں۔

''پاکستان میں پراپرٹی ؟ الاٹمنٹ کا طریقہ کار''

☆ پاکستان میں پراپرٹی کے بارے میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کو سن کر ترقی یافتہ ممالک کے لوگ حیران اور پریشان ہوجاتے ہیں کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے؟..... 1964 کا واقعہ ہے ہمارے ایک کرائے دار صوفی صاحب نے مجھے بتایا کہ پاکستان میں صرف عام لوگ اور درمیانہ طبقے کے لوگ پراپرٹی خریدتے ہیں جبکہ حکمران طبقہ اور با اثر لوگ پراپرٹی ہرگز نہیں خریدتے بلکہ وہ پراپرٹی کی الاٹمنٹ کرواتے ہیں۔ یہ سن کر میں سخت حیران ہوگیا کیونکہ مجھے یقین نہ آیا لیکن میں نے صوفی صاحب کو کوئی جواب نہ دیا کیونکہ وہ عمر اور تعلیم میں مجھ سے کافی بڑے تھے۔

☆ آخر کار جب میں نے عملی زندگی میں قدم رکھا اور معاشرتی زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے لگا۔ پھر پاکستان کے حکمرانوں کی پالیسیوں اور چالاکیوں کا جائزہ لیتے لیتے ایک ایسا وقت آیا کہ مجھے یقین کرنا پڑا کہ واقعی صوفی صاحب نے 1964 میں ٹھیک ہی کہا تھا کیونکہ مجھے کافی ایسے مشاہدات ہو چکے تھے جن سے پتہ چلا کہ حکمران اپنے پسندیدہ لوگوں کو پراپرٹی الاٹ کرتے ہیں۔

☆ یہ سب کچھ تحقیق سے ثابت ہوا جب کہ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے سورہ الحجرات میں انسان کو یہ تاکید کی ہے کہ

''ہر خبر کی تحقیق کر لیا کرو۔''

☆ خیال رہے کہ عقل، علم اور بصیرت کے ذریعے جس بھی خبر کی تحقیق ہوتی ہے تو حقائق خود بخود صاف صاف سامنے آجاتے ہیں۔ امریکہ جو کہ دنیا کا ایک طاقتور ملک ہے وہ چوہدری اور بدمعاش بھی ہے اُس کی خبروں میں بھی اس قدر نشیب و فراز اور مکاریاں ہوتی ہیں جن کو غریب ممالک سمجھ ہی نہیں سکتے اور اگر کسی کو خبر ہو بھی جائے تو پانچ دس سال گزر چکے ہوتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر بھی کوئی مسلمان ملک اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہیں کرتا کیونکہ اس کی علم و حکمت کی خصوصیات نے مسلمان ممالک کو مفلوج اور غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔

''تنخواہ اور ظلم ؟ ظلم کی انتہا''

☆ یوں تو دنیا میں ظلم کی بے شمار اقسام ہیں جس کی وجہ سے ہر قسم کا ظلم ہوتا ہے لیکن پاکستان میں کچھ اس قسم کے ظلم بھی ہوتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران اور پریشان ہوکر رہ جاتی ہے۔ ایک ظلم یہ بھی ہے کہ فوج اور سول سروس کے اعلیٰ ترین حکام اپنی تنخواہ اور اپنی سہولیات ہر ماہ تو لیتے ہی ہیں لیکن بعض افسران ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی تین تین یا چار چار سال کی تنخواہیں ایڈوانس وصول کر لیتے ہیں کیونکہ ایسے افسران کو مکمل یقین ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے محکمے کے سربراہ ہوتے ہیں۔

☆ دنیا میں ایسے محکموں کے سربراہ بہت ہی کم ہوں گے جو خود ہی اپنے عوام اور ملک کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کے بعد وطن کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے حکمران اور افسران پاکستان اور انڈیا میں ہی پائے جاتے ہیں۔

☆ خاص بات یہ ہے کہ ایسے ظالم افسران کے ماتحت عملے کو سب باتوں کا علم ہوتا ہے لیکن ظالمانہ ماحول اور نظام میں کسی کو بھی یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ ظلم کے خلاف اپنی آواز سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ تک پہنچائے۔ یہ سب لوگ خاموش تماشائی بنے اپنی شرافت کا اظہار کرتے ہیں جب کہ شرافت کے پردے میں بزدلی، کمزوری اور کئی نفسیاتی بیماریاں بھی پوشیدہ ہوتی ہیں۔ پاکستان میں اکثر ملازمین کی تنخواہیں اس قدر کم ہیں کہ جس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ بیچارے اپنا گزارا کیسے کرتے ہیں۔ ان حالات میں چالاک اور دلیر ملازمین رشوت اور دیگر ذرائع سے اپنے اخراجات پورے کرتے ہیں اور پھر حکومت کہتی ہے کہ یہ ظلم ہے اس لئے رشوت کو روکنے کے لیے ایک اینٹی کرپشن کا محکمہ بنا دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ رشوت لینے والے اور اُن کو پکڑنے والے دونوں آپس میں مل جاتے ہیں کیونکہ حقیقت میں وہ دونوں حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے مظلوم ہیں۔

☆ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اس قدر ظلم وستم دیکھنے کے باوجود ہم مسجدوں میں اور ہمارے علماء ٹی وی چینلز پر صبح وشام اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر التجائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ پاکستان کی مدد کر اور پاکستان کو خوشحال کر لیکن خود اپنے حقوق چھیننے کے لئے تیار نہیں ہوتے حالانکہ ظلم کے خلاف جہاد کرنا ایک عظیم عبادت ہے

''تقویٰ اور گوشت ؟ باطن اور ظاہر''

☆ تقویٰ قرآن پاک کی ایک ایسی بنیادی اصطلاح ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی ایک انداز میں بیان کیا ہے اور انسان کو بار بار یہ تاکید کی گئی ہے کہ

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''

☆ قربانی کے گوشت اور تقویٰ کی اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الحج کی آیت نمبر 37 میں اس طرح بیان کیا ہے کہ {لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى}''قربانی کا گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

☆ لیکن افسوس کہ ہم اللہ تعالیٰ کو گوشت دینے کو تیار ہوتے ہیں اور اچھے سے اچھا جانور قربان کرنے کو بھی تیار ہوتے ہیں اور ہر سال یہ قربانی کرتے کرتے اپنی اپنی قبروں میں چلے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کو تیار نہیں ہوتے یعنی سچ بولنے، وقت کی پابندی کرنے اور وعدے کی پابندی کرنا پسند نہیں کرتے جو کہ تقویٰ کے بنیادی قوانین ہیں۔

☆ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات، ہدایات، احکامات اور قوانین پر عمل کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں ہم اُن کو فطرت کے قوانین کی پابندی بھی کہہ سکتے ہیں۔ دنیا کے تمام انسان اور ممالک نے انہی قوانینِ فطرت پر عمل کر کے ترقی کرتے ہیں اور اُن کی مخالفت کر کے ہی تباہی و بربادی کا شکار ہوتے ہیں۔

☆ جس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہم زندگی گزار رہے ہیں کیا یہ حقیقی اسلام ہے یا چند عبادات، رسومات اور روایات کا مجموعہ ہے۔ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے مشرق کے عظیم مفکر نے کہہ دیا تھا کہ

آپ اپنی بصیرت سے اپنا فیصلہ خود کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں افلاتبصرون کہہ کر دتمام انسانوں کو اپنی بصیرت استعمال کرنے کا حق دیا ہوا ہے

تقویٰ اختیار کرنے سے انسان کی نفسیات اور گوشت کھانے سے انسان کے جسم کو طاقت ملتی ہے

مردہ ضمیر انسان وہ ہے جو ملک وقوم کے نقصان کی پرواہ کیے بغیر اپنے مفادات کی فکر

کرے

واصف علی واصفؒ

''بے گناہ چور ؟ انصاف کے مختلف معیار''

☆ اکتوبر 1981 کا واقعہ ہے کہ ناروے میں میرے گھر چوری ہوگئی وہ اس طرح کہ میرے گھر آئے ہوئے 15 سالہ لڑکے نے چیک بک میں سے ایک چیک چوری کر لیا اور پھر اُس کے ذریعے 2000 کراؤن کیش کروالیے۔

☆ چند دن کے بعد جب مجھے پتہ چلا تو میں نے بینک والوں سے شکایت کی تو انہوں نے مجھے چیک کیش کروانے والے کے تمام کوائف دے دیے تو پھر معلوم ہوا کہ وہ ریاض نامی لڑکا ہے جو اکثر میرے گھر آتا جاتا رہتا تھا میں نے اُس کے والد سے رابطہ کیا تو اُس نے کہا کہ ہمارے تو اخراجات پہلے ہی پورے نہیں ہوتے تو میں آپ کو یہ پیسے کہاں سے دوں لہٰذا آپ پولیس میں رپورٹ کرادیں ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ وہ شخص جانتا تھا کہ پاکستان کی پولیس اور ناروے کی پولیس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

☆ مختصر یہ کہ جب میں نے پولیس آفس رپورٹ کی تو وہاں ڈیوٹی پر موجود پولیس کانسٹیبل نے 5 منٹ میں میرا بیان ٹائپ کر کے میرے ہاتھ میں دے دیا اور مجھے ساتویں منزل کے کمرہ نمبر 313 میں جانے کی تاکید کی۔

☆ جب میں اُس کمرے میں پہنچا تو ایک لیڈی پولیس افسر نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود میرے ہاتھ سے ٹائپ شدہ رپورٹ لے کر پڑھنا شروع کر دی۔ دو تین منٹ کے بعد مجھے کہنے لگی کہ آپ اگلی جمعرات کو 11 بجے آجائیں۔ میں اُس وقت تک آپ کے کیس کی انکوائری مکمل کر کے کوئی فیصلہ مکمل کر دوں گی۔

☆ ایک ہفتے کے بعد جب میں مقررہ وقت پر پہنچا تو اُس پولیس افسر نے مجھے بتایا کہ ہم نے تمام تفتیش مکمل کر لی ہے وہ لڑکا ریاض تو بے قصور ہے اس پر میں نے جواب دیا کیا کہ اُس نے میرا چیک نہیں کیش کروایا؟ تو وہ بولی کہ ہاں کیش تو اُسی نے کروایا ہے۔ مگر وہ بے قصور ہے۔ یہ سن کر میرا رنگ اُڑ گیا۔ مجھے گھبرایا ہوا دیکھ کر وہ خاتون پولیس افسر بولی آپ نہ گھبرائیں آپ کو تو آپ کی رقم مل جائے گی لیکن وہ لڑکا بے قصور ہے کیونکہ اُس لڑکے کو جو وظیفہ حکومت دیتی ہے وہ اُس کا باپ اُس سے لے لیتا ہے جس کی وجہ سے لڑکے کے پاس چوری کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہتا لہٰذا اُس نے چوری کر کے ٹھیک کام کیا ہے۔ آپ کی رقم تو آپ کو سوشل ڈیپارٹمنٹ ادا کر دے گا۔

☆ ہم نے باپ کو بلا کر سخت وارننگ دے دی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا وظیفہ اُس سے نہ لیا کرے اگر آئندہ اُس

نے ایسی حرکت کی تو ہم اُس کے خلاف سخت کارروائی کریں گے اس کے بعد وہ پولیس افسر مسکراتے ہوئے مجھے کہنے لگی کہ اچھا آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ کے پاس کوئی بھی رقم نہ ہو اور آپ کو بھوک لگی ہوئی ہو تو آپ کیا کریں گے یہ سوال سن کر میں کچھ دیر سوچ بچار میں پڑ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس پر وہ خود ہی بول پڑی کہ ''ہمارے ملک میں اگر کوئی بھوکا ہو اور اُس کا ذریعہ آمدن بھی کوئی نہ ہو تو اُس کو چوری کی اجازت ہے کیونکہ چوری کرنا بھوکے انسان کا حق ہے۔''

☆ بہرحال پولیس آفس سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے گھر کے رخ کیا لیکن اس واقعہ نے مجھے اس سوچ میں ڈال دیا کہ یہ کیسا قانون ہے جو بھوکے انسان کو چوری کی اجازت دیتا ہے جب میں نے ذرا غور وفکر اور تحقیق سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ ناروے، سویڈن، ڈنمارک اور یورپ کی حکومتوں نے اپنے تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کی ذمہ داری لی ہوئی ہے اور ایسے قوانین بنا دیے ہیں کہ کوئی بھی بھوکا نہیں رہتا کیونکہ جب کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کو وظیفہ ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تعلیم اور میڈیکل کی سہولیات مفت دی جاتی ہیں۔ جب جوان ہوتا ہے تو روزگار دیا جاتا ہے اور اگر روزگار نہیں ملتا تو پھر اُس کو بے روزگاری الاؤنس ملتا ہے لیکن اگر روزگار کے دوران یا بے روزگاری کے دوران بیمار ہوتا ہے تو اسے تنخواہ کا 70 فی صد سے لے کر 90 فی صد تک بیماری الاؤنس ملتا ہے آخر میں جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُسے پینشن ملتی ہے۔ پینشن کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس نے کسی ایک محکمے میں مسلسل کام کیا ہو پوری زندگی کام نہ کرنے والوں کو بھی پنشن ملتی ہے۔

☆ خیال رہے کہ یہ تمام حقوق مردوں، عورتوں اور خواجہ سراؤں کو بلاتمیز حسب ونسب دیے جاتے ہیں۔

آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے مسلمانوں کے ایک جلیل القدر عالم اور کئی اسلام کی کتابوں کے مصنف ابن حذم ظاہری کا فتویٰ ہے کہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کو بنیادی حقوق فراہم کرے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی اور کوئی غریب اور مجبور انسان اپنی بھوک سے مجبور ہو کر چوری کرتا ہے تو یہ اُس کا کوئی جرم نہیں ہے۔

ایک عالمی معیار کے فلاسفر اور مفکر کا خیال ہے
کہ اسلام یورپ میں چلا گیا ہے اور مسلمان پاکستان میں آ گیا ہے۔

.....

اگر کوئی کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو اسے مانا جا سکتا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کے کسی انسان نے اپنی

فطرت بدل لی ہے تو اسے نہیں مانا جاسکتا۔

واصف علی واصفؒ

''قرآن اور مولوی ؟ کم علمی''

☆ ایک دن میں کسی کام کے لیے انارکلی گیا ہوا تھا وہاں مصروفیات کی وجہ سے کافی دیر ہوگئی اور مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تو میں نیلا گنبد والی مسجد میں چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب میں نے اپنے دائیں طرف دیکھا تو مجھے ایک دیکھا بھالا چہرہ نظر آیا کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ میرا 45 سال پرانا یونیورسٹی کا دوست بشیر عرف بشن ہو جو کہ بانو ساڑھی ہاؤس کا مالک تھا۔

☆ مسجد سے باہر آتے ہی میں نے اُس کو روک لیا اور کہا کہ آپ بشن صاحب تو نہیں ہیں وہ صاحب بولے: ہاں میں ہی ہوں میں نے کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں اس پر وہ ذرا سوچ بچار کرنے کے بعد بولے کہ آپ کا نام تو یاد نہیں لیکن آپ شاہ جی تو نہیں ہیں میں نے کہا کہ آپ کا حافظہ بہت اچھا ہے آپ نے تو مجھے پہچان ہی لیا ہے بہرحال دیگر دوستوں کی خیر وخیریت دریافت کرنے کے بعد مجھے کہنے لگے کہ آپ آج کل کیا کر رہے ہیں؟

☆ میں نے جواب دیا کہ میرے حالات وضمیر نے مجھے قرآن پر سوچ بچار کرنے پر مجبور کر دیا ہے اس لیے میں اس عظیم کتاب کا کوئی چھوٹا موٹا کام کر کے کتاب شائع کر دیتا ہوں میری یہ بات سن کر وہ حیران ہو کر بولے اس مسجد کے مولوی صاحب تو کہہ رہے تھے کہ دین کے بارے میں سوچ و بچار اور عقل کی ضرورت نہیں ہے بس نماز ہی پڑھتے جائیں اور اللہ کو یاد کرتے رہا کریں!

☆ اس پر میں نے جواب دیا کہ اللہ نے تو قرآن میں انسان کو جگہ جگہ فکر کرنے یعنی سوچنے اور عقل استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اور بے شمار آیات میں انسان کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ اپنے عقل اور سمجھ کو استعمال کرتا رہے۔ یہ سن کر وہ حیران ہوگئے اور کہنے لگے کہ یار مجھے بھی کوئی ایسی کتاب دینا جس سے میری کوئی رہنمائی ہو سکے۔

☆ مختصر یہ کہ میں نے اُن سے وعدہ کیا اور چند دن کے بعد میں نے اُن کو کچھ اپنی کتابیں دیں اور حوالہ جات دیے تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے پڑھ کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ہم سے کیا کہہ رہا ہے اور کیا ہدایات دے رہا ہے پھر میں نے بشیر صاحب سے کہا کہ آپ مولوی صاحب کی بات مانیں یا قرآن مجید کی! لیکن فیصلہ آپ نے اپنے ضمیر کی آواز پر کرنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صلوٰۃ یعنی نماز سے دنیا کا ہر انسان اور ہر ملک 5 فیصد سے لے کر 90 فیصد فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اکثر فائدہ اٹھانے کا انحصار ہر انسان کے علم اور عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

''جانور کی قربانی ؟ آسان ہے''

☆ 13 ستمبر 2016 کو سوئی گیس سوسائٹی لاہور کینٹ میں عید الضحیٰ کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ نماز پڑھنے کے لیے جگہ تو برآمدے میں نصیب ہوئی جس کی وجہ سے امام صاحب تو نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اُن کی آواز ہمارے کانوں میں صاف نظر آ رہی تھی۔ خطبے کے دوران امام صاحب نے ایک بہت ہی اچھی حقیقت بیان کی کہ جس طرح ہم ایک جان کو اللہ کی راہ میں قربان کر کے سنت ابراہیمی ادا کر رہے ہیں اُسی طرح ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اپنی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا کریں اور یہ آج وعدہ کریں کہ آئندہ ہم فرقہ بندی سے آزاد ہو کر صرف اور صرف مسلم بن کر زندگی گزاریں گے جیسا کہ سورۃ الحج کی آیت نمبر 78 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''ہم نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔''

☆ لیکن افسوس پھر بھی ہم فرقے بناتے ہیں اور فرقوں کے بغیر زندگی بسر نہیں کرنا چاہتے۔ امام صاحب نے لوگوں کو خاص تاکید کہ ہمیں فرقہ بندی سے آزاد ہو کر وعدے کی پابندی اور وقت کی پابندی کے ساتھ زندگی گزاریں تاکہ تمام رسولوں کی سنت پوری ہو سکے۔

☆ ایک حقیقت ہے کہ جو بھی انسان یا قوم فرقہ بندی سے آزاد ہو کر وقت کی پابندی اور وعدے کی پابندی کی ساتھ زندگی گزارتی ہے وہ کامیابی کے راستے پر گامزن ہوتی ہے۔ تمام دنیا کے ترقی یافتہ انسانوں اور غیر ترقی یافتہ ممالک پر غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت آپ کے سامنے آ جائے گی۔

علامہ اقبال نے اپنے جذبات اور احساسات کو الفاظ کے ذریعے اس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ انسان کی اصلاح کے لیے یہ ایک شعر ہی کافی معلوم ہوتا ہے۔

تقدیر کے پابند ، نباتات و جمادات

مومن فقط احکامِ الٰہی کا پابند

مہمان نوازی

مسلم اور مسلمان کی ایک بہت بڑی

صفت مہمان نوازی ہے

ابراہیم علیہ السلام

بہت زیادہ مہمان نواز تھے

لہٰذا

جس طرح قربانی سنت ابراہیمی ہے

ویسے ہی مہمان نوازی بھی سنت ابراہیمی ہے

ہمیں اس سنت کا بھی خیال رکھنا چاہیے

''لاشوں کا کاروبار ؟ انسانیت کی توہین''

☆ میں 1959 سے لاہور میں رہائش پذیر ہوں اور اپنی تعلیم کو میں نے لاہور ہی میں مکمل کیا ہے لیکن تعلیم اور مختلف تجربات ہونے کے باوجود مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں یہاں کے معاشرتی نشیب وفراز کے بارے میں جاہل انسان ہوں کیونکہ میں ابھی بھی اپنے شہر کے کئی ایک معاشرتی حقائق سے ناواقف ہوں۔

☆ میرے ایک ڈاکٹر دوست نے مجھے بتایا کہ ایک دن وہ کسی پرائیویٹ میڈیکل کالج کے تہہ خانے میں اپنے کام کی غرض سے گئے تو اُنہوں نے چند ایک لاشیں دیکھیں جو طالب علموں کے تجربات کے لیے رکھی گئی تھیں اچانک اُن کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ لاشیں کہاں سے لیتے ہیں اُن کے سوال پر انتظامیہ نے بتایا کہ

1۔ ہم لاوارث لاشوں کو پولیس سے خرید لیتے ہیں تاکہ تجربات کرسکیں۔

2۔ جو غریب لوگ لاش نہیں دفنا سکتے وہ ہمیں فروخت کردیتے ہیں۔

3۔ کریمنل لوگ جب کوئی قتل کرتے ہیں اور اُن کے پاس دفنانے کی جگہ نہیں ہوتی تو وہ بھی اُنہیں فروخت کردیتے ہیں۔

☆ مندرجہ بالا طریقوں سے لاشیں خرید کر ہم اپنے کالج کے طالب علموں کو تجربات اور مشاہدات کرواتے ہیں جس سے اُن کے تعلیمی تقاضے پورے ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرسکیں۔غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں مفاد پرستی اور خدمت پرستی کی آمیزش کچھ اس طرح سے ہے کہ اُس کی جانچنا اور معلوم کرنا بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ ہر ملک اور ہر انسان کا اپنا اپنا علم اور اندازِ فکر ہوتا ہے جس کے مطابق وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ غریب لوگوں کی لاشوں کا کاروبار اکثر قبرستان کے گورکن بھی کرتے ہیں کیونکہ جن تعلیمی اور تجرباتی اداروں کو انسانی لاشوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ قبرستان کے گورکن سے بھی خریدتے رہتے ہیں۔اخبارات اور ٹی وی کی مختلف خبروں کے ذریعے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ غریب لوگوں کی لاشوں کی بے حرمتی بھی کی جاتی ہے اور کچھ ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ کوئی انسان بھی اپنے جیسے کسی دوسرے انسان کی لاش کو اپنی خوراک بنا سکتا ہے۔

☆ لیکن اس سے بھی زیادہ افسوس اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے قانون، انتظامیہ اور عدالت کے پاس کوئی ایسے اختیار نہیں ہے کہ ایسے مجرموں کو سزا دے سکیں اور اگر اختیار ہو تو بھی پولیس والے رشوت لے کر چھوڑ دیتے ہیں۔

☆ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جس معاشرے میں 19 واں اور 20 واں گریڈ کے افسران اپنی تنخواہ سے اپنے اور اپنے بچوں کے بنیادی حقوق پورے نہ کرسکتے ہوں اور یہ حقوق پورے کرنے کے لیے ناجائز ذرائع اور منافقت سے کام لیتے ہوں وہاں پر گھٹیا سے گھٹیا جرائم کا پیدا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں۔اس قسم کے معاشروں میں لوگوں کے اندر اُن جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں کا پیدا ہوجانا ضروری ہوجاتا ہے جس سے انسان کی شخصیت گھٹیا سے گھٹیا تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

دنیا کے جس بھی معاشرے میں عدل و انصاف کی خرید وفروخت ہوتی ہو اور سینکڑوں مقتول بچے اور مقتول عورتیں اللہ سے انصاف کا سوال کرتے ہوں اُس کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے! لیکن پھر بھی اگر لوگوں اور علماء کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ سب سے اچھے مسلمان ہیں اور ایٹمی طاقت بھی! تو پھر ایسے مسلمانوں اور ایٹمی طاقت کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔

''امریکہ سے سوال ؟ سوچ کا منفی انداز''

مسلمانوں کا خدا مصیبت میں !

منجانب SOUTH ASIAN FREE THINKERS

پہلے کچھ قرآنی آیات ملاحضہ فرمالیں۔

۱۔ کچھ شک نہیں کہ تمھارا پروردگار خدا ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔
سورہ (الاعراف 54)

۲۔ تمھارا پروردگار تو خدا ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے (سورہ یونس 3)

۳۔ کہو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا (سورہ فصلت 9)

۴۔ اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی اور اس میں سب سامان معیشت مقرر کیا (سب) چار دن میں۔(اور تمام) طلبگاروں کے لئے یکساں (سورہ فصلت 10)

۵۔ پھر دو دنوں میں سات آسمان بنائے (سورہ فصلت 12)

فی الحال ہم آیات مذکورہ کے ان تضادات سے صرفِ نظر کرتے ہیں کہ پہلے زمین بنی یا آسمان؟ ہم ان آیات کے عددی تضادات کو بھی نظر انداز کرتے ہیں ،اس سے بڑا مسلہ درپیش ہے یعنی مذکورہ آیات چیخ چیخ کر بتا رہی ہیں کہ خدا قادر ومطلق نہیں بلکہ کوئی مادی چیز ہے۔کیسے؟ آیئے ہم بتاتے ہیں

ذرا سوچیئے ،اگر یہ وہ خدا ہوتا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کن کہتا ہے اور سب کچھ ہوجاتا ہے تو اسے زمین وآسمان بنانے میں چھ دن کا طویل وقت لگانے کی چنداں ضرورت نہیں تھی ۔پھر منطقی طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ خدا ایک عاجز خدا ہے جسے ایک چیز تخلیق کرنے میں اتنا وقت لگانا پڑا۔اس طرح وہ اپنی قدرت کھو دیتا ہے ۔اگر وہ آدمی ہوتا تو بات سمجھ بھی آسکتی تھی لیکن خدا کے حوالے سے یہ تصور قابل فہم نہیں ۔

اس کے علاوہ وہ آیات جو یہ کہتی ہیں کہ خدا نے زمین وآسمان چھ دن میں بنائے ،وہ یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ خدا کوئی مادی چیز ہے ۔کیوں کہ دن یعنی وہ زمان کا پابند ہے۔دن کی تعریف کیا ہے؟ دن ایک زمانی مدت ہے جو ہر سیارے پر مختلف ہوتی ہے ۔زمین پر اس کی مدت 24 گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں ایک دن اور ایک ارت شامل ہوتی ہے جو زمین کی اپنے محور کے گرد گردش کے ایک چکر پر مشتمل ہوتا ہے ۔اگر ہم اس اصول کو خدا پر لاگو کر دیں تو کیا ہوگا ؟ خدا اپنی ہی بنائی ہوئی ایک مصیبت میں پھنس جائے گا، کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے خدا کسی وقت کا پابند ہو؟

یعنی کائنات کو تخلیق کرتے وقت وہ کسی حرکت کا پابند تھا ؟ کیا اس کائنات کے اس سورج کا جسے ہم روز دیکھتے ہیں ؟ مگر قرآن کے مطابق زمین آسمانوں سے پہلے بنائی گئی تھی جب آسمان بشمول ان کے ستاروں کے موجود ہی نہ تھے تو وہ کس دن کی پابندی کر رہا تھا؟ زمین کی تخلیق کے وقت وہ کس حرکت کا پابند تھا ؟ عجیب بات یہ ہے کہ زمین کو بنانے اسے چار دن لگے ،جبکہ سورج ، چاند اور کھربوں سیاروں اور ستاروں کو بنانے میں محض دو دن لگے ؟ تخلیق کی اس نامعقول ترتیب اور مدت سے صرفِ نظر کر بھی لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ خدا کا کسی سیارے کی حرکت کا پابند ہونا کس قدر معقول ہے؟ اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ زمین و آسمان کے تخلیق سے پہلے یہاں کچھ موجود تھا تو بھی سوال برقرار رہتا ہے کہ خدا کا کسی وقت کا پابند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی مادی چیز ہے اور مکاں میں جگہ گھیرتا ہے۔ یہ وہ خدا نہیں جسکے جیسا اور کوئی نہیں۔کیا خدا کا اپنی مخلوقات کی حرکت کا پابند ہونا معقولیت کے دائرے میں آتا ہے ؟ تو کیا واقعی خدا جیسی کوئی چیز نہیں ہے جبکہ وہ میری طرح کوئی چیز بنانے کے لئے اسے بھی وقت درکار ہے ؟ اور پھر قرآن کی وہ بات کہ خدا ماورا زماں و مکاں ہے کہاں تک سچ ہے ؟

مصیبت تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو علم ہی نہیں کہ ان کا تصور خدا اس وقت مصیبت میں پھنسا ہوا ہے

یہ چیلنج ان تمام مسلم سکالرز سے ہے جنہیں عقل وخرد سے بات کرنے کا سلیقہ ہے

پروفیسر امجد حسین
نیو یارک امریک

ایک انٹرنیشنل حقیقت

اگر سکون چاہتے ہو تو دوسروں کا سکون برباد نہ کرو اللہ سے معافی چاہتے تو لوگوں کو معاف کر دو۔ اللہ کا احسان چاہتے ہو تو لوگوں پر احسان کرو نجات چاہتے ہو تو سب کی نجات مانگو۔

واصف علی واصفؒ

''پاکستان سے جواب ؟ سوچ کا ایک مثبت انداز''

☆ نیو یارک کی ایک سوسائٹی South Asian Free Thinkers کے نام سے ہے۔ اس میں مختلف قسم کے سکالر شامل ہیں۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کو چیلنج کرتے ہوئے جو سوالات کیے ہیں جس کا عنوان ہے'' مسلمانوں کا خدا مصیبت میں ہے'' جس کا مختصر جواب مندرجہ ذیل ہے۔

☆ پروفیسر امجد صاحب نے اپنے دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے پانچ آیات کا حوالہ دینے کے بعد اپنے سوالنامے کا جواب طلب کیا ہے۔

پیش لفظ : سب سے پہلے تو میں ساؤتھ ایشین فری تھنکرز کے ممبران کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے تصور کو درست کریں کیونکہ جو تصور ساؤتھ ایشیا کے علما حضرات نے پیش کیا ہے وہ میرے اور آپ کے دل و دماغ کے تحت الشعور، شعور اور دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے جو مکمل اور حتمی ہرگز نہیں ہے کیونکہ ساؤتھ ایشیا میں علما حضرات کا علم بہت ہی زیادہ کمزور ہے۔ جبکہ توحید کا علم لامحدود ہے لیکن انسان کا علم مختلف اقسام کے اندر محدود ہے۔

☆ آج سے تقریباً 90 سال پہلے ایک عظیم مفکر اور فلاسفر علامہ اقبالؒ نے غور و فکر کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ

''اصل اور حقیقی اسلام کے اوپر علماء حضرات کی سینکڑوں کتابوں نے پردہ ڈالا ہوا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ، جبرائیل اور نبی پاک ﷺ حیران اور پریشان ہیں کہ میرے اس عظیم کلام کے ساتھ لوگوں نے کیا کر دیا ہے۔

☆ جیسا کہ آپ نے اپنے عنوان میں لکھا ہے کہ ''مسلمانوں کا خدا!! یہ آپ کی ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں 861 مرتبہ ''من'' کا لفظ اور بے شمار مرتبہ ''الذین'' کے الفاظ کو استعمال کیا ہے ۔یعنی کہ من اور والذین کہہ کر پوری دنیا کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے ۔لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ ساؤتھ ایشیا کے لوگ اس کو خدا اور اللہ کے نام سے پکارتے ہیں جبکہ امریکہ والے God کہتے ہیں۔لیکن علماء کی اندھا دھند پیروی ، جہالت اور اپنے حواسِ خمسہ کو استعمال نہ کرنے کی وجہ سے میں، آپ اور پورا ساؤتھ ایشیا اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہی اسلام ہے جو ہمارے ملک کے علماء حضرات پیش کر رہے ہیں لیکن خود سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے جس کی وجہ سے غلط فہمیوں کا پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔

☆ پروفیسر امجد صاحب ! مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ توحید کا علم رکھنے والے پروفیسرز، ڈاکٹرز، مفکر اور سکالرز تو امریکہ اور ترقی یافتہ ممالک میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی سوسائٹی کا زیادہ تر تعلق ساؤتھ ایشیا سے ہے ۔ امریکہ وہی ملک ہے جس نے توحید کو ثابت کرنے کے لئے اپنے تمام ڈالرز کی پشت پر یہ لکھ دیا ہے کہ IN GOD WE TRUST ۔المختصر توحید کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے فقرے کی گرائمر کو بھی تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔

☆ آپ نے جن تین آیات کے حوالے دیئے ہیں اُن میں تین الفاظ ایسے ہیں جن کی وجہ سے ایشیا اور افریقہ کے محققین کو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں ایک لفظ السموات ہے دوسرا الارض اور تیسرا یوم۔ خیال رہے کہ اونچائی کو سموات اور نیچے والی جگہ یعنی پستی کو الارض کہتے ہیں۔

آسمان یعنی بلندی اور پستی یعنی ارض دونوں لامحدود ہیں کیونکہ زمین کا کرہ خلا میں اپنے محور کے گرد اور

سورج کے گرد کئی صدیوں سے گردش کر رہا ہے۔لیکن ان دونوں الفاظ کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ اِن دونوں کا ترجمہ کائنات ہے اور یہ وہی کائنات ہے جو امریکہ اور دنیا کے تمام سائنسدانوں کی بصیرت اور بصارت سے بہت ہی زیادہ بلند و بالا تر ہے۔

☆ آپ کی آیات میں تیسرا ضروری لفظ یوم ہے۔ یوم ہماری دنیا اور مختلف سیاروں کے مکمل طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ یوم ایک منٹ سے لے کر پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اگر آپ مندرجہ بالا تین لفظوں کو ذہن میں رکھ کر عربی الفاظ پر غور وفکر کر کے ان آیات کا ترجمہ کریں گے تو پھر آپ کا وہ ترجمہ نہیں ہوگا جو ساؤتھ ایشیا کے علماء کرتے ہیں۔ان آیات کا ترجمہ کرنے اور سمجھنے کے لئے اگر آپ امریکن مفکرین کی مدد حاصل کریں گے تو آپ کے لئے مزید مفید ہوگا۔

☆ دوسرا قابلِ غور لفظ ''کن'' کا ہے جس کو آپ نے اپنی تحریر میں استعمال کیا ہے۔خیال رہے کہ ہر ''کُن'' کے پیچھے جو فطرت کے قوانین پوشیدہ ہوتے ہیں اُن کا علم تو آپ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک سے ہی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ اُن ممالک نے قوانینِ فطرت کا علم حاصل کر کے اور پھر اس پر عمل کر کے ہی تمام جدید ترقی کی ہے اور مسلسل کر رہے ہیں۔خیال رہے کہ کائنات، نباتات، جمادات، حیوانات اور انسان کی زندگی کا تمام نظام انہی قوانین کے تحت چل رہا ہے اور ہمیشہ چلتا رہے گا اور انہی کے مطابق انسان کے عروج وزوال کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

☆ ترقی یافتہ ممالک نے آج تک جتنی بھی ترقی کی ہے وہ صرف اور صرف الہامی کتابوں کی ہدایات، احکامات یعنی قوانینِ فطرت پر عمل کرنے کے بعد ہی کی ہے۔سائنسدانوں نے پہلے ان قوانین کو اپنی تحقیق کے ذریعے تلاش کیا اور پھر ان کو استعمال کرتے کرتے ترقی کی سیڑھیاں چڑھتے جا رہے ہیں لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے اجتہاد یعنی ریسرچ کے ذریعے الہامی کتابوں کے الفاظ اور خیالات کو اپنے اپنے نام دیے ہیں لیکن بنیادی طور پر اُن کا تعلق بلا واسطہ یا بالواسطہ الہامی کتابوں سے ہی ہوتا ہے۔

☆ آپ نے اپنے مضمون کے آخر میں ایک سچا فقرہ لکھا ہے کہ ''مصیبت تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو علم ہی نہیں کہ اُن کا تصور خدا اس وقت مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔'' لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا خدا مصیبت میں ہرگز نہیں پھنسا بلکہ کم علمی کی وجہ سے میں، آپ اور پورا ساؤتھ ایشیا مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں اور تمام انسانوں کا خدا، اللہ اور وہی God ہے جس کا ذکر قرآن پاک کی آیت البقرہ 60,111,112:2؛ النساء 152:4؛ اور الشوریٰ 13:42 اور بائیبل کی بے شمار آیات یعنی Verses میں کیا گیا ہے۔اگر آپ ان آیات پر غور وفکر کریں تو تمام حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔اگر پھر بھی آپ کو کچھ کمی محسوس ہو تو پھر آپ شیکسپیئر، برناڈ شا، ہیگل اور دنیا کے دیگر سائنسدانوں کا God یعنی Creater of Universe کے متعلق اُن کے نظریات کو پڑھ کر دیکھ لیں۔

☆ آپ کے لئے اور میرے لیے قابلِ غور بات یہ ہے کہ کائنات اور زمین کی تخلیق کے بارے میں آپ نے قرآن حکیم کی جن تین آیات کا حوالہ دیا ہے اسی مضمون اور آیات یعنی Verses کو توریت کے پہلے باب پیدائش کے شروع میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ

1۔ ''خداوند خدا نے چھ دن میں کائنات بنائی اور ساتویں دن آرام کیا
کیا ایک ہی خدا نے ہم سب کو پیدا نہیں کیا؟'' توریت 2۔10 ص892

2۔ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں توریت سعیاہ 44 ص696

3۔ مزید برآں بائبل میں بے شمار آیات یعنی Verses ایسی ہیں جن سے توحید اور رسالت کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔

خیال رہے کہ وہی خدا، اللہ اور God ہے جس کے اسلام یعنی Peace کے اثرات دنیا کی سب سے قدیم تہذیب یعنی بابل کی تہذیب (عراق)، مصر کی تہذیب، یونان کی تہذیب، رومن کی تہذیب، مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب پر پڑے ہوئے ہیں لیکن ان سب میں اختلافات ہیں کیونکہ فطری طور پر ہر انسان، معاشرے اور ملک کی اپنی اپنی سوچ، کوشش اور مفادات ہوتے ہیں۔ مزید برآں بائبل اور قرآن کی بے شمار آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنا علم عقل اور بصیرت کو استعمال کرنے کا حق دیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی ہے کہ بہرہ، گونگا اور اندھا بن کر ہرگز زندگی نہ گزاریں..... پروفیسر صاحب آپ تو امریکہ میں رہتے ہیں اس لئے آپ کے پاس زیادہ وسائل اور سہولیات ہیں اس لئے اگر آپ ذرا بھی کوشش اور محنت کریں تو پھر آپ مندرجہ ذیل کام کر کے اللہ کے تصور کو اپنے علم کے ساتھ مزید بڑھا سکتے ہیں۔

1۔ آپ ذرا تکلیف کر کے

Jehovah's Witnesses 25, Columbia Heights Brooklyn

کے مرکز میں جا کر Concept of God کے بارے میں اُن سے بات کریں اور ان سے توحید و رسالت کے بارے میں کچھ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مجھے کافی امید ہے کہ یہاں سے آپ کے علم میں ضرور اضافہ ہوگا کیونکہ دنیا میں ان کے 98,000 یعنی 98 ہزار ایسے Kingdom Hall ہیں جہاں پر توحید اور رسالت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

2۔ آپ نیو یارک اور میری لینڈ کے مختلف گرجوں میں بھی جا کر اُن کے پاسٹرز سے بھی ملاقات کریں وہاں سے بھی آپ کو فائدہ ہوسکتا ہے۔

3۔ امریکہ میں جو بائبل اور قرآن کے ریسرچ سنٹرز ہیں اُن سے بھی توحید اور رسالت کے بارے میں بات کریں۔

4۔ امریکہ کے جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اُن سے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں تبادلہ خیال کریں اور پوچھیں کہ آپ مسلمان کیوں ہوئے ہیں؟

5۔ فلکیات کے کسی سائنسدان سے بھی ملاقات کریں تا کہ کائنات کی کچھ نہ کچھ حقیقت سمجھ میں آسکے۔

6۔ مندرجہ بالا تمام کام کرنے کے بعد آپ سورہ النساء 163:4، سورہ توبہ کی 111:9 اور سورہ الشوریٰ 13:42 کو عربی، انگریزی اور اردو میں پڑھ کر ذرا سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر غور و فکر کرنے کے بعد آپ اپنا فیصلہ اپنے دل و دماغ اور ضمیر کی آواز پر کریں۔ خیال رکھیں کہ حقیقی اسلام وہی ہے جو نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور نبی پاک ﷺ یعنی تمام نبیوں اور رسولوں نے پیش کیا لیکن انسانوں کی مختلف سوچ اور تاریخ کے ارتقائی عمل کی وجہ سے کوئی یہودی، کوئی عیسائی اور کوئی مسلمان بن کر رہ گیا۔

ہوسکتا ہے یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ دنیا کے بڑے سے بڑے دہریے بھی ریسرچ کرنے کے بعد اپنی عمر کے آخری حصے میں توحید و رسالت والے اسلام بمعنی امن (Peace) پر ایمان لے آئے تھے۔ لینن اور اسٹالن کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں۔

نوٹ: پروفیسر صاحب اگر ہو سکے تو میرے علم میں اضافے کے لئے آپ اپنے مزید خیالات کا اظہار کریں۔

''جمہوریت کی اقسام ؟ زمین وآسمان کا فرق''

☆ آج کل دنیا میں جمہوریت کا بہت چرچا ہے اسی لیے ہر کوئی ملک خواہ وہ ترقی یافتہ ہو یا غیر ترقی یافتہ! وہ تو بس جمہوریت ہی کی تعریف میں مگن ہے لیکن اگر کوئی انسان بھولے سے ہی جمہوریت کے خلاف بات کر دے تو پھر وہ سمجھ لے کہ اُس کی خیر نہیں۔ اس قدر گھٹن اور جاہلیت کے ماحول میں کون پاگل ہوگا جو جمہوریت کے خلاف بات کرے لیکن دنیا میں کچھ جرأت مند پاگل ایسے بھی ہوتے ہیں جو سچ بول دیتے ہیں۔

دنیا کے جمہوری ممالک پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریت کی دو بڑی اقسام پائی جاتی ہیں۔

1۔ غیر ترقی یافتہ اوران پڑھ ممالک کی جمہوریت
2۔ ترقی یافتہ اورتعلیم یافتہ ممالک کی جمہوریت

☆ پہلی قسم کی جمہوریت یعنی غیر ترقی یافتہ ممالک یعنی غریب ممالک کی جمہوریت کا یہ حال ہے کہ جب الیکشن کا زمانہ آتا ہے تو جلسے جلوس، لمبی چوڑی تقریریں، اشتہار بازی، نعرے بازی، سرکاری، غیر سرکاری، جائز اور ناجائز وسائل کا استعمال شروع ہوجاتا ہے۔ الیکشن والے دن لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کا ہوجانا کوئی بڑی بات نہیں۔ الیکشن کے بعد بھی کئی کئی سال تک جھگڑوں اور فسادات کا سلسلہ جاری رہتا ہے کیونکہ یہاں جمہوریت ایک اعلیٰ ترین کاروبار یعنی بزنس ہے کیونکہ یہاں کے حکمران اربوں روپے کماتے ہیں اور اس قدر فن مہارت سے کماتے ہیں کہ غریب اور جاہل عوام کو خبر تک نہیں ہونے دیتے لیکن اگر کسی کو خبر ہو بھی جائے تو اس کو روپیہ پیسہ دے کر خاموش کر دیا جاتا ہے اگر پھر بھی بات نہ بنے تو اس کو کرائے کے قاتلوں سے قتل کروا دیا جاتا ہے۔

☆ یہ حقیقت ہے کہ کرپٹ حکمرانوں سے اُن کے تمام محکمے بھی اس قدر خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کی زیادتیوں اور ظلم وستم کا ذکر بھی نہیں کرتے اور خاموش رہ کر اپنا وقت گزارتے ہیں۔

☆ اس کے برعکس دوسری وہ جمہوریت ہے جس کو ترقی یافتہ اورتعلیم یافتہ ممالک کی جمہوریت کہا جاتا ہے الیکشن شروع ہونے سے پہلے کا معمول یہ ہوتا ہے کہ تمام اُمیدوار ٹی وی، اخبارات اور رسائل کے ذریعے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں جس سے اُن کے خیالات ونظریات گھر گھر خود بخود پہنچ جاتے ہیں لہٰذا کسی کو بھی کسی اُمیدوار کے بارے میں معلومات لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اس لیے گھر کا کوئی بھی فرد اپنے ہی گھر کے دوسرے فرد کو یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ فلاں شخص کو ووٹ دیں اور فلاں شخص کو ووٹ نہ دیں کیوں کہ وہ سب تعلیم یافتہ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے اپنے حواس خمسہ اور علم وبصیرت کو استعمال کرنے کا پورا پورا حق ہے لہٰذا کسی بھی ایک انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کا یہ حق چھینے۔

☆ نومبر 1977 کا میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ یورپ کے ایک ملک میں الیکشن کا زمانہ تھا کہ میں نے ایک دن ایک عام سے مقامی بوڑھے مزدور کو یہ کہہ دیا کہ آپ نے فلاں شخص کو ووٹ دینا ہے کیونکہ وہ بہت اچھا ہے میرا یہ مشورہ سن کر وہ فوراً سنجیدہ ہوگیا اور مجھے کہنے لگا کہ آئندہ آپ کسی کو یہ مشورہ نہ دیں کیونکہ ہمارا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ ہر انسان بالغ اور تعلیم یافتہ ہے اس لیے آپ اُس کو اپنی مرضی سے ووٹ کاسٹ کرنے دیں۔

☆ بوڑھے مزدور کا یہ بیان سن کر میں حیران اور شرمندہ ہوگیا اور پھر خود ہی اس سوچ میں پڑ گیا کہ میری ذرا سی بات ہی غیر قانونی ہوگئی ہے حالانکہ ہمارے ملک میں تو اس جمہوریت کی خاطر لوگ بے شمار قربانیاں یعنی لڑائی جھگڑے، قتل و غارت اور دنگا فساد کرتے ہیں اور اکثر اوقات بات عدالتوں تک پہنچ جاتی ہے اور ان تمام چیزوں کو لوگ اپنا حق سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے آنکھ کھولتے ہی یہ جمہوریت دیکھی ہوتی ہے۔

☆ حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس نام نہاد جمہوریت کے لیے لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کرنے والے جمہوری لوگ ترقی یافتہ جمہوری لوگوں کو غیر اسلامی اور کافر کی جمہوریت قرار دیتے ہیں۔علامہ اقبال کا جمہوریت کے بارے میں خیال ہے کہ جمہوریت کا نظام ہو یا بادشاہت کا نظام ہو دین کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ جمہوریت ظلم ہی ظلم ہے۔

جلالِ پادشاہی ہو، کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی

بے اعتدالی کی اس سے بڑی سزا کیا ہوسکتی ہے
کہ انسان کو خوراک کی بجائے دوا کھانی پڑے

ڈاکٹر جمیل حیدر مہروی

''سوچنے کا مقام ؟ ترقی کا راز''

☆ میں نے قرآن پاک کی بنیاد پر یعنی روشنی میں اس کتاب کو مکمل کیا ہے اور اس مقصد کے لیے اپنے علم، تجربات اور مشاہدات کو بڑے غور وفکر کے بعد بیان کیا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچ سکے بعض اوقات مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اس کتاب کو تحریر کرنے کا مکمل حق ادا نہیں کر سکا کیونکہ انسان کے مکمل جذبات اور احساسات کو بیان کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے جیسا کہ ہر انسان اپنے فریضہ حج کے جذبات اور احساسات کو بیان نہیں کرسکتا لیکن تصور کر کے محسوس ضرور کرسکتا ہے۔

☆ یہ وہی جذبات اور احساسات ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر ہر انسان کی نیت کا دارومدار ہوتا ہے اور اس نیت پر ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کا فیصلہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی صرف انسان کے جذبات کو جانچنے اور پرکھنے کی صلاحیت اور اختیار ہے جو کہ دنیا کی اور کسی عدالت کے پاس نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں دوسروں پر تنقید کرنے کی بجائے اپنی اصلاح پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ دوسروں کے حالات اور نیت کو سمجھنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ یہاں تک کہ نفسیات کا ڈاکٹر بھی مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمن کی آیت نمبر 39 میں واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ

{فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنۢبِهِۦٓ إِنسٌ وَلَا جَآنٌّ ۝}

''اُس دن ہمیں کسی انسان اور کسی جن سے اُس کے گناہوں کے متعلق پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی''

توحید یعنی اللہ تعالیٰ عظمت اور صفات پر غور وفکر کرنے سے انسان کا ایمان ہمیشہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہتا ہے۔

موت سے زیادہ خوفناک شے موت کا ڈر ہے

واصف علی واصفؒ

''کوٹھی اور کتاب ؟ انسان کی پراپرٹی''

زندگی ہمیشہ دو چیزوں کا مجموعہ ہوتی ہے ایک جسم اور دوسرا روح!

☆ اس میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں کہ دونوں چیزوں کی اپنی اپنی جگہ پر بہت اہمیت ہے لیکن ان دونوں کی خوراک الگ الگ ہوتی ہے جس طرح جسم کی نشو ونما کا تعلق غذا کے معیار سے ہوتا ہے اُسی طرح روح کی نشو ونما کا تعلق علم اور اس کے معیار سے ہوتا ہے لیکن روح اپنی نشو ونما کے ساتھ ساتھ جسم کو بھی کنٹرول کرتی ہے اس لیے ہمیں اپنی روحانی خوراک یعنی اپنے علم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

☆ دنیا کے اکثر لوگوں کی خواہشات کار، بنگلہ اور بیوی بچوں پر آ کر ختم ہوجاتی ہیں لیکن دنیا میں چند خوش قسمت لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی ان خواہشات کو پورا کرنے کے بعد انسانیت کا بھی سوچتے ہیں اور انسانیت کے لیے بھی کچھ کام کرتے رہتے ہیں لیکن یہ ایک الگ بات ہے کہ کوئی خیرات دیتا ہے کوئی ایک کتاب لکھتا ہے اور کوئی اپنی ایجاد سے پوری انسانیت کو علم کے نئے راستوں پر ڈال دیتا ہے کیونکہ ہر ایک انسان کی اپنی اپنی صلاحیت اور طاقت ہوتی ہے۔

☆ میرے تجربات اور مشاہدات نے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ میں بھی کوئی ایسی کتاب تحریر کروں جس سے انسانیت کو کم از کم اتنا فائدہ تو ہوجائے کہ جس سے میری کتاب کی قیمت اور اہمیت لاہور ڈیفنس فیز V لاہور کی دو کنال کی کوٹھی سے زیادہ ثابت ہو سکے۔

☆ میں نہیں جانتا کہ میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوتا ہوں کیونکہ اس کا فیصلہ تو دنیا کے حکمران، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور دانشور حضرات ہی کر سکتے ہیں لیکن میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام الہامی کتابوں میں جو اہمیت علم کو دی ہے وہ کوٹھی اور اولاد کو نہیں دی ۔ مزید برآں دنیا کے تمام رسولوں، سائنسدانوں اور مفکرین کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ جس سے ہم زندگی کی تمام چیزوں کی اہمیت کا جائزہ لے سکتے ہیں اور پھر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایک انسانیت کے لئے لکھی گئی کتاب اور ذاتی کوٹھی میں کس قدر فرق ہوتا ہے لیکن خیال رہے کہ حتمی فیصلہ تو اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہوتا ہے نہ کہ کسی مُلک کے حکمران نے!

''دادا کی کتاب ؟ انسان کی جائیداد''

میرے ایک پیارے دوست ڈاکٹر وحکیم پروفیسر جمیل حیدر مہروی ہیں جو عمر میں تو مجھ سے کافی چھوٹے ہیں لیکن علم اور بصیرت میں مجھ سے کافی بڑے ہیں وہ مجھے علمی باتیں بڑی خوش اسلوبی سے بتاتے رہتے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں اکثر لوگ علمی باتیں بتانے میں بھی کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ایک دن ڈاکٹر صاحب میڈیکل ،اور طبِ نبوی وطبِ قرآنی یعنی اللہ کے نظامِ صحت پر پر لیکچر دے رہے تھے اور میرے ساتھ PIA کے ایک ریٹائرڈ ڈاکٹر سید فیض الحسن بیٹھے ہوئے تھے جب لیکچر ختم ہوا تو انہوں نے سٹیج پر جا کر ڈاکٹر جمیل مہروی کا ماتھا چوم لیا۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے اس حرکت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ ڈاکٹر کی عمر بہت چھوٹی ہے لیکن اس نے اس قدر علمی باتیں کی ہیں کہ میرے دل نے مجھے اس کا ماتھا چومنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ایک دن میں ڈاکٹر جمیل صاحب کے ساتھ تبادلہ خیالات کر رہا تھا کہ باتوں ہی باتوں میں وہ مجھے کہنے لگے کہ ''کاش میرے دادا نے کوئی کتاب لکھی ہوتی'' تا کہ ان کے تجربات ومشاہدات کم از کم ان کی اپنی نسل تک تو پہنچ جاتے ۔آج تقریباً 100 سے زیادہ افراد انکی نسل میں موجود ہیں لیکن کسی کو بھی اپنے دادا کے علم اور تجربات اور مشاہدات کی خبر تک نہیں۔ ورنہ ہم انکے علم سے فائدہ اٹھاتے۔

پھر ڈاکٹر صاحب ذرا غور وفکر کے بعد کہنے لگے دنیا کا جو بھی انسان اپنی جائیداد کے ساتھ ساتھ کوئی کتاب چھوڑ کر وفات پاتا ہے اس سے نہ صرف ان کی نسل اور خاندان بلکہ کئی ایک نسلیں صدیوں تک فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں جو کہ ایک عظیم عبادت اور صدقہ جاریہ ہے کیونکہ اس سے انسانیت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور یہ شرف بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''جو لوگ ہمارے بارے میں فکر وعمل کی صلاحتوں کو خرچ کرتے ہیں ہم ان پر اپنے راہیں کھول دیتے ہیں'' (العنکبوت:69)

اور جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ اپنی راہیں کھول دیں انھیں چاہیے کہ وہ اپنے علم کو تحریری شکل میں لا کر رسولوں کی طرح

انسانیت کی خدمت کریں نہ کہ اپنے علم کو اپنے ساتھ قبر کی گہریوں میں لے جائیں۔

''احتجاج کا اعلان ؟ ضمیر کی آواز''

☆ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو پھر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جذبۂ آزادی ایک ایسا جذبہ ہے جس کی خاطر بے شمار لوگوں نے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں لیکن جب آزادی حاصل کرنے کے بعد حکمران اور سیاست دان آزادی کی قدر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پامال کرتے ہیں تو پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی حکمران اپنی جائیدادیں اور اربوں روپے ان ہی ممالک میں رکھتے ہیں جن سے آزادی حاصل کی ہوتی ہے۔ ایسے ممالک کے عام لوگ بھی ایسی برائے نام آزادی سے جان چھڑانے کے لیے 20 سے 30 لاکھ روپے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور آزادی چھوڑ کر غلامی میں جانا پسند کرتے ہیں۔

☆ 1931 کا ایک بہت مشہور واقعہ ہے کہ ہندو پاک کے ایک عظیم لیڈر مولانا محمد علی جوہر نے آزادی کی خاطر احتجاج کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ میں اُس وقت تک اس ملک میں دفن نہیں ہونا چاہتا جس وقت تک یہ ملک آزاد نہیں ہوجاتا اور پاکستان نہیں بن جاتا آخر کار اُس عظیم مجاہد کو بیت المقدس میں دفن ہونا پڑا۔

☆ 2017 میں ایک باضمیر انسان اسلام کے حقیقی جذبہ آزادی کے مطابق یہ اعلان کر رہا ہے کہ وہ پاکستان جیسے نام نہاد آزاد اور برائے نام اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دفن نہیں ہونا چاہتا کیونکہ یہاں کا نظام اسلام ایک رائج شدہ اسلامی نظام ہے جو قرآن پاک سے بہت ہی دور ہونے کی وجہ سے ایک ایسا ظالمانہ نظام بن چکا ہے جو مندرجہ ذیل دلائل کی بنیاد پر اسلام کے اوپر سیاہ دھبہ ہے۔

1۔ جس ملک اور حکومت کے اندر کسی فیکٹری میں 250 لوگوں کو زندہ جلا دیا جائے اور حکومت سہولت کار کے طور پر اس جرم میں اس قدر شامل ہو کہ مجرموں کو گرفتار ہی نہ کر سکتی ہو ان حالات میں اس ملک میں کوئی بے غیرت، مردہ ضمیر اور نام نہاد اور مجبور انسان تو زندہ رہ سکتا ہے لیکن اسلام اور قرآن پر ایمان رکھنے والے انسان یہ پسند نہیں کر سکتے کہ وہ خاموش رہیں اور احتجاج بھی نہ کریں۔

2۔ جس ملک اور حکومت میں سینکڑوں معصوم بچے اپنے بنیادی حقوق کے لیے ٹھوکریں کھاتے ہوں اور کئی معصوم بچوں کے ساتھ ظلم بھی ہوتا ہو لیکن حکومت اور حکمران اپنے ذاتی اور سیاسی مفادات کے لیے نہ صرف خاموش رہتے ہوں بلکہ مجرموں کی مدد بھی کرتے ہوں اور جرائم پر پردہ بھی ڈالتے ہوں تو پھر اس سے بڑھ کر کیا ظلم

ہوسکتا ہے۔

3۔ جس ملک کی ہائی کورٹ کا جسٹس آصف سعید کھوسہ خود یہ کہہ رہا ہو کہ اس ملک میں غریب ہونا اتنا بڑا جرم ہے جیسے 302 یعنی قتل کا جرم! تو پھر ان حالات میں کوئی شریف، کمزور اور بوڑھا شخص کیسے اپنی زندگی گزار سکتا ہے۔

4۔ جس ملک کا چیف جسٹس یہ بھی کہہ رہا ہو کہ ہمارے ملک کے قانون اور پولیس کا نظام اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اب ہمیں اس کا ٹھیکہ دے دینا چاہیے کیونکہ مجموعی طور پر ہم اس قابل نہیں کہ ملک کے نظام کو عدل و انصاف پر چلا سکیں۔

5۔ جس ملک میں بچوں اور بوڑھوں کے بنیادی حقوق کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہو اور کسی کے جذبات اور احساسات پر جوں تک نہ رینگتی ہو تو ایسے معاشرے میں کوئی مُردہ ضمیر انسان یا جانور نما انسان تو زندہ رہ سکتا ہے لیکن جس میں انسان اور انسانیت کے 20 فیصد بھی جذبات ہوں اُس کے لیے تو مشکل ہو جاتا ہے۔

6۔ جس ملک کا سیاسی نظام حکمرانوں کے اربوں کے قرض معاف کر دیتا ہے۔

7۔ جس ملک میں عدل و انصاف کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

8۔ جب ملک کا جسٹس دوست محمد حضرت علی کی تلوار تلاش کر رہا ہو کہ اس کو وہ تلوار ملے تو وہ کرپٹ لوگوں کے سر قلم کر دیئے جائیں۔

9۔ جس ملک میں خوراک اور دوائیوں میں اس قدر ملاوٹ ہوتی ہو کہ بچے اور بوڑھے اپنے وقت سے پہلے ہی قبروں میں چلے جائیں اور علما حضرات حکمرانوں کی غلطیاں تسلیم کرنے کی بجائے اس کی اللہ تعالیٰ کی رضا اور مرضی کہہ کر لوگوں کو تسلیاں دیتے ہوں تو ایسے معاشرے میں مُردہ ضمیر انسان ہی زندہ رہ سکتے ہیں۔

اے مولا! میری عظمت گناہ کو تو دیکھ اپنی خطا کو تیری رضا کہہ گیا ہوں

کامیابی اور ناکامی اتنی اہم نہیں جتنا کہ انتخابِ مقصد۔ نیک مقصد کے سفر میں ناکام ہونے والے برے مقصد میں کامیاب ہونے والے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ ایسا ممکن ہوسکتا ہے

کہ ایک آدمی اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اس کی زندگی ناکام ہو

''قرآن کا معجزہ ؟ کائنات اور انسان''

غور وفکر کرنے کے لیے چند ایک انٹرنیشنل حقائق کو پیش کیا جارہا ہے:

(1) قرآن کا اعلان

دنیا کا جو بھی انسان نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت! اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔تو ہم دنیا میں بھی اس کو زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور ان کو آخرت میں بھی ان کے بہترین اعمال کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔(النحل:97)

(مزید حوالہ جات:البقرۃ:62)

(2) ایک جدید تحقیق

دنیا کی کوئی بھی چیز اچھی یا بری نہیں ہے۔ بلکہ انسان کا انداز فکر اور استعمال اس چیز کو اچھا یا برا بناتا ہے یہاں تک کہ زہر بھی کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی برا۔ (دنیا کے اکثر مفکرین کا فیصلہ)

(3) ہر انسان کے سچ کا انحصار اس کی عقل اور علم پر ہوتا ہے

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

(علامہ اقبال)

(4) ایک حقیقت:

جس زمین مین اشک بو سکتے نہیں
اس زمیں میں پھول ہوسکتے نہیں

(چیف آف آرمی سٹاف (ر) کے۔ایم عارف)

(5) القرآن:

اللہ تو لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اس کے احکامات (Nature Fundamental Laws) پر عمل نہ کرکے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ (یونس:44)

(6) قول:

صحت کے قوانین کی خلاف ورزی کرنا جسمانی گناہ ہوتا ہے۔

نیند بہت ضروری ہے کیونکہ یہ غذا سے زیادہ کام کرتی ہے۔ (جرمنی کی کہاوت)

(8) قول:

خوف انسان کے اعصاب اور اعضاء کو کمزور کر دیتا ہے۔ (ٹائن بی)

(9) قول:

باطنی اصلاح، ظاہری اصلاح سے زیادہ ضروری ہوتی ہے۔ (کارڈینیل)

(10) قول:

کچھ لوگوں کا ظاہر انسان کا ہوتا ہے اور باطن جانوروں کا۔ (کارڈینیل)

(11) القرآن:

جو بھی شخص صرف دنیا کا طالب ہے یعنی دنیا کے لیے ہی محنت کرتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں ہی ہیں۔ (تفسیری ترجمہ النساء:134)

(12) قول:

علم کے لیے سفر کرنا عبادت ہے کیونکہ علم انسان کو خود شناس، خدا شناس اور حق شناس بناتا ہے اور پھر عالم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ جبکہ جاہل زندگی میں ہی مرجاتا ہے۔ (ایک عالمگیر حقیقت)

(13) قول:

علم کے بغیر عمل بے فائدہ اور مردہ گھوڑے کی طرح ہوتا ہے۔ (ہربرٹ سپنسر)

(14) قول:

انقلاب دو قسم کے ہوتے ہیں: انفرادی انقلاب اور اجتماعی انقلاب۔

(ارسطو)

(15) قول:

اگر آپ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی دنیا آپ کو بھول نہ جائے تو پھر کوئی اہمیت والی کتاب تحریر کر جائیں۔

(فرینکلن)

(16) قول:

کتاب کی آواز ایک ایسی خاموش آواز ہے جو صدیوں تک لوگوں کو سنائی دیتی ہے۔

(شیکسپیئر)

(17) القرآن:

دنیا کے جو بھی لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور بخشش کے علاوہ بڑے اجر ہیں۔

(الملک:12)

(18) قول:

جب انسان کے جذبات میں شدت آتی ہے تو پھر وہ الفاظ اور تحریر کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔

(چیف آف آرمی سٹاف (ر) کے۔ایم عارف)

(19) قول:

غربت کا تعلق مادیت سے زیادہ نفسیات سے ہوتا ہے۔ (چیف آف آرمی سٹاف (ر) کے۔ایم عارف)

(20) قول:

دنیا میں صرف کتاب ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ہر حال میں یعنی بچپن، جوانی، بڑھاپے، خوشی اور غم میں فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ (کاٹن)

(21) قول:

کامیابی کے دس دروازے ہوتے ہیں اب یہ انسان نے فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اس نے کون سے دروازے سے داخل ہونا ہے۔ (سردار جی۔انیل ڈنڈونا، ایم۔ایس سی، امریکہ)

(22) قول:

انسان اپنی بیوی سے جو سکون حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ یہ سکون اللہ تعالیٰ کی ذات سے حاصل کرے کیونکہ بیوی کا سکون چند لمحات کے لیے ہوتا ہے جب کہ اللہ کا سکون ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے۔

(سردار جی۔انیل ڈنڈونا، ایم۔ایس سی، امریکہ)

(23) قول:

چار بچوں کی ناراض بیوی سے محبت کرنے کی بجائے خوش اخلاق غیر عورت سے محبت کرنا بہتر ہوتا ہے۔

(سردار جی۔ انیل ڈنڈونا، ایم۔ ایس سی، امریکہ)

(24) قول:

اس قوم کا جینا حرام ہے جو پڑھنے کے لیے اچھی کتابیں تحریر نہ کر سکے۔ (سڈنی سمتھ)

(25) قول:

کتاب امین ہے کیونکہ یہ مصنف کے نظریات کو نسل در نسل منتقل کرتی ہے۔ (آلیور سمتھ)

(26) قول:

ہر بڑی کتاب کے پیچھے ایک بڑا ذہن اور ایک تجربہ ہوتا ہے۔ (آسٹن فلیس)

(27) قول:

خیالات کی جنگ میں کتابیں ہتھیار کا کام کرتی ہیں۔

(البیرونی)

(28) قول:

دنیا کی بعض بہترین اور عظیم کتابیں انسان نے شدید ترین غربت اور مصیبت کے زمانے میں لکھی ہیں۔

(جان ملٹن)

(29) قول:

اچھی کتاب انسان کی زندگی کے لیے بہترین سرمایہ ہے۔ (جان ملٹن)

(30) قول:

انسان اپنی ذات اور دوسروں کے لیے جو بھی سوچتا ہے اس کے اظہار کا نام ادب ہے۔

(ہڈسن)

(31) قول:

کتاب اور ادب کا کام زندگی کی حقیقتوں کو بیان کرنا ہوتا ہے۔

(آسکر وائلڈ)

(32) قول:

انسان کی زندگی کا مقصد اللہ کے بنائے ہوئے مقصد سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ (واصف علی واصفؒ)

''چلو کافر ہو جائیں

شام کے ادیب، محمد البوادی کی فکر انگیز تحریر''

"ترجمہ: محمد شاہد خان دوحہ قطر

میں چاہتا ہوں کہ ہمارا ملک سور یا کافر ملکوں کی طرح ہو جائے۔

اس پر ایک شیخ الاسلام نے فرمایا ہماری پسماندگی کا سبب کتاب وسنت سے دوری ہے تو محمد البوادی نے یوں اس کا جواب دیا تم لوگ ہمیشہ طوطے کی طرح ایک ہی رٹ لگاتے رہتے ہو کہ ہماری پسماندگی کا سبب اسلام سے دوری ہے! میں پوچھتا ہوں کیا جاپان، امریکہ، چین، روس اور یورپ کی ترقی کا راز شریعت اسلامیہ کی پیروی ہے؟

شیخ محترم: ہماری پسماندگی کی اصل وجہ وہ" پسماندہ اسلام" ہے جو ہمارے علماء اور مشائخ کے تنگ و تاریک ذہنوں کی پیداوار ہے اور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کو سمجھنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہو! ہم مسلمانوں کو دیکھیے ہم میں سے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہی کافروں کے ملک جاتا ہے جو باعزت زندگی چاہتا ہے وہ کافروں کے ملک جاتا ہے۔ جو اپنی دولت کی حفاظت چاہتا ہے وہ اپنا پیسہ کافروں کے بینک میں ڈپوزٹ کراتا ہے۔ جو کسی طرح کی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ کافروں کے مصادر کا سہارا لیتا ہے۔ لاکھوں بھاگنے والوں میں سے کوئی بھی اسلام اور ہدایت کی سرزمینوں

میں پناہ نہیں لیتا نہ وہ سرزمین وحی سعودی عرب جاتا ہے نہ اسلامی نیوکلیئر ملک پاکستان جاتا ہے نہ دولت وثروت سے مالا مال ممالک خلیج کا رخ کرتا ہے اور نہ ہی کنان کی سرزمین مصر میں پناہ لیتا ہے بلکہ وہ کفار کے ملکوں میں پناہ گزیں ہوتا ہے۔

جب رحمت اسلام سے بھاگنے والے مسلمان ساحل کفار کے سامنے ڈوب رہے ہوتے ہیں تو وہی کفار ان کی جان بچاتے ہیں انہیں پناہ دیتے ہیں کھانا اور دوا دیتے ہیں ۔ اس کے برعکس مفتیان دین ان کے قتل، ان کی زرعی زمینوں کی تباہی اور ان پر پانی کی پابندی کے فتوے صادر کرتے ہیں ۔ یہ گاڑی جس پر تم سواری کرتے ہو یہ کمپیوٹر، جو کو تم استعمال کرتے ہو اور یہ موبائل فون جس سے تم ایک پل بھی جدا نہیں ہو پاتے ہو یہ سب کافر ملکوں کا تیار شدہ ہے۔ یہ دوائیں جو تم پیتے ہو یہ کافر ملکوں سے تیار ہو کر آتی ہیں۔ یہ ہوائی جہاز یہ توپیں یہ بندوقیں اور یہ ریوالور! یہ سب کافر ملکوں کی ہی پیداوار ہیں۔

کافروں کے ملک میں صرف اختلاف رائے یا طریقہ کار کے اختلاف کی بنا پر قتل کے فتوے تلاش نہیں کیے جاتے اور ایک تم ہو کہ انسانوں کے قتل اور عورتوں کی عصمت دری کے فتوے دیتے پھرتے ہو اگر کوئی انسان ایک دوسرے طریقے پر عمل پیرا ہوتا ہے تو کافر ملکوں میں اسکے قتل کا حکم صادر نہیں کیا جاتا اور نہ تبدیلی مذہب کی وجہ سے اس کا قتل کیا جاتا ہے

لیکن علماء اسلام آپ لوگ؟ آپ لوگوں کا تو پوری انسانیت یہاں تک کہ مسلمانوں کے تئیں بھی یہی پسندیدہ مشغلہ ہے کافروں کے ملک میں کسی شہری کو اس لیے نذر زندان نہیں کیا جاتا کہ وہ مخالف ہے یا کسی دوسری رائے کا حامل ہے جبکہ اکثر مسلمان ملکوں میں یہی سب ہوتا ہے کافروں کے ملک میں جھوٹا، چور اور بدکردار انسان داڑھی اور تسبیح کی آڑ اور تسبیح کی آڑ میں اپنے آپ کو نہیں چھپاتا۔ جب کہ تمہارے ملکوں میں زیادہ تر لوگ یہی کرتے ہیں۔

س لیے اے علماء مشائخ میں تم لوگوں سے کہوں گا تم اپنی پسماندگی، اپنا وحشی پن اور اپنا فتوے اپنے پاس رکھو۔ میرا ملک بھی کافروں کے ملکوں کی طرح ہو جائے اور میں یہ بات یوں ہی نہیں کہہ رہا میں ایک شامی ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں بلکہ میں اللہ اس کے فرشتوں، آسمانی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوں۔

قرآن میں غور وفکر کرتا ہوں اور اللہ کی طرف حکمت سے بلاتا ہوں ہر خلاف ان علماء کے جنھوں نے اسلام کو ڈراونا اور گھناؤنا بنا دیا ہے اور وہ امت اسلامیہ اور انسانیت کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔

مسلمان کون؟

نوٹ: مندرجہ بالا تحریر کو تین مرتبہ شوچ سمجھ کر پڑھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات یعنی" اَفَلا تفکرون" تم سوچ سمجھ سے کام کیوں نہیں لیتے؟ اور اَفَلا تدبرون" تم گہرائی سے کیوں نہیں سوچتے؟
ان دونوں احکامات پر عمل کرنے کے بعد آپ اپنا آخری فیصلہ اپنے ضمیر کی آواز پر کریں۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیات نمبر 36 میں یہ حکم ہے کہ اپنے علم کی پیروی کرو۔

''گزارش اور شکریہ ؟ سوچنے کا مقام''

☆ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے میری ساری زندگی کی دعاؤں کو قبول کر کے میری تمام خواہشات کو پورا فرمایا اب میری آخری خواہش اور دعا یہی ہے کہ میں اس کتاب کے نئے ایڈیشن کو مزید بہتر بنا کر شائع کر سکوں اور پھر اس کو دنیا کے مختلف ممالک کے لوگوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں بطور گفٹ اینڈ پراپرٹی آف لائف کے طور پر جمع کروا سکوں کیونکہ اس سے مجھے وہ سکون اور اطمینان ملے گا جس کو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ جذبات اور احساسات کے ریشے اس قدر نرم و نازک ہوتے ہیں کہ جن کو تحریر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ کام تو ہیگل، شیکسپیئر اور برناڈ شاہ بھی نہ کر سکے۔

☆ پاکستان کے سیاستدانوں اور حکمرانوں کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ ترقی یافتہ ممالک کے سیاستدانوں اور حکمرانوں سے خالقِ کائنات کی الہامی کتابوں اور قرآن پاک کے وہ قوانین سیکھیں جن پر عمل کر کے وہ دنیا میں ترقی کر رہے ہیں۔

☆ یہ میری دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں بھی قرآن پاک کو سمجھنے کا وہ ذوق وشوق ڈال دے تا کہ اُن کو یہ علم اور یقین ہو سکے کہ اللہ کے پاس اولاد، مال و دولت اور فیکٹریوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے یعنی وہ

کچھ ہے جس کا کہ کوئی انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مگر زندگی کے ان بڑے حقائق اور مقاصد کو سمجھنے کے لیے اس قدر محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے کہ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے یوں اظہار کیا ہے

ہزاروں سال نرگس، اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وماعلینا الا البلاغ

ہمارا کام تو صرف بات کو پہنچا دینا ہے

قرآن کا علم

سوشل ریسرچ ایسوسی ایشن 1990 سے لے کر آج تک اپنی کتابیں مفت تقسیم کر رہی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب کا علم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سمجھ آسکے۔ اب ہم فرقہ بندی سے پاک اپنی نئی کتاب زیادہ سے زیادہ دنیا کے لوگوں کو روشناس کروا رہے ہیں۔

	کتاب کا نام	سنِ اشاعت	مصنف
-1	اللہ کا پیغام انسان کے نام	1990ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-2	The Radiant Verses	1991ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-3	Concordance Between Bible & Quran	1993ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-4	قرآن کے عالمگیر حقائق اور علامہ اقبال	1995ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-5	عقل کی دنیا حصہ اول	2001ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-6	عقل کی دنیا حصہ دوم	2002ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-7	قرآن اور بائبل کے متفقہ فیصلے	2003ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-8	قرآن کی دنیا اشاعت اول	2014ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے
-9	قراان کی دنیا اشاعت دوم	2017ء	فدا حسین شاہ۔ایم۔اے